

الوجيز في عقيدة السلف الصالح

"اهل السنة والجماعة"

باللغة الاردوية

اہل السنۃ والجماعۃ، اہل اسلام کے سلف صالحین کا عالمی، ابدی اور جامع

عقیدۂ ایمان اور منہجِ اسلام



تالیف

فضیلۃ الشیخ عبداللہ بن عبدالحمید الاثری حفظہ اللہ

ترجمہ: ابو یحییٰ محمد زکریا زاہد حفظہ اللہ

مکتبۃ الفہیم

مئوناتھ بھنجن یوپی

عقیدۂ ایمان اور منہجِ اسلام

نام کتاب : عقیدۂ ایمان اور منہج اسلام

تالیف : فضیلۃ الشیخ عبداللہ بن عبدالحمید الاثری حفظہ اللہ

ترجمہ : ابو یحییٰ محمد زکریا زاہد حفظہ اللہ

طابع وناشر : مکتبۃ الفہیم مئوناتھ بھنجن یوپی

سال اشاعت : نومبر ۲۰۱۳ء

تعداد اشاعت : ایک ہزار ایک سو

صفحات : 456

باہتمام

شفیق الرحمٰن، عزیز الرحمٰن

مکتبۃ الفہیم
مئوناتھ بھنجن یوپی

MAKTABA AL-FAHEEM
Raihan Market, 1st Floor, Dhobia Imli Road
Sadar Chowk, Maunath Bhanjan - (U.P.) 275101
Ph.: (O) 0547-2222013, Mob. 9236761926, 9889123129, 9336010224
Email :faheembooks@gmail.com
WWW.faheembooks.com



الوجيز في عقيدة السلف الصالح

"اهل السنة والجماعة"

باللغة الاردوية

اہل السنۃ والجماعۃ، اہل اسلام کے سلف صالحین کا عالمی، ابدی اور جامع

عقیدۂ ایمان اور منہجِ اسلام

تالیف

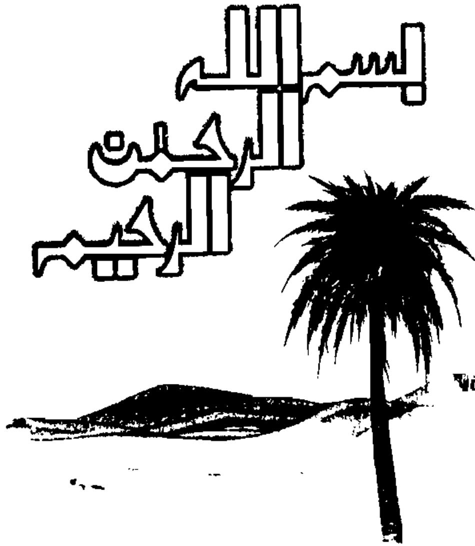
فضیلۃ الشیخ عبداللہ بن عبدالحمید الاثری حفظہ اللہ

ترجمہ

ابویحییٰ محمد زکریا زاہد حفظہ اللہ

مکتبۃ الفہیم

مئوناتھ بھنجن یوپی


بسم الله الرحمن الرحیم

فہرست مضامین



بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سخن ناشر

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى مَنْ لَّا نَبِيَّ بَعْدَهُ وَبَعْدُ!

اقوامِ عالم کے سامنے اُمت اسلامیہ کی اس وقت جو حالت ہے، کس عقل مند اور دانا کے سامنے عیاں نہیں؟ انصاف سے کہیے! کیا آج کے مسلمانوں کی بہت بڑی اکثریت کو ایسے مسلمان اور مومن کہا جا سکتا ہے کہ جن کے اوصافِ عالیہ کو قرآن نے بیان کیا اور ان اوصافِ حمیدہ کے مالک جس طرح قرونِ اولیٰ کے لوگ ہوا کرتے تھے؟ کچھ ہمارے جیسے ہی اہل اسلام کے بارے میں شاعر نے یوں کہا ہے:

کرے غیر گر بُت کی پوجا تو کافر　　جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر
جھکے آگ پر بہر سجدہ تو کافر　　کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر
مگر ''مومنوں'' پر کشادہ ہیں راہیں
پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں
نبی کو چاہیں الٰہہ کر دکھائیں　　اماموں کا رُتبہ نبی سے بڑھائیں
مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں　　شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دُعائیں
نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے
نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے
وہ دیں جس سے توحید پھیلی جہاں میں　　ہوا جلوہ گر حق زمین و زماں میں
رہا شرک باقی نہ وہم و گماں میں　　وہ بدلا گیا آ کے ہندوستاں میں

ہمیشہ سے اسلام تھا جس پہ نازاں
وہ دولت بھی کھو بیٹھے آخر مسلماں

یعنی آج کل کے مسلمان یہود ونصاریٰ اور ملحدین ومشرکین جیسے سارے کام کر کے بھی اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہیں۔ اور جیسا کہ شاعر نے اہل اسلام میں آج کل کی اصل مفسدات کو بیان کیا ہے، کتاب ہٰذا کے مصنف نے اُن کا حل اس صورت میں پیش کیا ہے کہ قرونِ اولیٰ کے پاک طینت و پاک باز اہل ایمان کے اُن عقائد و اعمال اور طریق ومنہج کا بالاجمال مکمل بیان ہمارے سامنے آگیا ہے کہ جن کو اپنا کر وہ دنیا و آخرت دونوں جہانوں میں اللہ رب العالمین کے محبوب اور پسندیدہ بندے بن گئے تھے۔ جائزہ اس بات کا لینا ہے: کیا قرآنِ حکیم آج اپنی وہ افادیت کھو چکا ہے اور کیا دین حنیف کی وہ اصل رُوح اس سے نکال لی گئی ہے کہ جن کے ساتھ ہمارے اسلاف پوری دنیا میں غالب آگئے تھے؟ نہیں......ایسی قطعاً کوئی بات نہیں ہے۔

ا......سیّدنا عمیر بن ہانی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اُنہوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یوں بیان کرتے ہوئے سنا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ بیان کر رہے تھے کہ: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: ''میری اُمت میں ہمیشہ ایک بہت بڑی جماعت ایسی موجود رہے گی جو اللہ عزوجل کی شریعت پر قائم رہے گی انہیں ذلیل کرنے کی کوشش کرنے والے اور اسی طرح ان کی مخالفت کرنے والے انہیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ یہاں تک کہ قیامت آجائے گی اور وہ اسی حالت پر رہیں گے۔'' [1]

اس موضوع سے متعلق دیگر روایات میں سے کسی کے اندر ''أُنَاسٌ'' کا کلمہ آیا ہے۔ کسی میں ''طَائِفَةٌ'' کا، کسی میں ''جَمَاعَةٌ'' کا اور کسی میں ''عِصابَةٌ'' کا۔ ان احادیث کے مابین تطبیق سے مفہوم یہ بنتا ہے کہ تا قیامت ہر دور میں اس جماعت حقہ و

[1] صحیح البخاری، کتاب العلم، حدیث: ۷۱ و کتاب المناقب، حدیث: ۳٦٤۱

طائفہ منصورہ کی تعداد ایک جیسی نہیں رہے گی۔ بلکہ ان کی تعداد میں کمی بیشی ہوتی رہے گی۔ امیر المؤمنین فی الحدیث ابوعبداللہ امام محمد بن اسماعیل البخاری، امام اہل السنۃ والجماعۃ احمد بن حنبل اور دیگر بہت سارے علماء عظام رحمہم اللہ جمیعاً نے صراحت سے لکھا ہے کہ نبی مکرم ﷺ کی اس پیشین گوئی کا مصداق صرف قرآن وسنت والے تفقہ فی الدین اور صحابہ کرام وتابعین عظام، تبع تابعین اور مجتہدین آئمہ کرام رحمہم اللہ جمیعاً کے منہج کو اپنانے والے اہل حدیث حضرات ہیں۔

ب.... سیّدنا عمران بن حصین، ابوہریرہ عبدالرحمٰن بن صخر اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ: (رسول اللہ ﷺ سے جب پوچھا گیا: أَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ ......کون سے لوگ بہتر ہیں؟ تو) آپ ﷺ نے فرمایا:

((خَيْرُ أُمَّتِي الْقَرْنُ الَّذِي بُعِثْتُ فِيهِمْ [إِنَّ خَيْرَكُمْ قَرْنِي، خَيْرُ أُمَّتِي قَرْنِي ، خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي] ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ يَجِيْءُ قَوْمٌ تَسْبِقُ شَهَادَةُ أَحَدِهِمْ يَمِيْنَهُ وَيَمِيْنُهُ شَهَادَتَهُ)) [1]

''میری اُمت میں سے بہترین زمانہ (قرن) وہ ہے جس میں مجھے نبی بنا کر بھیجا گیا ہے (دوسری حدیث کے الفاظ ہیں کہ فرمایا: بلاشبہ تم میں سے بہترین لوگ میرے زمانہ کے ہیں۔ تیسری روایت کے موجب فرمایا کہ: میری اُمت میں بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے۔ چوتھی روایت میں ہے کہ فرمایا: میرے زمانہ کے لوگ سب سے اچھے ہیں۔'' اس کے بعد فرمایا:] پھر وہ لوگ بہتر ہوں گے جو ان سے متصل بعد ہوں گے۔ پھر وہ جو ان سے ملے ہوئے ہوں گے۔ پھر ان

[1] صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث: ۳۶۵۰، ۳۶۵۱۔ صحیح مسلم، حدیث: ۶۴۶۹، ۶۴۷۰، ۶۴۷۲، ۶۴۷۳.

کے بعد ایسے لوگ پیدا ہوں گے جن کی قسم گواہی سے پہلے اور گواہی قسم سے پہلے ہوگی۔'' (یعنی قسم کھانے اور گواہی دینے میں ان کو کوئی باک ہی نہ ہوگا۔)

الفاظ کے مختلف صیغوں سے مروی مذکور بالا صحیحین کی حدیث میں بیان شدہ نبی کریم ﷺ کے قرن سے مراد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ دوسرے قرن سے مراد تابعین عظام اور تیسرے قرن (زمانہ) سے مراد تبع تابعین کرام ہیں۔ رحمہم اللہ جمیعاً۔ بعض علماء کرام کے نزدیک قرن ساٹھ برس کا ہوتا ہے اور بعض کے نزدیک سو سال کا۔ تمام روایات واحادیث کی جمع وتطبیق سے یہ بات زیادہ اوثق معلوم ہوتی ہے کہ: پہلا قرن یعنی صحابہ کرام کا دور ایک سو برس تک رہا۔ سب سے آخری صحابی ابوالطفیل رضی اللہ عنہ تھے جن کا انتقال ۱۲۰ ہجری میں ہوا۔ تابعین عظام کا زمانہ ۱۷۰ ہجری میں اختتام پذیر ہوا۔ اور تبع تابعین کا دور ۲۲۰ ہجری تک رہا۔ (تفصیل کے لیے شرح نووی دیکھ لیجیے۔)

ج ...... سیّدنا حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: لوگ رسول اللہ ﷺ سے خیر کے بارے میں سوال کیا کرتے تھے لیکن میں شر کے بارے میں پوچھا کرتا تھا۔ اس ڈر سے کہ میری زندگی میں ہی کہیں یہ شر مجھے آنہ لے۔ چنانچہ میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم جاہلیت اور شر کے دور میں تھے۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں اس (دین حنیف اور توحید خالص والی) خیر سے نوازا۔ تو کیا اس خیر کے بعد پھر شر کا زمانہ آئے گا؟ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ (ایسا ہوگا) میں نے دریافت کیا: (اے اللہ کے محبوب نبی ﷺ!) کیا اس شر کے بعد پھر خیر کا زمانہ آئے گا؟ فرمایا: ((نَعَمْ وَفِيهِ دَخَنٌ .)) ہاں! اس شر کے بعد خیر آئے گی لیکن اس میں کمزوری کا دھبہ ہو گا۔'' میں نے پوچھا: یہ کمزوری کا دھبہ کیا ہوگا؟ فرمایا: ((قَوْمٌ يَهْدُوْنَ بِغَيْرِ هَدْيِي تَعْرِفُ مِنْهُمْ وَتُنْكِرُ)) ''کچھ لوگ ہوں گے جو میرے طریقے کے خلاف چلیں گے۔ ان کی بعض باتیں اچھی ہوں گی لیکن بعض میں تم بُرائی دیکھو گے۔''

میں نے پوچھا: کیا پھر خیر والے دور کے بعد شر کا دور آئے گا؟ فرمایا: ہاں، آئے گا: ((دُعَاةٌ عَلَى أَبْوَابِ جَهَنَّمَ ، مَنْ أَجَابَهُمْ إِلَيْهَا قَذَفُوهُ فِيهَا)) ''جہنم کی طرف بلانے والے دوزخ کے دروازوں پر کھڑے ہوں گے۔ جو ان کی بات مان لے گا اُسے وہ جہنم میں پھینک دیں گے۔'' میں نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! ان کی کچھ پہچان ہمیں بیان کر دیجیے۔ فرمایا: وہ ہمارے ہی جیسے ہوں گے اور ہماری ہی زبان عربی بولیں گے۔'' میں نے عرض کیا: اگر میں ان لوگوں کا زمانہ پالوں تو آپ مجھے ان کے بارے میں کیا حکم فرماتے ہیں؟ فرمایا: ((تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَإِمَامَهُمْ)) ''مسلمان کی جماعت (قرآن وسنت والے دین حنیف پر قائم لوگوں) کے ساتھ چمٹے رہنا اور ان کے امام کے ساتھ۔'' میں نے کہا: اگر اس دور میں مسلمانوں (راہِ حق پر قائم اہل ایمان) کی جماعت (کسی ایک جگہ پر) نہ ہو اور نہ ہی ان کا (پوری دنیا کے اہل حق کا کوئی ایک) امام ہو تو پھر کیا کروں؟ فرمایا: ((فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا وَلَوْ أَنْ تَعَضَّ بِأَصْلِ شَجَرَةٍ حَتَّى يُدْرِكَكَ الْمَوْتُ وَأَنْتَ عَلَى ذٰلِكَ)) ''پھر اس دور کے تمام فرقوں سے الگ ہو کر رہنا، خواہ تمہیں جنگل میں جا کر درختوں کی جڑیں چبانی پڑیں حتی کہ اسی حالت میں تمہیں موت آ جائے۔'' [1]

د...... سیّدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

((لَتَتْبَعُنَّ سُنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ شِبْرًا شِبْرًا ، وَذِرَاعًا ذِرَاعًا ، حَتَّى لَوْ دَخَلُوْا جُحْرَ ضَبٍّ تَبِعْتُمُوْهُمْ . " قُلْنَا : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَلْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى؟ قَالَ: فَمَنْ؟)) [2]

---

[1] صحيح بخاری، كتاب الفتن، باب كيف الأمر إذا لم تكن جماعة، حديث: ٧٠٨٤۔ صحيح مسلم، كتاب الامارہ، حديث: ٤٧٨٤.

[2] صحيح البخاری، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، حديث: ٧٣٢٠۔ صحيح مسلم، حديث: ٦٧٨١.

''تم اپنے سے پہلی اُمتوں کی ایک ایک بالشت اور ایک ایک ہاتھ میں اتباع کروں گے۔ (یعنی اُن کے پورے پورے نقش قدم پر چلو گے۔) حتی کہ اگر وہ گوہ نما صحرائے نجد کے جانور ''ضب'' کے کسی سوراخ، بل میں گھسے ہوں گے تو تم اس میں بھی ان کی اتباع کرو گے۔'' ہم نے پوچھا: اے اللہ کے پیارے رسول ﷺ! کیا اس سے یہود ونصاریٰ مراد ہیں؟ فرمایا: تو پھر اور کون؟''

ھ ...... جناب معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ: نبی مکرم ﷺ نے ہمارے درمیان کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا:

((أَلَا إِنَّ مَنْ قَبْلَكُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ افْتَرَقُوا عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً وَإِنَّ هَذِهِ الْمِلَّةَ سَتَفْتَرِقُ عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ، ثِنْتَانِ وَسَبْعُونَ فِي النَّارِ وَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ وَهِيَ الْجَمَاعَةُ۔ وَإِنَّهُ سَيَخْرُجُ فِي أُمَّتِي أَقْوَامٌ تَجَارَى بِهِمْ تِلْكَ الْأَهْوَاءُ كَمَا يَتَجَارَى الْكَلْبُ لِصَاحِبِهِ [الْكَلْبُ بِصَاحِبِهِ] لَا يَبْقَى مِنْهُ عِرْقٌ وَلَا مَفْصَلٌ إِلَّا دَخَلَهُ.)) [1]

''خبردار رہو! بلاشبہ تم سے پہلے جو اہل کتاب تھے وہ بہتر (۷۲) فرقوں میں بٹ گئے تھے۔ اور ضرور اس ملت (اُمت اسلامیہ) کے لوگ تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائیں گے۔ ان میں سے بہتر (۷۲) فرقے جہنم میں جائیں گے اور ایک فرقہ جنت میں داخل ہوگا اور یہی جماعت حقہ ہوگی۔ (جو اللہ کی کتاب، رسول اللہ کی سنت اور بغیر افراط وتفریط کے صحابہ کرام، تابعین عظام، اور تبع تابعین رحمہم اللہ جمیعا کی اعتدال والی راہ پر ہوں گے۔) اور بلاشبہ آنے

[1] سنن أبي داؤد، كتاب السنة، حديث: ٤٥٩٧.

والے وقت میں میری اُمت کے اندر ایسے لوگ پیدا ہوں گے جن میں گمراہیاں ایسے سما جائیں گی جیسے باؤلے کتے کے کاٹنے سے باؤلا پن انسان کی ہر رَگ اور جوڑ جوڑ میں سما جاتا ہے۔'' (بعینہٖ بدعات وخرافات ان کے ہر رگ و ریشہ میں سما جائیں گی۔)

اسی معنی کی احادیث سادا تنا ابو ہریرہ، انس بن مالک، عبداللہ بن عمرو بن العاص اور عوف بن مالک رضی اللہ عنہم اجمعین سے مسند الامام احمد اور کتب سنن میں بھی درج ہیں۔ [1] جن میں ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یہ جنت میں جانے والے کون لوگ ہوں گے؟ تو فرمایا: ((اَلْجَمَاعَةُ ، اَلْجَمَاعَةُ)) ......قرآن وسنت والی جماعت حقہ کے لوگ۔ ((مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِيْ)) ''جس منہج وطریق پر میں اور میرے صحابہ ہیں رضی اللہ عنہم اجمعین۔''

و...... سیّدنا حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: ہم امیر المؤمنین سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: تم میں سے کس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتنوں کا ذکر کرتے ہوئے سنا ہے؟ بعض لوگ (صحابہ کرام میں سے) کہنے لگے: ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو (ایسا بیان کرتے ہوئے) سنا ہے۔ سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: شاید تم لوگ فتنوں سے وہ فتنے سمجھے ہو جو آدمی کو اس کے گھربار، مال اور ہمسائے کے بارے میں آزمائش سے دوچار کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا: جی ہاں۔ فرمایا: (نہیں، میری مراد یہ فتنے نہیں ہیں۔) ان فتنوں کا کفارہ تو نماز، روزے اور زکوٰۃ وغیرھا ہو جایا کرتے ہیں۔ مگر (میں جو پوچھ رہا ہوں وہ یہ ہے کہ) تم میں سے کس نے

---

[1] دیکھیے: مسند احمد: ۱۴۵/۳۔ سنن ابن ماجه، جديث: ۳۹۹۲، ۳۹۹۳۔ جامع الترمذی: ۲۶۴۰، ۲۶۴۱۔ سنن ابی داؤد: ۴۵۹۶؛ محدّث العصر فضیلۃ الشیخ/محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے ان احادیث پر ''حسن'' ''صحیح'' اور ''حسن'' کا حکم لگایا ہے۔

رسول اللہ ﷺ سے سماعت کیا ہے کہ آپؐ نے ان فتنوں کا ذکر فرما رہے تھے جو سمندر کی موجوں کی طرح اُمڈ کر آئیں گے؟ (اور ان کی روک تھام نہ ہو سکے گی۔) سیّدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: یہ سن کر سب لوگ خاموش ہو رہے۔ مگر میں نے عرض کیا: میں نے سنا ہے جی! فرمایا: تیرے باپ کا اللہ بھلا کرے! تو نے سنا ہے۔ (تو پھر ہمیں بھی بتلاؤ) سیّدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرنے لگے: میں نے رسول اللہ ﷺ سے خود سماعت کیا کہ آپ ﷺ فرما رہے تھے:

((تُعْرَضُ الْفِتَنُ عَلَى الْقُلُوْبِ كَالْحَصِيْرِ عُوْدًا عُوْدًا ، فَأَيُّ قَلْبٍ أُشْرِبَهَا نُكِتَ فِيْهِ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ ، وَأَيُّ قَلْبٍ أَنْكَرَهَا نُكِتَ فِيْهِ نُكْتَةٌ بَيْضَاءُ ، حَتَّى تَصِيْرَ عَلَى قَلْبَيْنِ ، عَلَى أَبْيَضَ مِثْلَ الصَّفَا ، فَلَا تَضُرُّهُ فِتْنَةٌ مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ ، وَالْآخَرُ أَسْوَدُ مُرْبَادًّا كَالْكُوزِ مُجَخِّيًا لَا يَعْرِفُ مَعْرُوْفًا وَلَا يُنْكِرُ مُنْكَرًا إِلَّا مَا أُشْرِبَ مِنْ هَوَاهُ .))

''ایک کے بعد ایک فتنے دلوں پر ایسے آئیں گے جیسے چٹائی کی تاریں ایک دوسری سے جڑی ہوئی ہوتی ہیں۔ چنانچہ جس دل میں کوئی فتنہ رچ جائے گا تو اس میں ایک کالا داغ بن جائے گا۔ اور جو دل ان فتنوں کو قبول کرنے سے انکار کر دے گا اس میں ایک سفید نورانی دھبہ پیدا ہوگا۔ حتی کہ اسی طرح کالے اور سفید نشان، دھبے ہوتے ہوتے دل دو قسم کے ہو جائیں گے۔ ایک تو خالص سفید، نورانی دل چکنے پتھر (سفید سنگ مرمر) کی طرح کہ جب تک آسمان اور زمین قائم رہیں گے تب تک اس دل کو کوئی فتنہ نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ اور دوسرے سیاہی مائل مٹیالے رنگ کا دل، اوندھے منہ والے کوزے کی طرح جو نہ ہی تو کسی بھلائی والی بات کو

اچھی طرح سمجھے گا (یعنی قرآن وسنت کو قبول نہیں کرے گا) اور نہ ہی وہ بُری بات کو بُری جانے گا، (یعنی اس کے نزدیک نیکی اور بُرائی قطعاً ایک جیسی ہوں گی) مگر وہی اس کو اچھی لگے گی جو اس کے دل میں بیٹھ جائے۔'' (جیسے آج کل نیچریوں کی نیچر ہے۔)

سیّدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: پھر میں نے امیر المؤمنین سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو حدیث بیان کی کہ: آپ کے اور ان فتنوں کے درمیان ایک بند دروازہ ہے۔ مگر خدشہ ہے کہ وہ کہیں ٹوٹ نہ جائے۔ جناب عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: تیرا باپ مرے! کیا یہ دروازہ ضروری ہے کہ ٹوٹ جائے؟ اگر کھل جائے تو شاید دوبارہ اس کو بند کیا جا سکے۔ میں نے عرض کیا: نہیں۔ بلکہ ضرور ٹوٹ جائے گا (اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ضمن میں اللہ عزوجل کی طرف سے فیصلہ کے بارے میں ایسا ہی ارشاد فرمایا ہے۔) اور پھر میں نے جناب عمر رضی اللہ عنہ کو حدیث بیان کی کہ: اس دروازے سے مراد ایک شخص ہے کہ جسے قتل کر کے شہید کر دیا جائے گا یا وہ خود طبعی موت سے دوچار ہوگا۔ (اور پھر اس کی موت وشہادت کے ساتھ ہی فتنوں کا آغاز ہو جائے گا۔) یہ ایک ایسی حدیث تھی جو غلطیوں سے پُر (دل سے بنائی ہوئی بات) نہ تھی۔'' [1]

ز...... جناب نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ: ہم مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے۔ بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث روایت کرنے سے باز رہتے تھے۔ اسی دوران ثعلبہ الخشنی رحمہ اللہ آ گئے اور کہنے لگے: اے بشیر بن سعد! کیا اُمراء کے بارے میں تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث یاد ہے؟ (بشیر بن سعد تو خاموش رہے مگر) حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کہنے لگے: مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خطبہ خوب یاد ہے۔ چنانچہ ابو ثعلبہ بیٹھ گئے اور جناب حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرنے لگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[1] صحیح مسلم، کتاب الایمان، حدیث: ۳۶۹

((تَكُوْنُ النُّبُوَّةُ فِيْكُمْ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا)) ''تم لوگوں میں (میری دنیا میں موجودگی کے ساتھ) نبوّت اس وقت تک باقی رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ (میری وفات کے ذریعے) اس کو اُٹھا لے گا جب چاہے گا کہ وہ اس کو اُٹھا لے۔ ((ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةٌ عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ، فَتَكُوْنُ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ تَكُوْنَ ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا .)) پھر خلافت اس نبوت (والے منہج وطریق) کے انداز پر ہوگی اور یہ اس وقت تک دنیا میں قائم رہے گی جب تک اللہ عزوجل چاہے کہ رہے...... پھر اللہ تبارک وتعالیٰ اس خلافت (والی حکومت وامارت) کو بھی اُٹھا لے گا جب چاہے گا کہ وہ اس کو اُٹھا لے۔ ((ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا عَاضًّا فَيَكُوْنُ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَّكُوْنَ ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَّرْفَعَهَا)) پھر ظالمانہ بادشاہت ہوگی اور یہ اس وقت تک رہے گی جب تک اللہ چاہے گا کہ رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کو اُٹھا لے گا جب وہ چاہے گا کہ اس کو اُٹھا لے۔ ((ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا جَبْرِيَّةً فَتَكُوْنُ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ تَكُوْنَ ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَّرْفَعَهَا .)) پھر جبر وقہر والی بادشاہت ہوگی اور جب تک اللہ چاہے گا یہ بادشاہت رہے گی اور پھر اسے وہ اُٹھا لے گا جب چاہے گا۔ ((ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةٌ عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ ، ثُمَّ سَكَتَ)) [1] اس کے بعد پھر منہجِ نبوت پر خلافت قائم ہوگی۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی۔''

مقصودِ سخن

تحریر مذکور بالا سے آپ نے اندازہ لگایا ہوگا: ہم نے کوئی ضعیف روایت اور بناوٹی کہانی بیان نہیں کی۔ جو کچھ بیان ہوا ہے پوری ذمہ داری سے قرآنی آیات اور

[1] مسند الامام احمد: ٢٧٣/٤، حديث: ١٨٤٠٦ـ قال الألباني. وإسناده حسنٌ فانظر الأحاديث الصحيحة ج١، ص٩ و تتبع الرواه ج٤، ص٥١.

صحیح احادیث کی روشنی میں تحریر کیا گیا ہے جس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ:

۱...... چودہ صدیاں قبل کے اہل ایمان و اسلام تھوڑے ہونے کے باوجود صرف چالیس سالوں میں پوری دنیا کے مالک بن گئے اور جب سے دنیا قائم ہوئی ہے تب سے لے کر آج تک اور تا قیامت سب ملتوں سے افضل ترین اُمت قرار پائے تھے۔ اُنہیں ''خیر الناس اور خیر القرون'' کا لقب سیّدنا الانبیاء والرسل محمد رسول اللہ ﷺ کی مقدس و مبارک زبان سے عطا ہوا تھا۔ جیسا کہ آپ نے پیچھے ذکر کردہ حدیث (ب) اور حدیث (ھ) میں پڑھ لیا ہے۔ اس پر مستزاد اللہ عزوجل کا یہ ارشادِ گرامی بھی پڑھ لیجیے۔ فرمایا:

﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۱۰۰﴾

(التوبہ: ۱۰۰)

''اور مہاجرین وانصار میں سے سبقت کرنے والے سب سے پہلے لوگ اور وہ لوگ جو نیکی کے ساتھ ان کے پیچھے آئے، اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اس سے راضی ہوگئے اور اس نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ تک کے لیے۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔''

۲......عصر حاضر میں مسلمانوں کی تعداد لاکھوں میں نہیں، بلکہ کروڑوں میں ہے۔ پچاس سے زیادہ ان کے اپنے ملک ہیں اور ساری دنیا کی تمام ملتوں اور قوموں کی نسبت مال و دولت کے اعتبار سے بھی بہت مال دار۔ مگر ہر جگہ، ہر ملک وخطہ اور ہر مقام پر ذلت و رسوائی کی زندگی گزارنے پر مجبور و بے بس ہیں۔ اُن اقوام کے سامنے غلاموں جیسی زندگی گزارتے ہیں جن کے آباؤ و اجداد کل ہمارے آباؤ و اجداد سے اپنی زندگیوں کی بھیک مانگا کرتے تھے۔ اس کا ایک تو سبب وہی ہے جو اُوپر حدیث نمبر

(ج)، (د) اور (ھ) میں بیان ہوا، اور دوسرا سبب درج ذیل حدیث میں یوں بیان ہوا ہے: نبی مکرم ﷺ کے آزاد کردہ غلام جناب ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((يُوْشِكُ أَنْ تَدَاعى عَلَيْكُمُ الْأُمَمُ (مِنْ كُلِّ أُفُقٍ) كَمَا تَدَاعَى الْآكِلَةُ إِلَى قَصْعَتِهَا))

"...... قریب ہے کہ ہر جانب سے سب ملتیں (اقوام متحدہ کی حکومتیں) تمہارے اُوپر پے در پے حملے کرنے لگیں جیسے کھانے والے بڑے برتن پر (بھوک کی وجہ سے) ٹوٹ پڑتے ہیں۔"

ایک شخص نے سوال کیا: اس دن کیا ہماری قلت کی وجہ سے ایسا ہوگا؟ فرمایا: نہیں۔

((بَلْ أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيْرٌ وَّ لٰكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ ، وَلَيَنْزِعَنَّ اللّٰهُ مِنْ صُدُوْرِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ ، وَلَيَقْذِفَنَّ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمُ الْوَهْنَ .))

"بلکہ تم اُس دور میں بہت زیادہ ہوگے لیکن تم سیلاب کے پانی پر بننے والے جھاگ کی طرح ہوگے (دنیا میں تمہاری کوئی حیثیت نہیں ہوگی۔) اللہ تعالیٰ تمہارے رُعب اور دبدبہ اور ہیبت کو تمہارے دشمن کے دلوں سے نکال دے گا۔ اور تمہارے دلوں میں وہن (سستی) کو پیدا کر دے گا۔"

ایک پوچھنے والے نے سوال کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ وہن و سستی کیا ہوتی ہے؟ (اور کیوں ہوگی؟) فرمایا: ((حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ)) "دنیا کی محبت اور موت کے خوف کی وجہ سے۔" [1]

۳...... ملت اسلامیہ نے اپنا رعب و دبدبہ اور وقار بذاتِ خود فتنوں میں مبتلا ہو

---

[1] مسند الامام احمد: ٢٧٨/٥ ـ سنن أبي داؤد، كتاب الملاحم، حديث: ٤٢٩٧ ـ صححه الألباني فانظر: الصحيحة : ٩٥٦ والمشكاة: ٥٣٦٩.

کر کھویا ہے۔ اللہ عزوجل کی طرف سے کسی ظلم کی بنا پر کہ جسے شاید اس نے ان پر روا رکھا ہو، ہرگز ان کو دنیا میں رسوا نہیں کیا گیا۔ اس لیے کہ:

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَاءَ فَعَلَيْهَا وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِo﴾ (حٰم السجدہ:٤٦)

''جس نے نیک عمل کیا سو اپنے لیے اور جس نے برائی کی سو اسی پر ہوگی۔ اور تیرا رب اپنے بندوں پر ہرگز کوئی ظلم کرنے والا نہیں۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَّ لٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَo﴾ (یونس: ٤٤)

''بے شک اللہ لوگوں پر کچھ بھی ظلم نہیں کرتا مگر لیکن لوگ اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں۔''

پیچھے بیان کردہ حدیث: (و) میں نبی مکرم ﷺ کا فرمان اس ضمن میں کس قدر واضح ہے؟

۴...... پیچھے ذکر کردہ حدیث: (ز) میں چودہ سو پچیس سال قبل سے لے کر قیامت تک کے لیے جن پانچ ادوار کو بیان کیا گیا ہے......تو اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم اس وقت جبر وقہر اور ظلم و جور والی بادشاہت کے زمانہ، جمہوری دورِ استبداد سے گزر رہے ہیں، مگر نہ ہی تو قرآن میں کہیں اللہ عزوجل کی طرف سے ایسا حکم و ارشاد موجود ہے اور نہ ہی نبی معظم محمد رسول اللہ ﷺ نے اس دور کے حوالے سے اہل ایمان و اسلام کو ایسی کوئی ہدایات دی ہیں کہ جب یہ دور آئے تو تم یہود و نصاریٰ، ہنود و مشرکین اور ملحدین و اعداء اللہ کی تہذیب و تمدن کو اپنا کر اپنے دین و شریعت سے ہی منہ موڑ بیٹھنا۔ بلکہ اُوپر سیّدنا معاویہ بن ابو سفیان رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث اور اسی موضوع سے متعلق دیگر صحابہ کرام سے روایت کردہ احادیث مبارکہ اس بات پر دلالت

کرتی ہیں کہ: نبی ختم الرسل محمد بن عبداللہ ﷺ کے پیش کردہ قرآن وسنت والے دین حنیف اور منہج صحابہ وتابعین عظام رضی اللہ عنہم کے عین مطابق عمل کرنے والوں اور اسی اصلی دین اسلام کی پوری پوری حفاظت کرنے والوں کی جماعتِ حقہ اور طائفہ منصورہ ہر دور میں بالعموم اور اس ''ملک جبریہ'' میں بالخصوص قائم وموجود رہے گی۔ کسی ظالم کا ظلم اور کسی رسوا کرنے والے کی رسوائی انہیں اس راہِ حق سے ہٹا نہ سکے گا اور یہ کہ ان کی فضیلت وعظمت اور بلندیٔ درجات احادیث مبارکہ میں نہایت عمدہ بیان ہوئی ہیں۔

ہمارے ان سلف صالحین کے پاس دنیاوی قوت اور طاقت نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ نہ افرادی قوت تھی اور نہ ہی مادی وعسکری وسائل کی بہتات۔ مگر اس کے باوجود چالیس سالہ عرصۂ قلیل میں اس دور کی سپر پاورز کو تہس نہس کرنے کے بعد آباد دنیا کی دوتہائی سرزمین پر غالب آ گئے اور ایسی شاندار نظامِ حکومت والی مملکتِ خلافت قائم کر دی کہ سیّدنا سلیمان بن داوٗد علیہما السلام کے بعد ویسی مستحکم، امن وامان، عدل وانصاف اور رب کائنات سے محبت کرنے والی سلطنت اس دنیا میں دیکھی نہ گئی تھی۔ یہ اللہ کے صالح بندے دنیا سے اس قدر قانع تھے کہ جب فتوحات کے نتیجے میں ان کے پاس مالِ غنیمت آتا تو اسے دیکھ کر رونے لگ جاتے، کہیں اللہ عزوجل انہیں ان کے ایمان وتقویٰ اور اعمالِ صالحہ کا بدلہ دنیا میں ہی تو نہیں دے رہا؟ انہوں نے صراطِ مستقیم والی کٹھن راہ کا انتخاب اس دنیاوی دولت کی خاطر تو نہیں کیا تھا۔ ان عظیم المرتبت، اللہ کے بندوں کو یہ شانِ رفعت ملی تو صرف اس بنا پر کہ:

ا...... انہوں نے اپنے عقیدۂ خالص، ایمان وتقویٰ اور اعمالِ صالحہ کا وہی معیار اللہ ذوالجلال والاکرام کے سامنے پیش کیا جس کا مطالبہ ان کے رب کریم اور نبی محترم محمد رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا۔ اس معیارِ تقویٰ وایمان سے قرآنِ حکیم اور کتب احادیث بھری پڑی ہیں۔

ب.... انہوں نے اپنی ہر خواہش کو اپنے اللہ غفور الرحیم اور محبوب نبی محمد رسول اللہ ﷺ

کی پسند، ناپسند اور خواہش و آرزو کے تابع کر دیا تھا۔ ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ سے پوچھ پوچھ کر گزرتا تھا۔ معاملہ انفرادی اُمور اور اعمال و افعال کا ہوتا یا اجتماعی، خاندانی اور حکومتی، قبائلی، تجارتی، ملکی یا عالمی، سیاسی، دینی و دنیاوی ہوتا...... اپنے ہر ہر معاملے میں وہ اللہ عزوجل اور محمد رسول اللہ ﷺ کی مکمل اتباع و اطاعت کرتے تھے۔ اللہ، رسول کے احکام کے سامنے اپنے سرِ تسلیم ہمیشہ خم رکھتے تھے۔

رہِ حق میں تھی دوڑ اور بھاگ اُن کی — فقط حق پہ تھی جس سے تھی لاگ اُن کی
بھڑکتی نہ تھی خود بخود آگ اُن کی — شریعت کے قبضہ میں تھی باگ اُن کی

جہاں کر دیا نرم، نرما گئے وہ
جہاں کر دیا گرم، گرما گئے وہ

اور پھر بدر و اُحد، حنین و یرموک اور قادسیہ جیسے واقعات سے تو سیر و تاریخ کی کتب بھری پڑی ہیں۔

ملت اسلامیہ کا زوال اور اس کا حل

جیسا کہ پیچھے اشارۃً ذکر ہوا، عصر حاضر میں ملت اسلامیہ کے انحطاط و زوال کا سب سے بڑا سبب "تفرقہ بندی" ہے۔ جب کہ ہر فرقہ ضالّہ کی گمراہی کا اوّل و آخر سبب عقیدۂ توحید خالص میں شرک و خرافات کی آمیزش اور منہج نبوی و طریق سلف صالحین سے کھلم کھلا انحراف ہے۔ حالانکہ اللہ عزوجل نے بالصراحت اس گمراہی سے منع کرتے ہوئے عقیدۂ توحید خالص و منہج رسالت کو عملاً مضبوطی سے تھامے رکھنے کا حکم اُمت اسلامیہ کو فرمایا ہے:

﴿وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا﴾ (آل عمران: ۱۰۳)

"اور سب مل کر اللہ کی رسی (قرآن وسنت والے دین حنیف پر عمل پیرا جماعت حقہ)

کو مضبوطی سے پکڑ لو اور (ایک دوسرے سے) جدا جدا نہ ہو جاؤ۔''

اور پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے صراطِ مستقیم کا معیار و شرطِ اوّلیں بھی عقیدۂ توحید خالص کو قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿وَ مَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾

(آل عمران: ۱۰۱)

''اور جو کوئی آدمی اللہ (کے دینِ حق اور شریعت مطہرہ) کو عملاً محکم پکڑ لے گا تو وہ بالتحقیق ضرور سیدھی راہ (قرآن وسنت والے صراطِ مستقیم) پر لگ گیا۔''

دوسرے مقام پر قرآن وسنت والے دین حنیف کے مضبوط کڑے کو عملاً پکڑے رہنے والوں کی پہچان یوں بیان فرمائی ہے:

﴿فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ يُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾ (البقرہ:۲۵۶)

''تو جو کوئی باطل معبود (اور شیطانی سازشوں، کاوشوں) کا انکار کرے اور اللہ عزوجل پر ایمان لائے تو یقیناً اس نے (قرآن وسنت والے صراطِ مستقیم کے) مضبوط کڑے کو عملاً تھام لیا کہ جسے کسی صورت میں بھی ٹوٹنا نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تو سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

مگر جیسا کہ اللہ عزوجل نے یہود و نصاریٰ کے احبار و راھبین اور ان کے علماء و قائدین کی یہ خصلت بد بیان فرمائی ہے:

﴿اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ وَ مَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ﴾ (آل عمران: ۱۹)

''بلا شبہ اللہ عزوجل کے نزدیک (نہایت پسندیدہ اور ہر اعتبار سے مکمل ترین)

دین، صرف اسلام ہے۔ اور وہ لوگ کہ جنہیں (تورات، زبور اور انجیل جیسی آسمانی) کتاب دی گئی ہے، انہوں نے (اللہ عزوجل، اس کے آخری نبی محمد رسول اللہ ﷺ، قرآن اور دین اسلام کے ساتھ) اختلاف کیا تو اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آچکا ہے اور یہ ان کی آپس میں سرکشی و ہٹ دھرمی کی وجہ سے ہے۔''

ملت اسلامیہ کے خود غرض مولویوں، صوفیوں، درویشوں، خانقاہی نظام کے گدی نشینوں اور پیچھے (ج) نمبر والی حدیث مبارک میں بیان کردہ جہنم کی طرف دعوت دینے والے ''رنگ برنگی پگڑیوں، ٹوپیوں اور جبوں قبوں والے جعلی شیوخ الاسلام'' نے اللہ تعالیٰ اور اُس کے حبیب و خلیل نبی محمد رسول اللہ ﷺ کے اس ضمن میں بیان کردہ اوامر و نواہی اور احکام کو خوب سمجھ کر پڑھ لینے کے باوجود اللہ رب العالمین کے دین حنیف کا ایسا حلیہ بگاڑا ہے کہ اُن کے ''مسلکوں اور اُن کی صف بندیوں'' پر چلنے والوں کی کثرتِ تعداد اور اُن کے شور شرابے کی وجہ سے خالصتاً قرآن و سنت والے منہج نبوی و طریق سلف صالحین پر چلنے والی "الجماعة" کی قلت تعداد پر آج "العصابه" کا گمان ہونے لگا ہے۔ اور جیسا کہ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا:

((إِنَّ الْإِسْلَامَ بَدَأَ غَرِيبًا وَسَيَعُودُ غَرِيبًا كَمَا بَدَأَ وَهُوَ يَأْرِزُ بَيْنَ الْمَسْجِدَيْنِ كَمَا تَأْرِزُ الْحَيَّةُ فِي جُحْرِهَا.)) [1]

''بلاشبہ اسلام ایک اجنبی کی طرح شروع ہوا تھا۔ (ابتدا میں ہر عدو اللہ توحید خالص والے دین فطرت کو انوکھا سا جانتا تھا) اور یہ دین حق مستقبل میں (اپنے غلبہ اور پھیلاؤ کے بعد) پھر ایک اجنبی کی طرح واپس پلٹ آئے گا جیسے کہ شروع ہوا تھا۔ (یعنی اُس دور میں خالصتاً قرآن و سنت والے دین حنیف پر عمل

[1] صحيح مسلم، كتاب الايمان، حديث : ٣٧٢.

پیرا لوگ معاشرے میں انوکھے اور اجنبی سے محسوس ہوں گے۔) اور یہ قرآن و سنت والا اصلی دین بالآخر سمٹ کر اس طرح مسجد حرام اور مسجد نبوی (مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ) میں واپس آ جائے گا جس طرح سانپ (جیسا کوئی جاندار) سمٹ کر اپنے بل، سوراخ کی طرف پلٹ آتا ہے۔''

اور پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ((فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَاءِ)) ''اصلی دین حق پر عمل کر کے انسانی معاشرے میں اجنبی اور انوکھے معلوم ہونے والوں کے لیے (رب کریم کی مدد، اس کی رضا اور جنتوں کی) خوش خبری ہو۔'' [1]

اللہ رب کبریاء عزوجل کا اس بات پر جتنا شکر ادا کریں اتنا ہی کم ہے کہ آلِ سعود حفظہم اللہ کی کاوشوں، قربانیوں اور جہودِ طیبہ کے نتیجے میں جزیرۃ العرب کے اندر قرآن وسنت والے اصل دین حنیف کی بہار عرصہ ایک صدی سے پھر دیکھنے کو ملی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے خالص فضل وکرم کے ساتھ آلِ سعود حفظہم اللہ کے تمام اُمراء و حکام اور اعضاء واراکین، اُسرہ طیبہ کو دنیا وآخرت میں ایسی عزت وعظمت اور ایسے وقار وانعام سے نوازے کہ جو ان کے شایانِ شان ہو۔ اَللّٰھُمَّ آمین

بعینہ اس ضمن میں ہم دنیا جہان کے بالعموم اور مملکت سعودیہ کے بالخصوص اُن سلفی العقیدہ والعمل علماءِ حق کے نہایت مشکور ہیں کہ جن کے صبر واستقلال اور اُن کی جہودِ طیبہ کے نتیجے میں دنیا کے اُن لاکھوں اہل اسلام کی اصلاح ہوئی کہ جن کے عقائد واعمال فاسد ہو چکے تھے۔ مملکت سعودیہ کے تمام کبار وصغار علماء عظام وکرام رحمھم اللہ جمیعاً و یحفظ اللہ من کان منھم حیاً بالخصوص ہمارے دلوں سے نکلنے والی اُن پرخلوص دُعاؤں کے حق دار ہیں کہ جنہوں نے ایک بار پھر سے قرآن وسنت اور توحید خالص والے دین حنیف کو دنیا کے کونے کونے تک

[1] صحیح مسلم، حدیث: ۳۷۲

پہنچانے کے لیے درس وتدریس، وعظ وارشاد اور نشر واشاعت کے ذریعے رات دن ایک کر رکھا ہے۔ اَللّٰھم اغفرلھم وارحمھم و انت خیر الراحمین.

جیسا کہ قرآنِ حکیم میں اللہ رب العالمین کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِيَعًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۝۳۲ ﴾ (الروم: ٣٢)

''ان لوگوں سے جنھوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور کئی گروہ ہو گئے، ہر گروہ اسی پر جو ان کے پاس ہے، خوش ہیں۔''

آج ہر فرقے کا قائد، راہنما، داعی اور لیڈر بزعم خود اس بات پر شاداں وفرحاں ہے کہ وہ کسی اسلام کی خدمت کر رہا ہے۔ ہر فرقے کے متبعین بھی اس بات پر خوش ہیں کہ ہم ہی سیدھی راہ پر ہیں۔ جب کہ صحیح احادیث مبارکہ کی رُو سے کہ جن میں سے بعض پیچھے بیان بھی ہوئی ہیں، یہ لوگ اگر نہایت دیانت داری اور اخلاص واصلاح کی نیت سے قرآن وسنت والے اصلی عقیدۂ توحید ورسالت اور اصلی دین حنیف، اسلام پر اپنے عقائد ومنہج اور طریقت ومسلک کو پیش کریں تو...... واللہ العظیم! اوّلاً: انہیں روزِ روشن کی طرح معلوم ہو جائے کہ وہ اپنے دعویٰ میں کہاں تک سچے اور ان کے اعمال و افعال کا انجام کیا ہونے والا ہے۔

ثانیاً: احادیث مبارکہ میں تا قیامت ہر دور میں پائی جانے والی جماعت حقہ وطائفہ منصورہ کے معزز اللہ کے زندہ دلیوں اور عباد اللہ الصالحین سے ملاقات کا شوق بڑھ جائے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے درج ذیل فرمان کے موجب وہ ان ''سلفی اہل السنہ والجماعۃ'' کے ساتھ مل کر خالصتاً قرآن وسنت والے دین حنیف کے مددگار بن جائیں۔ فرمایا:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَ يُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝۷ ﴾

(محمد:٧)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمھاری مدد کرے گا اور تمھارے قدم جما دے گا۔''

اور پھر اللہ تبارک وتعالیٰ کا اس ضمن میں ایک وعدہ کی صورت ارشادِ گرامی قدر یوں بھی ہے۔فرمایا:

﴿ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴾

(النساء: ٦٩)

''اور جو اللہ اور رسول کی فرماں برداری کرے تو یہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا، نبیوں اور صدیقوں اور شہداء اور صالحین میں سے اور یہ لوگ اچھے ساتھی ہیں۔''

پچھلے صفحات پر (ھ) نمبر والی حدیث صحیح میں ملت اسلامیہ کے جن بہتر فرقوں کا ذکر ہوا کہ وہ سب کے سب جہنم میں جائیں گے، ستم ظریفی یہ ہے کہ اُن میں سے بہت سارے فرقے ایسے ہیں کہ جو اپنے آپ کو ''اہل السنہ والجماعۃ'' کہتے ہیں یا اپنے آپ کو ان میں شمار کرتے ہیں۔ مگر حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ کتاب ہذا کے مؤلف فضیلۃ الشیخ عبداللہ بن عبدالحمید الاثری حفظہ اللہ نے ان لوگوں کے عقائد ومسلک اور افعال و طریقت کو چھیڑے اور بیان کیے بغیر اپنی اس کتاب "الوجيز في عقيدة السلف الصالح اهل السنه والجماعة" میں...... کہ جس کے اُردو نام ''اہل السنہ والجماعۃ ، اہل اسلام کے سلف صالحین کا عالمی، ابدی اور جامع عقیدہ، ایمان اور منہج اسلام'' والے سرورق کے ساتھ یہ کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے...... عین اسی اصلی عقیدہ و منہج کو بیان کیا ہے کہ جو نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ ﷺ کا، آپ کے پاکباز و اطہار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا، تابعین و تبع تابعین کرام اوران کے بعد آج تک کے تمام آئمہ و علماء عظام رحمہم اللہ جمیعاً کا تھا۔ تاکہ ہر متلاشی حق کو قران وسنت میں درج اسلام و اہل ایمان کے اصلی عقائد و منہج کا بالاجمال علم ہو جائے اور وہ قرآنِ عظیم و احادیث مبارکہ کے مطالعہ سے مکمل طور پر دین حنیف والے صراطِ مستقیم پر گامزن ہو سکے۔

خالصتاً اللہ عزوجل سے اجر و انعام حاصل کرنے کی نیت سے لکھی جانے والی کتاب ہذا کو اس وقت کے مملکت سعودیہ میں بڑے بڑے علماء نے جب پڑھا تو وہ مصنف حفظہ اللہ کی جہد خالص کی تعریف و توصیف کیے بغیر نہ رہ سکے۔ جیسا کہ کتاب ہذا میں درج ان کی تقریظات و تقدیمات سے واضح ہے۔ اس کتاب ''الــوجیز'' نے عرب نوجوانوں کی اصلاح میں بہت کردار ادا کیا ہے۔

توحید دین کی اساس ہے باقی سب چیزیں وسائل توحید ہیں۔ توحید کے بغیر انسان کی پہچان ہی نہیں ہوتی، توحید نے انسان کو حقیقی شعور بخشا ہے۔ زمین پر کوئی بھی مخلوق ایسی نہیں جو توحید پرست نہ ہو۔ ایک انسان ایسی مخلوق ہے جو توحید اور شرک کے درمیان رہتا ہے سوائے انبیاء کے جو توحید والے ہوتے اور توحید کی طرف بلاتے تھے۔

دیکھیے ہمارے آخری نبی حضرت محمد ﷺ نے صرف نقطہ توحید سمجھانے کے لیے تیرہ (۱۳) سال لگائے اور باقی پورے دین پر دس (۱۰) سال۔ اور اس میں بھی اساس توحید خالص ہی تھی۔ تمام انبیاء نے آغاز توحید سے کیا اور انسان کی تخلیق کا مقصد بھی یہی ہے۔ انسان کی حقیقی ترقی کا راز بھی اللہ تعالیٰ کی پہچان ہے۔ اگر انسان اللہ تعالیٰ کو مکمل پہچان لیتا تو آج کا انسان اس قدر ترقی کے باوجود پست نہ ہوتا۔

آج کے انسان نے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں سے فائدہ تو اُٹھایا ہے لیکن ابھی تک نعمتیں عطا کرنے والے کو نہیں پہچانا۔ آج کے انسان کی ناکامی کی وجہ سرف اور صرف اپنے خالق و مالک اللہ رب العالمین کو نہ پہچاننا ہے۔

اس کو آپ ان دو آیات کریمہ سے سمجھ سکتے ہیں:

﴿مَا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلّٰهِ وَقَارًا﴾ (نوح:۱۳)

﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهِ﴾ (الانعام:۹۱)

چنانچہ اس نظریہ کے تحت کہ ہم غیر عربوں ...... بالخصوص، ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش وغیرہ کے لوگوں کے عقائد و اعمال اور منہج و طریقت کی جو حالت سوء ہے، ...... کو بھی اس شاہکار سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اپنی آخرت کی فکر کرنی چاہیے۔ پس

اسی چیز کو سامنے رکھتے ہوئے ہم نے آپ تک یہ کتاب پہنچانے کی کوشش کی ہے۔اس سلسلے میں رہنمائی میرے دوست ڈاکٹر مرتضیٰ بخش صاحب نے کی ہے اور کہا اس کتاب کا ترجمہ بے حد ضروری ہے۔ کیونکہ یہ کتاب مختصر اور جامع ہے۔ پھر الفرقان ٹرسٹ خان گڑھ اور مکتبۃ الکتاب لاھور نے اس بات کا عزم کیا کہ اس کا اُردو میں نہایت شاندار ترجمہ کروا کر اسے شائع کیا جائے۔ اور ترجمہ کا حق یہ ہوتا ہے کہ: اصل تصنیف کی کسی عبارت اور کسی بھی جملے کا ترجمہ رہ بھی نہ جائے اور ترجمہ اس طرح بامحاورہ، باسلوب احسن ہو کہ اصل تصنیف معلوم ہو۔ چنانچہ اس کام کے لیے مؤطا امام مالک کے اُردو مترجم وشارح (بعنوان قولِ ثابت اُردو شرح مؤطا امام مالک ؒ ،پانچ جلدیں) اور کئی تصنیفات کی ایک سے زیادہ جلدوں پر مشتمل بیس سے زیادہ کتابوں کے مصنف ومترجم ابو یحییٰ محمد زکریا زاہد حفظہ اللہ کی خدمات حاصل کی گئیں۔ جنہوں نے اپنی فنی مہارت کے ساتھ کتاب ہذا کا ترجمہ اس انداز میں کیا ہے کہ یہ ترجمہ اہل السنۃ والجماعۃ، اہل اسلام کے سلف صالحین کا عالمی، ابدی اور جامع ''عقیدہ، ایمان اور منہج اسلام'' اصل تصنیف معلوم ہوتی ہے۔ ترجمہ بامحاورہ ہونے کے ساتھ ساتھ، آسان فہم اور اُردو ادب کی چاشنی سے یوں لبریز ہے کہ پڑھنے والے کا دل کرتا ہے کتاب شروع کرے تو مکمل کر کے ہی دم لے۔ عربی زبان میں ''خَيْرُ الْكَلَامِ مَا قَلَّ وَدَلَّ'' کے مصداق جو خوبی ہے کہ اگر کسی بات کے بعض حصوں کو چھوڑ کر بعض جملوں کو بولا اور لکھ دیا جائے تو سننے اور پڑھنے والے کو سمجھنے میں دقت نہیں ہوتی.... یہ وصف بدرجۂ اتم اُردو زبان میں نہیں ہے۔ اس لیے مترجم حفظہ اللہ نے ترجمہ وتحقیق میں اس بات کا بھی لحاظ رکھا ہے کہ: اصل تصنیف میں اگر کسی جگہ پر کسی حدیث کے کسی ایک حصہ کو وہاں حسب ضرورت درج کیا گیا ہے تو اُردو میں بات کو سمجھانے کے لیے مترجم نے حدیث کا مکمل متن اور اُس کا ترجمہ دے دیا ہے۔ پھر اصل مصادر سے مراجعت کر کے احادیث کے متون کو بالکل درست درج کرتے ہوئے اعراب بھی لگا دیے ہیں۔ اسی طرح بعض مقامات پر درج ایک آدھ آیت کی وضاحت کے لیے اگلی پچھلی چند اور آیات درج کر

کے ان کا ترجمہ و مفہوم دینے کی ضرورت تھی، سو مترجم حفظہ اللہ نے وہ بھی دے دی ہیں۔ اور بعض جگہ زیر مطالعہ عنوان کو سمجھانے کے لیے تفصیلی وضاحت کی ضرورت تھی، اس لیے محقق مترجم نے یہ وضاحت نیچے فٹ نوٹ میں دے دی ہے۔ مصنف حفظہ اللہ کی قائم کردہ فصول اور ان کے ذیلی عناوین کا ترجمہ کر کے کتاب کی اُردو ترتیب کا لحاظ رکھتے ہوئے فصول کی سیٹنگ کا لحاظ بھی مترجم نے رکھا ہے اور اُردو فہرستِ مضامین بھی بنا دی ہے۔ یوں یہ کتاب ''عقیدہ، ایمان اور منہج اسلام'' اصل کتاب معلوم ہوتی ہے۔ فَجَزَاهُ اللّٰهُ خَيْرًا.

کتاب کا بنظرِ غائر مطالعہ کیجیے۔ کتاب ہذا آپ کے لیے، آپ کے بیوی بچوں کے لیے، آپ کے تمام عزیزانِ گرامی اور پیارے دوستوں کے لیے ایک بہترین مشعلِ راہ ثابت ہوگی۔ ان شاء اللہ

میں اپنے تمام دوستوں کا شکر گزار ہوں جنہوں نے اس سلسلے میں میری رہنمائی کی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین اور دنیا میں کامیابیاں عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ اس ادارے سے مزید کام لے اور ہماری اس کتاب کو ہم سب کے لیے صدقہ جاریہ بنا دے۔ آمین اللّٰهم یا رب العالمین.

تو لیجیے جناب! یہ شاہکار آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس کا مطالعہ خود بھی کیجیے اور دوسروں کو بھی اس کے مطالعہ کی دعوت دیجیے۔ اس کتاب میں سے جب کوئی بات دل پر اثر کرے تو مصنف، مترجم اور ناشر کو اپنی دعاؤں میں ضرور یاد رکھیے گا، بھولنا نہیں۔ وجزاکم اللہ خیراً

اخوکم فی اللّٰہ

ابوساریہ عبدالجلیل

مدیر/ الفرقان ٹرسٹ

خان گڑھ/ ضلع مظفر گڑھ، پاکستان



تقریظات وتقدیمات

فضیلۃ الشیخ العلامہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن الجبرین حفظہ اللہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْأَحَدِ ، الفَرْدِ الصَّمَدِ الَّذِيْ لَمْ يَلِدْ ، وَلَمْ يُوْلَدْ ، وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ ، أَحْمَدُهُ وَأَشْكُرُهُ حَمْدًا لا يَنْفَدُ أَفْضَل مَا يَنْبَغِي أَنْ يُّحْمَدَ ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لا شَرِيْكَ لَهُ، تَنَزَّهَ عَنِ الشُّرَكَاءِ وَتَفَرَّدَ ، وَصَلَّى اللّٰهُ وَسَلَّمَ عَلٰى أَفْضَلِ الْمُصْطَفِيْنَ مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَمَنْ تَعَبَّد .

”ہر قسم کی حمد وثنائے جمیل ایک اور یکتا اللہ عزوجل کے لیے ہے کہ جو بالکل تنہا و بے نیاز ہے۔ (وہ کسی کا بھی کسی لحاظ سے محتاج نہیں) اور اس ذات نے کسی کو بھی جنم نہیں دیا۔ (کہ اس کی کوئی اولاد ہو) اور نہ ہی اُسے کسی نے پیدا کیا ہے۔ (کہ اس کا کوئی ماں، باپ ہو) اور اس کے برابر والا بھی (اس کے جوڑ کا) کوئی نہیں، وہ اکیلا ہے۔ میں اُس کی حمد وثنا کرتے ہوئے اس کا شکر ادا کرتا ہوں، ایسی حمد وثناء کے ساتھ کہ جو کبھی بھی ختم نہ ہونے والی ہو۔ اس سے بھی افضل حمد کہ جتنی اُس کی تعریف کما حقہ کی جانی چاہیے۔ اسی طرح میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ ایک اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں۔ وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ (مخلوق کی

طرف سے بنائے گئے) شریکوں کے شرک سے بری اور یکتا و بے مثل ہے۔
اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے منتخب و مصطفیٰ لوگوں میں سب سے افضل و
اعلیٰ اُس کے بندے محمد رسول اللہ ﷺ پر اللہ کریم و رحیم کی طرف سے
بے بہا صلاۃ وسلام نازل ہو اور آپ کے آل و اصحاب اطہار رضی اللہ عنہم اجمعین پر
اور ان پر بھی کہ جنہوں نے اللہ کی بندگی اور عبادت گزاری کا راستہ اختیار
کیا۔" [اَللّٰھُمَّ آمِیْن یَا رَبَّ الْعَالَمِیْن]

امابعد: میں نے کتاب ھذا: "اَلْوَجِیْزُ مِنْ عَقِیْدَةِ السَّلَفِ الصَّالِحِ أَھْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ ...... سلف صالحین اہل السنہ والجماعۃ (اہل الحدیث) کے عقیدہ کا مختصر و جامع بیان" کو پڑھا اور اسے میں نے نہایت قیمتی کتاب پایا ہے۔ اس میں مصنف نے نہایت درست بات قلم بند کی ہے۔ اور اس میں ہر بات کی تائید کے لیے دلیل کا التزام موجود ہے۔ اسی طرح توحید کی تمام اقسام، ایمان اور قضاء و قدر کے بارے میں علماء اہل السنہ والحدیث کے اقوال کا ذکر مکمل موجود ہے۔ بعینہٖ دین حنیف کے پیش کردہ صحیح عقیدہ کے بارے میں بکثرت ذکر بھی اس کتاب میں موجود ہے۔ پھر یہ کہ مصنف حفظہ اللہ تاویل و تحریف والے اہل بدعات کے اقوال سے مناقشہ کے درپے نہیں ہوئے۔ (سیدھا سیدھا عقیدۂ توحید بیان کر دیا ہے۔ ہر آدمی اپنی اصلاح کے لیے اپنے عقیدہ کو بیان کردہ نصوص پر پیش کرے اور پھر درست بات کو اختیار کر لے، غلط کو چھوڑ دے۔) اور یہ کہ اُنہوں نے ہر اس شخص کے لیے کہ جو راہِ حق اور درست بات کو اختیار کرنے کا ارادہ رکھتا ہو ایسے دلائل صریحہ پیش کر دیے ہیں جو نہایت کافی اور مطمئن کرنے والے ہیں۔ اُمتِ محمد یہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کے سلف صالحین اہل السنہ والجماعۃ اہل الحدیث کے اقوال بھی اُنہوں نے کتاب میں نقل کر دیے ہیں کہ جنہیں دلیل کے ساتھ اختیار کر لینے سے ان اسلاف صالحین کا قرآن و سنت پر گہرا تمسک اور

ان کا بدعات وخرافات سے بہت دُور رہنا بالکل واضح نظر آتا ہے۔ اللہ عزوجل مصنف (اور مترجم دونوں) کو جزائے خیر عطا فرمائے اور انہیں رب کریم اپنے اعلیٰ مقصود العین کا نہایت اچھا بدلہ دے۔ (آمین یارب العالمین)

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلىٰ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلىٰ آلِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِيْنَ

عبداللہ بن عبدالرحمٰن الجبرین

۱۴۲۱/۷/۱۳ھ



معالی جناب فضیلۃ الشیخ صالح بن عبدالعزیز بن محمد آل شیخ حفظہ اللہ

وزیر الشئون الاسلامیة والأوقاف والدعوة والارشاد

بالمملكة العربية السعودية

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمُتَفَرِّدِ بِصِفَاتِ الْكَمَالِ وَالْجَمَالِ وَالْجَلَالِ ، أَحْمَدُهُ تَعَالىٰ وَأَشْكُرُهُ ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ فِي أُلُوْهِيَّتِهٖ ، وَلَا نِدَّ لَهُ فِي رُبُوْبِيَّتِهٖ ، وَلَا مَثِيْلَ لَهُ فِيْ أَسْمَائِهٖ وَصِفَاتِهٖ:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾ (الشوریٰ:۱۱)

وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ ، اَلْمَبْعُوْثُ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ ، أَرْسَلَهُ اللّٰهُ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُخْرِجَ النَّاسَ مِنْ عِبَادَةِ الْعِبَادِ إِلٰى عِبَادَةِ رَبِّ الْعِبَادِ ، وَمِنْ جَوْرِ الْأَدْيَانِ إِلٰى عَدْلِ الْإِسْلَامِ ، وَمِنْ ضِيْقِ الدُّنْيَا إِلٰى سَعَةِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ، فَصَلَوَاتُ رَبِّيْ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَ أَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ

’’ہر طرح کی حمد وثنائے جمیل اس اللہ کے لیے ہے کہ جو اپنی صفاتِ کمال اور صفاتِ جمال وجلال کے ساتھ بالکل یکتا وتنہا ہے۔ (اُس ربِ کریم کی کسی بھی صفت میں اس کا کوئی ساجھی اور حصے دار نہیں۔) میں اُس اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرتے ہوئے اس کا شکر ادا کرتا ہوں اور اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ ایک اللہ رب العالمین کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں۔ وہ (اپنی ذات وصفات میں) بالکل اکیلا ہے۔ اس کی صفتِ الوہیت اور اس کے حقِ

معبودیت میں اس کا کوئی شریک، ساجھی، حصے دار نہیں۔ نہ ہی (تمام مخلوقات کی تخلیق و نگہبانی اور حق ملکیت والی) اُس کی صفتِ ربوبیت میں اس کا کوئی شریک ہے۔ اور نہ ہی اس کے اسماءِ حسنیٰ و صفاتِ عالیہ میں اس کا کوئی مشابہ ہے۔ جیسا کہ اُس نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴾ (الشوریٰ:١١)

''اس کی مانند دنیا میں کوئی چیز نہیں اور وہ سنتا جانتا (یعنی ہر چیز پر نظر رکھے ہوئے) ہے۔'' [1]

اور میں اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ: بلاشبہ محمد (بن عبداللہ بن عبدالمطلب القرشی الہاشمی ﷺ) اللہ عزوجل کے رسول اور اس کے بندے ہیں کہ جنہیں تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اُنہیں اللہ رب کبریاء نے سیدھی ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تھا تاکہ آپ لوگوں کو بندوں کی عبادت سے نکال کر بندوں کے رب، اللہ کریم کی عبادت پر لگا دیں۔ اور تاکہ آپ ﷺ اللہ کے بندوں کو ظلم و استبداد والے مذاہب و ادیان سے نکال کر اسلام کے عدل و انصاف والے دین کی طرف لے آئیں۔ اور تاکہ آپ دنیا کی (باہم کدورتوں، معاشی ناانصافیوں اور معاشرتی و سیاسی زیادتیوں والی) تنگی سے نکال کر انہیں دنیا اور آخرت کی وسعت و فراخی کی طرف لے آئیں۔ پس میرے رب کی تمام رحمتیں اور اس کا صلوٰۃ و سلام آپ نبی مکرم ﷺ پر، آپ کی آل و ازواجِ مطہرات پر اور آپ کے تمام اصحابِ اختیار و اطہار پر۔ آمین یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ، اَمَّا بَعْدُ:

---

[1] یعنی کوئی چیز نہ ذات میں اس جیسی ہے اور نہ صفات میں، کیونکہ ہر چیز مخلوق ہے اور وہ خالق۔ ظاہر ہے کہ کسی مخلوق کو اپنے خالق سے مشابہت نہیں ہو سکتی۔ اس میں لفظ "مِثْل" پر کاف (حرف تشبیہ) یا تو زائد ہے اور مطلب یہی ہے کہ اس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے۔ یا اس میں "مِثْل" کا لفظ مبالغہ کے لیے استعمال کیا گیا ہے اور مقصد یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا کوئی مثل ہوتا تب بھی اس جیسی کوئی چیز نہ ہوتی کجا کہ وہ خود اللہ تعالیٰ جیسی ہو۔ (شوکانی)

اسلام سے ماقبل دنیا کے حالات:

نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے قبل لوگ جاہلوں کی جاہلیت و جہالت پر گامزن تھے۔ وہ شرک و جہالت کے اندھیروں میں زندگی گزار رہے تھے۔ اُن کی معاشرتی و مذہبی زندگی پر خرافات کا پورا پورا غلبہ تھا۔ وہ دنیاوی جھگڑوں اور قبائلی مقابلے کی کشمکش میں باہم ٹکراؤ کا شکار تھے۔ ایک دوسرے کو طعن و تشنیع کرتے اور باہم ایک دوسرے کا قتل کرتے تھے۔ وہ لوگ (بعثت نبوی سے قبل والے) تہذیبی اعتبار سے بہت پیچھے رہ جانے، معاشی بے تدبیری و بدانتظامی اور گروبندی والی زندگی گزار رہے تھے۔ ان کا تو شعار ہی یہ تھا؛

وَمَنْ لَّمْ يَذد عَنْ حَوْضِهِ بِسَلَاحِهِ
يُهَدَّمْ وَمَنْ لَّا يَظْلِمِ النَّاسَ يُظْلَمِ

''جس نے اپنے اسلحہ وقوت کے ذریعے اپنے پانی والے تالاب سے دفاع نہ کیا۔ (لوگوں کو اُس سے دُور نہ رکھا۔) اُس کے حوض کو ڈھا دیا جائے گا۔ (دوسرے اُس پر قبضہ کر لیں گے۔) اور جو پہل کرتے ہوئے لوگوں پر ظلم نہیں کرے گا اُس پر ظلم ضرور کیا جائے گا۔''

دنیا پر شرک وخرافات اور ظلم واستبداد کے گہرے بادل چہار سو اس طرح چھا چکے تھے کہ ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ عباداللہ کی نجات کا کوئی راستہ سجھائی نہ دیتا تھا۔ [1]

---

[1] اس بات کو قرآن نے یوں بیان فرمایا ہے: ﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۝﴾ ''لوگ جو (بُرے) کام کر رہے ہیں (شرک، کفر اور گناہ) ان کی وجہ سے خشکی اور تری میں خرابی پھیل گئی ہے۔ اللہ کا مطلب یہ ہے کہ اُن کے کچھ کاموں کی سزا ان کو دنیا ہی میں چکھائے تاکہ وہ (ان بُرے کاموں سے) باز آجائیں۔'' (سورۃ الروم:۴۱) خشکی سے مراد زمین، تری سے مراد سمندر اور فساد (خرابی) سے مراد ہر آفت اور مصیبت ہے۔ چاہے وہ جنگ و جدال اور قتل و غارت کی صورت میں نازل ہو یا قحط، بیماری، فصلوں کی تباہی، تنگ حالی، سیلاب اور زلزلہ وغیرہ کی ⇦⇦⇦

دینِ حنیف کی ابتداء:

حتی کہ اس وقت جب اللہ عزوجل نے اسلام کے سورج کو حکم فرمایا کہ وہ طلوع ہو کر اپنی چمک دمک دکھائے تو ربِ کبریاء جل و علا نے اپنے حبیب و خلیل اور مصطفیٰ بندے محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا، تاکہ آپ تمام بشریت کے سامنے اس بات کا اعلان فرما دیں کہ: ''ایک اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور یہ کہ اُس کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں۔'' آپ ﷺ ایسی توحید لے کر آئے کہ جو اللہ عزوجل کا اپنے بندوں پر حق ہے اور اُن کی تخلیق کا یہی سب سے بڑا مقصد ہے۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محترم نبی (ﷺ) کے ذریعے اپنی سب مخلوق کو اس بات سے آگاہ فرمادیا کہ:

﴿ وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝ ﴾ (الذاریات:٥٦)

''اور میں نے جن اور آدمی اس لیے پیدا کیے ہیں کہ وہ میری ہی عبادت کریں۔'' ❶

⇐⇐⇐ صورت میں۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ بر و بحر (دنیا) میں جو فتنہ وفساد بپا ہے اور آسمان کے نیچے جو ظلم وستم ڈھائے جارہے ہیں، یہ سب شرک کی وجہ سے ہیں۔ جب سے لوگوں نے توحید (دینِ فطرت) کو چھوڑ کر شرک کی راہیں اختیار کی ہیں اس وقت سے یہ ظلم وفساد بھی بڑھ گیا ہے۔ شرک جیسے قولی اور اعتقادی ہوتا ہے اسی طرح شرک عملی بھی ہے جو فسق وفجور اور معاصی کا روپ دھار لیتا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ شرک اعتقادی اور قولی تو جہنم میں خلود کا موجب ہوگا مگر شرک عملی (فسق ومعصیت) موجب خلود نہیں بنے گا۔ (تفسیر کبیر تفسیر رازی)

❶ اس سے معلوم ہوا کہ جن وانس کو پیدا ہی اس لیے کیا گیا ہے کہ ان کو عبادت وطاعت کا مکلف بنایا جائے۔ تاکہ فرمانبردار کو ثواب اور نافرمان کو سزا دی جائے۔ چنانچہ جو لوگ اللہ کی عبادت نہیں کرتے اور پیغمبروں کی شریعت پر عمل پیرا نہیں ہوتے، وہ اپنی زندگی کے مقصد سے غافل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اصل چیز توحید کی راہ اختیار کرنا ہے۔ اسی بنا پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قرآن میں جہاں بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت کا لفظ آیا ہے اس سے مراد توحید ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عبادت ایک جامع لفظ ہے اور بہت وسیع مفہوم کا حامل ہے۔ یعنی ہر وہ کام جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہو خواہ اس کا تعلق ظاہر سے ہو یا باطن سے اسے عبادت کہا جاتا ہے۔ حدیث میں ہے ''حتی کہ انسان جو لقمہ اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتا ہے وہ بھی موجب اجر ہے۔'' (فتح البیان وغیرہ)

اسی توحیدِ عبودیت و اُلوہیت کی دعوت دے کر تمام رسولوں کو مبعوث کیا گیا تھا۔ اسی کی وضاحت کے لیے آسمان سے کتابیں اتاری گئی تھیں۔ اور اسی کے لیے (کہ دنیا پر اللہ عزوجل کی توحید خالص والا دین غالب آ جائے) جہاد فی سبیل اللہ کا جھنڈا بلند کیا گیا تھا۔ چنانچہ: نبوی حیاتِ طیبہ کے تیرہ سال تک رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ (اور اس کے گرد ونواح) میں اسی عقیدۂ توحید خالص کی طرف مسلسل دعوت دیتے رہے۔ (جن کے نصیبے میں دین حق کی سعادت مقدر تھی۔) اللہ عزوجل نے (اُن کے) دلوں میں اس توحید کی جڑوں کو مضبوط کر دیا۔ اس کی بنیادوں اور دینِ حق کی اساس کو دلوں کے سیاہ نقطے میں راسخ کر دیا۔ اس نے لوگوں کے احساسِ لطیف وشعور میں توحید خالص کے ارکان کو مستحکم کر دیا۔ حتی کہ اس راہِ حق پر چلنے والوں کے لیے اس کا راستہ بالکل واضح ہو گیا۔ دینِ حق کی طرف رغبت رکھنے والوں کے لیے اس کے نشانِ راہ بھی بالکل واضح ہو گئے۔ چنانچہ اللہ عزوجل نے حق کو غالب کر کے باطل کو نیست و نابود کر دیا۔ توحید خالص کے انوار نے دلوں کو منور کر دیا اور عقیدۂ توحید کی ضیا پاشیوں نے شرک و خرافات کی میل کچیل سے دلوں کو بالکل صاف کر دیا۔ اور پھر توحید نے شرک کا زنگ اُتار کر دلوں کو صیقل کر دیا۔

جب نبی مکرم ﷺ تشریف لائے تو لوگوں کے دل نباتات سے خالی، بے آباد زمین کی طرح تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے انہیں آب پاشی کے لیے مفید توحید خالص والے پانی سے سیراب کیا اور اغلاص کے چشمۂ صافی سے ان کو آپ نے پانی دیا۔ پھر اُنہیں اطاعت وفرمانبرداری والی دلیل کے ذریعے اُنہیں اللہ رب العالمین کی طرف چلایا۔ چنانچہ دلوں کی یہ خشک زمین توحید خالص اور دین حنیف والے سبزے سے لہلہانے، پھر اُبھرنے لگی اور ہر قسم کی (اخلاقِ حسنہ اور عدل و انصاف جیسی صفاتِ عالیہ والی) نفیس اور رونق دار چیزیں اگانے لگی۔ لیکن اُمت حنیفہ واسلامیہ اپنی ذلت کے بعد پھر

معزز ہوگئی، اپنی تفریق وانتشار کے بعد پھر مجتمع ہوگئی اور اپنی مغلوبیت کے بعد پھر سے وہ غالب آگئی۔

چمن اسلام پر موسم خزاں کا غلبہ اور بہار کے جھونکے:

یہ عقیدۂ توحید خالص (ایک عرصہ تک) اہل ایمان واسلام میں اپنی اصلی حالت پر نہایت صاف ستھری اور پاکیزہ حالت پر رہا۔ حتیٰ کہ جب اللہ عزوجل نے اپنے وقوع پذیر ہونے والے حکم کا فیصلہ فرمایا اور اللہ کے دین میں ایسے لوگ داخل ہونا شروع ہو گئے کہ جن کے دلوں نے توحید خالص کی پیاس نہ بجھائی تھی ......تو لوگوں میں عقیدۂ توحید کے بارے میں خلل واقع ہونا شروع ہوگیا۔ اس سے اُن کے راستے جدا جدا ہونے لگے اور قرآن وسنت سے علیحدگی اختیار کرنے والے مذاہب ومسالک اور اسلام کی عمارت کو مسمار کرنے والے افکار ونظریات رواج پانے لگے۔ فتنے سر اٹھانے لگے اور بدعات نے اپنی نحوست پھیلانا شروع کردی۔ حتیٰ کہ جب حق کی پہچان کرنے والی نظروں میں کجی واقع ہوگئی اور (دین حنیف کے بارے میں) حساس دل جب حلقوں تک آپہنچے اور اہل ایمان کو آزمائش میں ڈال کر اُنھیں نہایت سخت طریقے سے ہلا دیا گیا......تو اللہ عزوجل ہدایت مستقیم کے اماموں اور اندھیری راتوں میں رہنمائی کرنے والوں کو لے آیا کہ جو مسلمانوں کو ایمان کے قلعہ اور نبوت کی روشن قندیل (قرآن و سنت والے علم) کی طرف واپس لانے لگے۔ یہ آئمہ وعلماء کرام لوگوں پر باطل کی کھوٹ کو منکشف اور طاغوتی علماء سوء کے شبہات کا دلائل و براہین سے رد کرنے لگے۔ ان محسنینِ اُمت نے مسلمانوں کو سلف صالحین کے منہج پر واپس پلٹانا شروع کردیا۔ (فَجَزَاهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا وَّ اَحْسَنَ الثَّوَاب)

اُمت اسلامیہ کی تاریخ کا گہری نظر سے مطالعہ کرنے والا دیکھے گا کہ ملت اسلامیہ کی رفعت وعزت، تمام ملتوں کا اس امت کی اطاعت وفرمانبرداری اختیار

کر لینا اور اس امت حقہ کا غلبہ......اس کے عقیدۂ توحید خالص، صدق وسچائی کے ساتھ اس امت کی اللہ عزوجل کی طرف توجہ، نبی مکرم ﷺ کی احادیث اور احکام و فرامین کی مکمل اتباع، سلف صالحین (صحابہ کرام اور تابعین عظام رحمہم اللہ) کے منہج وطریق پر چلتے رہنے، اپنے آئمہ کرام کے اجماعی فیصلوں پر مجتمع رہنے اور اس ضمن میں ان سے اختلاف نہ کرنے کے ساتھ مرتب تھا۔ اس کے برعکس اس امّتِ خیر الامم کی ذلت و رسوائی، اس کی پستی وکمزوری اور دیگر حلقوں کا اس اُمتِ حقہ پر مسلط ہو جانا...... بلاشبہ دین اسلام میں ان کی طرف سے بدعات وخرافات کے پھیل جانے، اللہ کے ساتھ شریکوں اور اس کے ساجھیوں کے اختیار کر لینے، گمراہ فرقوں کے ظہور، قرآن وسنت کی اطاعت وفرمانبرداری سے ہاتھ کھینچ لینے اور ائمۃ الدین و اولیاء الأمور پر خروج کے ساتھ مرتبط ہوگیا۔ (یہ تمام اسباب ملت اسلامیہ کی پستی اور ذلت کا ذریعہ بنے۔)

ملت اسلامیہ پر زوال کے اسباب اور اس کا حل:

اور اس میں بھی کوئی شک وشبہ نہیں کہ عقیدۂ توحید خالص سے انحراف، سلف صالحین کے منہج سے علیحدگی اور صراط مستقیم سے منحرف مذاہب ومسالک کے ارباب حل وعقد کے اقوال کو سونے کی طرح قیمتی اور روشن کرکے پیش کرنے میں دھوکہ دہی نے ہی امت میں تفرقہ اور گروہ بندی کو جنم دیا۔ اس کی قوت اور طاقت کو کمزور کیا اور اس کی عظمت شان ودبدبہ کو توڑ کر رکھ دیا۔ تاریخی واقعات اس کے مضبوط گواہ ہیں۔

ملت اسلامیہ کا اس پستی وذلت سے نکلنا صرف اور صرف اسی طریقے سے ممکن ہے کہ جس طریق پر نبی معظم ﷺ خود، آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور ہدایت و صراط مستقیم کے آئمہ عظام رحمہم اللہ جمیعًا چلے تھے۔ اور (جیسا کہ امام مالک بن انس رحمہ اللہ نے فرمایا تھا۔) اس اُمت کے آخری حصے کی اصلاح ہرگز نہیں ہو سکے گی مگر صرف اُسی عمل ومنہج کے ساتھ کہ جس کے ذریعے اس اُمت کے پہلے حصے کی اصلاح

ہوئی تھی ۔ بلاشبہ توحید خالص کے غلبہ، اس کیلئے ایثار و قربانی سے پیچھے ہٹنا اور سلف صالحین کے منہج سے بے رغبتی اختیار کرنا، عدل و انصاف کے منافی اور عقل سلیم سے بے مروتی و بدسلوکی کے مترادف ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی قدر ہے:

﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾ (الحدید:۲۵)

''ہم تو اپنے پیغمبروں کو کھلی نشانیاں دے کر بھیج چکے اور ان کے ساتھ کتاب اتار دی۔ (تورایت، انجیل، زبور، قرآن وغیرہ) اور انصاف کا ترازو اتارا تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔''

یہاں اس آیت کریمہ میں جس عدل و انصاف والے ترازو کا ذکر ہوا ہے، بلاشبہ سب سے بڑا عدل و انصاف عقیدۂ توحید خالص کا اختیار کرنا ہے۔ اور یہی سارے عدل کا سرا ہے اور اسی عقیدۂ توحید کے ساتھ باقی عدل و انصاف کے حصوں کا قیام ممکن ہوسکتا ہے۔ اس میں بھی کوئی شک وشبہ نہیں کہ ظلم کی تمام جہتوں اور اس کے تمام حصوں پر حاوی سب سے بڑا ظلم اللہ کے ساتھ شرک ہے۔ چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ جناب لقمان علیہ السلام کے اپنے بیٹے کو نصیحت والے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

(حضرت لقمان اپنے بیٹے سے فرمانے لگے:)

﴿وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ۝﴾ (لقمان:۱۳)

''(اے پیغمبر وہ وقت یاد کر) اور جب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا جبکہ وہ اسے نصیحت کر رہا تھا: بیٹا! اللہ تعالیٰ کا شریک کسی کو مت بنانا۔ کیوں کہ شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے۔''

سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((قَالَ اللّٰہ عزَّوجلَّ: ((وَاِنِّیْ وَالإِنْسَ وَالْجِنَّ فِی نَبأ عَظِیم، اَخلُقُ وَیُعبدُ غَیرِی، وَأَرزُقُ وَیُشکرُ غَیرِی)) [1]

''اللہ عزوجل ارشاد فرماتے ہیں: اور بلاشبہ میری ذات اقدس اور جن و انس ایک بہت بڑی خبر میں ہیں۔ (یعنی یہ کس قدر عظیم سانحہ ہے۔) کہ میں خالق ہوں جو ان کو پیدا کرتا ہوں مگر عبادت میرے غیر کی (کسی نہ کسی طریقے سے) کی جاتی ہے۔ اسی طرح رزق میں دیتا ہوں مگر شکریہ میرے علاوہ کسی اور کا ادا کیا جاتا ہے۔''

اللہ عزوجل پر یہ سب سے بڑا افتراء اور جھوٹ باندھنا ہے کہ اس کے ساتھ تم کسی کو شریک ٹھہراؤ جبکہ اس نے تمھیں پیدا فرمایا ہے۔ اللہ عزوجل نے اپنے درج ذیل فرمان گرامی میں (عقیدہ توحید وعمل صالح بموجب سنت) اصلاح کا حکم فرمایا اور خود شرک وظلم والے فساد میں مبتلا ہونے اور اللہ کی زمین میں اس طرح کی خرابیاں پیدا کرنے سے منع فرمایا ہے۔

﴿ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۭ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ ﴾ (الاعراف:٥٦)

''اور جب (اللہ کے پیغمبر اور اس کی کتاب آنے سے) ملک سنور گیا ہو تو اس میں خرابی نہ مچاؤ اور اللہ کو اس سے ڈر کر اور (اس کے فضل کی) امید رکھ کر پکارو۔ کیونکہ اللہ کی رحمت نیک لوگوں سے نزدیک ہے۔''

چنانچہ زمین میں سب سے بڑا فساد پھیلانا یہ ہے کہ لوگوں کے عقائد خراب کیے جائیں۔ اور ان کے اللہ عزوجل کے بارے میں صحیح افکار وتصورات کو اُلٹ پلٹ کر دیا جائے۔ اللہ رب العالمین کی طرف جانے والے راستے کو ان کے اور اللہ تبارک وتعالیٰ

[1] رواہ الطبرانی فی ((مسند الشامیین)) والبیہقی فی ((شُعبِ الایمان)) والدیلمی فی ((مسند الفردوس))

کے درمیان سے کاٹ دیا جائے۔ اور انھیں اس دین فطرت سے دور ہٹا دیا جائے کہ جس پر ان کے خالق و مالک اللہ کریم نے انھیں پیدا فرمایا ہے۔ چنانچہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((كُلُّ اِنْسَانٍ تَلِدُهُ أُمُّهُ عَلَى الْفِطْرَةِ وَأَبَوَاهُ بَعْدُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْيُنَصِّرَانِهِ أَوْيُمَجِّسَانِهِ فَإِنْ كَانَا مُسْلِمَيْنِ فَمُسْلِمٌ، كُلُّ اِنْسَانٍ تَلِدُهُ أُمُّهُ يَلْكُزُهُ الشَّيْطَانُ فِي حِضْنَيْهِ إِلَّا مَرْيَمَ وَإِبْنَهَا)) [1]

''ہر انسان کو اس کی ماں فطرت پر پیدا کرتی ہے۔ اور پھر اس کے ماں باپ بعد میں (اپنی ذاتی تربیت و جدوجہد کے ذریعے) اسے یہودی (ہندو، بدھ مت، کمیونزم اور سوشلسٹ) بنا دیتے ہیں یا نصرانی وعیسائی بنا دیتے ہیں یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ اور اگر اس کے والدین مسلمان ہوئے تو بچہ مسلمان رہتا ہے۔ اور ہر انسان کو جب اس کی ماں جنتی ہے تو شیطان اس کی کوکھوں میں ٹھونسا دیتا ہے۔ مگر حضرتِ مریم اور اس کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام کو وہ ٹھونسا نہ دے سکا۔''

اور سیدنا عیاض بن حمار المجاشعی رضی اللہ عنہ سے مروی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مزید اس کی وضاحت وتائید کرتا ہے۔ فرمایا:

((أَلَا إِنَّ رَبِّي أَمَرَنِي أَنْ أُعَلِّمَكُمْ مَا جَهِلْتُمْ، مِمَّا عَلَّمَنِيْ يَوْمِيْ هٰذَا، كُلُّ مَالٍ نَحَلْتُه عَبْداً حَلَالٌ، وَإِنِّي خَلَقْتُ عِبَادِيْ حُنَفَاءَ كُلَّهُمْ، وَإِنَّهُمْ أَتَتْهُمُ الشَّيَاطِيْنُ فَاجْتَالَتْهُمْ عَنْ دِيْنِهِمْ، وَحَرَّمَتْ عَلَيْهِمْ مَا أَحْلَلْتُ لَهُمْ، وَأَمَرَتْهُمْ

---

[1] صحیح مسلم / کتاب القدر / حدیث نمبر ٢٦٥٨/٦٧٦١

أَنْ يُشْرِكُوْا بِيْ مَالَمْ أُنْزِلْ بِهِ سُلْطَانًا ......)) ❶

''آگاہ رہو! میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمھیں وہ کچھ سکھلاؤں جو تم نہیں جانتے، ان علوم ومعارف میں سے کہ جو اس نے خود مجھے آج کے دن سکھلائے ہیں۔ (چنانچہ اللہ عزوجل فرماتے ہیں:) میں جو مال اپنے بندے کو دوں وہ اس کے لیے حلال ہے۔ ❷ اور میں نے اپنے سب بندوں کو میرے لیے یکسوئی اختیار کرنے والے مسلمان پیدا کیا ہے۔ ❸ پھر ان کے پاس شیطان آئے اور انھیں ان کے دین سے ہٹا دیا۔ اور جو چیزیں میں نے ان کے لیے حلال کی تھیں وہ ان کے لیے حرام کر دیں۔ اور شیطانوں نے ان کو میرے ساتھ شرک کرنے کا حکم دیا کہ جس کی میں نے کوئی دلیل نہیں اُتاری تھی......''

عصرِ حاضر کے گمراہ کن فتنے اور افکار ونظریات:

اس میں کوئی شک، شبہ نہیں کہ شرک سب سے شنیع ظلم ہے۔ ❹ اور ہو بھی کیوں

---

❶ رواه مسلم فی كتاب الجنة ونعيمها/ حديث ـ ٧٢٠٧/٢٨٦٥

❷ یعنی جو شریعت مطہرہ کی رو سے حرام نہیں وہ حلال ہے۔ گو لوگوں نے اس کو حرام کر رکھا ہو۔ جیسے سائبہ، وصیلہ، بحیرہ اور حام وغیرہ، جنھیں مشرکین نے حرام کر رکھا تھا۔

❸ یا گناہوں سے پاک، فطرت سلیمہ پر پیدا فرمایا۔ یا استقامت اور ہدایت کی قابلیت پر۔ بعض علماء کا کہنا ہے کہ: مراد وہ عہد ہے جو دنیا میں آنے سے پیشتر اللہ عزوجل نے اپنے بندوں سے لیا تھا: ﴿ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ؟ قَالُوْا: بَلٰى..... ﴾ (الاعراف:١٧٢) کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں؟ ان سب ذریتِ آدم نے کہا: بے شک تو ہی ہمارا رب ہے اور ہم اس بات کے گواہ ہیں۔''

❹ ظلم کا لفظی معنی ہوتا ہے: ((وَضْعُ الشَّيْءِ فِيْ غَيْرِ مَحَلِّهٖ)) کسی چیز کا غلط جگہ استعمال کرنا۔ تو اللہ عزوجل کے ساتھ شرک اس لیے ظلم عظیم ہے کہ آدمی عبادات کی تمام اقسام کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی جناب میں پیش کرنے کی بجائے کسی اور کے سامنے پیش کرے۔ اسی طرح ......القاموس الوحید ص ۱۰۳۳ کے مطابق اس لفظ کے باقی معانی کا بھی پورا پورا اطلاق شرک پر ہوتا ہے۔ جیسے کہ زیادتی کرنا۔ غلط روش اختیار کرنا۔ ناانصافی کرنا۔ حق تلفی کرنا۔ بدسلوکی کرنا اور حد سے تجاوز کرنا۔

نہیں، کہ اس سے دنیا و آخرت دونوں جہانوں کی عاقبت تباہ و برباد ہو جاتی ہے۔ اور ہمارے اس آخری دور میں کہ جس کے اندر غیرتوں کا جنازہ نکل چکا اور دنیا اپنے طلب گاروں کے لیے نہایت مزین ہو چکی ہے، خواہشات کے پجاریوں نے اپنے دل کے رازوں (دین حنیف کے خلاف حسد بھری اپنی سازشوں) کو منکشف کر دیا ہے اور ان کی بدعات وخرافات چہار سو پھیل گئی ہیں۔ باوجود اس کے کہ ان کے گزرے ہوئے بڑوں کے فاسدانہ عقائد و مذاہب بوسیدہ ہو چکے تھے، اُنھیں پھر سے زندہ کر دیا گیا ہے۔ [1] اور ان گمراہ فرقوں، باطل مذاہب کی وہ کتابیں کہ جنھیں ماضی میں یکسر بھلا دیا گیا تھا آج پھر سے انھیں ظاہر کیا جا رہا ہے۔ علاوہ ازیں (روشن خیالی کے نام پر) آج جدید افکار کا برملا اظہار و اعلان کیا جا رہا ہے۔ اپنے مقاصد واہداف میں ہم خیال کئی ایک نئی جماعتیں جنم لے رہی ہیں۔ (جن کا ہدف ہر طرح سے دین حنیف کو نقصان پہنچانا ہے۔) یہ پارٹیاں دین اسلام کا سامنا اور مقابلہ کرنے کے لیے اپنے اپنے رخ قدرے مختلف رکھتی ہیں اور اپنے اغراض و وسائل میں بھی بظاہر ایک دوسری کی متناقض نظر آتی ہیں۔ (کسی جماعت کا ہدف دین حنیف کی تہذیبی اقدار کو نقصان پہنچانا ہے۔ کسی کا ہدف اسلام کے معاشی، تجارتی اور سیاسی افکار کو تبدیل کرنا ہے اور کسی کا مقصد قرآن وسنت کی تعلیمات کو یکسر بدل دینا ہے، وغیرہ وغیرہ) ان کی عیاری یہ ہے کہ جب کوئی نئی پارٹی وجود میں آتی ہے تو اس کی ہم مقصد دوسری پارٹی اس نئی جماعت کو لعن طعن کرتی نظر آتی ہے۔ ان پارٹیوں کے لوگ توحید و سنت کے وجود پر پوری ڈھٹائی کے ساتھ ظلم و زیادتی اور دست درازی کرتے نظر آتے ہیں۔ اس سے انھوں نے مسلمانوں کے افکار کو خرافات سے

---

[1] جیسے کہ اسماعیلی، بہائی، بوھری، ذاکری اور تمام سبائی فرقے۔ جو آج اہل ایمان پر ظلم واستبداد کے پہاڑ توڑنے میں یہود و نصاریٰ اور ہنود و مجوس کے ہراول دستوں کا کام دے رہے ہیں۔ ان کے ظلم کی داستانیں فلسطین وعراق اور افغانستان و پاکستان کی سرزمینوں سے جنم لے کر چہار دانگ عالم میں بہانگ دھل سنائی دے رہی ہیں

آلودہ کر کے ان کے عقائد کو بالکل خراب کر دیا ہے۔ اہل اسلام پر شرک کے معاملہ کو آسان کر کے ان لوگوں نے فتنوں کے جھنڈوں کو بلند کر دیا ہے۔ مسلمان حاکموں کی اسلامی حکومتوں کے بارے میں ذوالامور سے جھگڑے پیدا کر دیے ہیں۔ ان پر صراط مستقیم نہایت واضح ہو جانے کے باوجود ان روشن خیالوں (اور منافقین و مستشرقین) نے رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کا راستہ اختیار کر رکھا ہے اور انھوں نے اہل ایمان کی راہ کے علاوہ دوسروں کے راستوں کو اپنا رکھا ہے۔ (یعنی جمہوریت، ہندومت، یہودیت، نصرانیت اور مجوسیت کے راستے۔)

عصر حاضر کے کبارِ اُمّت کی ذمہ داریاں:

ان حالات میں قرآن و سنت اور حدیث نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع کرنے والوں اور نبی مکرم ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور تابعین و تبع تابعین و آئمہ مجتہدین رحمہم اللہ کے نقوش اقدام پر چلنے والے اُمت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام کے غیرت مند علماء اور دُعاۃ و مربّین پر دین حنیف کے اُصول کی نیابت کرتے ہوئے ان کے قیام کا التزام فرض عین ہو چکا ہے۔ (کہ وہ اُصول دین کا عملی ثبوت پیش کریں۔) اور ان پر اُمت کے لیے سلف صالحین کے منہجی راستوں کی خوب وضاحت و تبیین، ہدایت و صراط مستقیم کے اماموں کی کتب کو عامۃ الناس کے سامنے پیش کرنا، آئمہ کرام کی عبارتوں کی شرح و بسط اور تحقیق کے ساتھ واضح کرنا، ان کے مقاصد کو بیان کرنا، اپنے دروس و خطابات، لیکچرز اور اپنی تصنیفات میں ان آئمہ عظام کا توحید و سنت کے بارے میں مقصود العین کو وضاحت سے بیان کرنا، اللہ کے بندوں (اہل اسلام و اہل ایمان) کو نبی مکرم ﷺ کے صراط مستقیم کی اتباع کے لیے علمی و عملی رہنمائی دینا، آپ ﷺ کی سنت پر لزوم کی دعوت دینا اور اللہ رب العالمین کے درج ذیل فرمان کے مطابق رسول اللہ ﷺ سے محبت کا عملی ثبوت پیش کرنا، جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے پیش کیا تھا،

فرض عین اور واجب ہو چکا ہے۔ (اگر امت کے مذکور بالا ذمہ دار لوگ آج یہ کردار ادا نہیں کرتے اور اپنے فرض کو کما حقہ نہیں نبھاتے تو کل اللہ کے ہاں جوابدہ ہوں گے۔) اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾ (آل عمران:۳۱)

''(جب تو نے ان کو خبردار کر دیا تو اے پیغمبر) کہہ دے (ان مشرکوں یا یہود یا نصاریٰ یا مسلمان سے) اگر تم کو اللہ کی محبت ہے تو میری راہ پر چلو، اللہ بھی تم سے محبت رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

اُمت اسلامیہ کے عامۃ الناس کی ذمہ داری:

سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أُوْصِيْكُمْ بتقوىٰ اللّٰهِ وَالسَّمعِ وَالطَّاعَةِ ، وَاِنْ كَانَ عَبْداً حَبَشيًّا ، فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِى فَسَيرٰى اخْتِلافاً كَثِيرًا ، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِى وسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ ، تَمَسَّكُوا بِهَا ، وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بالنَّواجِذِ ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحدثاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَة ، وَكُلّ بِدْعَةٍ ضَلَالة)) [1]

''مسلمانو! میں تمھیں اللہ سے ڈرنے ، امیر کی بات سننے اور اس کی اطاعت کی وصیت کرتا ہوں، خواہ وہ کوئی حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ اس لیے کہ میرے بعد تم میں سے جو زندہ رہے گا وہ عنقریب بہت سے

[1] رواه ابوداود فی کتاب السنة / حدیث ٤٦٠٧. والترمذی فی کتاب العلم / حدیث ٢٦٧٦

اختلافات دیکھے گا۔ تو تم میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے طریقہ کو لازم پکڑنا۔ تم اُس حکم سے چمٹ جانا (میری سنت اور خلفائے راشدین کے طریقے سے) اور اسے عملاً (جیسے دانتوں سے چیز پکڑی جاتی ہے۔) مضبوطی سے تھامے رکھنا۔ اور دین میں ایجاد کردہ نئی نئی باتوں سے بچتے رہنا۔ اس لیے کہ بلاشبہ دین میں ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی۔ (گمراہی کا انجام جہنم کے سوا کچھ نہیں۔)''

تو یہ ہے دین حق کا سیدھا راستہ جو اللہ رب العالمین کی رضا وخوشنودی تک پہنچانے والا ہے۔ چنانچہ اللہ رب العالمین کا ارشاد گرامی قدر ہے کہ: (اے ہمارے حبیب وخلیل نبی! آپ لوگوں سے فرما دیجئے:)

﴿وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝﴾

(الانعام:۱۵۳)

''اور (اللہ نے یہ بھی فرمایا ہے) یہ میری سیدھی راہ ہے اس پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو۔ وہ تم کو اللہ کی راہ سے ہٹا دیں گی۔ یہ وہ باتیں ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے تم کو حکم دیا ہے۔ اس لیے کہ تم (ان کا خلاف کرنے سے) بچے رہو۔''

اور یہی وہ راستہ ہے کہ جس کی طرف اللہ کے حبیب وخلیل نبی محمد رسول اللہ ﷺ لوگوں کو دعوت دیتے رہے۔ جیسا کہ اللہ عزوجل نے آپ کو حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝﴾ (یوسف:۱۰۸)

''(اے پیغمبر) کہہ دے میری راہ یہ ہے کہ میں تم کو اللہ کی طرف سمجھ بوجھ کر بلاتا ہوں اور جو میری پیروی کرے اور اللہ کی ذات (تمام برائیوں،

عیبوں اور شرک سے) پاک ہے اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔"

یہی وہ "نجات یافتہ جماعت" (قرآن وسنت اور منہج صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر عمل پیرا جماعتِ حقہ) کا عقیدہ ہے کہ جس جماعت کے بارے میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے درج ذیل فرمان میں خبر صادق دی ہے۔ فرمایا:

((لَا تَزَالُ مِنْ أُمَّتِی أُمَّةٌ قَائِمَةٌ بِأَمْرِ اللّٰهِ، لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ وَلَا مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَأْتِيَهُمْ أَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ)) [1]

"میری امت میں ایک بہت بڑی جماعت ہمیشہ اللہ کے حکم پر قائم رہے گی۔ جو کوئی ان کو رسوا کرنے کی کوشش کرے گا یا ان کی مخالفت کرے گا وہ ان کا کچھ نقصان نہ کر سکے گا۔ یہاں تک کہ اللہ کا حکم آن پہنچے گا اور وہ اسی حالت پر رہیں گے۔"

اور یہی وہ جماعت حقہ ہے جو اُسی منہج و دعوت اور عقیدہ و عمل پر آج بھی قائم ہے کہ جس صراط مستقیم پر خود نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب اطہار تھے رضی اللہ عنہم اجمعین۔ ایک صحیح حدیث میں نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی یوں ہے۔ فرمایا:

((......وَاِنَّ بَنِی اِسْرَائِيلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِی عَلٰى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، كُلُّهُمْ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً)) قَالَ - اَیْ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو راوی الحديث: مَنْ هِیَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: ((مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِی)) [2]

"بلاشبہ بنو اسرائیل بہتر (72) فرقوں میں تقسیم ہو گئے اور میری امت تہتر

---

[1] رواه البخاری: باب (٢٨) حدیث (٣٦٤١)

[2] رواه الترمذی کتاب الایمان حدیث: ٢٦٤١ - والدارمی

فرقوں میں بٹ جائے گی۔ ایک جماعت کے سوا باقی سب فرقے جہنم میں جائیں گے۔'' راوی حدیث جناب عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ کن لوگوں کی جماعت ہوگی؟ فرمایا:'' یہ اس منہج وصراط مستقیم والے لوگ ہوں گے جس پر آج میں اور میرے اصحاب ہیں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔''

اس سے قرآن وسنت والے دین حنیف پر پوری توجہ دینے کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ اور نوجوانوں کی اس کے مطابق تربیت کرنے اور اسی صراط مستقیم کے لیے امت کو بیدار کرنے کی طرف چل کھڑے ہونے پر صحیح راستہ اختیار کرنے کی آج اشد ضرورت ہے۔ اسی منہج وصراط مستقیم پر امت اسلامیہ کو جمع کیا جائے تاکہ ان کے راستے جدا جدا نہ ہونے پائیں کہ اس تفرقہ بندی سے اُمت خواہشات اور فتنوں کی گمراہیوں میں کہیں گھر نہ جائے۔

مصنف اور کتاب ہذا سے متعلق:

ہمارے مشائخ وعلماءِ عظام میں سے بہت سے احباب اور مخلص طلاب علم میں سے بعض افراد کو اللہ عزوجل نے اس موضوع پر تدریس وتعلیم اور تحقیق وتصنیف کے ذریعے پورے اہتمام کی توفیق عطا فرما رکھی ہے۔ انہیں مخلصین میں محترم بھائی فضیلۃ الشیخ عبداللہ بن عبدالحمید الاثری حفظہ اللہ کا شمار ہوتا ہے کہ جنھوں نے اپنی اس کتاب ''اَلْوَجِیْزُ فِيْ عَقِیْدَةِ السَّلَفِ الصَّالِحِ ''میں اس موضوع کو پورے اہتمام سے بیان کیا ہے۔

ان کی خواہش تھی کہ میں اس کتاب کو پڑھوں اور مقدمہ کے طور پر کچھ لکھوں۔ چنانچہ کتاب ہذا کے مطالعہ کے بعد میں نے اس کتاب کو بہت عمدہ اور نہایت مفید پایا ہے۔ مصنف حفظہ اللہ نے اسے عمدہ اور مفید بنانے میں نہایت قابل تعریف اور شکریہ

کے لائق جد و جہد اور سعی مقبول فرمائی ہے۔ انھوں نے اس کتاب میں سلف صالحین کے عقیدہ کو نہایت مختصر انداز میں بہت ہی جاذبِ نظر اُسلوب، آسان عبارت اور خوبصورت اعداد و تقدیم کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اسی طرح انھوں نے اس میں باب بندی اور اچھی ترتیب کا بھی لحاظ رکھا ہے۔ اس وقت ہمارے سامنے اس کتاب کا جو ایڈیشن ہے کہ جس پر ہم یہ تقدیم لکھ رہے ہیں، غلطیوں سے پاک اور تصحیح شدہ نسخہ ہے۔ پچھلے ایڈیشن میں جو تھوڑے بہت ملاحظات سامنے آئے تھے ان کی اصلاح بھی اس میں ہو گئی ہے۔ [1] علاوہ ازیں جو چیز اس کتاب کو ممتاز کرتی ہے وہ مصنف کا اصلی مصادر و مراجع پر اعتماد، سلف کی عبارتوں کے ذکر کرنے کا اہتمام، کتاب و سنت کے دلائل کو پوری ذمہ داری سے جمع کرنا اور صحابہ کرام، تابعین عظام اور آئمہ سلف صالحین کے اقوال کو پوری ذمہ داری سے بیان کرنا ہے۔''

بلاشبہ کتاب ہذا اور اس جیسی دیگر کتب ایسی چیزوں میں سے ہیں کہ جنھیں دیکھ کر اور ان کا مطالعہ کر کے اہل توحید کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی اور ان کے دلوں کو خوشی حاصل ہوتی ہے۔ جبکہ دین حق سے تکبر کے ساتھ منہ پھیرنے والوں کو ایسی کتابیں اور اس طرح کی نصیحتیں سن، دیکھ کر اُچھو آنے لگتا ہے اور ان کے دل تنگی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ مگر اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

﴿وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾

(یوسف:۲۱)

---

[1] عین ممکن ہے معالی وزیر الشئون الإسلامیة الشیخ / صالح بن عبدالعزیز بن محمد آل شیخ حفظہ اللہ کے یہ الفاظ غلطی سے طبع ہو گئے ہوں۔ اس لیے کہ ہمارے سامنے اس مطبوعہ نسخے میں مذکور بعض احادیث کے الفاظ میں غلطیاں ابھی تک باقی ہیں اور ہم نے انھیں درست کرنے کی اپنی سی کوشش کر لی ہے۔ والحمد للہ علی ذلك۔ (المترجم)

''اور اللہ اپنے کام پر غالب ہے (جو کام چاہتا ہے پورا کرتا ہے) مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

سیّدنا تمیم بن اوس الداری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَيَبْلُغَنَّ هَذَا الأَمْرُ مَا بَلَغَ اللَّيلُ وَالنَّهارُ، وَلَا يَتْرُكُ اللّٰه بَيْتَ مَدَرٍ وَلَا وَبَرٍ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللّٰهُ هَذَا الدِّينَ، بِعِزِّ عَزِيزٍ أَو بِذُلِّ ذَلِيلٍ عِزًّا يُعِزُّ اللّٰهُ بِهِ الْإِسْلَامَ وَأَهْلَهُ، وَذُلًّا يُذِلُّ بِهِ الْكُفْرَ وَأَهْلَه)) [1]

''دنیا میں جہاں جہاں تک رات اور دن پہنچتے ہیں وہاں وہاں تک یہ دین ضرور پہنچ کر رہے گا۔ اللہ عزّ وجل کوئی پکا اور کوئی کچا گھر نہیں چھوڑے گا مگر یہ ہے کہ اس میں اس دین کو داخل کر کے رہے گا۔ چاہے کوئی عزت والا اسے باعزت قبول کرے یا کوئی ذلیل آدمی اسے ذلت سے قبول کرے۔ عزت دار کی عزت کے ساتھ اللہ عزوجل اسلام اور اہل ایمان کو عزت بخشے گا اور ذلیل لوگوں کے ذریعے اللہ ذوالجلال کفر اور کافروں کو ذلیل کرے گا۔''

اس موضوع کے اہتمام، موضوعِ توحید پر پوری طمع اور اس کتاب کے تیار کرنے پر میں مصنفِ کتاب فضیلۃ الشیخ رعبداللہ بن عبدالحمید الاثری حفظہ اللہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے اس بات کا سوال کرتا ہوں کہ وہ مصنف حفظہ اللہ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ ان کی جہود طیبہ میں اللہ برکت دے۔ اُمت اسلامیہ کے صحیح عقیدہ کی اللہ رب العزت حفاظت فرمائے اور یہ کہ رب کریم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کرنے والے علماء کرام کو اُس راستے پر چلتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے رکھے کہ جسے

[1] رواه الامام أحمد ٤/١٠٣ عن تميم بن اوس الداري رضي الله عنه

وہ پسند کرتا ہے اور جس پر چلتے رہنے سے وہ راضی ہوتا ہے۔ یہ علماء عظام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین، تابعین وتبع تابعین اور آئمہ سلف صالحین رحمہم اللہ جمیعًا کے عین منہج پر چلنے والے ہوں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

صالح بن عبدالعزیز بن محمد آل الشیخ

وزير الشئون الإسلامية والاوقاف والدعوة والارشاد

بالمملكة العربية السعوديه

جمادى الأولى / ١٤٢١هـ



فضیلۃ الشیخ سعود بن ابراہیم الشریم حفظہ اللہ

امام وخطیب بالمسجد الحرام فی مکة المکرمة والقاضی بالمحکمة الکبری فی مکة

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهُ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى مَنْ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ وَبَعْد:

فضیلۃ الشیخ محترم عبداللہ بن عبدالحمید آل اسماعیل حفظہ اللہ نے ''نجات یافتہ اور اللہ عزوجل کی مدد یافتہ جماعت اہل السنہ والجماعۃ اہل الحدیث'' کے عقیدہ سے متعلق جو کتاب لکھی ہے اور اس کا نام انھوں نے ''الوجيزُ فِي عقيدةِ السلفِ الصالحِ'' رکھا ہے۔ اس کو میں نے پڑھا اور اسے میں نے نہایت نفع بخش کتاب پایا ہے۔ مصنف نے اس کتاب میں ''اہل السنہ والجماعۃ سلف صالحین کے اُصول عقیدہ'' کو نہایت اجمال کے ساتھ بیان کیا ہے کہ جس نے بھی ان اُصول کو مضبوطی سے تھام لیا (اور ان پر استقلال واستقامت سے عمل پیرا رہا۔) وہ کامیاب ہوگیا۔ اور جس نے بھی ان ''اُصولِ عقیدۂ توحیدِ خالص'' سے علیحدگی اختیار کی وہ ہلاک ہوگیا۔ (اَلْعِيَاذُ بِاللّٰهِ)

مؤلف حفظہ اللہ نے اپنی اس کتاب میں قابلِ دید جدوجہد کی ہے کہ جس پر ان کا شکریہ ادا کیا جانا چاہیے۔ جبکہ انھوں نے کتاب پڑھنے والے اور کتاب کو سننے والے کے لیے نہایت خوش اسلوب صیغوں، آسان عبارتوں اور قابل فہم معانی کے ساتھ اسے مزین کیا ہے۔ اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو اعلیٰ جزائے خیر عطا فرمائے اور انھیں اس کتاب کے ذریعے نفع پہنچائے۔ ہمیں اور ان کو بھی اللہ عزوجل علم نافع اور عمل صالح عطا فرمائے۔ اور اللہ رب العزت تمام مسلمانوں کو اسی راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے جس راہ پر نبی مکرم ﷺ، آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور فضیلتوں والے خیر

القرون کے علماء و آئمہ کرام رحمہم اللہ جمیعا چلے تھے۔ بلاشبہ اللہ کریم دعاؤں کو سننے اور قبول کرنے والا ہے۔

سعود بن ابراہیم بن محمد الشریم

امام وخطيب المسجد الحرام في مكة المكرمة

والقاضى بالمحكمة الكبرى في مكة المكرمة

١٤/ جمادى الأولى/ ١٤١٦هـ



فضیلۃ الشیخ ناصر بن عبدالکریم العقل حفظہ اللہ

استاذ قسم العقیدۃ في جامعۃ الإمام محمد بن سعود رحمہ اللہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالصَّلاةُ وَالسَّلامُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ وَبَعْدُ:

میں نے فضیلۃ الشیخ عبداللہ بن عبدالحمید الاثری کی کتاب ''الـوَجيـزُ فـي عقيدة السلفِ الصَّالحِ '' کا بخوبی مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ یہ کتاب نہایت عمدہ ہے۔ مصنف حفظہ اللہ نے آسان عبارت، آیات واحادیث کی تخریج، اصل عبارتوں کو نقل کرنے، شرعی اصطلاحات والے الفاظ کے التزام پر خوب طمع اور سلف صالحین کی عبارتوں کے التزام کا خوب اہتمام کیا ہے۔ ہم اللہ تبارک وتعالیٰ سے اپنے لیے اور مؤلف کے لیے بھی قول وعمل میں اخلاص کی توفیق کا سوال کرتے ہیں۔

وَصَـلَّـى الـلّٰـه عَـلَـى الهادي البَشِيرِ وَالسّراجِ المُنيرِ نبيّنا محمّد وَعَلَى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِين.

الاستاذ دکتور/ ناصر بن عبدالکریم العلی العقل

استاذ قسم العقيدة في جامعة الإمام محمد بن سعود

٨/ ١١/ ١٤٢٠هـ

فضیلۃ الشیخ محمد بن جمیل زینو حفظہ اللہ

المدرس في دار الحديث الخيرية، بمكة المكرمة

بلاشبہ ہر طرح کی حمد وثنائے جمیل ایک اللہ کریم کے لیے ہے۔ ہم اُسی کی حمد کرتے، اُسی سے مدد طلب کرتے اور اُسی سے ہم استغفار کرتے ہیں۔ ہم اپنے نفسوں کے شر اور اپنی بداعمالیوں سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں۔ جسے اللہ عزوجل سیدھی راہ سمجھا دے اُسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے وہ گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ ایک اللہ رب العزت کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں۔ وہ اکیلا ہے، اُس کا کوئی شریک نہیں۔ اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ بلاشبہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور اس کے بندے۔

امابعد: میں نے ''الْوَجِيزُ فِيْ عقيدةِ السَّلفِ الصَّالحِ ''......''سلف صالحین اہل السنہ والجماعۃ اہل الحدیث کے عقیدہ کا مختصر اور جامع بیان'' کا بخوبی مطالعہ کیا اور اسے ایک نہایت اچھی کتاب پایا ہے۔ مؤلف نے اس میں بہت مفید ومضبوط معلومات جمع کی ہیں جن کی بنا پر وہ خراج تحسین اور حوصلہ افزائی کے مستحق ہیں۔ انھوں نے سلف صالحین کے عقیدہ کو ایسی وسعت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ ہر مسلمان آدمی اسے آسانی سے پڑھ کر اس موضوع کی مختلف تحقیقی باتوں پر مطلع ہو سکتا ہے۔ میں ہر مسلمان بھائی کو بالعموم اور تمام طالبان علم کو بالخصوص اس کتاب کے مطالعہ اور اس سے استفادہ کی تلقین کرتا ہوں۔ میں اللہ رب العالمین سے اس بات کی دعا بھی کرتا ہوں

کہ وہ مسلمانوں کو اس کتاب سے پورا پورا نفع پہنچائے اور اسے اپنی ذات اقدس کے لیے خالص کر لے۔ (آمین یارب العالمین!)

محمد بن جمیل زینو

المدرس في دار الحديث الخيرية بمكة المكرمة

۲/ شوال/ ۱٤۱٥ھ



مقدّمة المؤلف

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِينُهٗ ❶ ، وَنَسْتَغْفِرُهٗ ❷ ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا ❸ وَمِنْ سَيِّاٰتِ أَعْمَالِنَا ❹ ، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ❺

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۝۱۰۲﴾ ❻

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا۝۱﴾ ❼ ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝۷۰ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا۝۷۱﴾ ❽

أَمَّا بَعْدُ: فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهُدٰى هُدٰى مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ ❾ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ ❿ ، أَلضَّلَالَةُ فِي النَّارِ۔“

---

❶ ❸ ❹ ❺ صحیح مسلم، کتاب الجمعه، باب تخفیف الصلاۃ والجمعه، حدیث=۲۰۰۸،

❻ ❼ ❽ ابوداؤد، کتاب النکاح، باب في خطبة النكاح، حدیث = ۲۱۱۸ (نَحْمَدُہ کے بغیر) مسند احمد ۱/ ۳۹۳ (إنّ اور نَحْمَدُہ کے بغیر) جامع الترمذی، کتاب النکاح، باب ماجاء فی خطبة النکاح، حدیث ۱۱۰۵ (نَحْمَدُہ کے بغیر) ابن ماجه بحواله مشکوٰۃ المصابیح، حدیث= ۳۱۴۹ تصحیح فضیلة الشیخ الالبانیؒ وقال: حدیثٌ صحیحٌ۔

❷ جامع الترمذي، حواله سابقه

❻ سورة آل عمران آیت نمبر ۱۰۲

❼ سوة النساء آیت نمبر ۱

❽ سورة الاحزاب آیت نمبر ۷۰۔ ۷۱

❾ فَانّ كُلّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ...... کے الفاظ مسند احمد ۴/ ۱۲۷ (جلدمصر ۵) کے ہیں۔

❿ صحیح مسلم حدیث = ۲۰۰۵

ترجمہ

''بلا شبہ سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔ ہم اس کی تعریف کرتے ہیں۔ اس سے مدد مانگتے اور اسی سے ہم بخشش طلب کرتے ہیں۔ ہم اپنے نفسوں کے شر اور اپنی بداعمالیوں سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں۔ جسے اللہ (سیدھی) راہ سجھا دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے وہ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں (ہو سکتا۔) میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔''

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ اور تمہیں موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔'''' اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور (پھر) اس (جان) سے اس کی بیوی کو پیدا کیا۔ پھر ان دونوں سے بہت سارے مرد اور عورتیں پیدا کر کے (زمین پر) پھیلا دیے۔ اور ڈرو اللہ سے کہ جس کے نام پر تم ایک دوسرے سے (حاجت براری کے لیے) سوال کرتے ہو اور ناطہ توڑنے سے (بھی ڈرو) بلا شبہ اللہ تمہارے اوپر نگہبان ہے۔'' ''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور بات سیدھی (سچی) کہا کرو۔ (ایسا کرو گے تو) اللہ تمہارے اعمال کی اصلاح کر دے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کی، اس نے بڑی کامیابی حاصل کی۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد: یقیناً تمام باتوں سے بہتر اللہ کی کتاب ہے۔ تمام طریقوں سے بہتر طریقہ محمد (رسول اللہ ﷺ) اور تمام کاموں سے بدترین کام وہ ہیں جو (دین اسلام میں) اپنی طرف سے وضع کیے جائیں۔ دین میں ہر نیا کام بدعت اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ گمراہی کا انجام جہنم کی آگ ہے۔''

اے مسلمان محترم بھائی! آپ کے سامنے ''سلف صالحین اہل السنہ والجماعۃ اہل الحدیث کے عقیدۂ توحید خالص کا یہ مختصر اور جامع بیان'' پیش خدمت ہے۔ آج امت اسلامیہ جس

فرقہ بندی واختلاف کا شکار ہے......اور یہ دونوں چیزیں عصر حاضر کے نئے نئے فرقوں اور میدان میں موجودہ (گمراہ نظریات والی) پارٹیوں کو جنم دینے کا سبب بن رہی ہیں......تو اس چیز نے مجھے سلف صالحین کے عقیدہ والی عبارتوں کو جمع کر کے انھیں لکھ کر پیش کرنے پر تیار کیا ہے۔ ہر فرقہ لوگوں کو اپنے عقیدے اور منہج کی طرف دعوت دیتا اور اپنی جماعت کی خوبیاں بیان کرتا ہے۔ حتی کہ (دین کا) معاملہ لوگوں پر مختلط (اور مشکوک) ہو کر رہ گیا ہے۔ (کہ نہ جانے ان فرقوں میں سے سچا اور حق پر کون ہے؟) مسلمان ان فرقوں کے اس معاملہ سے سراسیمگی اور حیرت کا شکار ہو گئے ہیں کہ وہ کس کے پیچھے چلیں اور کس کی اتباع واقتداء کریں؟

مگر......بحمد اللہ العزیز......اس امت میں نہ ہی خیر اور بھلائی ابھی تک ختم ہوئی ہے اور نہ ہی ہرگز ختم ہوگی۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کے درج ذیل فرمان کے موجب ہمیشہ ہر دور میں ایک جماعت ایسی موجود رہی ہے (آج بھی موجود ہے) اور قیامت تک رہے گی جو دین حق اور صراط مستقیم کو نہایت مضبوطی سے عملاً تھامنے والی ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ کا فرمان گرامی قدر ہے:

((لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ، لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حَتَّىٰ يَأْتِيَ أَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كَذٰلِكَ)) [1]

''میری امت میں سے حق کے ساتھ غالب رہنے والوں کی ایک جماعت ہمیشہ (ہر دور میں) رہے گی۔ ان سے جدا ہونے والا (کہ جو ان کی مدد سے بھی ہاتھ کھینچ لے) ان کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ (ہر زمانے میں یہ معاملہ اسی طرح رہے گا) حتی کہ اللہ کا حکم (قیامت) آجائے اور وہ اسی حالت پر رہیں گے۔''

اور پھر نبی معظم ﷺ نے یوں بھی ارشاد فرمایا ہے:

((مَثَلُ أُمَّتِي مَثَلُ الْمَطَرِ، لَا يُدْرَىٰ أَوَّلُهُ خَيْرٌ أَمْ آخِرُهُ)) [2]

---

[1] رواه مسلم، حديث: ٤٩٥٠ عن ثوبان رضي الله عنه

[2] صحيح سنن الترمذي، للالباني. حديث: ٢٨٦٩ عن أنس رضي الله عنه

''میری امت کی مثال بارش کی طرح ہے۔ معلوم نہیں ہوتا کہ بارش کے آغاز میں خیر، بھلائی ہوتی ہے یا اس کے آخر میں؟''

اس سے معلوم ہوا کہ ہم پر (من حیث المسلم) واجب ہے کہ ہم اس مبارک (اور اللہ کی مدد یافتہ) جماعت کے بارے میں معلومات اور اس کا تعارف حاصل کریں۔ یعنی یہ وہ جماعت ہے کہ جو صحیح اسلام کے ساتھ منسلک ہے۔ وہ دینِ اسلام (بالکل سچا اور حقیقی دین) کہ جو محمد رسول ﷺ لے کر آئے تھے اور جس دین حنیف کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین، تابعین و تبع تابعین عظام (وَمَنْ تَبِعَهُم بِإِحْسَانٍ إِلَى يَوْمِ الدِّين ...... اللہ ہمیں بھی ان میں سے کر دے) ...... رحمہم اللہ جمیعًا کی جماعت حقہ نے عملی جامہ پہنایا تھا۔ اسی جماعت کو شرعی اصطلاح میں ''فرقہ ناجیہ اور طائفہ منصورہ ...... نجات یافتہ فرقہ اور اللہ کی مدد یافتہ جماعت'' کہا جاتا ہے۔ اس جماعت کو ''اہل السنۃ والجماعۃ، اہل الحدیث اور اہل الاثر والاتباع'' کی پہچان سے جانا جاتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو بالکل اُسی دین حق پر ہمیشہ قائم رہتے ہیں جس دین و منہج پر نبی معظم محمد رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے۔

اسی بنیادی اصل و قاعدہ کے پیش نظر میں نے اپنی کتاب ''اَلْمُيَسَّرُ فِيْ عَقِيْدَةِ السَّلَفِ الصَّالِحِ '' کی تلخیص کر کے جلد ہی یہ کتاب ''اَلْوَجِيْزُ'' تیار کر دی ہے۔ کتاب ہذا ''اَلْــوَجِيْــزُ'' کی تیاری میں اُن صدق و صفا اور عدالت و علم والے آئمہ سلف کی کتابوں سے میں نے استفادہ کر کے علمی پیاس بجھائی ہے کہ جو سنت و حدیث کی اتباع کرنے والے اور امامت کے مقام پر فائز تھے۔ یہ وہ کتب ہیں کہ جن کے لکھنے والوں نے ایک دوسرے سے بڑھ کر نبی مکرم ﷺ کی رہنمائی اور ہدایت سے علوم و معارف کو حاصل کر کے انھیں تحریر کیا ہے۔

میں نے اس بات کی طمع و سعی کی ہے کہ ''اَلْــوَجِيْــزُ'' مختصر عبارت اور نہایت

آسان، واضح اسلوب بیان کے ساتھ مزین ہو۔ اسی طرح حتی الامکان آئمۃ السلف سے شرعی ماثور الفاظ کو نقل کرنے کا اہتمام بھی کیا ہے تا کہ ہر پڑھنے والا شخص اس سے استفادہ کر سکے۔ بالخصوص بابرکت اسلامی بیداری والے نوجوان بیٹے۔ اور انتہائی آسان شکل میں دینی التزام کرنے والے نوجوانوں اور ہدایت مستقیم کی طرف نئے نئے پلٹنے والے احباب کے لیے سلف صالحین کے بالاجمال عقیدۂ توحید خالص کو سیکھنے میں تا کہ یہ مددگار ثابت ہو سکے۔ اس لیے کہ عقیدہ کا علم ایک زنجیر کی مانند ہے کہ جس کی سب کڑیاں ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہیں۔ چنانچہ مسلمان آدمی اگر عقیدۂ توحید خالص کو بالاجمال نہیں سمجھتا تو وہ اس کے اجزاء اور اس کی تفاصیل کو بھی پورے طور پر سمجھ ہی نہیں سکے گا۔

میں نے اپنی طرف سے کسی نئی چیز کا اضافہ نہیں کیا، صرف اسی بات کو درج کیا ہے کہ جس کو بیان کرنے اور جس کی وضاحت کرنے کو میں نے نہایت ضروری جانا ہے۔ یہ بات بھی بتلا دینا چاہتا ہوں کہ س کتاب ''اَلْوَجِیْزُ'' کی تیاری میں جن مصادر و مراجع پر میں نے اعتماد کیا ہے ان کی فہرست اس کتاب کے آخر میں بنا دی ہے۔

آخر میں: اس کتاب ......اَلْوَجِیْزُ......کو مکمل کر لینے کی توفیق پر میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد وثنائے جمیل کے ساتھ اس کا شکر گزار ہوں اور اللہ کریم سے اس بات کی اُمید واثق رکھتا ہوں وہ اہل اسلام کے فاسدانہ عقائد کی اصلاح میں اس عاجزانہ کوشش میں ضرور برکت ڈالے گا۔ اسے ان کے لیے نفع بخش بنائے گا اور اس کتاب کو ان کے لیے اپنی کتاب '' قرآن مجید'' اور اپنے حبیب وخلیل نبی محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت کی طرف واپس پلٹ آنے کا ذریعہ بنا دے گا (ان شاء اللہ)۔ اسی طرح میں مملکت سعودیہ کے کبار علماء کرام کا بھی شکر گزار ہوں کہ کتاب ہذا کے مکمل کرنے میں ان کی آراء ومراجعت اور نصیحت نوازی کے ساتھ ان کا احسان میرے اوپر بہت رہا۔ ان تمام علماء عظام میں امام مسجد الحرام فضیلۃ الشیخ سعود بن ابراہیم بن محمد الشریم اور

دارالحدیث مکہ مکرمہ کے استاذ محترم فضیلۃ الشیخ محمد جمیل زینو حفظہما اللہ سب سے مقدم رہے۔ ان دونوں صاحبان نے کتاب ہذا کو بغور پڑھنے اور اس کے لیے تقریظ و تقدیم لکھنے شرف بھی بخشا۔ فَجَزَاهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا وَاَحْسَنَ الثَّوَابِ۔

تو جناب قاری محترم! یہ ہے مجھ جیسے کم مایہ آدمی کی طاقت علمی کے بقدر ایک کوشش جو آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اگر اس میں درست اور صحیح ہونے کی کوئی خوبی ہے تو یہ اللہ کریم کی طرف سے ہے۔ (جو اس کا انعام ہے۔) اور وہی صحیح و درست کی توفیق دینے والا ہے۔ اور اگر کہیں پر میں کوئی غلطی کر بیٹھا ہوں تو یہ خاص میری اور شیطان کی طرف سے ہے۔ چنانچہ میں ہر اس شخص سے کہ جو اس کتاب میں غلطی کا کوئی پہلو پائے اس بات کی امید رکھتا ہوں کہ وہ مجھے نصیحت کرنے اور میری اصلاح کرنے پر بخل اور کنجوسی سے کام نہ لے۔

میں اللہ رب العالمین سے اس بات کی استدعاء بھی کرتا ہوں کہ وہ میری اس کاوش کو اپنی ذات اقدس کے لیے خالص کر لے۔ اسے میری طرف سے قبول فرما لے اور اس کے ذریعے تمام اہل اسلام کو نفع بھی پہنچائے۔ میں ہر اس شخص سے اللہ کے ہاں برأت کا اظہار بھی کرتا ہوں کہ جو اللہ عزوجل کی کتاب، اس کے نبی محترم محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت اور سلف صالحین کے فہم و منہج کی مخالفت کرتا ہو۔ اور اگر ایسی کوئی غلطی انجانے میں مجھ سے بھی سرزد ہوگئی ہے تو میں اپنی زندگی میں بھی اس سے رجوع کرتا ہوں اور اپنی موت کے بعد بھی۔

وَصَلَّى اللّٰهُ وَسَلَّمَ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلَى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ

الراجي لرحمة ربه المجيد

ابو محمد عبداللہ بن عبدالحمید بن عبدالمجید آل اسماعیل الأثری

نزیل استنبول ترکیا

ذوالحجہ / ١٤١٦ھ۔

فصل اوّل......اہم تعریفیں

عقیدہ کی تعریف:

لغوی معنیٰ: لفظ ''عقیدہ'' ......اَلْـعَقْد سے مشتق ہے۔ جس کا معنیٰ: باندھنا، گرہ لگانا، مضبوط و مستحکم کرنا، کام کو ٹھیک طور پر انجام دینا، کسی معاملہ میں اعتماد و یقین کے ساتھ وثوق و پختگی حاصل کرنا، قوت و طاقت سے تھام لینا، حسّی اور معنوی طور پر کسی چیز کے اجزاء کا باہم ارتباط، (التماسك) سیسہ پلائی دیوار کی طرح ایک دوسرے سے مضبوط جڑا ہوا ہونا۔ پایۂ ثبوت کو پہنچانا اور یقین و عزم صمیم (جزم وحزم) ہوتا ہے۔ الـعَـقْـد ...... باندھنا، کھولنے کا مخالف ہوتا ہے۔ یہ کلمہ مذکور بالا معانی میں باب ضَرَبَ يَضْرِبُ کے وزن پر......عَـقَد يَعْقِدُ عَقْدًا...... آتا ہے۔ (ثلاثی مجرد میں یہ باب سَمِعَ يَسْمَعُ کے وزن پر...... عَـقِدَ يَعْقَدُ عَقْدًا......بھی آتا ہے۔ جس کا معنی ہوتا ہے: اُلجھا ہوا ہونا۔ لکنت والا ہونا وغیرہ) اسی (باب ضَرَبَ) سے اس کا استعمال یوں بھی آتا ہے۔ عُقْدَةُ الْيَمِيْنِ ، عُقْدَةُ النِكَاحِ...... جیسے کہ اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللهُ بِاللَّغْوِ فِيٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ﴾ (المائده:۸۹)

''اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو لغو قسموں پر نہیں پکڑے گا۔ البتہ ان قسموں پر پکڑے گا جو قصداً تم نے (گرہ باندھ کر، مضبوط) کھائی ہوں۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ﴾

(البقرة:۲۳۵)

''اور نکاح کی گرہ باندھنے کا قصد مت کرو جب تک کہ عدت نہ گزر جائے۔''

اور العقیدہ کا (اہل لغت کے نزدیک) معنی یوں بھی کیا جاتا ہے۔ الحُکمُ الّذِي لايُقبل الشك فِيه لدى مُعتقِده ...... (کسی بھی ذات کی نسبت) وہ فیصلہ کہ جس کے متعلق اس فیصلہ و اعتقاد کے رکھنے والے کے ہاں اس بارے میں شک قبول نہ کیا جائے۔''

اور دین میں عقیدہ کا مطلب ہوتا ہے عمل کے بغیر صرف دلی اعتقاد۔ جیسے اللہ رب العزت کی ذات کے وجود اقدس اور نبیوں کی بعثت (فرشتوں اور جنوں کا باقاعدہ الگ الگ ایک مخلوق ہونا وغیرہ وغیرہ) کے متعلق دل سے عقیدہ و اعتقاد رکھنا۔ عقیدہ کی جمع ''عقائد'' آتی ہے۔ [1]

خلاصۂ کلام یہ ہوا کہ: ''جس بات اور جس نظریہ پر انسان اپنے دل کے قصد و جزم کے ساتھ مضبوط گرہ باندھ لے اور اس پر وثوق و پختگی اختیار کر لے ......وہ عقیدہ ہوتا ہے۔ چاہے یہ حق ہو یا باطل۔'' (یوں اس کی دو قسمیں ہوگئیں: عقیدہ حق اور باطل عقیدہ۔)

اصطلاحی معنی: اصطلاحًا عقیدہ کا معنی یہ ہے کہ: وہ اُمور جن کے لیے واجب ہے کہ ان کی تصدیق دل کرے اور ان پر نفس مطمئن ہو حتی کہ ایسا یقینِ محکم حاصل ہو جائے جس میں شک و شبہ ملا ہوا، نہ ہو۔''

یعنی عزم صمیم و جزم عمیق والا ایسا ایمان کہ عقیدہ رکھنے والے کے پاس شک و شبہ پھٹکنے بھی نہ پائے۔ اس کے لیے واجب ہے کہ یہ حالت حقیقت و واقعہ کے عین مطابق ہو۔ (فرضی اور صرف سنی سنائی نہ ہو۔) جو نہ ہی تو شک کو قبول کرے اور نہ ہی گمان کو۔ اور اگر اس ضمن میں علم یقینِ جازم (پختہ ارادے والے یقین) کے درجہ کو نہیں پہنچتا تو اس کا

---

[1] تفصیل کے لیے: لسان العرب ، القاموس المحیط ، المعجم الوسیط اور القاموس الوحید دیکھ لیجیے۔

نام عقیدہ نہیں رکھا جا سکتا۔ مذکور بالا ساری تشریح کا نام ''عقیدہ'' اس لیے رکھا گیا ہے کہ: انسان اس پر (عزم صمیم و یقین جازم کے ذریعے) اپنے دل کو گرہ دے لیتا ہے۔

اسلامی عقیدہ: اسلامی عقیدہ کا معنی ہے: ''اللہ تبارک وتعالیٰ کی ربوبیت،[1] اُس کی اولوہیت[2] اور اس کے اسماء حسنیٰ وصفات عالیہ، اس کے فرشتوں، اس کی نازل کردہ کتابوں، اس کے تمام سچے رسولوں، تقدیر کے اچھا اور برا ہونے، غیب سے متعلقہ تمام اُمور کہ جو قرآن وسنت میں مذکور ہیں، دین حنیف کے اصول وقواعد اور جس جس مسئلہ پر سلف صالحین (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعینِ عظام رحمہم اللہ جمیعًا کا اجماع ہے۔ ان تمام اُمور میں اللہ عزوجل، رب العالمین پر یقین محکم کے ساتھ ایمان جازم رکھنا اسلامی عقیدہ ہے۔

اسی طرح پورے کے پورے دین حنیف میں داخل ہو جانے، فیصلہ وعدالت اور قانون کے نفاذ والے حق میں صرف ایک اللہ عزوجل کے لیے مکمل طور پر اپنے آپ کو پیش کر دینے، اطاعت میں مکمل رب کائنات کے حق کو تسلیم کر لینے اور اتباع کے لیے صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا ھادی ورہنما اور قائد اعظم وامامِ اوّل مان لینے کا نام ''اسلامی عقیدۂ توحید ورسالت'' ہے۔ (عقیدہ میں یہ اصل پہلی اصل کا جزو لاینفک اور مکمل حصہ ہے۔ اس کے بغیر اسلامی عقیدہ نا تمام اور ادھورا ہے۔)

جب مذکور بالا عبارت کے مطابق اسلامی عقیدہ پر کسی قسم کی اپنی کوئی وضع کردہ

---

[1] کہ وہی اکیلا رب کبریاء تمام کی تمام مخلوقات کے ہر ہر جہان، ہر جہان کے ایک ایک فرد اور ہر فرد کے ایک ایک جزء کا بلا شرکتِ غیر، بغیر کسی ساجھی، شریک، حصے دار، معاون ومشیر کے تنہا پیدا کرنے والا، اکیلا ہی ایک ایک چیز کے ہر ہر حصے کا مالک، سب کائنات کے تمام جہانوں کا اکیلا ہی مدبر الامور، نگران ونگہبان، رازق ومشکل کشا اور معبودِ برحق ہے۔

[2] کہ تمام مخلوقات کی سب قلبی، لسانی، جسمانی اور مالی عبادات کا صرف ایک اللہ عزوجل ہی حق دار ہے۔ اس کی ذات اقدس کے علاوہ کسی اور کی، کسی بھی طرح سے عبادت کو جائز اور لائق ہرگز نہ سمجھنا اُلوہیت ہے۔

قید نہ لگائی جائے اور اسے یونہی مطلق رکھا جائے تو چاہیے کہ یہی اہل السنہ والجماعۃ، اہل الحدیث والقرآن کا عقیدہ ہے۔ اس لیے کہ یہی وہ اسلام ہے جسے اللہ رب العزت نے اپنے بندوں کے لیے بطورِ شریعت اور دین و دستور العمل کے طور پر پسند فرما رکھا ہے۔ انتہائی فضیلت والے پہلے قرون ثلاثہ یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین، تابعین و تبع تابعین عظام رحمہم اللہ جمیعًا کا عقیدہ بھی یہی تھا۔

اہل السنۃ والجماعۃ، اہل الحدیث والقرآن کے نزدیک اس عقیدۂ اسلامی کے لیے ہم معنی و مترادف الفاظ کچھ اور بھی ہیں جو اس کے مفہوم پر پوری پوری دلالت کرتے ہیں۔ جیسے کہ "التوحید، السنہ، أُصول الدین، الفقہ الاکبر، الشریعة اور الایمان۔" علم عقیدہ پر اہل السنہ والحدیث کے یہ سب سے زیادہ مشہور ''اطلاقات'' ہیں۔ جو اسلامی عقیدہ پر منطبق ہوتے ہیں۔

سلف کی تعریف:

لغوی معنی: زمانہ ماضی میں جو گزر چکا ہو اسے عربی میں: ''سَلَفَ الشَّیْءُ سَلَفًا '' کہتے ہیں۔ یعنی کوئی کام ہو چکا۔ کوئی چیز ماضی میں گزر چکی۔ اور ''اَلسَّلَف'' کا معنی ہے: ''اَلْجَمَاعَةُ الْمُتَقَدِّمُوْنَ '' گزرے ہوئے لوگوں کی جماعت۔ جیسے کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّ مَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ ۝ ﴾ (الزخرف: ٥٥، ٥٦)

''بیشک وہ نافرمان (شریر) لوگ تھے۔ جب انہوں نے غصہ دلایا تو ہم نے ان سے بدلا لیا اور ان سب کو (سمندر میں) ڈبو دیا۔ پھر ہم نے ان کو گئے گزرے کر دیا اور پچھلوں کے لیے عبرت بنا دیا۔''

یعنی ہم نے ان کو بعد میں آنے والوں کے لیے پیش رو اور نمونہ عبرت بنا دیا کہ

جو بھی ان کے نقش قدم پر چلے گا اس کا انجام بھی یہی ہوگا۔ یہاں موسیٰ علیہ السلام کے دور میں فرعون اور اس کی افواج کو سمندر میں غرق کرنے والا واقعہ۔ اس لیے بیان کیا تاکہ ان کے بعد آنے والے عبرت حاصل کریں اور دوسروں کو اس کی وعظ و نصیحت کرتے رہیں۔ اور ''السَّلَفُ'' کا معنی ہوتا ہے: تمھارے آباؤ اجداد اور تمھارے قرابت داروں میں سے وہ لوگ جو عمر اور فضیلت میں تم سے فوقیت والے تھے اور وہ دنیا سے گزر چکے ہیں۔ اسی لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور تابعین عظام رحمہم اللہ جمیعًا والی پہلی صدی ہجری کے لوگوں کو ''سلف صالحین'' کہا جاتا ہے۔

اصطلاحی معنی: عقیدہ کے موضوع پر لکھنے لکھانے اور پڑھانے والے علماء کرام کے نزدیک جب ''سَلَف'' کا لفظ مطلق طور پر بولا اور استعمال کیا جاتا ہے تو بلاشک وشبہ ان سب کی تعریفات صحابہ کرام کے گرد گھومتی ہیں۔ یعنی اس لفظ کا اطلاق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر ہوتا ہے یا پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ پر۔ یا حدیث میں مذکور فضیلت والے پہلے تینوں زمانوں کے اہلِ ایمان یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور تبع تابعین عظام رحمہم اللہ جمیعًا پر۔ کہ یہ لوگ امامت وفضیلت، سنت کی مکمل اتباع اور منہج سنت میں امامت واقتداء کے حقدار، اجماعِ امّت سے مصدّق آئمہ اعلام (دین حق کے صحیح نشان راہ) تھے۔ بدعات وخرافات سے اجتناب و حذر ان کی پہچان تھی۔ اور یہ وہ لوگ تھے کہ تمام امت اسلامیہ کے علماء عظام ان کی امامت اور دین حنیف میں ان کی عظمت شان پر متفق ہو چکے ہیں۔ اسی لیے صدر اول کے اہل ایمان کو ''سلف صالحین'' کہا جاتا ہے۔

اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی قدر ہے:

﴿وَ مَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُ الْهُدٰی وَ یَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتْ مَصِیْرًا۝۱۱۵﴾

(النساء:۱۱۵)

''اور جو کوئی سچی راہ کھل جانے کے بعد پھر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا خلاف کرے

اور مسلمانوں کے راستہ کے سوا کسی دوسرے راستے کی اتباع کرے تو ہم
اس کو اسی راہ پر چلنے دیں گے (اسی حال پر چھوڑ دیں گے) اور (آخرت میں)
اس کو دوزخ میں لے جا کر ڈال دیں گے اور وہ بری جگہ ہے جانے کی۔"

تو یہاں اس آیت کریمہ میں لفظ "اَلْمُؤْمِنِيْنَ" سے مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام ہیں رحمہم اللہ جمیعاً۔ دوسرے مقام پر یوں ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۱۰۰﴾

(التوبه:١٠٠)

"اور مہاجرین و انصار میں سے جن لوگوں نے اول ہجرت کی اور پہلے اسلام لائے اور جنھوں نے نیکی کے ساتھ ان کی پیروی کی، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے باغ تیار کر رکھے ہیں جن کے تلے نہریں پڑی بہ رہی ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔"

اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

((خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ)) [1]

"دنیا جہان کے تمام لوگوں سے بہتر میرے زمانہ کے لوگ ہیں (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین) پھر وہ لوگ ہیں جو ان سے متصل بعد آئیں گے۔ (تابعین عظام) اور پھر وہ لوگ ہوں گے جو ان سے متصل بعد آئیں گے۔ (تبع تابعین کرام رحمہم اللہ جمیعاً۔)"

[1] رواه البخاري، حديث نمبر ٢٦٥٢، صحيح مسلم حديث نمبر ٦٤٧٢.

سید الجنہ والبشر امام الانبیاء والرسل محمد رسول اللہ ﷺ، آپ کے اصحابِ اطہار واخیار اور احسان و اصلاح کے ذریعے ان کی اتباع کرنے والے تابعین و تبع تابعین کرام رحمہم اللہ جمیعاً ہی اس امت کے ''سلف صالحین'' ہیں۔ اور ہر وہ داعی الی اللہ شخص کہ جو اسی دین کی طرف دعوت دیتا ہو کہ جس منہج وطریق اور شریعت و اسلام کی طرف نبی ختم الرسل محمد رسول اللہ ﷺ نے، آپ ﷺ کے اصحاب اطہار و اخیار نے اور احسان و اصلاح کے ساتھ ان کی اتباع کرنے والوں نے دعوت دی تھی، خوب جان لیجئے کہ وہ آدمی سلف صالحین کے مکمل منہج وطریق پر ہے۔

اس ضمن میں زمانے کی تحدید شرط نہیں ہے۔ بلکہ اصل میں مذکور بالا سلف صالحین کے فہم پر عقیدہ و احکام اور مسائلِ فقہیہ میں کتاب وسنت (قرآن مجید اور صحیح احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کی موافقت ہی شرط اول و آخر ہے۔ چنانچہ ہر وہ شخص کہ جس کا قول عمل کتاب وسنت کے موافق ہے اس کا شمار سلف صالحین کے اتباع میں سے ہوگا، اگر چہ مکان و زمان کے اعتبار سے وہ سلف صالحین سے کتنا ہی دور کیوں نہ ہو۔ اور جو بھی شخص سلف صالحین کی مخالفت عملی یا قولی طور پر کرے وہ ہرگز ان میں سے نہیں ہے، اگر چہ ان کے درمیان ہی وہ کیوں نہ رہ رہا ہو۔ سلف صالحین مذکورین اعلاہ کے امام و رہنما صرف محمد رسول اللہ ﷺ تھے۔ جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی قدر ہے:

﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۗ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا ؗ سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ ۛۖۚ وَ مَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ ۛ۫ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا۠ ﴾ (الفتح:۲۹)

"محمد ﷺ اللہ کا پیغمبر ہے اور جو لوگ اس کے ساتھ ہیں (یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم) وہ کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں (ایک دوسرے پر) نہایت رحم دل ہوتے ہیں (اے دیکھنے والے) تو ان کو دیکھتا ہے (کبھی) وہ رکوع کر رہے ہیں (کبھی) سجدہ کر رہے ہیں۔ اللہ کے فضل اور اس کی رضا مندی کی فکر میں رہتے ہیں۔ ان کی نشانی ان کے چہروں پر موجود یعنی سجدے کی نشانی۔ یہ تو ان کا وصف تورات شریف میں بھی بیان ہوا ہے اور انجیل شریف میں ان کی مثال ایک کھیتی کی سی بیان کی گئی ہے کہ جس نے زمین سے اپنی سوئی (کونپل) نکالی (مولکہ یا پٹھا) پھر اس کو زوردار کیا، وہ موٹی ہو گئی۔ اب اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہو گئی اور کسانوں کو بھلی لگنے لگی۔ اللہ تعالیٰ نے اس لیے (کیا) کہ کافر ان کو دیکھ کر جلیں۔ ان لوگوں میں جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان سے اللہ تعالیٰ نے بخشش کا اور بڑے اجر کا وعدہ کیا ہے۔"

(اس آیت کریمہ کے پہلے جملہ "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ......" میں اللہ عزوجل نے بتلا دیا ہے کہ اس اُمّت کے قرآن وسنت پر چلنے والوں کے امام و قائد اعظم محمد رسول اللہ ہیں۔ (صلى الله عليه وبارَكَ وسَلَّمَ تسليمًا كثيرًا)

اللہ رب العالمین نے اپنے درج ذیل فرمان میں اپنی اور اپنے رسول محمد النبی الکریم ﷺ کی اطاعت کو ایک ساتھ جمع کر کے دونوں کو ملا دیا اور اس کی عظمت شان بھی بیان فرما دی ہے۔

﴿مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿٦٩﴾

ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ۚ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ﴾ (النساء:٦٩، ٧٠)

''اور جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول کا کہا مانیں وہ (جنت میں) ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ نے سرفراز فرمایا ہے۔ یعنی اللہ کے پیغمبر، صِدّیق، شہید اور نیکوں کے ساتھ اور ان لوگوں کا ساتھ اچھا ساتھ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے (کہ اطاعت کرنے والوں کو بھی بڑے درجے والوں کے ساتھ رکھے گا) اور اللہ تعالیٰ کافی ہے سب کچھ جاننے والا۔'' [1]

دوسرے مقام پر اللہ رب کبریاء نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

---

[1] ''صدّیق'' صدق سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ یعنی جو جملہ امور دین کی تصدیق کرنے والا ہو اور کبھی کسی معاملہ میں خلجان اور شک اس کے دل میں پیدا نہ ہو۔ یا وہ جو رسول اللہ ﷺ کی تصدیق میں سبقت کرنے کی وجہ سے دوسروں کے لیے اسوہ بنے۔ اس اعتبار سے اس امت کے صدیق حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہی ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ دوسرے افاضل صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے نمونہ بنے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اول مسلمانوں میں شمار ہوتے ہیں مگر چھوٹے بچے ہونے کی وجہ سے دوسروں کے لیے نمونہ نہیں بن سکے۔ چونکہ نبی کے بعد صدیق کا درجہ ہے اس لیے علماء اہل سنت کا اجماع ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے بعد سب سے افضل ہیں۔ شہداء...... شہید کی جمع ہے۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جان دی۔ امت محمدی ﷺ کو بھی شہداء ہونے کا شرف حاصل ہے اور صالحین سے مراد وہ لوگ ہیں جو عقیدہ وعمل کے اعتبار سے ہر قسم کے فساد سے محفوظ رہے۔ (فخر الدین رازی) مجموعہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دل میں اشتیاق پیدا ہوا کہ جنت میں آنحضرت ﷺ کی رفاقت حاصل ہو جائے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ صحیح مسلم میں ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے آنحضرت سے درخواست کی کہ جنت میں آپ ﷺ کا ساتھ نصیب ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کثرت سجود (کثرت نوافل) سے میری مدد کرو۔ ترمذی کی ایک حدیث میں ہے: ((اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْاَمِيْنُ مَعَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ)) ...... امانت دار اور سچ بولنے والا تاجر قیامت کے دن انبیاء، صدیقین اور شہدا کے ساتھ ہوگا۔ (ابن کثیر۔ رازی)

﴿ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۝ ﴾ (النساء:۸۰)

”جو رسول اللہ ﷺ کی فرمانبرداری کرے گا بے شک اس نے اللہ تعالیٰ کا کہا مانا اور جو کوئی نہ مانے تو ہم نے تجھ کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔“

ایک اور مقام پر اللہ عزوجل نے نہایت واضح الفاظ میں بیان فرمایا اور اس بات کی خبر دے دی کہ اس کے حبیب وخلیل نبی محمد رسول اللہ ﷺ کی اطاعت نہ کرنا آدمی کے تمام اعمال کو باطل اور ضائع کر دیتا ہے۔ (یعنی نبی کریم ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری کے بغیر کسی عمل کا کچھ فائدہ نہیں بلکہ اُلٹا گناہ ہوگا اور جان بوجھ کر سنت کی مخالفت کرنے پر آدمی کو اللہ تعالیٰ کے ہاں سزا ملے گی۔) چنانچہ فرمایا:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ۝ ﴾ (محمد:۳۳)

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ تعالیٰ کا حکم مانو اور پیغمبر (محمد رسول اللہ ﷺ) کا حکم مانو اور (ان کا خلاف کر کے) اپنے (نیک) کام ملیا میٹ نہ کرو۔“

اور اپنے درج ذیل فرمان میں اللہ ذوالجلال والاکرام نے ہمیں اپنے حبیب و خلیل نبی محمد رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے۔

﴿ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۠ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ ﴾ (النساء:۱٤)

”اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی حدوں سے بڑھ جائے تو اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ میں لے جائے گا۔ وہ ہمیشہ اس میں رہے گا اور ذلت کی مار کھائے گا۔“

اللہ عزوجل نے ہمیں اس بات کا حکم فرمایا ہے کہ جس بات اور جس عمل کا حکم رسول اللہ ﷺ ہمیں دیں وہ ہم کریں اور یہ کہ ہر اس بات اور عمل کو ہم چھوڑ دیں جس سے آپ ہمیں منع فرمائیں۔ چنانچہ فرمایا:

﴿ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۷ ﴾ (الحشر:٧)

''اور (ہمارا) پیغمبر جو کچھ تمہیں (اوامر واحکام میں سے) دے وہ لے لو اور جس سے تمہیں روک دے، تو رک جاؤ اور اللہ سے ڈرو، یقیناً اللہ تعالیٰ بہت سخت سزا دینے والا ہے۔''

ہمیں اللہ رب العالمین نے اس بات کا حکم بھی فرمایا ہے کہ ہم اپنی زندگی کے تمام کے تمام معاملات میں رسول اللہ ﷺ کو اپنا فیصلہ کرنے والا تسلیم کریں اور یہ کہ ہم ہر بات میں آپ ﷺ کے حکم کی طرف رجوع کریں۔'' چنانچہ فرمایا:

﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝۶۵ ﴾

(النساء:٦٥)

''(اے پیغمبر) تیرے پروردگار کی قسم (اللہ تعالیٰ خود اپنی قسم کھاتا ہے) وہ مومن نہ ہوں گے جب تک اپنے جھگڑوں کا فیصلہ تجھ سے نہ کرائیں۔ پھر تیرے فیصلے سے ان کے دلوں میں کچھ اداسی نہ ہو اور (خوشی خوشی) مان کر منظور کر لیں۔''

اللہ رب کبریاء نے ہمیں اس بات سے بھی مطلع فرمایا ہے کہ اس کے حبیب و خلیل نبی محمد رسول اللہ ﷺ ہمارے لیے (زندگی کے جمیع معاملات میں) مکمل اور بہترین

نمونہ (اُسوہ حسنہ) اور قابل اتباع صالح پیشوا ہیں۔ آپ ایسے بے مثل آئیڈیل ہیں کہ جن کی اتباع واقتداء ہم پر واجب ہے۔ چنانچہ اللہ رب العالمین ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا ﴾ (الاحزاب:۲۱)

(مسلمانو) بلاشک وشبہ یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول میں ہمیشہ سے اچھا نمونہ ہے ہر اس شخص کے لیے جو اللہ تعالیٰ اور پچھلے دن (قیامت) سے ڈرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرتے ہیں۔"

اسی طرح اللہ کریم نے اپنے درج ذیل فرمان میں اپنی رضا کو اپنے حبیب وخلیل پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ کی رضا کے ساتھ ملا دیا ہے۔ (یعنی مسلمانوں کے لیے دنیا و آخرت دونوں جہانوں میں کامیابی کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ دونوں کی خوشی ورضا حاصل کرنا ضروری ہے۔) چنانچہ فرمایا:

﴿ يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ لِيُرْضُوكُمْ وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَقُّ أَن يُرْضُوهُ إِن كَانُوا مُؤْمِنِينَ ﴾ (التوبہ:٦٢)

"(مسلمانو) یہ لوگ تم کو راضی کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھاتے ہیں۔ اور اگر ان میں ایمان ہوتا تو (پہلے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو راضی کرتے) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو راضی کرنا زیادہ ضروری تھا۔" [1]

ایک مقام پر رب العزت نے اپنے محبوب نبی محمد رسول اللہ ﷺ کی اتباع کو اپنی محبت کی علامت قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿ قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ﴾

[1] منافقین اپنی خلوتوں اور تنہائیوں میں مسلمانوں اور نبی مکرم ﷺ پر پھبتیاں کستے۔ مسلمانوں کو یا نبی کریم ﷺ کو اگر کبھی ان کی اطلاع ہو جاتی تو وہ قسمیں کھا کھا کر مسلمانوں کو راضی کرنے کی کوشش کرتے، اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی پروانہ کرتے۔ منافقین کی اسی حرکت کا اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے۔

وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٣١﴾ (آل عمران:۳۱)

''(اے پیغمبر) کہہ دے! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری راہ پر چلو۔ اللہ تعالیٰ بھی تم سے محبت رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اللہ تعالیٰ بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔''

اس لیے سلف صالحین کے نزدیک تنازع کے وقت مرجع ومصدر اول وآخر صرف اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن مجید) اور اس کے رسول ﷺ کی سنت ہوا کرتے تھے۔ اور اسی بات کا حکم اللہ رب العالمین نے ہمیں بھی فرمایا ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿٥٩﴾

(النساء: ۵۹)

''مسلمانو! اللہ تعالیٰ کا حکم مانو اور اس کے رسول کا حکم مانو اور ان کا بھی جو تم میں سے حکم دینے والے ہوں۔ پھر اگر تم (اور حاکم وقت) کسی بات میں جھگڑ پڑو تو اس کو اللہ تعالیٰ اور رسول کی طرف رجوع کرو اگر تم کو اللہ اور پچھلے دن پر ایمان ہے۔ یہ (تمھارے حق میں) بہتر ہے اور اس کا انجام بہت اچھا ہے۔''

اور نبی مکرم ﷺ کے بعد سب سے افضل سلف صالحین کے اصحاب اطہار واختیار رضی اللہ عنہم اجمعین تھے کہ جنھوں نے دین حنیف آپ ﷺ سے نہایت صدق وصفا اور اخلاص کے ساتھ سیکھا اور اس پر پورا پورا عمل کیا تھا۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں ان کا یہ وصف یوں بیان فرمایا ہے:

﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ ۫ وَ مَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴿٢٣﴾ (الاحزاب: ۲۳)

''انہی مسلمانوں میں کچھ مرد تو ایسے ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ سے جو اقرار کیا تھا اس میں سچے اترے۔ ان میں سے بعض تو اپنا کام پورا کر چکے (یا اپنی منت پوری کر چکے) اور بعض (ابھی) راہ دیکھ رہے ہیں۔ اور ان لوگوں نے (اپنے اقرار کو) ذرا نہیں بدلا۔'' ❶

اور پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بعد پہلے تینوں قرون مفضلہ میں سے تابعین عظام رحمہم اللہ جمیعًا تھے کہ جن کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ((خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ .))...... ''تمام لوگوں میں سب سے بہتر لوگ میرے زمانہ کے لوگ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) ہیں۔ پھر وہ لوگ (صحابہ کے بعد تمام لوگوں میں) سب سے بہتر ہیں جو ان سے متصل زمانہ کے لوگ (تابعین کرام) ہوں گے۔ پھر وہ لوگ (تابعین رحمہم اللہ وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد تمام لوگوں میں) سب سے بہتر ہیں جو ان سے متصل زمانہ کے لوگ (تبع تابعین رحمہم اللہ) ہوں گے۔'' ❷

---

❶ اس اقرار سے مراد وہ اقرار ہے جو مدینہ منورہ کے انصار رضی اللہ عنہم نے ''لیلہ عقبہ'' میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا۔ اور وہ یہ تھا کہ آخر دم تک وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت و مدافعت میں اپنی جانیں تک قربان کر دیں گے۔ یا اس سے مراد بعض ان لوگوں کا عہد ہے جو کسی وجہ سے غزوہ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے اور انھوں نے عہد کیا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے انھیں آزمائش کا موقع دیا تو وہ کسی دوسرے معرکہ میں ثابت قدم رہیں گے اور پیٹھ نہیں دکھائیں گے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے چچا انس بن نضر رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے۔ اس کا انھیں بڑا رنج ہوا۔ کہنے لگے کہ اب اگر کوئی جنگ ہوئی تو اللہ دیکھے گا کہ میں کیا کرتا ہوں۔ چنانچہ غزوۂ احد میں شریک ہوئے اور پھر لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ ان کے بدن پر تلوار، تیر اور نیزے کے اسی سے زیادہ زخم پائے گئے تھے۔ ان کی بہن ربیع بن نضر رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں اپنے بھائی کو صرف ان انگلیوں کے پوروں سے پہچان سکی تھی۔ یہ آیت ان کے اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ (ابن کثیر)

❷ صحیح البخاری، حدیث ۲۶۵۲ و صحیح مسلم حدیث ٦٤٧٢.

اس لیے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین عظام رحمہم اللہ جمیعًا باقی سب لوگوں کی نسبت اتباع کے زیادہ حق دار ہیں۔ ان کا یہ حق ان کے ایمان میں ان کی مکمل سچائی اور اپنی عبادت میں ان کے اخلاص کی وجہ سے ہے۔ یہی لوگ عقیدۂ سلیمہ اور توحید خالص کے سخت پہرے دار اور قولاً، عملاً شریعت مطہرہ پر عمل کرنے والے اس کے مکمل حمایتی تھے۔ اسی لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو اپنے دین کی نشر واشاعت اور اپنے نبی مکرم (ﷺ) کی سنت کی تبلیغ کے لیے منتخب فرمالیا تھا۔ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((...... وَإِنَّ بَنِی إِسرَائیل تَفَرَّقتْ عَلَىٰ ثِنتَینِ وَسَبْعِینَ مِلَّةً، وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِی عَلَىٰ ثَلاثٍ وَسَبْعِینَ مِلَّةً، کُلُّهُمْ فِی النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً)) قال۔ أی عَبْدُاللّٰهِ بنُ عَمْرٍو رَاوی الحدیثِ: مَنْ هِیَ یَا رَسُولَ اللّٰه؟ قال: ((مَا أَنَا عَلَیْهِ وَأَصْحَابِی)) [1]

"بلاشبہ بنو اسرائیل بہتر (72) فرقوں میں تقسیم ہو گئے جبکہ میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ ایک جماعت کے سوا باقی سب فرقے جہنم میں جائیں گے۔" راویٔ حدیث جناب عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ کن لوگوں کی جماعت ہو گی؟ فرمایا: "یہ اس منہج وصراط مستقیم والے لوگ ہوں گے جس پر آج میں اور میرے اصحاب ہیں، رضی اللہ عنہم اجمعین۔"

اور ہر وہ مومن ومسلمان آدمی کہ جس نے سلف صالحین کی اقتداء کی اور وہ انہیں کے نہج پر چلتا رہا، ہر دور کے ایسے ہر شخص کو ان سلف صالحین کی طرف نسبت کی وجہ سے "سلفی" کہا جاتا ہے۔ اس کی یہ نسبت اس کے اور ان لوگوں کے درمیان فرق

---

[1] رواه الترمذی، کتاب الایمان حدیث ٢٦٤١ . الدارمی

کرنے کی وجہ سے ہوتی ہے جو سلف صالحین کی مخالفت کرتے ہیں اور ان کے علاوہ دوسروں کے راستوں کی پیروی کرتے ہیں۔

اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی قدر ہے:

''اور جو کوئی سچی راہ کھل جانے کے بعد کہ اس پر ہدایت خوب واضح ہو چکی، رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرے اور مسلمانوں کے رستہ کے سوا کوئی دوسرا راستہ اختیار کرے ہم اس کو اسی راہ پر چلنے دیں گے (اسی حال پر چھوڑ دیں گے) اور (آخرت میں) اس کو دوزخ میں لے جا کر ڈال دیں گے اور وہ بری جگہ ہے واپس پلٹ کر جانے کی۔'' (النساء:۱۱۵ آیت کریمہ پیچھے گزر چکی ہے۔)

ہر مسلمان آدمی کے لیے صرف یہی بات بہت بڑی وسعت وسعادت والی ہے کہ وہ اپنی نسبت ان سلف صالحین (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتابعین عظام رحمہم اللہ علیہم اجمعین) کی طرف کرتے ہوئے اس پر فخر کرے۔ (یعنی فخر کے لیے گنجائش والے معاملات میں سے یہ انتساب بہت اعلیٰ ہے۔) اور ''السّلفیۃ'' کا لفظ سلف صالحین کے طریقہ پر دین اسلام کے سیکھنے، اس کا فہم حاصل کرنے اور مسائل میں آیات واحادیث کی تطبیق دینے کے لیے حاصل کردہ علم کا نام معروف ہو گیا ہے۔ اس لیے بلاشبہ ''سلفیۃ'' کے مفہوم کا اطلاق صرف کتاب اللہ العزیز اور جو بھی علم وعمل نبی مکرم ﷺ کی سنت سے ثابت ہو، ان دنوں (اُصول شریعت) پر سلف صالحین کے فہمِ کامل کے عین مطابق پورے کا پورا التزام وعمل کرنے والوں پر ہوتا ہے۔

اہل السنۃ والجماعۃ کی تعریف:

السنہ کا لغوی معنیٰ: کلمہ ''اَلسُّنَّہ'' باب ضَرَبَ یَضرِبُ ، سَنَّ یَسِنُّ اور باب نَصَرَ یَنصُرُ : سَنَّ یَسُنُّ سَنًّا سے مشتق ہے۔ اور اسی سے لفظ

''مسنون'' ہے۔ اور جب کہیں گے: سَنَّ الْاَمْرَ ...... تو اس کا مطلب ہوگا: بَیَّنَهٗ ...... اس نے معاملہ کو وضاحت سے بیان کر دیا۔

اور ''السُّنَّه'' کا معنی طریقہ اور سیرت بھی ہوتا ہے۔ چاہے یہ طریقہ قابل ستائش ہو یا قابلِ مذمت۔ اس کی مثال نبی مکرم ﷺ کے درج ذیل فرامین میں موجود ہے۔

۱...... سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَتَتَّبِعَنَّ سُنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ)) [1]

''تم لوگ بالشت برابر بالشت کے اور ہاتھ برابر ہاتھ کے ان کے طریقوں پر ضرور چلو گے جو تم سے پہلے تھے۔'' (یعنی دینی اور دنیاوی دونوں معاملات میں یہود و نصاریٰ کے طریقوں پر)

۲...... سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی معظم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ، مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْءٌ، وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً ......)) [2]

'جس نے اسلام میں آ کر نیک بات (یعنی کتاب و سنت کی بات) جاری کی (بات سے مراد طریقہ و عمل ہے) تو اس کے لیے اپنے عمل کا بھی ثواب ہے اور جو لوگ اس کے بعد (اس کی دیکھا دیکھی) یہ مسنون عمل کریں گے اُسے ان کا بھی ثواب ملے گا۔ بغیر اس کے کہ ان لوگوں کا کچھ اجر و ثواب کم ہو۔ اور جس نے اسلام میں آ کر کوئی برا طریقہ ایجاد کیا (کسی بدعت کی بنیاد ڈالی کہ جس سے قرآن و سنت نے منع کیا ہو یا اس کے مدمقابل قرآن و سنت میں

[1] رواہ البخاری حدیث ٣٤٥٦ و مسلم حدیث ٦٧٨١.

[2] رواہ مسلم: ٢٣٥١

پہلے سے عمل وحکم موجود ہو......) تو اس کے اوپر اس کے اپنے عمل کا بھی بوجھ ہوگا اور ان لوگوں کے عمل کا بھی جو اس کے بعد اس بدعت پر عمل پیرا ہوں گے......"

تو یہاں دونوں احادیث میں "سُنَّةٌ" سے مراد "سیرت اور طریقہ" ہے۔ [1]

السّنّہ کا اصطلاحی معنیٰ: سُنّہ کا اصطلاحی معنیٰ یہ ہے کہ: صراط مستقیم والا ہدایت کا وہ راستہ کہ جس پر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پوری زندگی نہایت پختہ علم وعقیدہ، یقین محکم اور ٹھوس قول وعمل کے ذریعے عمل پیرا رہے۔ اور یہ کہ کسی صحابی نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے کوئی عمل کیا اور آپ ﷺ نے خاموشی اختیار کر کے اُس کے عمل کی تصدیق فرمادی تھی تو یہ بھی سنت ہی شمار ہوتی ہے۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ کے عبادات واعتقادات والے طریقوں پر بھی لفظ "سنت" کا اِطلاق ہوتا ہے۔ اور "سنت" والی اصطلاح کے مدمقابل عمل پر "بدعت" کا کلمہ بولا جاتا ہے۔ اصطلاحاً لفظ سنت کے معانی کی وضاحت کے لیے درج ذیل حدیث کا مطالعہ کیجیے:

سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

((فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسَيَرَىٰ اخْتِلَافًا كَثِيرًا، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ)) [2]

"اور تم میں سے جو میرے بعد زندہ رہے گا بلاشبہ وہ (اُمت میں) بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا۔ پس اس وقت تم پر میری سنت (میرے طریقہ ومنہج اور میری سیرت) کو عملاً مضبوطی سے تھامے رکھنا لازم ہے اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے طریقہ ومنہج کو بھی۔ (بالالتزام تھامے رکھنا۔)"

---

[1] تفصیلی معانی کے لیے: لسان العرب، مختار الصحاح، القاموس المحیط اور القاموس الوحید میں مادہ "سنن" دیکھ لیجیے۔

[2] صحیح سنن ابی داؤد، للالبانی، حدیث نمبر ٤٦٠٧، والترمذی / حدیث نمبر ٢٦٧٦.

الجماعۃ کا لغوی معنیٰ: الجماعۃ کا کلمہ "الجمع" سے ماخوذ ہے اور اس کا معنیٰ ہوتا ہے: بعض کو بعض کے ساتھ ملاتے ہوئے ایک چیز کو کسی دوسری چیز میں ضم کرنا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے: جَمَعْتُہٗ ؛ فَاجْتَمَعَ ...... میں نے اُسے (کسی جنس یا عدد کو) جمع کیا اور وہ اکٹھا ہوگیا۔ (یعنی یکجا اور جمع ہوگیا۔) لفظ "الجماعۃ" ......الاجتماع سے بھی مشتق ہے۔ اور یہ لفظ اس اشتقاق سے "تفرّق اور فِرقہ" کی ضد ہوتا ہے۔ لوگوں کی بہت بڑی تعداد کو: "الجماعۃ" کہا جاتا ہے۔ اور یہ لفظ: لوگوں کی ایک بہت بڑی جماعت پر بھی بولا جاتا ہے (یعنی طائفۃٌ مِنَ النَّاس پر) کہ جنھیں ایک غرض و غایت نے اکٹھا کر دیا ہو۔

اَلْجَمَاعَۃُ ...... کی ایک تعریف یوں بھی ہے: "یہ وہ قوم ہوتی ہے کہ جس میں لوگ کسی ایک معاملہ پر جمع، اکٹھے ہوگئے ہوں۔" [1]

الجماعۃ کا اصطلاحی معنیٰ: لفظ "الجماعۃ" کا اصطلاحی معنیٰ ہوتا ہے: "اہل اسلام کی جماعت"۔ اور "المسلمین ......اہل ایمان و اسلام" سے مراد اُمت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والصلوٰۃ والسلام کے قرون مفضلہ والے اول صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین، پھر تابعین عظام اور ان کے بعد احسان و اصلاح کے ساتھ تا قیامت ان کی راہ پر چلنے والے آئمہ و علماء کرام رحمہم اللہ جمیعًا سلف صالحین کی جماعت اخیار و اطہار کہ جو صرف کتاب اللہ العزیز اور سنت رسول اللہ الکریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی مجتمع تھے۔ اور یہ لوگ ظاہری طور پر بھی اُسی صراط مستقیم پر گامزن رہے کہ جس طریق و منہج کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عملاً اختیار فرمایا تھا اور باطنی طور پر بھی۔

اللہ رب العالمین نے اپنے مومن بندوں کو اسی مذکور بالا جماعت کے ساتھ منسلک رہنے، باہم متحد رہنے اور نیکی، خیر، بھلائی میں ایک دوسرے کے مکمل معاون و

---

[1] (تفصیل کے لیے: لسان العرب، مختار الصحاح، القاموس المحیط اور القاموس الوحید میں مادہ "جمع" دیکھ لیں۔)

مددگار بن کر رہنے، کا حکم بھی فرمایا ہے اور اس کی اُنھیں ترغیب بھی دلائی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اُنھیں، رب ذوالجلال والاکرام نے جماعت سے جدا ہو کر فرقہ بندی اختیار کرنے، باہم اختلاف اور ایک دوسرے سے خوب جھگڑنے اور خون خرابے سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ اللہ کا ارشاد گرامی قدر ہے:

﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾ (آل عمران:۱۰۳)

''اور اے مسلمانو! سب مل کر اللہ کی رسی (اس کے دین: جماعۃ المسلمین المومنین من اخیار الامۃ یا قرآن و سنت) کو مضبوطی سے تھامے رہو اور باہم متفرق نہ ہو جاؤ۔ (پھوٹ نہ کرو اور نہ پھوٹ ڈالو۔)''

دوسرے مقام پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے یوں حکم فرمایا ہے:

﴿وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ لَھُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝١٠٥﴾ (آل عمران:۱۰۵)

''اور ان لوگوں کی طرح مت ہو جاؤ جو پھوٹ ڈال کر الگ الگ ہو گئے اور صاف صاف حکم آنے کے بعد اختلاف کرنے لگے۔ یہی لوگ ہیں جن کو (آخرت میں) بڑا عذاب ہوگا۔'' [1]

سیدنا معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] اس آیت میں جس اختلاف کی مذمت ہے اس سے وہ اختلاف مراد ہے جو کتاب وسنت کے نصوص کو چھوڑ کر اختیار کیا جائے۔ عام اس سے کہ اصولی ہو یا فروعی ورنہ اجتہادی مسائل میں اختلاف کی گنجائش چلی آئی ہے۔ بشرطیکہ تعصب سے ہٹ کر اجتہاد کیا جائے اور اجتہادی مسائل پر عمل کرنے میں جمود نہ ہو۔ بلکہ جس امام کا فتویٰ اقرب الی الکتاب والسنۃ ہو اسی پر عمل کر لیا جائے۔ الغرض اجتہادی مسائل میں بھی تقلید شخصی کی گنجائش نہیں۔ ''اَلَّذِیْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا'' سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں۔ پھر اس امت کے اہل بدعت کے تمام فرقے بھی اس میں داخل ہیں جو اختلاف وتفریق میں یہود کی روش پر چل رہے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے: پہلی اُمتوں کے بہتر فرقے ہو گئے جبکہ میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ فرمایا: سب دوزخی ہیں مگر ایک فرقہ جو مَا اَنَا عَلَیْهِ وَاَصْحَابِیْ پر عمل پیرا رہے گا۔

((وَإِنَّ هَـذِهِ الْمِلَّةُ سَتَفْتَرِقُ عَلَىٰ ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ ، ثِنْتَانِ وَسَبْعُونَ فِي النَّارِ وَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ ، وَهِيَ: الْجَمَاعَةُ)) ❶

''اور بلاشبہ ملت اسلامیہ تہتر (73) فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ ان میں سے بہتر (72) فرقے جہنم میں جائیں گے اور ایک جنت میں جائے گا۔ یہی فرقہ ''الجماعۃ'' ہوگی۔''

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ ، وَإِيَّاكُمْ وَالْفُرْقَةَ ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ مَعَ الْوَاحِدِ ، وَهُوَ مِنَ الْإِثْنَيْنِ أَبْعَدُ ، وَمَنْ أَرَادَ بُحْبُوحَةَ الْجَنَّةِ ، فَلْيَلْزَمِ الْجَمَاعَةَ)) ❷

''مسلمانو! جماعت المسلمین المومنین من اخیار ہذہ الامۃ کو لازم پکڑے رہو اور جدا جدا، فرقہ فرقہ ہونے سے بچ جانا۔ اس لیے کہ بلاشبہ شیطان تنہا آدمی کے ساتھ (زیادہ) ہوتا ہے۔ جبکہ (ایک کی نسبت) دو آدمیوں سے زیادہ دور ہوتا ہے۔ اور جو مسلمان، مومن آدمی جنت کی خوشبو حاصل کرنا چاہتا ہو اُسے چاہیے کہ وہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام و تابعین اور تبع تابعین و آئمہ سلف صالحین والی) جماعت کے ساتھ منسلک رہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''اَلْجَمَاعَةُ مَاوَافَقَ الْحَقَّ وَإِنْ كُنْتَ وَحْدَكَ '' جماعت المسلمین والمومنین (من اخیار ہذہ الامہ) سے مراد وہ لوگ ہیں جو دین حق کی موافقت کریں۔ اگرچہ (اس راہ میں) تم اکیلے کیوں نہ ہو۔ ❸

---

❶ صحيح سنن أبي داود ، للألباني ، حديث ٤٥٩٧ وهو حسن .

❷ رواه الامام أحمد في : ((مسنده))/٥ ، ٣٧٠ ، ١،٣٧١/٤٦؛ وصححه الالباني في ((السنة)) لا بن ابي عاصم والجامع للترمذي / كتاب الفتن / باب ماجاء في لزوم الجماعة/ حديث نمبر ٢١٦٥ واللفظ له.

❸ اخرجه اللالكائي في: شرح أصول اعتقاد أهل السُّنّة والجماعة.

اہل السنۃ والجماعۃ : پس اہل السنۃ والجماعۃ سے مراد وہ لوگ ہیں جو: نبی مکرم ﷺ کی سنت کو عملاً مضبوطی سے تھامنے والے ہوں اور وہ عقیدۂ توحید خالص اور قول وعمل میں صحابہ کرام وتابعین عظام رضی اللہ عنہم اجمعین ومن تبعھم باحسان الی یوم الدین رحمہم اللہ اجمعین کے راستے پر چلنے والے ہوں۔ اور یہ ''اہل السنہ والجماعۃ'' والے سلفی اہل الحدیث وہ لوگ ہوتے ہیں جو اتباع محمدی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام پر استقامت و استقلال سے چلنے والے اور بدعات وخرافات کی راہ سے الگ تھلگ رہنے والے ہوں۔ اس جماعۃ اہل السنہ والحدیث کے لوگ ہر دور میں باقی، حق کے ساتھ غالب اور قیامت تک اللہ عزوجل کے مدد یافتہ لوگ ہوتے ہیں۔ چنانچہ ان لوگوں کی اتباع اور ان سے مل کر رہنا سیدھی راہ ہدایت اور ان کا خلاف کرنا گمراہی ہے۔

''اہل السنۃ والجماعۃ اہل الحدیث سلفی حضرات'' درج ذیل خصوصیات وصفات عالیہ کے ساتھ دوسرے گمراہ (اور جہنمی بہتر) فرقوں سے الگ اپنی پہچان رکھتے ہیں اور انہی نشانیوں کے ساتھ وہ باقی اُمت سے اپنی ایک ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔

۱...... (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتابعین عظام رحمہم اللہ جمیعًا اور ان کے بعد والے تمام احسان واصلاح کے ذریعے ان حضرات کی راہ مستقیم پر گامزن آئمہ وعلماء عظام رحمہم اللہ کے منہج وطریق پر گامزن ان اہل السنہ والجماعۃ اہل الحدیث سلفی لوگوں کی پہلی نشانی یہ ہے کہ)......وہ افراط وتفریط اور غلو وجفاء (بالکل الگ ہو جانے) کے مابین انتہائی درمیانی اور اعتدال کی راہ کو اختیار کرنے والے ہوتے ہیں، چاہے عقیدہ کے باب میں معاملہ ہو یا احکام کے اُمور ہوں یا کوئی فقہی مسلک اختیار کرنے والا معاملہ ہو۔ یہ اہل السنہ والجماعۃ اہل الحدیث اُمت کے تمام فرقوں میں سے درمیان والی راہ کو اختیار کرتے ہیں۔ جیسا کہ تمام ملتوں کے درمیان اُمّت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو اُمت وسط (قرآن میں) بیان کیا گیا ہے۔ [1]

---

[1] البقرۃ: ۱۴۳.

۲......دین کے مسائل سیکھنے میں وہ صرف قرآن وسنت کو اساس بنانے پر اکتفاء کرتے ہیں۔ ان دونوں (اُصول شریعت) کو ہی اہمیت دے کر وہ ان کے نصوص کو تسلیم کرتے ہیں۔ اور سلف صالحین کے منہج والے تقاضے پورے کرتے ہوئے وہ قرآن وسنت کا فہم حاصل کرتے ہیں۔

۳......اہل السنہ والجماعۃ اہل الحدیث سلفی لوگوں کا محمد رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کوئی دوسرا امام اعظم و قائد اعظم نہیں ہوتا کہ جس کی ہر ہر بات کو یہ من وعن قبول وتسلیم کر کے اسے واجب الاتباع مانتے ہوں اور جس کی وہ امام مخالفت کرے اُسے وہ چھوڑ دیتے ہوں۔ یہ اہل السنہ والجماعۃ سلفی حضرات باقی تمام لوگوں سے زیادہ نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کے سیرت طیبہ و طاہرہ والے حالات اور آپ ﷺ کے فرامین واعمال اور افعال مطہرہ کو سب سے زیادہ جاننے والے ہوتے ہیں۔ اس لیے یہ حضرات اُمت کے تمام لوگوں سے زیادہ سنت مطہرہ سے سخت محبت کرنے والے ہوتے ہیں۔ سنت کی اتباع پر بہت زیادہ حریص ہوتے ہیں اور سنت پر شدت سے عمل کرنے والوں کے ساتھ دوستی اور محبت میں دوسروں سے بڑھ کر ہوتے ہیں۔

۴......دین حنیف کے بارے میں جھگڑوں سے وہ مکمل طور پر بچتے اور اس طرح کے جھگڑالو لوگوں سے علیحدگی اختیار کرنے والے ہوتے ہیں۔ حلال وحرام کے مسائل میں وہ جدال پیدا کرنے اور اپنی رائے قائم کرنے سے الگ تھلگ رہتے ہیں۔ دین اسلام میں وہ پورے کے پورے داخل ہوتے ہیں۔

۵......ان اہل السنۃ والجماعۃ اہل الحدیث سلفی لوگوں کی ایک اور پہچان...... تمام سلف صالحین کی اکرام وتعظیم ہوتی ہے۔ ان کا یہ اعتقاد ہوتا ہے کہ سلف صالحین کا طریقہ دوسروں کی نسبت خطاؤں سے زیادہ بچا ہوا، صحیح سالم، زیادہ علم والا اور

زیادہ حکمت و دانائی والے اوصاف کے ساتھ مستحکم ہوتا ہے۔

۶...... یہ سلفی اہل السنۃ والجماعۃ اللہ عزوجل کی صفات کے بارے میں تاویل کرنے اور آیات واحادیث صحیحہ کے غلط معانی ومفاہیم کو بیان کرنے کا سختی سے انکار کرتے ہیں۔ یہ لوگ شریعت مطہرہ کے مکمل طور پر فرمانبردار ہوتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ عقل پر آیات واحادیث صحیحہ کے نصوص کی نقل کو مقدم جانتے ہیں۔ یعنی جہاں کوئی آیت کریمہ یا صحیح حدیث آگئی وہاں کسی قسم کی تاویل اور جعلی فقہ کی کوئی گنجائش نہیں مانتے۔ عقل (یعنی تفقہ فی الدین اور تمام علوم ومعارف) کو قرآن وسنت کے نصوص شریعہ کے تابع کر دیتے ہیں۔

۷...... کسی ایک مسئلہ میں وارد ایک سے زیادہ نصوص کے درمیان یہ اہل السنہ سلفی حضرات جمع وتطبیق سے کام لیتے اور متشابہ آیات واحادیث اور مسائل کو محکم آیات واحادیث پر پیش کرتے ہیں۔

۸...... یہ لوگ ان صالحین کے لیے قدوہ اور نمونہ ہوا کرتے ہیں جو راہ حق کی طرف رہنمائی چاہیں اور صراط مستقیم کے لیے رہنمائی کے طلبگار ہوں۔ یہ مرتبہ ومقام اہل السنۃ والجماعۃ اہل الحدیث سلفی لوگ (۱) حق پر اپنی ثابت قدمی (۲) عقیدۂ توحید خالص کے تمام اُمور کے ساتھ ان کی مکمل موافقت اور اعتقادی اُمور میں عدم مداخلت (۳) علم اور عمل وعبادت کے درمیان تطبیق دینے (یعنی جو کچھ قرآن وسنت سے سیکھتے ہیں اُسی پر عمل کرتے ہیں) (۴) اسی طرح اللہ عزوجل پر مکمل توکل اور اسباب کے حصول واخذ کے درمیان تطبیق دینے، (۵) حلال اور جائز وسائل کے ذریعے دنیاوی اُمور میں کوئی حد مقرر کیے بغیر وسعت دینے اور دنیا کے بارے زہد وورع اختیار کرنے کے مابین بھی تطبیق دینے، (۶) اللہ کے خوف، ر، اُمید، اللہ کے لیے محبت اور اللہ کے لیے بغض وعناد کے مابین بھی تطبیق دینے،

(۷) اہل ایمان و اسلام کے لیے نہایت نرمی و رحم دلی اور کافروں پر مکمل شدت اور غصہ کے درمیان بھی جمع و تطبیق دینے اور (۸) زمان و مکان کے بدلنے سے ان کے صحیح صراط مستقیم سے عدم اختلاف کے ساتھ حاصل کرتے ہیں۔

۹...... بلاشبہ سلف صالحین کے منہج و طریق پر عمل پیرا یہ لوگ اسلام، سنت اور جماعت کے بغیر اپنا کوئی دوسرا نام نہیں رکھتے۔ (اہل الحدیث اور سلفی بھی انہی معانی میں ہیں۔)

۱۰...... صحیح سلفی عقیدۂ توحید خالص، دین حنیف اور سنت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے نشر کرنے اور اس کی تعلیم و تدریس پر یہ لوگ بہت حریص ہوتے ہیں۔ انہی چیزوں کی طرف یہ لوگوں کی رہنمائی کرتے ہیں اور انھی باتوں کی انھیں نصیحت کرتے اور انھی چیزوں کے تمام اُمور کا وہ اہتمام کرتے ہیں۔

۱۱...... اپنی دعوت، اپنے عقائد و اعمال صالحہ اور اپنے اقوال، تحریروں اور خطابات پر پہنچنے والی تکالیف و مصائب پر یہ لوگ سب دنیا سے زیادہ اور سب سے بڑے صبر کرنے والے ہوتے ہیں۔

۱۲...... قرآن و سنت میں مذکور جماعت کے ساتھ اہل ایمان و اسلام کو ملانے اور باہمی محبت کی طرف دعوت دینے اور اس پر لوگوں کو ترغیب دینے کے بھی یہ بہت حریص ہوتے ہیں۔ اہل حق کے درمیان اختلاف اور گروہ بندی کو دور پھینک دینے کے لیے جد و جہد کرنے اور لوگوں کو اس سے خبر دار کرتے رہنے پر بھی یہ سلفی اہل السنۃ والجماعۃ والے بہت حریص ہوتے ہیں۔ (اس عمل خیر کے لیے ان کی سعی وجد و جہد قابل داد ہوا کرتی ہے۔)

۱۳...... اہل السنۃ والجماعۃ اہل الحدیث سلفی حضرات کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ اللہ عزوجل نے اُنھیں ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگانے سے آج تک محفوظ رکھا ہے۔ اور یہ کہ وہ اپنے علاوہ کے لوگوں پر پورے پورے علم اور عدل و انصاف

کے ساتھ فیصلہ دیتے ہیں۔

۱۴...... یہ اہل السنۃ والجماعۃ کے لوگ آپس میں ایک دوسرے سے بہت محبت اور ایک دوسرے پر رحم کا سلوک بہت زیادہ کرتے ہیں۔ یہ آپس میں ایک دوسرے سے تعاون، باہم کسی شخص کی کسی دوسرے آدمی پر زیادتی کو روکتے اور صرف دین حنیف کو بنیاد بنا کر یہ حضرات دوستی اور دشمنی کا معیار مقرر کرتے ہیں۔

خلاصۂ کلام: یہ ہے کہ اہل السنۃ والجماعۃ اہل الحدیث سلفی حضرات اخلاق حسنہ کے اعتبار سے تمام لوگوں میں سب سے زیادہ اچھے اخلاق والے، اللہ عزوجل کی اطاعت کے ساتھ اپنے آپ کا محاسبہ کرنے میں باقی سب لوگوں سے زیادہ حریص، آفاقی نظریات و افکار میں سب دنیا سے زیادہ وسعتِ نظر والے سب سے زیادہ بعید اور گہری بصیرت والے، اختلاف کے وقت اپنے سینوں کو سب سے زیادہ کشادہ اور کھلا رکھنے والے اور اُمت کے تمام لوگوں سے زیادہ دینی و فقہی اختلاف کے آداب و اُصول کو جاننے والے ہوتے ہیں۔

اہل السنۃ والجماعۃ کے مفہوم میں نہایت مختصر جامع بات:

یہ وہ جماعت ہے کہ تمام فرقوں میں سے صرف اس کی نجات سے متعلق نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ نے بشارت دی ہے۔ اور نجات والے اس وصف کا دار و مدار اِتباع سنت، قرآن و سنت میں مذکور عقیدۂ توحید خالص، عبادت کے صحیح طریقے اور اس کے مفہوم، صراط مستقیم والی مکمل رہنمائی، مسلک حق پر استقامت سے گامزن رہنے، اخلاق حسنہ کو اختیار کیے رکھنے اور اہل ایمان و اسلام کی اُس جماعت کے ساتھ مکمل طور پر منسلک رہنے کے ساتھ کہ جو عین قرآن و سنت والی سلفی منہج پر عمل پیرا ہو...... پر ہے۔''

اس تعریف کے ساتھ اہل السنۃ والجماعۃ کی تعریف و توصیف ''سلف صالحین'' کی تعریف سے قطعاً باہر نہیں ہے۔ اور ہم یہ جان چکے ہیں کہ: سلف صالحین ہی وہ لوگ

تھے جو کتاب اللہ العزیز الحمید پر مکمل عمل پیرا اور سنت رسول اللہ ﷺ کو مضبوطی سے علمًا وعملاً تھامے ہوئے تھے۔ اس بنا پر سلف صالحین (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین عظام رحمہم اللہ) ہی وہ اصل اہل السنۃ والجماعۃ ہیں کہ جن کو نبی معظم ﷺ نے اس اصطلاح کے معنی میں مراد لیا تھا۔ اور وہ سب لوگ اہل السنۃ والجماعۃ کہلائیں گے جو ان سلف صالحین کے منہج وطریق پر علمًا عمل پیرا ہوں۔

یہ خاص معنی ہوا: ''اہل السنۃ والجماعۃ'' کی اصطلاح کا۔ پس اس معنی ومفہوم کی بنا پر اس تعریف سے ہر وہ فرقہ، طائفہ اور گروہ خارج ہو جاتا ہے جو بدعات وخرافات کو اختیار کرنے والا ہو اور خواہشات نفسانیہ کے پیچھے چلنے والوں کی ہر جماعت بھی اس مفہوم (اہل السنۃ والجماعۃ) سے خارج ہے۔ جیسے کہ: خوارج، جہمیہ، قدریہ، معتزلہ، مرجئہ، روافض وغیرہم اور وہ تمام اہل بدعات وخرافات کہ جو ان باطل فرقوں کے طریق ومنہج پر چلتے ہوں۔

یہاں ''السنۃ'' بالمقابل ''البدعۃ'' ہے اور ''الجماعۃ'' برعکس ''الفرقۃ'' کے۔ احادیث مبارکہ میں مذکور ''اہل السنۃ والجماعۃ'' کو لازم پکڑے رہنے سے مراد یہی مذکور بالا کلمات ومعانی والی جماعت ہے اور اسی جماعت حقہ سے الگ ہونے سے احادیث میں منع کیا گیا ہے۔ درج ذیل آیت کریمہ کی تفسیر میں قرآن حکیم کے ترجمان سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے یہی معانی اور یہی مفہوم بیان کیا ہے۔ اللہ عزوجل کا فرمان گرامی قدر ہے:

﴿يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۣ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝۱۰۶﴾

(آل عمران:١٠٦)

''جس دن کچھ چہرے سفید ہوں گے اور کچھ چہرے کالے ہوں گے تو

جن کے منہ کالے ہوں گے (ان سے کہا جائے گا) تم تو ایمان لائے بعد پھر
کافر ہو گئے تھے ناں! اب کفر کے بدلے عذاب (کا مزہ) چکھو"

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "تَبْيَضُّ وُجُوْهُ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ وَتَسْوَدُّ وُجُوهُ أَهْلِ الْبِدْعَةِ وَالْفِرْقَةِ...... "قیامت والے دن اہل السنۃ والجماعۃ (اہل الحدیث سلفی جماعت) کے چہرے سفید (چمکدار) ہوں گے جبکہ بدعتی فرقوں کے چہرے سیاہ ہوں گے۔" (یہاں مذکور بالا آیت کی تفسیر میں: تفسیر ابن کثیر دیکھ لیجیے۔)

"السَّلف الصَّالِح ......سلف صالحین" کا کلمہ اصطلاحًا "اہل السنۃ والجماعۃ" کے مترادف (ہم معنی) استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرح درج ذیل اصطلاحات کا اطلاق بھی "اہلِ السنۃ والجماعۃ" پر ہوتا ہے: أهل الأثر، اهل الحديث، الطائفة المنصورة، الفرقة الناجية، أهل الأتباع۔ یہ نام اور ان ناموں کا "اہل السنۃ والجماعۃ" پر اطلاق علماء سلف (صحابہ کرام و تابعین عظام رضي الله عنهم اجمعين وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلَى يَوْمِ الدِّيْنِ رحمهم الله جميعًا) سے اسناد اپورے تسلسل کے ساتھ ہم تک پہنچا ہے۔ (یعنی یہ نام اور یہ اصطلاحیں ہمارے دور کی یا پچھلی کسی صدی میں اُس دور کے لوگوں کی اختراع نہیں ہے۔)

عقیدۂ اہل السنۃ والجماعۃ کی خصوصیات

سلف صالحین کا عقیدہ اتباع کے لیے کیوں سب سے مقدّم ہے؟:

دراصل صحیح عقیدۂ توحید و رسالت ہی اس دین حنیف کی اساس اور بنیاد ہے۔ اور دین کی ہر وہ عمارت جو اس اساس، بنیاد سے ہٹ کر تعمیر کی جائے گی، اس کا انجام تباہی اور اس عمارت کے گر جانے کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ چنانچہ اسی اُصول کے پیش نظر عقیدۂ توحید خالص اور عقیدۂ ختم المرسلین کے متعلق نبی مکرم ﷺ کا اس کو مضبوط بنیادوں پر

قائم کرنے اور اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دلوں میں اسے خوب راسخ کرنے کے لیے اپنی پوری حیات طیبہ میں جدوجہد اور پورا اہتمام ہمیں دکھائی دیتا ہے۔ یہ اہتمام انتہائی مضبوط اساس اور پتھر کی طرح ٹھوس بنیاد پر جلیل القدر لوگوں اور دنیا کی سب سے اعلیٰ صفات والے مردان باصفا کی جماعت کو تیار کرنے کی خاطر تھا۔

قرآن عزیز و حکیم مکہ مکرمہ میں مسلسل تیرہ سال تک (تھوڑا تھوڑا کر کے حسب ضرورت) اترتا رہا اور اس دوران قرآن عظیم صرف ایک ہی سب سے بڑے مسئلہ کے بارے میں گفتگو کرتا تھا کہ جو کبھی بدلا نہیں جا سکتا۔ اور یہ صرف اللہ عزوجل کے لیے توحید خالص والے عقیدہ اور صرف اُسی ذات اقدس کے لیے ہر طرح کی عبادت کا مسئلہ تھا۔ اسی عقیدۂ توحید خالص کے لیے اور اسی کی اہمیت کے پیش نظر نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ مکہ میں (نبوت کے مکمل تیرہ سال تک) صرف اور صرف اسی کی دعوت دیتے رہے اور اسی اساس اور بنیاد پر اپنے اصحاب اطہار واخیار کی تربیّت فرماتے رہے۔

شرک وخرافات سے بالکل پاک صاف عقیدہ کو کھول کر بیان کرنے کی اہمیت و فرضیت کے لیے سلف صالحین کے عقیدہ کو خوب پڑھنے اور اُس کا مطالعہ کرنے کی اہمیت نہایت واضح ہو جاتی ہے۔ اسی طرح لوگوں کو عقیدۂ صافی کی طرف واپس لانے والے راستے میں دعوت الی اللہ والے نہایت عمدہ عمل، مسلمانوں کو جماعتوں کے اختلاف اور فرقوں کی گمراہیوں سے نجات دلانے والے عملِ عظیم کی ضرورت کے پیش نظر بھی سلف صالحین کے عقیدۂ صافی کے دراسہ ومطالعہ کی اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے۔ عقیدۂ توحید کی طرف دعوت دینے والوں پر سب سے پہلے یہی عمل واجب ہوتا ہے کہ وہ اس کی طرف دعوت دیں۔

سلف صالحین کے منہج پر عقیدہ:

اس عقیدۂ توحید خالص و رسالت ختم الانبیاء کے کچھ ایسے امتیازات اور کچھ ایسی

نہایت قیمتی اور نایاب قسم کی خصوصیات ہیں کہ ان کے مطالعہ و اختیار سے ان کی قیمت کا پتا چلتا اور ان کو لازم کر لینے کی ضرورت و اہمیت واضح ہوتی ہے۔ ان اہم ترین امتیازات وخصوصیات میں سے کچھ درج ذیل ہیں۔

۱...... سلف صالحین رضی اللہ عنہم ورحمہم اللہ جمیعًا کا عقیدۂ توحید خالص و رسالتِ ختم الانبیاء...... گروہ بندی اور امت اسلامیہ میں تفرقہ والی لعنت سے نبچنے اور ان سے خلاصی کا واحد راستہ بھی ہے اور مسلمانوں کی عام صفوں میں بالعموم اور علماء و داعیان الی اللہ میں بالخصوص وحدت پیدا کرنے کا بڑا ذریعہ بھی۔ کیونکہ یہ عقیدہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے وحی شدہ اور نبی معظم ﷺ کا رہنما شدہ ہے۔ اسی عقیدہ پر ملت اسلامیہ کی صف اول کے لوگ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے۔ اور جیسا کہ آج ہم اہل اسلام کا حال دیکھ رہے ہیں ...... جو شخص اور جو گروہ بھی سلف صالحین کے عقیدہ سے ہٹ کر کسی اور طرف سمٹا وہ اُمت میں فرقہ بندی، جھگڑے، جنگ وجدال اور ناکامی کی راہ پر چل کھڑا ہوا۔ چنانچہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَ مَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝۱۱۵﴾

(النساء: ۱۱۵)

’’اور جو کوئی سچی راہ کھل جانے کے بعد کہ اس پر ہدایت خوب واضح ہو چکی، رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرے اور مسلمانوں کے رستہ کے سوا کوئی دوسرا راستہ اختیار کرے ہم اس کو اسی راہ پر چلنے دیں گے (اسی حال پر چھوڑ دیں گے) اور (آخرت میں) اس کو دوزخ میں لے جا کر ڈال دیں گے اور وہ بری جگہ ہے واپس پلٹ کر جانے کی۔‘‘

ب...... یہ عقیدۂ سلف صالحین مسلمانوں کی صفوں میں اللہ کا تقویٰ پیدا کر کے اُنھیں مضبوط بناتا، ان کے درمیان وحدت کو پیدا کرتا اور دین حنیف کے بارے میں حق پر ان کے کلمہ کو ایک کرتا ہے۔ اس لیے کہ یہ عقیدہ اللہ عزوجل کے درج ذیل فرمان کو عملاً قبول کرواتا ہے۔ فرمایا:

''اور اے ایمان والو، مسلمانو! اللہ کی رسی (اس کے مکمل دین حنیف، قرآن و سنت، جماعۃ المسلمین المؤمنین) کو مضبوطی سے عملاً تھامے رہو اور آپس میں فرقہ فرقہ نہ ہو جائے۔ (باہم پھوٹ کا شکار نہ ہو جاؤ۔)''

اس لیے بلاشبہ مسلمانوں کے درمیان اختلاف کے اسباب میں سے اہم ترین سبب ان کے مناہج کا جدا جدا ہونا اور ان کے نزدیک علم حاصل کرنے کے مصادر و مراجع کا (قرآن وسنت کے علاوہ) کئی تعداد میں ہونا ہے۔ (جیسے کہ اپنے ہی وضع کردہ اُصول فقہ، علم منطق، علم فلسفہ اور باطل علم تاویل وغیرھا) تو جیسا کہ صدر اول (خیر القرون) میں یہ بات محقق تھی، اُمت اسلامیہ کو ایک وحدت میں لانے کے لیے سب سے بڑا ذریعہ عقیدہ اور علوم کے منبع (صرف قرآن وسنت) میں ان کو یکجا کرنا ہی ہو سکتا ہے۔ (اگر ایسا نہیں تو اُمت کو اکٹھا نہیں کیا جا سکتا۔)

ج...... بلاشبہ عقیدۂ سلف صالحین (کہ جو وحی من اللہ اور ہدایت رسول اللہ ﷺ پر مبنی ہے) مسلمان آدمی کو براہ راست اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کے حبیب و خلیل نبی ختم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اور دونوں کی محبت و تعظیم کے ساتھ مضبوطی سے جوڑ دیتا ہے۔ سلف صالحین والا عقیدۂ توحید خالص و عقیدۂ ختم رسالت دین و دنیا کے جمیع معاملات میں اللہ عزوجل اور اس کے محبوب پیغمبر محمد النبی الکریم ﷺ سے پیش قدمی کرنے اور اپنی یا دوسرے کسی بھی شخص کی رائے اور فہم کو مقدم

کرنے سے روک دیتا ہے۔ (یعنی اس عقیدۂ صافی کو اپنا لینے سے مومن مسلمان آدمی ہمیشہ اپنے تمام معاملات میں اللہ عزوجل اور اُس کے آخری پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ کے احکام کو ساری دنیا کے لوگوں پر مقدم رکھتا ہے۔) اس لیے کہ نفسانی خواہشات اور شکوک وشبہات والے شیطانی کھیل سے بہت دور رہتے ہوئے سلف صالحین کے عقیدۂ صافی کا منبع ومصدر قال اللہ اور قال الرسول (ﷺ) ہوتا تھا۔ یعنی اُن کا عقیدہ، فلسفہ ومنطق اور عقلی فنون جیسے اجنبی وغیر اسلامی اثر انداز ہونے والے نقوش قدم اور نشانات سے بالکل خالی ہوتا تھا۔ اُن کے ہاں ایمان وعمل کے لیے صرف اور صرف کتاب اللہ العزیز اور سنت رسول اللہ الکریم تھے بس۔ (صلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ و ازواجہ ورضي اللہ عن اصحابہ اجمعین)

د......اس عقیدۂ صافی کی ایک خوبی یہ ہے کہ: یہ انتہائی سہل، آسان اور نہایت واضح ہے۔ نہ ہی تو اس میں کوئی اشکال واشتباہ ہے اور نہ ہی کوئی پوشیدگی۔ یہ عقیدۂ صافی ہر طرح کے اُلجھاؤ، پیچیدگی اور نصوصِ شرعیہ کی تحریف وتاویل سے بہت دور ہے۔ اس عقیدۂ توحید خالص وعقیدۂ ختم رسالت کو دل وجان سے ماننے والا ہمیشہ (شیطانی حملے اور وسوسے سے) بے فکر، اُس کا نفس نہایت اطمینان والا، شکوک واوہام اور شیطانی وسوسوں سے بہت دور رہتا ہے۔ سلفی عقیدے والا مومن، مسلمان ٹھنڈی آنکھ والا آدمی نہایت خوش رہتا ہے۔ اس لیے کہ: وہ اُمت اسلامیہ کے نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ ﷺ کے صراط مستقیم اور آپ کے اصحاب اطہار واخیارِ امّت رضی اللہ عنہم اجمعین کی راہِ ہدایت پر گامزن ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتے ہیں:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا

بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝۱۵﴾

(الحجرات:١٥)

''مومن تو وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر دل سے ایمان لائے پھر ان کو (ایمان کی باتوں میں کسی طرح کا) شک نہیں رہا اور انہوں نے اپنی جان اور مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ ایسے ہی لوگ سچے ایماندار ہیں۔''

ھ.....سلف صالحین کا عقیدۂ صافی اللہ رب العالمین و رب العباد الصالحین کا قرب حاصل کرنے اور اُس رحمٰن و رحیم خالق و مالک کی رضا کے ساتھ کامیابی حاصل کرنے والے اسباب میں سے سب سے بڑا ذریعہ ہے۔

نبی ختم الرسل وسید الانبیاء والبشر محمد رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین و تبع تابعین ومن تبعهم باحسان الى يوم الدين رحمہم اللہ جمیعًا کا عقیدۂ توحید خالص وعقیدۂ ختم رسالت کے یہ امتیازات اور اس عقیدہ کی یہ نمایاں جہتیں اہل السنۃ والجماعۃ کے لیے قرآن وسنت سے ثابت ہیں۔ علاقہ، خِطہ، ملک و مکان اور زمانہ جونسا بھی ہو (لوگوں کی مادری زبانیں کوئی سی بھی ہوں، ان کے رنگ، قبیلے اور نسلیں جونسی بھی ہوں۔) ہر دور میں اور ہر مقام پر سلف صالحین کے عقیدہ کو اختیار کرنے والوں کی یہی علامتیں اور یہی ان کی خصوصیات ہوا کرتی ہیں۔ والحمد لله على ذلك۔ [1]

---

[1] اس موضوع پر تفصیلی بحث کے لیے: (١)......ابن بطه العكبری کی کتاب ''الإبانه'' کا مقدمہ دیکھ لیجیے۔ اس مقدمہ میں زیر مطالعہ موضوع پر نہایت شاندار کلام موجود ہے۔ اسی طرح اسی کتاب پر محقق کتاب دکتور رضا بن نعسان معطی کا مقدمہ بھی قابل تعریف ہے۔ جزاہ اللہ خیرًا۔ اسی طرح (٢)......دکتور ناصر بن عبدالکریم العقل کی ''مباحث فی عقیدۃ اهل السنة والجماعة وموقف الحركات الإسلامية المعاصرة'' میں سے اس کی فصل: ''خصائص العقيدة الاسلامية واتباعها'' دیکھ لیجیے۔

......زیر مطالعہ موضوع پر مذکور بالا عبارتوں سے ہمیں اس بات کا علم بھی حاصل ہوا کہ: بعض اشرار الناس کی طرف سے یہ جو دعویٰ کیا جاتا ہے کہ: ''سلفیت ایک زمانی مرحلہ تھا جو گزر چکا ہے۔ یہ مکمل دین اسلام نہیں ⇦⇦⇦

....

....



⇐⇐⇐ ہے کہ جو تا قیامت رہے۔'' ...... یہ دعویٰ قطعاً باطل ہے۔ اس لیے کہ: سلف صالحین کا مذہب (مکمل دین اسلام اور اصلی دین حنیف) سب سے بڑی دو بنیادوں پر قائم ہے۔ (۱) ...... نبی مکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین عظام رحمہم اللہ کا قدوۂ حسنہ اور (۲) ...... ہر دور میں قابل اتباع صحیح منہج۔ چنانچہ اُسوۂ حسنہ اور قدوۂ صالحہ نبی معظم ﷺ اور خیر القرون کے پہلے تینوں زمانوں کے لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین و تبع تابعین عظام رحمہم اللہ جمیعًا ہیں۔ (اور پھر ان کے منہج پر چلنے والے مابعد کے اسلاف رحمہم اللہ اجمعین۔) جبکہ منہج صحیح ...... سے مراد ان تینوں ادوار (خیر القرون) میں اتباع و اطاعت شدہ طریقہ، عقیدۂ سلیمہ کا فہم، قرآن و سنت سے استدلال، ان دونوں کا پورا پورا علم، ایمان محکم اور شریعت کی تمام جہتیں ہیں۔ (حتی کہ سیاسی، حکومتی، عدالتی، معاشی و معاشرتی وغیرھا امور بھی۔) اس بیان سے نہایت واضح طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ ''سلفیت کے ساتھ متصف ہونا۔'' ہر اس مومن، مسلمان کی مدح و ستائش ہے کہ جو اس ''قدوہ و منہج'' کو اختیار کر لے۔ اس لیے کہ اس قدوہ و منہج میں اس کے ساتھ بموجب نبی مکرم ﷺ کی گواہی کے اس امت اسلامیہ کے سب سے بہتر لوگ، سلف صالحین شریک ہیں۔ البتہ ظاہری و باطنی طور سے سلفیت پر عمل اور سلفی عقیدہ پر تحقیق و مطالعہ کے بغیر اس عقیدہ سے متصف ہو جانے میں کوئی مدح و ستائش نہیں ہے۔ اس لیے کہ ''سلفی عقیدہ اور قدوہ و منہج'' نام ہے اس کے معانی کو تحقیق و ایمان محکم کے ذریعے مضبوط عملی جامہ پہنانے کا، نہ کہ الفاظ اور اصطلاحات کے استعمال کا۔

فصل ثانی

عقیدۂ اہل السنۃ والجماعۃ سلف صالحین کے اُصول

عقیدۂ اہل السنۃ والجماعۃ کے اُصول کا اجمال:

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ: سلف صالحین کے منہج پر چلنے والے اہل السنۃ والجماعۃ عقیدہ وعمل اور اسلام کے صحیح طریقہ پر چلنے میں ہمیشہ نہایت واضح اور قائم دائم اُصولوں پر گامزن رہتے ہیں۔ یہ اُصول کتاب اللہ العزیز اور صحیح احادیث سے ثابت سنت رسول اللہ ﷺ سے ماخوذ ہوتے ہیں۔ چاہے یہ صحیح احادیث مبارکہ متواتر ہوں یا خبر واحد والی۔ اسی طرح یہ اُصول اس امت کے سلف صالحین صحابہ کرام وتابعین عظام رضی اللہ عنہم اور من تبعھم باحسان رحمہم اللہ جمیعًا کے فہم سے لیے جاتے ہیں۔

چنانچہ نبی ختم المرسلین محمد رسول اللہ ﷺ نے دین کے اُصول نہایت تسلی بخش بیان کے ذریعے نہایت واضح طور پر بیان فرما دیے ہیں۔ اس لیے کسی بھی شخص کو اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ وہ ان اُصول میں کسی نئی چیز کا اضافہ کرے اور وہ اس بات کا گمان بھی رکھتا ہو کہ اُس کا اضافہ (اپنی ایجاد کردہ بدعات) دین کا حصہ ہے۔ اہل السنۃ والجماعۃ نے ہمیشہ انھی اصولوں کو علمًا وعملاً اختیار کیا ہے جو قرآن وسنت اور فہم سلف صالحین سے ثابت ہوں۔ اور انھوں نے ہمیشہ بدعات وخرافات پر مشتمل جدید الفاظ سے اجتناب کرتے ہوئے قرآن وسنت والے شرعی الفاظ کو لازم پکڑا ہے۔ اس سے سلف صالحین کی اس ضمن میں حقیقی وسعت نظری کا فہم معلوم ہوتا ہے۔ ذیل میں ''اہل السنۃ والجماعۃ سلف صالحین واہل الحدیث'' کے ہاں دین کے اُصول کو مختصراً، بالا جمال بیان کیا جاتا ہے۔

اصل اوّل......ایمان اور اس کے ارکان

ایمان اور اس کے ارکان:

بلاشبہ اہل السنۃ والجماعۃ سلف صالحین کا اصولِ ایمان میں عقیدہ......ایمان اور تصدیق (اللہ عزوجل کی وحدانیت بدون شرکتِ غیر اور محمد بن عبداللہ ﷺ کی رسالت ختم نبوت) میں کسی آمیزش کے بغیر ہوا کرتا تھا اور یہ درج ذیل حدیث کے موجب کہ جس کی خبر نبی مکرم ﷺ نے دی ہے اور اسے حدیث جبریل کہا جاتا ہے...... اپنے چھ ارکان کے ساتھ واضح ہے۔ چنانچہ سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق جب جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر بعض سوالات کیے تو ان میں سے ایک ایمان کے بارے میں تھا۔ جواب میں نبی معظم ﷺ نے فرمایا:

((أَنْ تُـؤْمِـنَ بـاللّٰهِ ، ومَلَائِكَتِهِ، وَكُتُبِهِ، وَرُسُلِهِ، وَالْيَومِ الآخِرِ، وَتُؤْمِنَ بالقَدرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ))

''ایمان یہ ہے کہ تم اللہ عزوجل (کی توحید خالص بلاشرکت غیر) پر، اُس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، قیامت کے دن پر اور تقدیر کے اچھا اور برا ہونے پر (یقین واخلاص سے) مکمل ایمان رکھو۔'' [1]

ایمان کی عمارت انھی چھ ارکان پر قائم ہوتی ہے۔ ان چھ میں سے جب کوئی رکن گر جائے (آدمی کسی بھی ایک پر ایمان نہ رکھے۔) تو اُس وقت انسان مکمل مومن ہرگز نہیں رہتا۔ اس لیے کہ اُس نے ارکانِ ایمان میں سے ایک رُکن کو ختم کر دیا۔ پس ایمان

[1] دیکھیے: صحیح البخاری حدیث ٥٠ و صحیح مسلم / کتاب الایمان، حدیث ٩٣، واللفظ له.

تمام کے تمام ارکان کے ساتھ ہی قائم رہتا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے کہ عمارت اپنے تمام کے تمام ارکان (تمام دیواروں اور ستونوں) کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی۔ یہی مذکور بالا چھ اُمور ہی ارکانِ ایمان ہیں۔ پس اس صحیح ترین صورت میں کہ جس پر کتاب اللہ العزیز اور سنۃ رسول اللہ الکریم ﷺ نے دلائل پیش کیے ہیں ایمان ان سب ارکان کے بغیر ہرگز پورا نہیں ہوتا۔ اور اگر کوئی شخص ان ارکان میں سے کسی کے بارے میں کسی طرح کا جھگڑا کرے تو وہ قطعاً مومن نہیں ہے۔

رکن اوّل......ایمان باللہ

اللہ عزوجل پر ایمان کا معنی ہے: اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات اقدس کے بارے میں قطعی اور یقینی تصدیق، (کہ ساتوں آسمانوں سے اُوپر جیسے اُس کی ذات کو لائق ہے ویسا وہ اپنے عرش عظیم پر مستوی ہے اور اس کی کرسی تمام آسمانوں اور زمین کو گھیرے ہوئے ہے۔) تمام صفات کمال اور عظمت والی صفات عالیہ کے ساتھ اُس کا متصف ہونے پر یقین محکم، عبادت (کی تمام انواع واقسام اور سب کی سب عبادات) میں صرف اسی ایک اللہ وحدہ لاشریک لہ کو حق دار جاننا اور ماننا، اس یقین محکم وایمان باللہ کے ساتھ دل کا اس قدر کامل اطمینان حاصل ہونا کہ اس کا اثر انسان کی عملی زندگی میں نمایاں نظر آئے اور اللہ عزوجل کے احکام و اوامر کا التزام اور اس کے منع کردہ کاموں اور چیزوں سے مکمل اجتناب عملی زندگی میں دکھائی دے۔ (یعنی اقرار باللسان، تصدیق بالقلب اور عمل بالجوارح کے ساتھ مسلمان آدمی اپنے ایمان کو مکمل کرے۔) یہ وضاحتی شروط ہی دراصل عقیدۂ اسلامیہ کی بنیاد اور اس کا خلاصہ ہیں۔ یہی دین اسلام کی اصل اول ہے اور عقیدہ کے تمام ارکان کی نسبت بھی اسی اصل اول کی طرف ہے اور سب کے سب ارکان ایمان اسی اصل کے تابع بھی ہیں۔

......پس اللہ رب العالمین، خالق و مالک کائنات ارض وسماء وما بینھما کی ہر ہر

معاملے میں وحدانیت اور عبادت کے لیے صرف اُسی کے ہی حقدار ہونے پر یقین محکم وایمانِ راسخ کا مکمل مفہوم پایا جانا ایمان باللہ ہے۔ اس لیے کہ اُس کی ذات اقدس میں کسی قسم کا شک نہیں ہے۔ (بصورت شک وشبہ ایمان نہیں ایک طرح کا کفر ہے۔) اور اللہ عزوجل کی ذات اقدس کے اپنے عرش عظیم پر مستوی ہوتے ہوئے تمام کائنات کے سب جہانوں کے ایک ایک فرد کے ہر ہر حصے اور ذرّے ذرّے کا علم رکھنا، ہر ہر چیز پر مکمل قدرت رکھنا اور تمام جہانوں کے تمام اُمور کی مکمل وغیر ناقص تدبیر کرنا: فطرت، عقل، شریعت اور محسوسات کے ذریعے پوری طرح ادراک وعلم میں آتی ہے۔

اللہ عزوجل کی ذات وصفات عالیہ اور حاکمیت ارض وسماء و مابینھما میں اُس کی وحدانیت، شعور اور غیر شعور والی تمام مخلوقات سے سرزد تمام قسم کی عبادات میں اُسی کی اُلوہیت اور اُس جیسے اسماء حسنیٰ وصفات عظمیٰ میں کسی اور کے شریک ومعاون نہ ہونے پر یقین محکم وایمان جازم بھی ایمان باللہ العزیز الحکیم ہے۔ اور یہ ایمان باللہ کی تکمیل توحید خالص کی تینوں اقسام کے اقرار، ان پر مکمل عقیدہ رکھنے اور ان کا علم حاصل کرنے سے ہوتی ہے۔ اور یہ اقسام درج ذیل ہیں:

۱۔ توحید ربوبیت

۲۔ توحید اُلوہیت

۳۔ توحید الاسماء والصفات

آیئے اب ہم ان تینوں اقسام کا اختصار سے مفہوم سمجھتے ہیں۔ [1]

---

[1] یہاں نہایت اہم تین باتوں کا جاننا اور سمجھنا ضروری ہے۔

ا...... دین حنیف کے کسی مسئلہ کو سمجھنے سمجھانے اور اسے وضاحت کے ساتھ بیان کرنے کے لیے لوگوں کی علمی استعداد کے مطابق مثالیں دے کر اس شرط کے ساتھ بیان کرنا کہ اس وضاحت و بیان کا تعارض قرآن وسنت کی کسی بھی اصل سے نہ ہو، جائز اور مباح ہے۔ غالباً اسی کا نام "تفقہ فی الدین" ہے کہ جس کی فضیلت ⇦⇦

ا۔توحید ربوبیت:

اس کا معنی ہے کہ یقین جازم کے ساتھ اس بات پر اعتقاد رکھنا کہ ایک اللہ عزوجل ہی ہر ہر چیز کا خالق، رازق، نگران ونگہبان، پروردگار، مدبر الامور، معبودِ برحق اور مالک ہے۔ ان تمام اوصاف جلیلہ کی ملکیت میں کوئی بھی اُس کا شریک،

⇐⇐⇐ حدیث صحیح میں یوں مذکور ہے: سیدنا معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((مَنْ یُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَیْرًا یُفَقِّهْهُ فِی الدِّیْنِ))۔۔۔۔الخ۔۔۔۔ اللہ عزوجل جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمائیں اسے تفقہ فی الدین۔۔۔۔ دین میں غور وفکر کرنے اور سمجھنے سمجھانے کی نعمت ۔۔۔ عطا فرما دیتے ہیں۔" (دیکھیے: صحیح البخاری / کتاب الایمان / باب ۱۳ / حدیث ۷۱) قرآن میں اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی قدر ہے: ﴿فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّیَتَفَقَّهُوْا فِی الدِّیْنِ وَ لِیُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْۤا اِلَیْهِمْ لَعَلَّهُمْ یَحْذَرُوْنَ﴾ (التوبہ: ۱۲۲) "یہ ایمان والے مسلمان ایسا کیوں نہیں کرتے کہ: ہر قبیلے میں سے کچھ لوگ نکلیں تا کہ وہ دین کی سمجھ، علم حاصل کریں (قرآن وحدیث کو یاد کرکے مسائل کا استنباط سیکھیں) اور جب ان کی قوم کے لوگ (جہاد سے) لوٹ کر آئیں تو ان کو اس علم سے خبردار کریں اور انھیں اللہ کی پکڑ سے ڈرائیں تا کہ وہ حلال حرام اور اللہ کے عذاب سے بچ سکیں۔"

ب۔۔۔۔ مسئلہ توحید اور عقیدۂ توحید خالص کو سمجھانے کے لیے بعض کبار علماء اُمت اور آئمہ کرام نے توحید کو چند اقسام میں تقسیم کرکے بیان کیا ہے۔ مگر باوجود اس کے کہ: بعض سلفی علماء اس اُسلوب سے بھی اتفاق نہیں کرتے اُنھوں نے یوں کہا ہے کہ: اگر یہ اُسلوب بیان تفقہ فی الدین میں آتا ہے تو پھر یوں کہنا چاہیے کہ: عقیدۂ توحید خالص ایک مکمل وجود کی حیثیت رکھتا ہے اور توحید کی تین نہیں بلکہ چاروں اقسام (چوتھی کا ذکر ابھی آنے والا ہے۔) اس وجود کے حصے ہیں نہ کہ اقسام۔ یعنی: (۱) توحید ربوبیت (۲) توحید الوہیت (۳) توحید الاسماء والصفات اور (۴) توحید حاکمیت۔ چاروں حصے مل کر عقیدۂ توحید خالص بنتا ہے۔

ج۔۔۔۔ اکثر علماء عظام نے توحید کی چوتھی قسم (یا عقیدۂ توحید خالص کا چوتھے حصہ) توحید حاکمیت کو بھی الگ سے بیان کیا ہے۔ لہٰذا ہم بھی اُسے اختصار سے بیان کررہے ہیں۔ (المترجم)

توحید حاکمیت: اللہ کے مسلمان، مومن بندے زمین وآسمان میں دین وشریعت اور قانون ودستور صرف ایک اللہ رب العالمین کا مانتے ہیں۔ اس کے دیے ہوئے دین کے علاوہ وہ کسی اور کا قانون نہیں مانتے۔ ⇐⇐⇐

ساجھی، معاون و مددگار اور حصے دار نہیں ہے۔ اُس ایک اللہ نے ہی سب کچھ پیدا کیا، سب مخلوقات کا وہ تن تنہا خالق اور تمام جہانوں کی سب چیزوں میں وہ تدبیر کرنے والا اور ہر ہر چیز میں متصرف ہے۔ اور یہ کہ بلاشبہ وہی ایک اللہ بندوں کا پیدا کرنے والا، اُنھیں رزق، روزی دینے والا، سب کو زندگی عطا کرنے والا اور تمام کی تمام جاندار

⇐⇐ تمام شعبہ ہائے زندگی کے لیے دین اللہ کو وہ مکمل ضابطۂ حیات تسلیم کرتے ہیں اور اسی کے نفاذ میں وہ جدو جہد اور جہاد کرتے ہیں۔ توحید حاکیت ایمان باللہ کا بہت بڑا حصہ ہے۔ اس کی تفصیل قرآن وحدیث میں موجود ہے۔ بالاختصار مندرجہ ذیل دلائل پیش کیے جاتے ہیں۔ ﴿يَا صَاحِبَيِ السِّجْنِ أَأَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ أَمِ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ مَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِهِ إِلَّا أَسْمَاءً سَمَّيْتُمُوهَا أَنتُمْ وَآبَاؤُكُم مَّا أَنزَلَ اللَّهُ بِهَا مِن سُلْطَانٍ ۚ إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ ۚ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ۚ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝﴾ (یوسف: ۳۹، ۴۰) "(یوسف علیہ السلام کہنے لگے) میرے جیل خانے کے ساتھیو! بھلا کئی الگ الگ (جدا جدا) مختلف قسم کے آقا بہتر ہیں یا ایک اللہ جو یکتا اور غالب ہے؟ جن چیزوں (معبودانِ باطلہ) کی تم اللہ کے سوا پوجا کرتے ہو وہ صرف نام ہی نام ہیں کہ جنھیں تم نے اور تمہارے آباء واجداد نے رکھ لیا ہے۔ اللہ نے تو ان کی کوئی سند نازل نہیں کی۔ (سن رکھو!) اللہ کے سوا کسی کی حکومت (قانون، دستور اور فیصلہ) نہیں ہے۔ اس نے اس بات کا حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ یہی سیدھا دین (صراط مستقیم) ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔" ان دونوں آیات کے مفہوم سے معلوم ہوا کہ فیصلہ جات، قانون، دستور، شریعت اور دین بھی عبادت ہے اور یہ اللہ کے سوا کسی کے لیے جائز نہیں۔ اگلی آیت نے اس کی خوب وضاحت کر دی۔ فرمایا: ﴿وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ۝﴾ (المائدۃ ۴۴) "اور جو آدمی اللہ کے اتارے ہوئے احکام و شریعت کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں۔" اللہ تعالیٰ کا کھلا فیصلہ آ گیا کہ فیصلہ کرنے والا قاضی، جج یا حاکم اگر قرآن وسنت کے خلاف جان بوجھ کر فیصلہ کرے تو ایسے شخص کے کافر ہونے میں کوئی شک، شبہ نہیں۔ چاہے وہ ظاہر میں مسلمان ہی کیوں نہ ہو۔ ﴿وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝﴾ (المائدۃ: ۴۵) "اور جو آدمی اللہ کے اتارے ہوئے احکام و قوانین کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو ایسے ہی لوگ ظالم (بے انصاف، مشرک) ہیں۔" یہاں اَلظَّالِمُوْنَ...... سے مراد بے انصاف بھی ہیں اور مشرک بھی۔ کیونکہ اللہ کے احکام کے خلاف فیصلہ دینے والے رب العالمین کے دین اور اس کی شریعت میں اوروں کو حصے دار بناتے ہیں اس لیے یہ بھی شرک ہے۔ ﴿وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝﴾ (المائدۃ: ۴۷) "اور جو شخص اللہ کے اتارے ہوئے احکام کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا تو ایسے ہی لوگ ⇐⇐

چیزوں کو وہ موت سے ہمکنار کرنے والا ہے۔ اسی طرح اللہ عزوجل کے فیصلے، اس کی قدرت و تقدیر اور اُس کی ذات اقدس کے یکتا و تنہا ہونے پر یقین کامل و جازم اور پختہ ایمان توحید ربوبیت ہے۔ ساری بات کا خلاصہ یہ ہے کہ: اللہ عزوجل کے افعال میں اُسے صرف اور صرف یکتا و تنہا ماننا توحید ربوبیت ہے۔

اللہ رب العالمین کی ربوبیت پر ایمان لانے کے وجوب پر شرعی دلائل سے قرآن عظیم اور احادیث کی کتب میں صحیح احادیث بھری پڑی ہیں۔ چنانچہ اللہ عزوجل سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

۱...... ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝﴾ (الفاتحہ:۱)

⇐⇐⇐ مجرم ہیں۔'' انہوں نے اپنے مولویوں، عالموں، درویشوں، مشائخ اور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو اللہ کے سوا اپنے رب (معبود) بنا رکھا ہے۔ حالانکہ انہیں (عیسائیوں کو) حکم دیا گیا تھا (اللہ تعالیٰ اور عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے) کہ وہ اللہ واحد کے سوا کسی کی عبادت (پوجا) نہ کریں۔ اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ وہ پاک ہے اس چیز سے جو وہ شرک کرتے ہیں۔'' (التوبہ:۳۱ آیت کریمہ آگے کتاب کے متن میں آرہی ہے)

عیسائیوں کے اللہ تعالیٰ کے دین میں احبار و رہبان (اپنے راہبوں اور پادریوں) کو تغیر و تبدل اور من مرضی کرنے کو رب العالمین نے یہاں شرک سے تعبیر کیا ہے۔ عیسائی اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف ہر اس چیز کو حلال یا حرام سمجھتے ہیں جسے ان کو پوپ، پادری حلال یا حرام کردیں۔ چنانچہ ان کے اس فعل قبیح کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے اللہ کے ساتھ ان راہبوں، پادریوں کو شریک بنانے کے برابر شمار کیا ہے۔ جیسا کہ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی روایت سے بھی اس بات کی وضاحت ہوتی ہے۔ ایک مقام پر اللہ عزوجل کا فرمان یوں ہے: ﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا ۝﴾ (النساء:۶۰، ۶۱)

''(اے میرے نبی!) کیا تم نے ان لوگوں کی طرف (غور کرتے ہوئے) نہیں دیکھا جو دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ وہ اس (قرآن) پر بھی ایمان لائے جو تمہاری طرف نازل کیا گیا اور اس پر بھی جو آپ سے پہلے اتارا گیا (تورات، انجیل اور زبور وغیرہ پر) اور چاہتے یہ ہیں کہ (اللہ کی شریعت و دین کے ہوتے ہوئے) اپنا ⇐⇐⇐

''ہر قسم کی اور تمام طرح کی حمد وثنائے جمیل اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو تنہا و یکتا تمام جہانوں کا رب ہے۔ (یعنی خالق و مالک، پروردگار اور مدبر الامور)''

ب...... ﴿إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ

⇐⇐⇐ مقدمہ سرکش شیطان (طاغوت) کے پاس لے جائیں۔ حالانکہ انہیں اس بات کا حکم دیا گیا تھا کہ وہ اس (طاغوتی قوت۔ شیطان) کا انکار کریں۔ (اس پر اعتقاد نہ رکھیں۔) اور شیطان یہ چاہتا ہے کہ انہیں بہکا کر دور کی گمراہی میں پھینک دے۔ اور جب ان سے یہ کہا جاتا ہے کہ جو حکم اور دین اللہ نے اتارا ہے اس کی طرف اور اللہ کے رسول (اس کی سنت اور حدیث) کی طرف آؤ، تو تم منافقوں کو دیکھو گے کہ وہ تم سے اعراض کرتے (منہ موڑتے) اور رک جاتے ہیں۔'' کتنا واضح حکم ہے۔ اللہ کے دین، شریعت محمدیہ (علی صاحبہا التحیۃ والسلام) کو چھوڑ کر کسی بھی قانون، دستور اور نظام کو ماننا طاغوت (شیطان) کی پوجا ہے۔ انسانوں کے بنائے ہوئے آئین کی، اللہ کے دین کے مدمقابل کیا حیثیت؟ اور پھر جو اس کے ناموس کا حلف اٹھائے؟ کیا اسے پکا مسلمان اور مومن کہا جا سکتا ہے؟ ﴿وَالَّذِينَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوتَ أَن يَعْبُدُوهَا وَأَنَابُوا إِلَى اللَّهِ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فَبَشِّرْ عِبَادِ ○ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ وَأُولَٰئِكَ هُمْ أُولُو الْأَلْبَابِ ○﴾ (الزمر: ١٧، ١٨) ''اور وہ لوگ جو طاغوت (شیطان) کی پوجا سے بچے رہے اور وہ اللہ کی طرف رجوع ہوئے، ان کے لیے (جنت) کی خوشخبری ہے۔ تو اے میرے نبی! آپ میرے بندوں کو یہ بشارت سنا دو۔ (یہ اللہ کے بندے) وہ لوگ ہیں جو حق بات کو سنتے اور پھر جو اچھی بات ہوتی ہے اس کی وہ پیروی کرتے ہیں۔ (اللہ کی تو ہر بات اچھی ہے۔) یہی وہ (مومن، پکے مسلمان) لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے سیدھی راہ بتلائی ہے اور یہی لوگ عقل والے ہیں۔''

گویا قرآن و سنت کو دل و جان سے اختیار کرنا اور طاغوتی نظاموں سے بیزاری کا اظہار کرنا ہی صراط مستقیم اور عقل کا کام ہے۔ جو لوگ اس اصولِ الٰہی کے خلاف ہیں وہ قطعاً عقل مند نہیں اور نہ ہی مسلمان۔

اللہ رب العالمین فرماتے ہیں:

''(اے میرے نبی!) تمہارے پروردگار کی قسم! یہ لوگ اپنے تنازعات میں جب تک تمہیں اپنا منصف (فیصل) نہ بنائیں مومن (مسلمان) نہیں ہو سکتے۔ پھر یہ کہ اپنے جی میں اس سے جو تم فیصلہ کر دو، تنگی محسوس نہ کریں۔ بلکہ اسے خوشی سے تسلیم کر لیں۔'' (النساء: ٦٥)

ایک حدیث میں ہے کہ: تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہش نفس میرے لائے ہوئے دین کے تابع نہ ہو جائے۔ مندرجہ بالا آیت سے واضح ہو گیا کہ شریعت حقہ کے علاوہ کسی اور دستور و آئین کو ضابطۂ حیات ماننا اور فیصلے اس کے مطابق کرنا ایمان کے منافی ہے۔

اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ یَطْلُبُهٗ حَثِیْثًا ۙ وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ؕ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۵۴﴾ (الاعراف:٥٤)

''بے شک تمہارا مالک اللہ تعالیٰ ہے جس نے تمام آسمان اور زمین چھ دن میں بنائے پھر (زمین وآسمان بنانے کے بعد) تخت پر بلند، مستوی ہوگیا۔ رات سے دن کو ڈھانپتا ہے (اور دن کو رات سے) رات دن کے پیچھے لگ دوڑی آ رہی ہے۔ سورج، چاند اور تاروں کو بنایا۔ وہ حکم کے تابعدار ہیں۔ سن لو اسی نے سب کچھ بنایا، اسی کی حکومت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی برکت بڑی ہے جو سارے جہان کا مالک ہے۔''

ج...... ﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۗ ثُمَّ اسْتَوٰۤی اِلَی السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۲۹﴾﴾

(البقرة:٢٩)

''اللہ وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے سب کچھ جو زمین میں ہے پیدا فرمایا: پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا۔ پس انہیں درست کر کے سات آسمان ہموار بنائے اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے''

د...... ﴿اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِیْنُ ۝﴾ (الذريات:٥٨)

''بے شک اللہ ہی بے حد روزی دینے والا، طاقت والا نہایت مضبوط ہے''

ہ...... ﴿فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۳۶﴾ وَلَهُ الْكِبْرِیَآءُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۪ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۳۷﴾﴾

(الجاثية:٣٦-٣٧)

''پس اصل تعریف اللہ تعالیٰ ہی کو سزاوار ہے جو آسمانوں کا مالک ہے اور

زمین کا مالک بھی۔ سارے جہانوں کا مالک ہے۔ اور تمام آسمانوں اور زمین میں اسی کی بڑائی ہے اور وہی زبردست ہے حکمت والا''

توحید باری تعالیٰ کے اس حصے (توحید ربوبیت) کا انکار اور اس کی مخالفت کفار قریش بھی نہیں کرتے تھے اور نہ ہی دوسری ملتوں اور مذاہب والے۔ سب کے سب اس بات کا اعتقاد رکھتے تھے کہ تمام جہانوں کا پیدا کرنے والا ایک اللہ ہے۔ جیسا کہ اللہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٥﴾﴾ (لقمان: ٢٥)

''اور (اے پیغمبر ﷺ) اگر تو ان (کافروں) سے پوچھے آسمان اور زمین کس نے بنائے ہیں تو ضرور یہی کہیں گے اللہ تعالیٰ نے (بنائے ہیں اور کس نے؟) کہہ دے: الحمد للہ۔ بات یہ ہے کہ ان کافروں میں اکثر بے علم (جاہل لٹھ) ہیں۔

اور دوسرے ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٨٤﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٨٥﴾ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿٨٦﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿٨٧﴾ قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّ هُوَ يُجِيْرُ وَ لَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٨٨﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴿٨٩﴾ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿٩٠﴾﴾ (المؤمنون: ٨٤ تا ٩٠)

''(اے پیغمبر ﷺ ان سے) پوچھ زمین اور جو کچھ اس میں ہے کس کا ہے اگر تم جانتے ہو (تو بتاؤ) وہ ضرور یہی کہیں گے اللہ تعالیٰ کا ہے۔ کہہ دے

پھر تم غور کر کے نصیحت حاصل کیوں نہیں کرتے (اے پیغمبر ﷺ ان سے) پوچھ۔ (بھلا یہ تو بتاؤ) ساتوں آسمانوں کا مالک کون ہے اور بڑے تخت (عرش) کا مالک کون ہے؟ وہ ضرور یہی کہیں گے اللہ تعالیٰ ہے۔ کہہ دے پھر تم اس کے (عذاب اور قہر) سے کیوں نہیں ڈرتے۔ (اے پیغمبر ﷺ ان سے پوچھ بھلا یہ تو بتاؤ) اگر تم جانتے ہو (تو بتاؤ) کس کے ہاتھوں میں ہر چیز کی حکومت وملکیت ہے اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس (کی پکڑ اور عذاب) سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ وہ ضرور یہی کہیں گے: اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں (ہر چیز کا اختیار ہے) تو کہہ دیجیے! پھر تم جادو ہو کر کہاں بہک رہے ہو۔ اصل یہ ہے کہ ہم نے ان کے پاس سچی بات پہنچا دی ہے (اللہ کی توحید اور حشر نشر وغیرہ) مگر بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔''

اور یہ اس لیے کہ بندوں کے دل اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی توحید ربوبیت کے اقرار پر فطری حالت پر پیدا کیے گئے ہیں۔ پس کوئی بھی شخص عقیدۃً اتنی دیر تک موحد نہیں کہلا سکتا جب تک کہ وہ توحید کے دوسرے حصوں (اور دوسری اقسام) کا بھی التزام نہ کر لے۔ اور وہ درج ذیل ہیں:

۲۔ توحید اُلوہیت:

اس کا مفہوم یہ ہے کہ: بندوں کے افعال میں (عبادات کی تمام انواع واقسام کا حق دار) صرف ایک اللہ وحدہ لاشریک لہ کو منفرد ماننا۔ اس حصے اور توحید کی اس قسم کا نام ''توحید عبودیت'' بھی ہے۔ اس کا معنی یہ بھی ہے کہ اس بات پر یقین کامل اور ایمان محکم رکھنا کہ اللہ ذوالجلال والاکرام ہی سچا معبودِ برحق ہے اور عبادت و پوجا کے لائق اُس کے سوا کوئی نہیں۔ اور یہ کہ اُس اللہ عزوجل کے علاوہ ہر معبود باطل ہے۔ عبادت، خضوع وعاجزی اور مطلق طور پر ہر طرح کی اطاعت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو منفرد و یکتا

ماننا توحید اُلوہیت ہے۔ اور یہ کہ عبادات کی تمام (قلبی، لسانی، جسمانی اور مالی) اقسام و انواع کے ایک ایک حصے اور ایک ایک لفظ میں اللہ عزوجل کی ذاتِ اقدس کے ساتھ کسی اور کو حصے دار، ساجھی اور شریک نہ بنایا جائے، چاہے وہ کوئی بھی ہو۔ (حتیٰ کہ انبیاء ورسل، اللہ کے مقرب فرشتے، جن اور اولیاء اللہ، صدیقین، شہداء میں سے کسی کو بھی اللہ تبارک و تعالیٰ کا اُس کی عبادات میں حصے دار، شریک نہ بنایا جائے۔ یہی توحید الوہیت ہے۔) اور نہ اس کے علاوہ کسی اور کی طرف عبادت کو پھیرا جائے۔ (نہ ہی نیت سے اور نہ ہی عملاً) جیسے کہ نماز، روزے، زکوٰۃ، حج، عمرہ، دعا، استعانت واستغاثہ، نذر و نیاز، ذبیحہ جات، توکل بھروسہ، خوف ورجاء اور محبت وغیرھا من الامور کہ جن کا تعلق ظاہری عبادت سے ہو یا باطنی عبادت سے۔ اور یہ کہ اللہ عزوجل کی عبادت اس کی غیر ناقص مکمل محبت، اُس سے پورے خوف وتقویٰ اور اُس سے مکمل اُمید کے ساتھ کی جائے۔ ان تمام شروط میں سے بعض کو چھوڑ کر بعض پر عمل کرنا گمراہی ہے۔ جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے بندوں کو تعلیم دیتے ہوئے فرمایا کہ اے میرے بندو! یوں کہا کرو اور اسی بات پر ایمان رکھو:

ا...... ﴿ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ ﴾ (الفاتحہ:٤)

''اے رب العالمین! ہم صرف تیری ہی (ہر طرح کی) عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ سے ہی ہم (ہر طرح کی، ہر معاملے میں) مدد طلب کرتے ہیں۔''

ب...... ﴿ وَ مَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ۝ ﴾ (المؤمنون:١١٧)

''اور جو اللہ عزوجل کے ساتھ کسی اپنے دوسرے معبود کو پکارے جس کی کوئی دلیل اس کے پاس نہیں ہے تو اللہ ہی کے پاس اس کا حساب ہونا ہے۔ بے شک کافر پنپ نہیں سکیں گے (ان کی مراد کبھی پوری نہیں ہوگی)''

توحید خالص کے اسی حصہ توحید اُلوہیت کی طرف تمام انبیاء ورُسل نے اللہ کے بندوں کو دعوت دی اور یہ کہ اس سے انکار کے نتیجہ میں سابقہ اُمتیں ہلاکت و بربادی اور تباہی سے دوچار ہوگئیں۔ یہی توحید اُلوہیت دین حنیف کا آغاز، اس دین حق کا اختتام، اس کا باطن اور اس کا ظاہر ہے۔ رسولوں کی سب سے پہلی اور سب سے آخری دعوت بھی یہی توحید اُلوہیت ہوا کرتی تھی اور اسی عقیدۂ توحید اُلوہیت کی خاطر انبیاء ورُسل کو مبعوث کیا جاتا تھا۔ عقیدۂ توحید خالص کے لیے ہی کتابیں اتاری گئیں۔ جہاد فی سبیل اللہ کے لیے تلواریں سونتی گئیں۔ اسی کی بنا پر اہل ایمان اور کافروں کے درمیان اور جنتیوں اور دوزخیوں کے مابین فرق کیا گیا ہے اور کلمہ طیبہ...... لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ......ایک اللہ تبارک وتعالیٰ کے سوا کوئی اور معبودِ برحق نہیں ہے۔'' کا معنی ومفہوم بھی یہی ہے۔ ایک مقام پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَ مَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا نُوۡحِیۡۤ اِلَیۡهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدُوۡنِ ﴿۲۵﴾﴾ (الانبیاء:۲۵)

''اور ہم نے تجھ سے پہلے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر اس پر یہی وحی بھیجتے رہے کہ دیکھو میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ پس تم مجھی کو پوجتے رہنا ''

اور یہ کہ (عقل بھی اس بات کو مانتی ہے کہ) جو ہستی ہر ہر مخلوق کو پیدا کرنے والا، ہر جاندار کو رزق دینے والا، ہر ہر چیز کے ہر ہر حصے کا مالک، تمام کائنات کی تمام چھوٹی بڑی چیزوں میں تصرف کرنے والا، زندگی عطا کرنے اور موت سے ہمکنار کرنے والا، ہر طرح کی صفاتِ کمال سے متصف، ہر نقص اور عیب سے پاک اور کائنات کی ایک ایک چیز پر کنٹرول اُسی ذاتِ اقدس کے ہاتھ میں ہو، تو ایسے رب کائنات کے لیے واجب ہے کہ وہی اکیلا معبودِ برحق ہو اور عبادات کے تمام حصوں اور تمام انواع و اقسام میں اُس کا کوئی شریک، حصے دار نہ ہو۔ اور یہ کہ ہر طرح کی عبادت اُسی کی

طرف پھیری جائے۔ چنانچہ اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

ج...... ﴿وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝﴾ (الذریات:٥٦)

''اور میں نے جن اور آدمی اسی لیے پیدا کیے ہیں کہ وہ میری ہی پوجا کریں''

د...... ﴿قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ ۭ اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ مَاٰبِ ۝﴾ (الرعد:٣٦)

''(اے پیغمبر ﷺ) کہہ دے مجھے تو یہی حکم ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو پوجوں اور کسی کو اس کا شریک نہ بناؤں۔ میں اسی کی بندگی کی طرف لوگوں کو بلاتا ہوں اور اسی کی طرف مجھے لوٹ کر جانا ہے۔''

ھ...... ﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝﴾ (التوبه:٣١)

''ان لوگوں نے اپنے مولویوں اور درویشوں کو اور مریم کے بیٹے عیسیٰ مسیح کو اللہ کے سوا رب بنالیا۔ حالانکہ ان کو (خدا کے پاس سے) اور کچھ نہیں صرف یہی حکم ملا تھا کہ ایک (اکیلے سچے) اللہ برحق، اللہ کی پرستش کریں۔ اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں۔ وہ ان لوگوں کے شرک سے پاک ہے''

و...... ﴿اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ۝﴾ (طه:١٤)

''بیشک میں ہی اللہ ہوں۔ میرے سوا کوئی سچا الٰہ نہیں۔ سو میری ہی پوجا کر اور میری یاد کے لیے نماز قائم کر۔''

توحید ربوبیت بھی دراصل توحید الوہیت کے لوازم میں سے ہے۔ اس لیے کہ مشرکین نے (توحید ربوبیت کے اقرار کے باوجود) کبھی بھی ایک الٰہ (اللہ رب العالمین) کی

عبادت نہیں کی۔ بلکہ انھوں نے ہمیشہ کئی معبودوں کی عبادت کی ہے۔ اُن کے متعلق گمان یہ رکھتے ہیں کہ: دوسرے معبود اُن کے، دراصل اُنھیں درجہ و مرتبہ میں اللہ رب العالمین کے قریب کر دیتے ہیں۔ اس کے باوجود وہ اس بات کے معترف بھی ہوتے ہیں کہ اللہ کے سوا دیگر اُن کے معبود نہ کسی کو کوئی نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی نفع دے سکتے ہیں۔ مگر توحید ربوبیت کے اعتراف کے باوجود اللہ عزوجل نے ان کا شمار اہل ایمان میں نہیں کیا۔ بلکہ عبادت میں اللہ کے سوا غیروں کو بھی اس کا شریک کرنے کے جرم میں رب کائنات نے انھیں کافروں (اور مشرکوں) میں شمار کیا ہے۔

یہیں سے توحید الوہیت میں دیگر تمام فرقوں اور مذاہب و ادیان کا عقیدہ ''اہل السنۃ والجماعۃ اہل الحدیث والقرآن، سلف صالحین'' کے عقیدۂ توحید خالص سے مختلف ہو جاتا ہے۔ اور جس طرح دوسرے فرقے، مذاہب اور ادیان توحید کا معنی یوں کرتے ہیں کہ: اللہ کے سوا کوئی خالق نہیں مگر پوجا چاہے کسی کی بھی کرو۔ وغیرہ وغیرہ...... اہل السنۃ والجماعۃ سلف صالحین، توحید خالص کا یہ مفہوم بیان نہیں کرتے۔ بلکہ ان کے نزدیک بالتحقیق توحید الوہیت درج ذیل دو اُصول کے وجود کے ساتھ متحقق ہوتی ہے۔

اولاً: عبادت کی تمام انواع و اقسام تمام کی تمام مخلوقات (فرشتوں، جنوں، اولیاء اللہ، انبیاء و رُسل، شہیدوں، صدیقوں اور دیگر تمام صالحین وغیر صالحین، برادری، رشتہ والوں، والدین، اولاد، حکومتوں، باطل، طاغوتی نظاموں اور دنیا جہان کے سب انسانوں) کے علاوہ، یعنی سب کی یکسر نفی کرتے ہوئے صرف ایک اللہ عزوجل کے لیے خاص کر دینا اس عقیدہ کی اصل اول ہے۔ اس ضمن میں خالق کائنات ارض وسماء و ما بینھما کے حقوق اور اُس کے خصائص میں سے مخلوق کو کچھ بھی حصہ نہیں دیا جا سکتا۔

چنانچہ عبادت صرف ایک اللہ کی ہی ہوگی۔ نہ مکمل نماز اللہ کے علاوہ کسی اور کے لیے پڑھی جا سکتی ہے اور نہ ہی اللہ عزوجل کے علاوہ کسی اور کو سجدہ کیا جا سکتا ہے۔ نہ

ہی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لیے نذر مانی جاسکتی ہے۔ (نہ نیاز دی جاسکتی ہے، نہ قربانی وذبیحہ دیا جاسکتا ہے اور نہ ہی غیر اللہ کے نام پر خرچ کیا جاسکتا ہے۔) نہ ہی اللہ تبارک وتعالیٰ کے علاوہ کسی اور پر توکل، بھروسہ کیا جاسکتا ہے۔ غرضیکہ توحید الوہیت عبادت کی تمام انواع واقسام اور اس کی تمام حالتوں میں صرف اور صرف ایک اللہ عزوجل، رب العالمین کو منفرد ماننے کا تقاضا کرتی ہے۔ جبکہ عبادت چار طرح سے ہوتی ہے: (۱) دل کے ارادہ ونیت سے۔ (۲) زبان سے (۳) مال سے (جیسے جمیع مصارف وذبیحہ جات) اور (۴) پورے وجود کے تمام اعضاء وجوارح کے ساتھ۔ چنانچہ تمام عبادات کی سب انواع واقسام کا احاطہ کرتے ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ حکم فرماتے ہیں:

﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ لَا شَرِيكَ لَهُ ۖ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ۝﴾

(الانعام:۱۶۲، ۱۶۳)

''(اے پیغمبر ﷺ) کہہ دے میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے جو سارے جہانوں کا مالک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو یہی حکم ہوا ہے اور میں (اس امت میں) سب سے پہلے اس کا تابعدار ہوں''

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ ۚ وَذَٰلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ ۝﴾ (البینہ:۵)

''اور انہیں حکم ہوا تھا کہ ایک طرف کے ہوکر اللہ کو پوجیں، خالص اسی کی بندگی کریں، نماز کو درستی سے ادا کریں اور زکوٰۃ دیا کریں۔ یہی مضبوط ملت کا دین ہے۔''

اور پھر فرمایا:

﴿اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۝ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ۭ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ڛ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ۝﴾ (الزمر: ۲۔۳)

''بلاشبہ ہم نے یہ کتاب سچائی کے ساتھ تیری طرف اُتاری تو (اے پیغمبر ﷺ) اللہ تعالیٰ کی بندگی وعبادت اس طرح کر کہ تو دین کو اسی کے لیے خالص کرنے والا ہو۔ سن لے! خالص اللہ ہی کی بندگی کرنا اس اللہ کا حق ہے۔ اور جن لوگوں نے اللہ کے سوا دوسروں کو (اپنا) حمایتی بنایا ہے (وہ کہتے ہیں) ہم ان کو خدا سمجھ کر نہیں پوجتے۔ ہم تو ان کو بس اسی لیے پوجتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے نزدیک کر دیں، اچھی طرح سے قریب کرنا۔ بے شک یہ لوگ جن باتوں میں اختلاف کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) ان کا فیصلہ کر دے گا''

ثانیاً: اس ضمن میں اصل ثانی یہ ہے کہ: عبادت عین اللہ عز وجل کے حکم اور اُس کے حبیب وخلیل نبی برحق محمد رسول اللہ ﷺ کے حکم اور سنت کے مطابق ہو۔ چنانچہ عبادت، خشوع وخضوع، عاجزی وانکساری اور اطاعت کے ذریعے اللہ رب العالمین کی توحید دراصل ...... لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ ...... کی عملی تحقیق وتصدیق ہے۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری اور جس کام کا آپ حکم کریں اُس حکم کی مکمل اتباع کرنے اور جس عمل وفعل اور جس چیز سے آپ منع فرمائیں اُس سے یکسر رک جانے کا مطلب ...... مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ...... کی عملی تحقیق وتصدیق ہے۔ (یعنی اگر کوئی شخص

اللہ عزوجل کی توحید اور نبی ختم الرسل محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت ونبوت کا زبانی اقرار تو کرتا ہے مگر عملاً وہ ان دونوں کے تقاضوں سے روگرداں ہے تو وہ قطعاً مومن نہیں ہے۔) [1]

اہل السنۃ والجماعۃ کا منہج:

اہل السنۃ والجماعۃ اہل الحدیث سلف صالحین اور اُنھیں کے طریق پر عمل پیرا سلفی لوگوں کا اس ضمن میں عمل وعقیدہ یوں رہا ہے اور آج بھی ہے کہ: وہ اللہ رب العالمین کی عبادت اُس کو تمام عبادات کی تمام انواع واقسام اور تمام حالتوں کا یکتا وتنہا حقدار اس طرح سے یقین محکم اور عمل پیہم کے ساتھ مانتے ہیں کہ وہ اس میں اللہ رب العالمین کے ساتھ کسی کو بھی شریک، حصے دار اور ساجھی نہیں مانتے۔ چنانچہ وہ جب بھی اور جو کچھ بھی مانگتے ہیں تو صرف ایک اللہ ذوالجلال والاکرام سے۔ وہ جب بھی استعانت و مدد طلب کرتے ہیں تو صرف ایک اللہ رب الکبریاء سے۔ وہ اگر توکل، بھروسا کرتے ہیں تو صرف ایک اللہ رب العرش الکریم پر۔ وہ ڈرتے ہیں تو صرف اپنے رب ذوالجلال اللہ تعالیٰ سے۔ اور اطاعت وفرمانبرداری، عبادت وخضوع اور نیک اعمال کے ذریعے وہ اپنے رب کریم اللہ غفور و رحیم کا قرب حاصل کرتے ہیں۔ اللہ رب العالمین نے اپنے ان صالح بندوں کے یہ اوصاف قرآن حکیم میں کئی مقامات پر بیان فرمائے ہیں۔ ان میں سے بعض کو یہاں ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

---

[1]

کہ ہے ذاتِ واحد عبادت کے لائق — زباں اور دل کی شہادت کے لائق
اُسی کے ہیں فرماں اطاعت کے لائق — اُسی کی ہے سرکار خدمت کے لائق
لگاؤ تو لو اس سے اپنی لگاؤ
جھکاؤ تو سر اُس کے آگے جھکاؤ
اُسی پر ہمیشہ بھروسہ کرو تم — اُسی کے سدا ذکر کا دم بھرو تم
اُسی کے غضب سے ڈرو گر ڈرو تم — اُسی کی طلب میں مرو جب مرو تم
مبرا ہے شرکت سے اُس کی خدائی
نہیں اُس کے آگے کسی کو بڑائی

ا...... ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَخْبَتُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٢٣﴾﴾ (هود:٢٣)

''بے شک جو لوگ ایمان لائے، انہوں نے اچھے کام کیے اور اپنے مالک کے سامنے عاجزی کرتے رہے۔ وہی جنتی ہیں جو ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔''

ب...... ﴿قُلْ يَا عِبَادِ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا رَبَّكُمْ ۚ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۗ وَأَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةٌ ۗ إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿١٠﴾ قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ ﴿١١﴾ وَأُمِرْتُ لِأَنْ أَكُونَ أَوَّلَ الْمُسْلِمِينَ ﴿١٢﴾﴾ (الزمر:١٠ تا ١٢)

''(اے ہمارے حبیب وخلیل نبی!) کہہ دیجیے! (اللہ فرماتے ہیں:) اے میرے بندو! جو ایمان لائے ہو، اپنے رب سے ڈرو۔ ان لوگوں کے لیے جنہوں نے اس دنیا میں نیکی کی، بڑی بھلائی ہے اور اللہ کی زمین وسیع ہے۔ صرف صبر کرنے والوں ہی کو ان کا اجر کسی شمار کے بغیر دیا جائے گا۔ (اے پیغمبر ﷺ) کہہ دے مجھے تو یہ حکم ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو پوجوں خالص اسی کی بندگی کرتے ہوئے۔ اور مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ سب سے پہلے (اللہ تعالیٰ کا) تابعدار بنوں (اے پیغمبر ﷺ) کہہ دے میں تو بڑے دن (قیامت) کے عذاب سے ڈرتا ہوں اگر اپنے مالک کی نافرمانی کروں تو۔''

ج...... ﴿فَمَا أُوتِيتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ لِلَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿٣٦﴾ وَالَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبَائِرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ ﴿٣٧﴾ وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ﴿٣٨﴾ وَالَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُونَ ﴿٣٩﴾﴾

(الشوریٰ:٣٦ تا ٣٩)

''پس تمہیں (اے ایمان والو!) جو بھی چیز دی گئی ہے وہ دنیاوی زندگی کا معمولی سامان ہے اور جو اللہ کریم کے پاس ہے وہ بہتر اور زیادہ باقی رہنے والا ہے، ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے اور وہ صرف اپنے رب (اللہ رب العالمین) پر ہی بھروسہ کرتے ہیں۔ اور یہ (ثواب ان لوگوں کے لیے ہے جو) بڑے بڑے گناہوں سے اور بے حیائی کے کاموں سے (جیسے زنا لواطت وغیرہ) بچے رہتے ہیں اور جب ان کو غصہ آ جاتا ہے تو (اس کو پی کر لوگوں کی خطا) معاف کر دیتے ہیں اور جو اپنے مالک کا حکم مانتے ہیں (جو پیغمبر ﷺ کے ذریعہ سے ان کو دیا جاتا ہے) اور نماز کو درستی کے ساتھ (ٹھیک وقت پر جماعت سے) ادا کرتے ہیں اور ان کا کام آپس میں صلاح (اور مشورے) سے چلتا ہے۔ اور ہم نے ان کو جو کچھ دے رکھا ہے اُس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ اور یہ (ایمان والے) وہ لوگ ہیں کہ جب ان پر زیادتی ہو جاتی ہے (کفار و مشرکین کی طرف سے) تو وہ اس کا بدلہ لیا کرتے ہیں۔''

د...... ﴿ اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ۗ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١١٢﴾ ﴾ (التوبة:١١٢)

'' (یہ لوگ ایسے ہیں جو ہر ایک گناہ سے) توبہ کرنے والے، اللہ تعالیٰ کی عبادت (اخلاص کے ساتھ) کرنے والے، اللہ تعالیٰ کی حمد و تعریف کرنے والے (ہر حال میں شکر گزار) روزہ رکھنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، (یعنی نمازی) اچھی بات کا حکم دینے والے، بری بات سے منع کرنے والے اور اللہ تعالیٰ نے جو حدیں باندھ دیں ان کی حفاظت کرنے والے اور (اے پیغمبر ﷺ) ایسے مسلمانوں، مومنوں کو (جنت اور

اللہ کی رضا مندی کی) خوشخبری دے دے۔''

ھ...... ﴿الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَ يَخْشَوْنَهٗ وَ لَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝﴾ (الاحزاب:۳۹)

''جو اللہ تعالیٰ کے پیغام کو لوگوں تک پہنچاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی سے ڈرتے ہیں، اس کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے۔ اللہ کافی ہے حساب لینے والا۔''

و...... ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝﴾ (الانفال:۲ تا ٤)

''ایماندار تو وہی لوگ ہوتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا نام لیا جاتا ہے تو ان کے دل دہل جاتے ہیں اور جب ان کو اس کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ ان کے ایمان کو اور بڑھا دیتی ہیں اور وہ (ہر حال میں) اپنے مالک پر بھروسا کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو نماز کو درستی سے ادا کرتے ہیں اور ہم نے جو ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ یہی لوگ پکے ایماندار ہیں۔ ان کے لیے (رحمت اور فضل کے یا جنت کے) درجے ہیں ان کے مالک کے پاس۔ اور (گناہوں کی) بخشش اور عزت کی روزی ہے۔''

ز...... ﴿وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝﴾ (النحل:٤١ تا ٤٢)

''اور جن لوگوں نے (کافروں کا) ظلم اٹھانے کے بعد اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا وطن چھوڑا۔ ان کو ہم دنیا میں اچھا ٹھکانا دیں گے اور آخرت میں جو بدلہ (ملنے والا) ہے وہ تو کہیں بڑھ کر ہے۔ کاش یہ کافر (اس بات کو) جانتے ہوتے۔ (یہ اپنا ملک چھوڑنے والے وہ لوگ ہیں) جنہوں نے (کافروں کے ستانے پر یا ہجرت

میں یا جہاد پر) صبر کیا اور اپنے مالک پر وہ بھروسہ رکھتے ہیں۔"

اور اللہ رب العالمین نے اپنے بندوں کو حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا﴾ (النساء: ٣٦)

"اور اللہ کی عبادت (بالکل یکسو ہوکر) کرو اور اس کے ساتھ کسی کو (عبادات میں سے کسی بھی حصے اور حالت و کیفیت میں) بھی شریک، ساجھی حصہ دار نہ بناؤ۔"

۳۔ توحید الاسماء والصفات:

عقیدۂ توحید خالص کے تیسرے بڑے حصہ (یا توحید کی تیسری قسم) توحید الاسماء والصفات کا معنی ہے کہ: اللہ سبحانہ وتعالیٰ، رب العالمین پر یقین محکم اور اعتقاد جازم ہو کہ اُس باری تعالیٰ کے ان گنت، بے شمار ایسے اسماء حسنیٰ (پیارے اور عظیم الشان اسمائے گرامی) اور ایسی (بے مثل) صفات عالیہ ہیں کہ جیسا کسی اور کا نہ کوئی نام ہے اور نہ ہی ویسی کسی کی صفت۔ وہ رب کبریاء اپنی تمام کی تمام ایسی صفات کمال سے متصف ہے کہ جو ہر طرح کے عیب اور نقص (کمی، کوتاہی) سے پاک ہیں۔ اللہ عزوجل کی ذاتِ اقدس تمام کائنات کی سب جاندار اور بے جان مخلوقات سے بالکل منفرد ہو کر اپنی تمام صفات عالیہ سے متصف ہے۔ یعنی جیسی اُس کی صفات نقص اور عیب سے پاک کمال والی صفت سے متصف و معرف ہیں..... مخلوقات میں سے ویسی کوئی بھی صفت کسی میں بھی نہیں پائی جاتی۔

اور اہل السنۃ والجماعۃ اہل الحدیث قرآن عظیم اور صحیح احادیث مبارکہ میں مذکور صفاتِ عالیہ کے ذریعے اپنے رب کریم اللہ رب العرش الکریم کی معرفت رکھتے ہیں۔ اور وہ اپنے رب کی صفات ٹھیک اُسی طرح سے بیان کرتے ہیں جس طرح اللہ رب العالمین نے اپنی کوئی صفت خود بیان فرمائی ہو۔ یا جس طرح نبی مکرم ﷺ نے اللہ عزوجل کی کوئی صفت بیان کی ہو۔

یہ اہل السنۃ والجماعۃ اہل الحدیث سلفی لوگ اللہ عزوجل کے اسماء و صفات کے الفاظ کو ان کی جگہ سے (یہود و نصاریٰ کی طرح) [1] بدلا نہیں کرتے (اور نہ ہی ان کے معانی

---

[1] جیسا کہ قرآن مجید نے یہود و نصاریٰ کا یہ بطلان بیان کیا ہے۔ فرمایا: ﴿مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ⇦⇦⇦

کو۔) اور نہ ہی یہ لوگ اللہ تبارک و تعالیٰ کے اسماء گرامی میں بے دینی اختیار کرتے ہیں۔ ❶ بلکہ یہ تو اللہ عزوجل کی ذات اقدس اور اُس کی صفات عالیہ کی: (۱)...... کوئی تشبیہ اور مثال دیے بغیر ❷ (۲)......ان کی خاص حالت و کیفیت اور ہیئت بیان کیے بغیر ❸ (۳)...... ان میں سے بعض کو یا سب کی سب صفات کو موقوف و معطل اور

⇐ ⇐ ﴿يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهِ وَ يَقُولُونَ سَمِعْنَا وَ عَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّ رَاعِنَا لَيًّا بِأَلْسِنَتِهِمْ وَ طَعْنًا فِي الدِّيْنِ وَ لَوْ أَنَّهُمْ قَالُوا سَمِعْنَا وَ أَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَ انْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَ أَقْوَمَ وَ لٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ إِلَّا قَلِيْلًا﴾ (النساء: ۴۶) ''(یہ دشمن تمہارے) یہودیوں میں سے (یا یہودیوں میں) بعضے ایسے بھی ہیں جو لفظوں کو اپنے مقاموں سے پلٹ دیتے ہیں اور زبانوں کو مروڑتے ہوئے دین پر طعنہ کرنے کو کہتے ہیں: ہم نے سنا اور نہ مانا۔ اور سنو تم کو کوئی نہ سنائے اور ''راعنا'' (ہماری رعایت کر، ہماری طرف توجہ فرمائیں) کے لفظ کو (اپنے زبانوں سے پیچ دے کر ''راعینا'' ......اور ہمارے چرواہے'' کہہ کر ادا کرتے ہیں۔) اور اگر وہ (ان لفظوں کے بدل) یوں کہتے ہم نے سنا اور مان لیا اور سنو، ہماری طرف نظر فرمائیں (راعنا کے بدل) کہتے تو یہ ان کے حق میں بہتر اور درست ہوتا مگر ان پر تو کفر کی وجہ سے اللہ نے پھٹکار کر دی ہے۔ اور وہ ایمان نہیں لانے کے مگر تھوڑا سا۔ (اپنے مطلب کا۔)'' ﴿فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَ جَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهِ وَ نَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهِ وَ لَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ إِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَ اصْفَحْ ط إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ (المائدہ: ۱۳) ''پھر ان لوگوں نے جو اپنا اقرار توڑا تو اسی وجہ سے ہم نے ان کو پھٹکار دیا اور ان کے دل سخت کر دیے۔ وہ (توریت تحریف کے) لفظوں کو اپنے اپنے ٹھکانے سے بدل دیتے ہیں اور جو نصیحت ان کو کی گئی تھی اس میں سے ایک حصہ بھلا بیٹھے اور چند آدمیوں کے سوا ہمیشہ ایک نہ ایک ان کی چوری تجھ کو معلوم ہوتی رہے گی۔ ان کا قصور فی الحال معاف رکھ اور ان سے درگزر کر۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نیکوں سے محبت رکھتا ہے (جو قصور معاف کر دیتے ہیں)''

❶ جیسا کہ آگے متن میں سورۃ الاعراف کے حوالے سے بیان ہو رہا ہے۔

❷ تمثیل ......کا معنی ہوتا ہے کسی چیز کی مثل کو تمام وجوہ سے اُس کے مشابہ ثابت کرنا یا بیان کرنا جس کی تمثیل بیان کی جارہی ہو۔ اور اللہ عزوجل کی صفات اور اُس کے اسماء حسنیٰ کو مخلوقات کی صفات سے تشبیہ و مثال دے کر بیان کرنا یا ایسا عقیدہ رکھنا کہ مخلوقات کی صفات یا ان کی کوئی صفت اللہ عزوجل کی صفات یا اُس کی کسی صفت کے مشابہ یا اُس کی مانند ہے...... تو یہ شرک ہے۔ سلف صالحین بھی صفات الٰہیہ میں تمثیل و تشبیہ کے قائل نہیں تھے اور نہ ہی اہل السنۃ والجماعۃ اہل الحدیث والفقہ اس کے قائل ہیں۔

❸ تکییف ......کا مطلب ہوتا ہے: بَيَانُ الْهَيْئَةِ الَّتِيْ تَكُوْنُ عَلَيْهَا الصِّفَاتُ ...... کسی چیز کی ایسی ہیئت و حالت کا بیان کہ جس پر کچھ صفات کا اطلاق ہوتا ہو۔ مثلاً قرآن میں مذکور اللہ عزوجل کے عرش عظیم پر مستوی ہونے کی کیفیت، ہیئت اور حالت کو بیان کرنا یہ بھی جائز نہیں اور سلف صالحین ایسی جرأت کے سخت مخالف تھے۔

بے کار یا ان میں عدم اثبات والے باطل نظریہ کو ماننے بغیر۔ (کہ اس اللہ رب العرش الکریم کی تمام کی تمام صفات جاری وساری اور ابد الا باد کے لیے ہیں۔) اور (۴)...... لفظاً ومعنًی ان میں تبدیلی اور تحریف ❶ کے بغیر...... من وعن دل وجان سے پورے یقینِ محکم اور ایمان کامل و جازم کے ساتھ مانتے ہیں۔ اہل السنۃ والجماعۃ اہل الحدیث کا اس وضاحت اور اس عقیدہ کے لیے اُصولی قاعدہ اور دلیلِ مستحکم اللہ عزوجل کا یہ فرمان گرامی قدر ہے۔ فرمایا:

﴿ فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّ مِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ ؕ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَ

---

❶ تحریف...... تَغْيِيْرُ النَّصِّ لَفْظًا اَوْ مَعْنًى...... کسی عبارت کے الفاظ کو بدل دینے یا اُس کے معانی تبدیل کر دینے کو تحریف کہتے ہیں۔ اور یہ کہ اس نص کے ظاہری مفہوم کو ایسے معانی میں بدل دینا کہ جس پر یہ نص دلالت ہی نہ کرتی ہو مگر یہ کہ کسی مرجوح احتمال کی بنیاد پر۔ اس اعتبار سے ہر تحریف کو تعطیل تو کہا جا سکتا ہے مگر ہر تعطیل (کہ جس کا معنی اوپر متن میں (۳) والی عبارت میں واضح ہے۔) کو تحریف نہیں کہہ سکتے۔ قرآن نے یہود کے جرائم میں سے ان کا تحریف والا ایک بہت بڑا جرم یوں بھی بیان کیا ہے۔ ﴿ يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَ لَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛ وَ مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۛ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ لَمْ يَاْتُوْكَ ؕ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَ اِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ؕ وَ مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ؕ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ۖۚ وَّ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ ﴾ (المائدہ: ٤١) ''اے پیغمبر ﷺ جو لوگ کفر پر دوڑتے پڑتے ہیں ان پر رنج نہ کرو (یہ لوگ یا تو منافق ہیں) ان لوگوں میں سے جو منہ سے کہتے ہیں: ہم ایمان لائے اور ان کے دلوں میں ایمان (کا نام تک) نہیں اور (یا) ان لوگوں میں سے جو یہودی ہیں جھوٹی باتیں سننے والے جو لوگ تیرے پاس آئے ان کے جاسوس ہیں۔ یہ لوگ لفظوں کو اللہ تعالیٰ کے رکھے ہوئے ٹھکانے سے بے ٹھکانے کرتے ہیں (اور اپنے لوگوں سے) کہتے ہیں اگر (محمد ﷺ) کی طرف سے) تم کو یہی حکم (جو بدلا ہوا ہے) ملے تو اس کو مان لینا (یا اس پر عمل کرنا) اور جو یہ نہ ملے (بلکہ وہ بھی اس کے خلاف حکم دیں) تو نہ ماننا۔ اللہ تعالیٰ جس کو گمراہ کرنا چاہے تو اس کے بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ پر تیرا کچھ زور نہیں چل سکتا۔ یہی لوگ (دونوں قسم کے جن کا اوپر بیان ہوا) وہ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے پاک کرنا نہیں چاہا۔ وہ دنیا میں ذلیل ہوں گے اور آخرت میں ان کو بڑی مار پڑے گی۔''

هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴿١١﴾ لَهُ مَقَالِيدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضِ ۚ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُ ۚ إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿١٢﴾﴾ (الشوریٰ:۱۱ تا ۱۲)

''تمام آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا (ایک اللہ ہے کہ) اسی نے تمہاری ہی جنس کے تمہارے لیے جوڑے بنائے اور چوپایوں میں بھی (انہی کے جنس سے) جوڑے بنائے۔ وہ تم کو زمین میں (چاروں طرف) بکھیرتا ہے اور اس کی مانند کہیں بھی کوئی چیز نہیں۔ اور وہ سننے، جاننے والا ہے تمام آسمانوں اور زمین کے خزانے (یا ان کی کنجیاں) اسی کے پاس ہیں۔ وہ جس کو چاہتا ہے فراغت کے ساتھ روزی دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اس کی روزی تنگ کرتا ہے بلاشبہ وہ سب کچھ جانتا ہے۔''

دوسرے مقام پر رب کریم کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ وَلِلّٰهِ الْأَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوهُ بِهَا ۖ وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِيٓ أَسْمَآئِهِ ۚ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٨٠﴾﴾ (الاعراف:۱۸۰)

''اور اللہ تعالیٰ کے اچھے (خاص) نام ہیں۔ اس کو انہی ناموں سے پکارو۔ جو لوگ اس کے ناموں میں بے دینی کرتے ہیں ان کو چھوڑ دو۔ وہ اپنے کیے کا بدلہ عن قریب پالیں گے۔''

پس اہل السنۃ والجماعۃ اہل الحدیث والفقہ سلفی جماعت والے اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفات عالیہ کی نہ کیفیت کو محدود مانتے ہیں اور نہ ہی رب العالمین کے اسماء و صفات کو معدود جانتے ہیں۔ (یعنی اُس کی صفاتِ مقدسہ کی کیفیت وحالت غیر محدود، نہایت کامل اور اس کے اسماء حسنیٰ ان گنت ہیں۔) اس لیے کہ اللہ جل وعلا نے اپنی کسی بھی صفت کی کیفیت بیان نہیں کی اور نہ ہی کسی صفت کی ہیئت و حالت بیان کی ہے اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ نے ایسی کوئی خبر دی ہے۔ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ بھی

ایسی کسی تکییف وتمثیل اور تعطیل وتحریف سے مبرا تھے۔) یہ اس لیے کہ اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے: اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے بڑھ کر کوئی بھی علم والا نہیں ہے اور نہ ہی اُس کے برابر کوئی علم رکھتا ہے۔ جیسا کہ اُس نے خود خبر دی ہے:

﴿ قُلْ ءَ اَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ؕ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝۱۴۰ ﴾ (البقرة: ١٤٠)

''(اے پیغمبر ﷺ) کہہ دے (اے لوگو! کیا) تم بڑے جاننے والے ہو یا اللہ عزوجل؟ اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی گواہی کو جو اس کے پاس ہو چھپائے۔ اور اللہ تمھارے کاموں سے بے خبر نہیں ہے''

دوسرے مقام پر یوں فرمایا ہے:

﴿ قُلْ لَّاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآىِٕنُ اللّٰهِ وَ لَاۤ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَ لَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّیْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤى اِلَیَّ ؕ قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰى وَ الْبَصِیْرُ ؕ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ۝۵۰ ﴾ (الانعام: ٥٠)

''(اے پیغمبر) کہہ دے میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں اور (یہ بھی) کہہ دے میں غیب نہیں جانتا اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو اسی پر چلتا ہوں جس کا مجھے کو حکم ہوتا ہے۔ (اللہ کی طرف سے اے پیغمبر مثال بیان کرتے ہوئے) کہہ دے: کیا اندھا اور آنکھوں والا برابر ہو سکتے ہیں؟ کیا تم غور نہیں کرتے۔''

تیسری جگہ یوں ارشاد ہوتا ہے:

﴿ عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰى غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ۝۲۶ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ۝۲۷ لِّیَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا

رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ﴿٢٨﴾

(الجن:٢٦ تا ٢٨)

''غیب کا علم اسی کو ہے وہ اپنے غیب کو کسی پر مطلع نہیں کرتا۔ مگر جس پیغمبر ﷺ کو وہ پسند کرے تو بے شک اس کے بھی آگے اور پیچھے (فرشتوں کا) پہرا لگا دیتا ہے۔ تاکہ وہ پیغمبر جان لے کہ فرشتوں نے اپنے مالک کا پیغام پہنچا دیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ ان کے پاس ہے سب کو اپنے علم سے گھیر لیا ہے اور ہر چیز کی گنتی تک اس کو معلوم ہے۔''

اسی بات کو آیۃ الکرسی میں یوں ارشاد فرمایا ہے:

''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ وہ زندہ ہے سب کا سنبھالنے والا نہ اونگھتا ہے نہ سوتا ہے۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے بغیر اس کے حکم کے کون ہے جو اس کے پاس کسی کی سفارش کر سکتا ہو۔ جو ان کے (یعنی لوگوں کے) پہلے گزرا اور جو ان کے بعد ہوگا وہ سب جانتا ہے۔ اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا وہ چاہتا ہے۔ (اتنا ہی علم کسی کو دیتا ہے) اس کی کرسی کے اندر آسمان اور زمین سب آگئے اور ان کا تھامنا اس پر بھاری نہیں ہے۔ اور وہی سب سے بلند، سب سے بڑا ہے۔'' (البقرہ:٢٥٥ آیت کریمہ بمع حاشیہ آگے آ رہی ہے)

اس لیے اللہ تبارک وتعالیٰ حکم دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٧٤﴾﴾

(النحل:٧٤)

''تو اللہ تعالیٰ کے لیے مثالیں بیان نہ کرو۔ (وہ مخلوق کی مشابہت سے پاک ہے) بے شک اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔''

اور نہ ہی سید الانبیاء والبشر محمد رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے بارے میں اُس رب العالمین عالم غیب السموات والارض کے بعد کوئی زیادہ علم رکھنے والا تھا اور نہ ہی آپ ﷺ کے بعد کوئی ہوا۔ اور نہ ہی تا قیامت پیدا ہوگا۔ جیسا کہ اللہ عزوجل نے نبی معظم ﷺ کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَالنَّجْمِ إِذَا هَوٰى ۝ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۝ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحٰى ۝﴾ (النجم: ۱ تا ۴)

''قسم ہے تارے کی جب وہ نیچے کو چلے۔ تمہارا ساتھی (یعنی محمد رسول اللہ ﷺ) نہ تو راہ بھولا ہے اور نہ غلط راستے پر چلا ہے۔ اور نہ (اپنے دل کی) خواہش سے وہ کوئی بات کرتا ہے۔ اس کی جو بات ہے وہ وہی ہے جو اس کی طرف بھیجی جاتی ہے۔''

اور اہل السنۃ والجماعۃ اہل الحدیث والفقہ سلفی جماعت والے اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ: اللہ عزوجل ہی سب سے اول (پہلے) تھا، اس سے قبل کوئی چیز نہ تھی۔ اور وہی سب سے آخر میں (سب سے پیچھے) رہے گا کہ اُس کے بعد کوئی بھی چیز نہ ہوگی۔ وہی ''الظاہر (سب سے نمایاں) ہے کہ اس کے اوپر کوئی چیز نہیں اور وہی (سب سے چھپا ہوا) باطن ہے کہ اُس سے پہلے (ورے) بھی کوئی چیز نہیں ہے۔ جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی قدر ہے:

﴿لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضِ ۚ يُحْيِ وَ يُمِيتُ ۚ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ هُوَ الْأَوَّلُ وَ الْأٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ ۚ وَ هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝﴾ (الحدید: ۲ تا ۳)

''اُسی کی بادشاہی ہے تمام آسمانوں اور زمین میں۔ وہی زندگی عطا کرتا

اور وہی موت دیتا ہے۔ اور وہ سب کچھ کر سکتا ہے وہی پہلا ہے اور وہی سب سے پیچھے۔ اور ظاہر ہے اور چھپا ہوا۔ اور وہ سب کچھ جانتا ہے'' [1]

اسی طرح یہ اہل السنۃ والجماعۃ سلفی منہج والے اہل الحدیث اس بات کا عقیدۂ صحیحہ رکھتے ہیں کہ اللہ عزوجل کی ذات اقدس سے سب کائنات ارض وسماء و ما بینہما کی تمام ذوات مشابہت نہیں رکھتیں۔ اسی طرح اُس کی صفاتِ عالیہ وقدوسیہ سے سب مخلوقات کی اور اس سب مخلوقات میں سے کسی ایک کی بھی صفات مشابہت نہیں رکھتیں۔ اس لیے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا نہ ہی تو کوئی ہم نام ہے، نہ ہی کوئی اُس کی برابری کا ہے اور نہ ہی کوئی اُس کا (اُس کی ذات اقدس یا صفات عالیہ میں) شریک، حصے دار ہے۔ نہ ہی اُس کی ذات قدوس کو اس کی مخلوق پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ یہ اہل السنۃ والجماعۃ سلفی عقیدہ ومنہج والے اہل الحدیث اللہ عزوجل العلی القدیر کے لیے جب کوئی صفت و عمل یقینی اور ثابت مانتے ہیں تو صرف وہی کہ جسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے خود اپنی ذات وصفات کے لیے بغیر تمثیل کے ثابت کیا ہو۔ اور وہ رب کبریاء کی ذاتِ اقدس وصفات عالیہ کو عدم اثبات والے باطل نظریہ (تعطیل) کو تسلیم کیے بغیر اُسے ہر نقص وعیب سے پاک سمجھتے اور اس پر عقیدہ وایمان رکھتے ہیں۔

چنانچہ جب وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے لیے وہی یقینی اور ثابت مانتے ہیں کہ جسے اُس رب العالمین نے اپنی ذاتِ اقدس کے لیے خود یقینی اور ثابت کیا ہے تو پھر وہ تمثیل بیان نہیں کرتے۔ اور جب وہ اللہ عزوجل کے لیے تنزیہ کرتے ہیں (یعنی اُسے

---

[1] ''یا کھلا ہوا اور پوشیدہ'' اور وہ اس لحاظ سے کہ اس کی کارگیری کے آثار کھلے ہوئے ہیں اور اس کی ذات مقدس ہماری نظروں سے پوشیدہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ''ظاہر'' کی تفسیر بلند اور غالب سے کی ہے۔ ایک ماثور دعا میں ہے: وَأَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ یعنی تو ہی ظاہر ہے اور تیرے اوپر کوئی چیز نہیں۔ (ابن کثیر بحوالہ صحیح مسلم)

ہر عیب اور نقص سے مبرا مانتے ہیں) تو وہ اُس کی اُن صفاتِ عالیہ وقدوسیہ کو معطل (کہ اُن میں سے بعض ثابت ہیں اور بعض ثابت نہیں یا سب کی سب ثابت نہیں، اس نظریۂ باطل کو) نہیں مانتے کہ جن کے ساتھ اُس کی ذاتِ اقدس نے اپنی صفت کو خود بنفس الرحمٰن بیان کیا ہو۔ یہ بات قطعاً اور کبھی بھی جائز نہیں ہے کہ اللہ الرحمٰن الرحیم کی ذاتِ اقدس کی کیفیت یا اُس کی صفاتِ عالیہ کی کیفیت کا تخیل پیش کیا جائے۔

اہل السنۃ والجماعۃ والے اہل ایمان و اسلام اس بات کا بھی عقیدۂ سلیمہ اور ایمانِ محکم رکھتے ہیں کہ: اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہر ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ (کائنات کا ذرّہ ذرّہ اُس کے دائمی وغیر محاط بہ علم میں ہے۔) وہی ہر ہر چیز کے ایک ایک حصے اور ہر ہر حصے کے ذرّے ذرّے کا پیدا کرنے والا ہے۔ (اور اس عمل میں نہ کوئی اس کا معاون ہے، نہ کوئی مشیر، اور نہ ہی شریک حصے دار۔) اور وہی ہر زندہ چیز کو رزق دینے والا ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿ اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ۭ وَهُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ ؀ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ۭ وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ ؀ ﴾

(الملك:١٤، ١٥)

''بھلا یہ کیوں کر ہوسکتا ہے کہ اللہ عزوجل اپنی بنائی چیزوں کو نہ جانے اور وہ تو بڑا باریک بین خبردار ہے۔ وہی اللہ رب العالمین تو ہے جس نے زمین کو تمہارے (چلنے پھرنے کے) لیے ملائم (نرم ہموار) کر دیا ہے۔ اس کے رستوں میں چلتے پھرتے رہو اور اس کی دی ہوئی روزی (مزے سے) کھاؤ۔ اور (یہ بھی یادرکھو کہ) اسی کے پاس تمہیں دوبارہ اُٹھ کر جانا ہے۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

''بے شک اللہ تعالیٰ ہی بے حد رزق دینے والا، طاقت والا، نہایت مضبوط

ہے۔" (الذاریات: ۵۸ آیت کریمہ پیچھے گزر چکی ہے۔)

سلفی عقیدہ و منہج پر عمل پیرا یہ اہل السنۃ والجماعۃ والے اہل الحدیث اس بات پر بھی ایمانِ کامل و یقینِ محکم رکھتے ہیں کہ: بلاشبہ اللہ عزوجل اپنی تمام (نوری، ناری، ترابی وغیر ترابی) مخلوق سے الگ تھلگ (تصور سے بھی باہر) بہت دُور، ساتوں آسمانوں سے اُوپر اپنے عرشِ کریم پر مستوی ہے۔ [1] اور اُس نے ایک ایک چیز کا (اور ہر چیز کے ذرّے ذرے کا) اپنے علم سے احاطہ کر رکھا ہے۔ [2] (کوئی بھی چیز اور مخلوق کا کوئی بھی قول

---

[1] اللہ عزوجل کے اپنے عرش کریم پر مستوی اور بلند ہونے والی دونوں صفاتِ اقدسہ کو ہم اللہ رب العالمین کے لیے اسی طرح حق اور ثابت مانتے ہیں جس طرح اس کی ذاتِ ذوالجلال کو لائق ہیں۔ اور قرآنِ عظیم میں اللہ کی صفت استواء کے لیے کلمہ "اسْتَوٰی" کی تفسیر سلف صالحین کے نزدیک کلمات "اِسْتَقَرَّ ، عَلَا ، اِرْتَفَعَ اور صَعَدَ" کے ساتھ کرتے ہیں۔ (جن کا معنیٰ بنتا ہے کہ: اللہ ذوالجلال والاکرام نے اپنے عرش کریم پر جیسے اس کی ذاتِ اقدس کو لائق تھا...... رفعت وعلوت اختیار کرتے ہوئے قرار اختیار فرمایا۔) سلف صالحین صرف انہی چار کلمات کے ساتھ کلمہ "استوٰی" کی تفسیر کرتے ہیں۔ نہ ہی تو ان سے تجاوز کرتے ہیں اور نہ ہی ان پر اضافہ کرتے ہیں۔ سلف صالحین، صحابہ کرام وتابعین عظام رضی اللّٰہ عنہم و من تبعہم باحسان رحمہم اللہ جمیعاً سے اس کلمہ کی تفسیر بمعنیٰ: " استولیٰ ولا ملك ولا قهر " قطعاً مذکور اور وارد نہیں ہے۔

اور یہ کہ: اللہ عزوجل سبحانہ وتعالیٰ کے اپنے عرشِ کریم پر مستوی ہونے کی کیفیت غیر معلوم، مجہول ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذاتِ اقدس کے سوا اُسے کوئی نہیں جانتا۔ اور بمعنیٰ: "اِسْتَقَرَّ ، عَلَا ، اِرْتَفَعَ" اللہ تعالیٰ کی صفت "استوٰی" پر ایمان لانا، دلائل کے ثبوت کی بنا پر واجب ہے اور کیفیت وتمثیل کے بارے میں سوال کرنا بدعت وگمراہی ہے۔ اس لیے کہ استواء کی کیفیت اللہ رب العرش الکریم کے سوا کوئی نہیں جانتا اور یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے اس ضمن میں رسول اللہ ﷺ سے دریافت بھی نہیں کیا تھا۔

[2] جیسا کہ اللہ عزوجل قرآن حکیم میں ارشاد فرماتے ہیں:

(۱)...... ﴿وَ مَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّ مَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّ لَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ وَ مَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَ لَا فِي السَّمَآءِ وَ لَاۤ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَ لَاۤ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝﴾ (یونس: ۶۱) "اور (اے پیغمبر) تو کسی حال میں ہو (کوئی کام کرتا ہو) اور قرآن میں سے کچھ بھی پڑھ کر سنائے اور (اے لوگو!) تم کوئی بھی کام کرو جب تم اس میں لگے رہتے ہو تو ہم تمہیں کو دیکھتے رہتے ہیں اور تیرے مالک سے ذرّہ برابر کوئی چیز چھپی نہیں، نہ زمین میں نہ آسمان میں۔ نہ ذرّہ سے کم نہ اس سے بڑی کوئی چیز ہے جو کھلی کتاب (لوحِ محفوظ) میں درج نہ ہو۔"

(۲)...... ﴿وَ هُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ فِي الْاَرْضِ ؕ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَ جَهْرَكُمْ وَ يَعْلَمُ مَا ⇦⇦⇦

وفعل اس کے علم سے باہر نہیں۔ چاہے کوئی مخلوق انتہائی گہرے اندھیروں کی بیسیوں تہوں کے اندر کوئی فعل وحرکت کیوں نہ کرے۔ اس کی ہر ہر حرکت، آواز اس کے علم میں ہوتی ہے۔) جیسا کہ اس رب خبیر وعلیم نے اپنی کتاب عزیز میں اپنی ذاتِ اقدس کے بارے میں اپنی ذات

⇐⇐ تَكْسِبُوْنَ ۝ ﴾۔(الانعام:۳) ''اور وہی ہے اللہ آسمانوں میں اور زمین میں۔ تمہاری چھپی اور کھلی باتوں کو سب جانتا ہے (حالانکہ وہ آسمانوں کے اوپر ہے) اور جو تم کرتے ہو وہ جانتا ہے۔''

(۳)......عرشِ کریم کے بارے میں ایک مقام پر اللہ الرحمٰن کا ارشادِ گرامی یوں بھی ہے:...... ﴿وَ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّ كَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا وَ لَىِٕنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝﴾(ھود:۷) ''اور وہی ہے اللہ رب العالمین جس نے چھ دن میں آسمانوں اور زمین کو بنایا اور اس کا تخت (آسمان و زمین کی پیدائش سے پہلے) پانی پر تھا (اس نے دنیا کو اس لیے بنایا) کہ تم کو آزمائے کون تم میں اچھے کام کرتا ہے۔ اور (اے پیغمبر) اگر تو (ان کافروں سے) کہے کہ تم تو بیشک مرنے کے بعد جی اٹھو گے تو وہ کافر ضرور کہیں گے یہ (تمہاری بات) تو ایک کھلے جادو کی طرح ہے۔''

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ آسمان و زمین کی تخلیق سے قبل اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا (ابن کثیر) ابتداء آفرینش کے متعلق مختلف روایات آئی ہیں۔ صحیح اور مشہور روایات میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا: پہلے پہل خلق کی ابتدا کیسے ہوئی؟ آپ نے فرمایا: كَانَ اللّٰهُ قبل كُلِّ شَيءٍ وكان عرشه على الماءِ وَكَتَبَ فِي اللَّوحِ المحفوظِ ذِكرَ كُلِّ شَيءٍ...... کہ ہر چیز سے پہلے اللہ تھا اور اس کا عرش پانی پر تھا۔ اس نے لوح محفوظ میں ہر چیز کا ذکر لکھ دیا۔'' دوسری حدیث میں ہے کہ آسمان و زمین کی آفرینش سے پچاس ہزار سال پہلے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی سب تقدیریں لکھ لی تھیں (صحیح مسلم و بخاری) سنن کی بعض روایات میں ہے، سوال کیا گیا: اَيْنَ كَانَ رَبُّنَا قَبْلَ اَنْ يَخْلُقَ الْخَلْقَ۔ خلق کی پیدائش سے قبل ہمارا پروردگار کہاں تھا؟ اس کے جواب میں نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ((كَانَ فِي عِمَاءٍ مَا تَحتهُ هواءٌ وَما فَوقه هواءٌ۔)) مگر امام رازی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور اس باب میں صرف مشہور حدیث سے ہی استدلال ہو سکتا ہے۔ (تفسیر کبیر) پانی اور عرش کے بعد سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا۔'' یہی صحیح ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ سب سے پہلے عقل کو پیدا کیا مگر یہ روایت ضعیف ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ابتدائے آفرینش کے متعلق خطبہ دیا جس میں ابتداء عالم سے لے کر قیامِ قیامت تک کی تمام چیزیں بیان کر دیں۔'' اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ابتداء آفرینش کے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جو آثار مروی ہیں وہ سب کے سب اسرائیلیات سے نہیں لیے گئے۔ (احسن الفوائد)

وصفاتِ عالیہ کی کیفیت بیان کیے بغیر درج ذیل سات آیاتِ کریمہ میں وضاحت سے بیان فرمایا دیا ہے:

ا...... ﴿اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ۗ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ یَطْلُبُهٗ حَثِیْثًا ۙ وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ؕ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۵۴﴾﴾ (الاعراف:٥٤)

''بے شک تمہارا مالک اللہ تعالیٰ ہے جس نے تمام آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں تخلیق فرمایا۔ پھر (زمین و آسمان بنانے کے بعد) وہ اپنے عرش پر مستوی ہو گیا۔ وہ رات سے دن کو ڈھانپتا ہے (اور دن کو رات سے) رات دن کے پیچھے لگی دوڑی آ رہی ہے۔ سورج، چاند اور تاروں کو بنایا اس حال میں کہ وہ حکم کے تابعدار ہیں۔ سن لو اسی نے سب کچھ بنایا اور اسی کا کام حکم دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی برکت بڑی ہے جو سارے جہانوں کا مالک ہے۔''

ب...... ﴿اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ مَا مِنْ شَفِیْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳﴾﴾ (یونس:٣)

''(لوگو) بیشک تمہارا مالک اللہ ہے جس نے چھ دن میں آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ پھر (اپنے) عرش پر مستوی ہو گیا (جیسا اس کی جلالت کو لائق ہے۔) ہر کام کی تدبیر وہیں سے کر رہا ہے۔ کوئی کسی کا سفارشی نہیں ہو سکتا جب تک اس کا حکم نہ ہو۔ وہی اللہ تو تمہارا مالک ہے۔ سو اسی کی پوجا کرو (اور کسی کو نہ پوجو) کیا تم غور کر کے نصیحت حاصل نہیں کرتے۔''

ج...... ﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی

الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَاۗءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ۝ ﴾ (الرعد:۲)

''اللہ وہ (قدرت والا) ہے جس نے آسمانوں کو بے سہارے اونچا (کھڑا) کیا تم دیکھ رہے ہو؟ پھر عرش پر مستوی ہوا۔ اس نے چاند اور سورج کو مسخر کر کے کام پر لگا دیا۔ ہر ایک ایک ٹھہری مدت تک چل رہا ہے۔ وہ سارے جہان کا انتظام و تدبیر کرتا ہے۔ اپنی (قدرت کی) نشانیاں تفصیل کے ساتھ کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تمہیں اپنے مالک سے ملنے کا یقین ہو۔''

د...... ﴿ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۝ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا وَ مَا تَحْتَ الثَّرٰى ۝ ﴾ (طٰہٰ:۵۔۶)

''(آسمان اور زمین بنانے کے بعد) وہ بڑے رحم والا اپنے عرش پر بلند ہوا۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور جو ان دونوں کے بیچ میں ہے اور جو گیلی زمین کے تلے ہے۔'' (سب کچھ اسی کا ہے۔)

ھ...... ﴿ وَ تَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ۭ وَ كَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا ۝ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ اَلرَّحْمٰنُ فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِيْرًا ۝ ﴾

(الفرقان:۵۸۔۵۹)

''اور (اے پیغمبرؐ! کافروں سے مت ڈر) اُس اللہ پر بھروسہ کر جس کو موت نہیں۔ (ہمیشہ زندہ ہے) اور تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان کر۔ وہ اپنے بندوں کے گناہوں کی پوری خبر رکھنے والا کافی ہے کہ جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو اُن کے بیچ میں ہے، چھ دنوں میں پیدا کیا۔

پھر عرش پر مستوی ہوگیا۔ (اور ان کا انتظام کرنے لگا۔) وہ بہت زیادہ رحم والا ہے تو جو کوئی ان باتوں کو جانتا ہو اُس سے پوچھ۔"

و...... ﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا شَفِیْعٍ ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ ثُمَّ یَعْرُجُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۝ ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ۝﴾ (السجدہ:٤ تا ٦)

"اللہ وہی ہے جس نے تمام آسمانوں اور زمین اور جو ان کے بیچ میں ہے چھ دنوں میں پیدا فرمایا۔ پھر عرش پر مستوی ہوگیا۔ اس کے سوا نہ کوئی تمہارا سرپرست ہے نہ سفارشی ۔تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ وہ آسمان سے لے کر زمین تک سب کام چلاتا ہے (ہر کام کی تدبیر خود کرتا ہے۔) پھر یہ سب کام اس دن میں جو تمہارے حساب سے ہزار برس کا ہوگا اللہ تعالیٰ تک چڑھ جاتے ہیں۔ یہی تو چھپی اور کھلی سب باتیں جانتا ہے۔ زبردست ہے نہایت رحم والا۔"

ز...... ﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ؕ یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا یَعْرُجُ فِیْهَا ؕ وَ هُوَ مَعَكُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ۝﴾ (الحدید:٤)

"وہی (رب العالمین) ہے جس نے چھ دنوں میں آسمان اور زمین بنائے پھر وہ عرش پر مستوی ہوگیا۔ وہ ہر اس چیز کو جانتا ہے جو زمین میں داخل ہوتی ہے اور جو زمین سے نکلتی ہے اور جو آسمان سے اترتا ہے اور جو

آسمان پر چڑھتا ہے۔ وہ ان (سب کو جانتا ہے اور وہ عرش پر رہ کر تم جہاں رہو اپنے علم اور قدرت سے) تمہارے ساتھ ہے اور اللہ تمہارے کاموں کو دیکھ (بھی) رہا ہے۔''

اسی مضمون کو اللہ رب الکبریاء نے ایک دوسرے مقام پر یوں بیان فرمایا ہے:

﴿ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ ﴿١٦﴾ اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ۖ فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ نَذِيْرِ ﴿١٧﴾ وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿١٨﴾﴾

(الملك:١٦ تا ١٧)

''کیا تم اس (اللہ رب العالمین) سے بے خوف ہو گئے جو آسمان پر ہے کہ وہ تمہیں زمین میں دھنسا دے اور زمین یکایک جھکولے مارنے لگے یا تم اس سے بے خوف ہو گئے ہو جو آسمان میں ہے کہ وہ تم پر پتھراؤ والی آندھی بھیج دے۔ پھر عنقریب تم جان لو گے کہ میرا ڈرانا کیسا ہے؟''

اور پھر یوں فرمایا:

﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ۭ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ۭ وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۭ وَمَكْرُ اُولٰۗىِٕكَ هُوَ يَبُوْرُ ﴿١٠﴾﴾ (فاطر:١٠)

''جو شخص عزت چاہتا ہو تو عزت ساری اللہ ہی کی ہے۔ پاکیزہ کلمہ (لا الہ الا اللہ) اس کی طرف چڑھ جاتا ہے اور نیک کام اس کو چڑھاتا ہے اور جو لوگ (اے پیغمبر ﷺ) تیرے ستانے کو برے برے مکر کرتے ہیں ان کو سخت عذاب ہوگا اور ان کا مکر خود ہی تباہ ہوگا۔''

تیسرے مقام پر یوں ارشاد ہے:

﴿وَ لِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ هُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝﴾ (النحل:٤٩ تا ٥٠)

''اور آسمان اور زمین میں جتنے جاندار ہیں اور جتنے فرشتے ہیں، سب اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتے ہیں اور وہ (اس کی عبادت سے) غرور نہیں کرتے۔ فرشتے اوپر کی طرف سے اپنے مالک سے ڈرتے ہیں (ان کا رب ان کی اوپر والی جانب اپنے عرش پر ہے) اور ان کو جو حکم ہوتا ہے وہ بجالاتے ہیں۔''

سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ عبداللہ بن ذوالخویصرہ التمیمی والے قصہ میں نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان بیان کرتے ہیں: ((أَلَا تَأْمَنُوْنِي وَأَنَا أَمِيْنُ مَنْ فِي السَّمَآءِ يَأْتِيْنِي خَبَرُ السَّمَاءِ صَبَاحًا وَّ مَسَآءً؟)) ''کیا تم لوگ میرا اعتبار نہیں کرتے جب کہ میں اُس پروردگار کے ہاں مکمل امین (دیانتدار) ہوں کہ جو آسمانوں پر ہے۔ میرے پاس صبح و شام آسمان پر سے خبر آتی رہتی ہے۔'' (اور ہر خبر کو اللہ عزوجل بھیجتے ہیں۔ اس حدیث سے اللہ رب العالمین کا آسمانوں پر ہونا ثابت ہوتا ہے اور یہی اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے۔) [1]

اور اہل السنۃ والجماعۃ والے اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ: اللہ عزوجل کی کرسی اور اس کا عرش برحق ہیں (عرش کریم کا تو ذکر ہو چکا۔) کرسی کے بارے میں اللہ رب العالمین ارشاد فرماتے ہیں:

﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ ۚ وَ لَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا

[1] صحیح البخاری / کتاب المغازی باب بعث علي بن ابی طالب و خالد بن الولید رضی الله عنهما الی الیمن قبل حجة الوداع / حدیث: ٤٣٥١ وصحیح مسلم حدیث: ٢٤٥٢.

بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ ۚ وَ لَا يَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَ هُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ﴿۲۵۵﴾ (البقرہ:۲۵۵)

''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ وہ زندہ ہے سب کا سنبھالنے والا۔ نہ اونگھتا ہے نہ سوتا ہے۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے بغیر اس کے حکم کے کون ہے جو اس کے پاس سفارش کر سکتا ہو۔ جو ان کے (یعنی لوگوں کے) پہلے گزرا اور جو ان کے بعد ہوگا وہ سب جانتا ہے۔ اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا وہ چاہتا ہے۔ (اتنا ہی علم کسی کو دیتا ہے) اس کی کرسی کے اندر آسمان اور زمین سب آ گئے اور ان کا تھامنا اس پر بھاری نہیں ہے۔ اور وہی سب سے بلند، سب سے بڑا ہے۔'' [1]

اللہ رب العالمین کے عرش کریم کی عظمت و رفعت کا اندازہ صرف اللہ عزوجل خود ہی لگا سکتا ہے۔ (کہ وہ ساتوں آسمانوں سے بھی اوپر، سب مخلوقات سے ورے کس قدر بڑا اور کتنی عظمت و شان والا ہے) اور کرسی (کہ جس کا اُوپر آیت کریمہ میں ذکر ہے۔) عرشِ عظیم و کریم کے مقابلے میں ایک چھلے کی مانند ہے کہ جو تمام آسمانوں اور زمین کی وسعت کے برابر کسی بہت بڑے بے آباد کھلے جنگل میں پھینک دیا گیا ہو۔ اور اللہ رب العالمین عرش اور کرسی سے مستغنی ہے۔ وہ الٰہ العالمین عرش کی ضرورت کے پیش نظر اس پر مستوی نہیں ہوا، بلکہ کسی حکمت و دانائی کے تحت اُس پر مستوی ہے کہ جسے وہی جانتا ہے۔ وہ اس بات سے منزہ و مبرا ہے کہ وہ عرش عظیم یا اس کے علاوہ بھی کسی چیز کا

---

[1] اللہ تعالیٰ کی ''کرسی'' کی وسعت کا بیان احادیث میں مذکور ہے۔ یعنی یہ کہ سات ، سانوں اور زمین کی نسبت کرسی کے مقابلہ میں وہی ہے جو جنگل میں پڑے ہوئے ایک حلقہ کی ہوتی ہے۔ پس صحیح یہ ہے کہ کرسی کے لفظ کو اس کے ظاہر معنی پر محمول کیا جائے اور تاویل نہ کی جائے۔ کیونکہ یہ آیت صفات اور ان کے ہم معنیٰ احادیث صحیحہ میں سب سے بہتر طریق سلف صالح کا طریق ہے۔ یعنی ((اَمِرُّوْهَا كَمَا ⇦⇦⇦

محتاج ہو۔ اللہ رب العالمین کی شان اس سے نہایت عظیم تر ہے۔ بلکہ عرشِ عظیم اور کرسی کریم اس کی قدرت اور اُس کی بادشاہی کے حکم پر شریک کیے گئے ہیں۔

اہل السنۃ والجماعۃ والے سلفی منہج وعقیدہ کے حاملین اہل الحدیث کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ: اللہ خالق کائنات نے سیّدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو اپنے ہاتھوں سے پیدا فرمایا تھا اور اس کے دونوں ہاتھ داہنے ہاتھ ہیں اور اُس کے دونوں ہاتھ غیر محدود حد تک کھلے ہیں۔ اور جیسے اُس باری تعالیٰ نے اپنی صفت خود بیان فرمائی ہے، وہ جیسے چاہتا ہے خرچ کرتا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿ وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللَّهِ مَغْلُولَةٌ ۚ غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ وَلُعِنُوا بِمَا قَالُوا ۘ بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ يُنفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ ۚ وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِّنْهُم مَّا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا ۚ ﴾ (المائدہ:٦٤)

''اور یہودی کہتے ہیں اللہ کا ہاتھ (ان دنوں) تنگ ہے۔ انہیں کے ہاتھ تنگ ہیں اور وہ ایسا (بے ادبی کا کلمہ) کہنے سے پھٹکارے گئے ہیں۔ نہیں، بلکہ اس کے دنوں ہاتھ کشادہ ہیں۔ جس طرح چاہتا ہے وہ خرچ کرتا ہے۔ (اے ہمارے پیارے نبی!) جو تیرے پروردگار کی طرف سے تجھ پر اترا ہے (یعنی قرآن) وہ ان میں سے (یعنی یہود ونصاریٰ میں سے) بہتیروں کی شرارت اور کفر کو ضرور بڑھادے گا۔'' ❶

⇐⇐⇐ جَآءَتْ مِنْ غَيْرِ تَقْيِيدٍ وَلَا تَكْيِيفٍ)) (ابن کثیر، شوکانی) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور بعض سلف سے منقول ہے کہ یہاں کرسی سے علم مراد ہے۔ مشہور محدث سہیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''سلف سے اگر یہ تاویل ثابت بھی ہو تو ان کا مقصد کرسی کی تفسیر علم سے کرنا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کے علم و قدرت کی طرف اشارہ مقصود ہے۔ (الروض الانف: ج:۴، ص: ۲۵۵)

❶ یعنی وہ انتہائی سخی اور فیاض ہے۔ زمین وآسمان کے تمام خزانے اسی کے ہیں۔ وہ جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے اور اسے دن رات کا خرچ کچھ بھی کم نہیں کرتا۔ (بخاری ومسلم) ⇐⇐⇐

اور پھر فرمایا:

﴿ قَالَ يَٰٓإِبْلِيسُ مَا مَنَعَكَ أَن تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ۖ أَسْتَكْبَرْتَ أَمْ كُنتَ مِنَ الْعَالِينَ ۝ ﴾ (صٓ:٧٥)

''پروردگار نے فرمایا: ابلیس! تو نے اس کو کیوں سجدہ نہیں کیا جس کو میں نے اپنے (خاص) دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا ہے۔ تو شیخی میں آ گیا یا (حقیقت میں) تیرا درجہ بلند ہے۔'' (یعنی کیا اس مرتبہ کو پہنچ گیا ہے کہ میرا حکم نہ مانے؟)

اہل السنۃ والجماعۃ اہل الحدیث عقیدہ و ایمان محکم میں اللہ عزوجل کی صفاتِ عالیہ و اقدسیہ میں سے اُس کی صفتِ سماعت و بصر (دیکھنے) علم و قدرت، قوت و عزت (غلبہ)، کلام و حیات، اس ذاتِ اقدس کے قدم اور پنڈلی، ہاتھ اور معیت (ساتھ) اور ان کے علاوہ اس کی اُن تمام صفات کو دل و جان سے تسلیم کرتے ہیں کہ جن سے متعلق اُس نے اپنی کتابِ عزیز (قرآن حکیم) میں بیان فرما دیا ہے۔ یا اپنے حبیب و خلیل نبی محمد رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے ہر صفت کی اُس کیفیت کے ساتھ بیان کر دیا ہے کہ جسے اللہ عزوجل خود ہی جانتا ہے اور ہم نہیں جانتے۔ اس لیے کہ اللہ رب کبریاء نے اپنی صفاتِ عالیہ کی کیفیت بیان نہیں فرمائی ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

اللہ عزوجل کی معیت:

۱ ...... ﴿ قَالَ لَا تَخَافَآ ۖ إِنَّنِى مَعَكُمَآ أَسْمَعُ وَأَرَىٰ ۝ ﴾ (طٰہٰ:٤٦)

''(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: مت ڈرو کیونکہ میں تمہارے دونوں کے ساتھ ہوں۔ میں سن رہا ہوں اور دیکھ رہا ہوں۔''

⇐⇐⇐ قرآن و حدیث سے اللہ تعالیٰ کے لیے ید (ہاتھ) ثابت ہیں۔ قدرت وغیرہ کے معنی کر کے اس کی تاویل کرنا سلفؒ کے خلاف ہے۔ اہل حدیث اس قسم کی آیتوں اور حدیثوں کو تسلیم کرتے ہیں اور ان کے ظاہری معنی پر ایمان لاتے ہیں۔ کیفیت اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں اور اس کو کسی بھی مخلوق کی مشابہت سے پاک جانتے ہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات بے مثل ہے ویسے ہی اس کی صفات بھی بے مثل ہیں۔ (م۔ وحیدی)

اللہ کا چہرۂ اقدس:

۲ ...... ﴿ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَ الْاِكْرَامِ ﴾ (الرحمن:۲۷)

''اور تیرے مالک کی ذات اقدس کا مقدس چہرہ باقی رہے گا جو بڑی شان اورعزت والا ہے۔''

اللہ کریم کا کلام فرمانا:

۳ ...... ﴿ وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ۭ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ﴾ (النساء:۱٦٤)

''اور ہم نے کئی پیغمبر بھیجے جن کا حال ہم پہلے تجھ سے بیان کر چکے ہیں اور کئی پیغمبر ایسے بھیجے جن کا حال ہم نے تجھ سے بیاں نہیں کیا اور موسیٰ سے تو اللہ نے بات کی بول کر۔''

اللہ کریم کا راضی ہونا:

٤ ...... ﴿ قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ۭ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ (المائدہ:۱۱۹)

''اللہ فرمائے گا یہی دن تو وہ دن ہے جب سچوں کو ان کی سچائی کام آئے گی۔ ان کے لیے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں پڑی بہہ رہی ہیں۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے خوش۔ یہ (یعنی جنت کا ملنا اور اللہ تعالیٰ کا راضی ہونا) بہت بڑی مراد پانا ہے۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ کا محبت فرمانا:

۵ ...... ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ

بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۡ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴾ (المائدہ:٥٤)

''مسلمانو! جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے (یعنی مسلمان ہو کر پھر مرتد ہو جائے) تو عنقریب اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو پیدا کرے گا جن سے اللہ محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کریں گے۔ مسلمانوں پر وہ بہت مہربان اور کافروں پر نہایت سخت ہوں گے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہے دے۔ اور اللہ کشائش والا ہے سب کچھ جاننے والا۔''

اللہ ذوالجلال کا انتقام لینا:

٦...... ﴿ فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴾ (الزخرف:٥٥)

''پھر جب انہوں نے ہم کو غصہ دلایا تو ہم نے ان سے بدلا لیا ان سب کو (سمندر میں) ڈبو دیا۔''

اللہ تعالیٰ کی پنڈلی کا ذکر:

٧...... ﴿ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴾
(القلم:٤٢)

''جس دن (حق تعالیٰ کی) پنڈلی کھولی جائے گی اور (سب) لوگ سجدے کے لیے بلائے جائیں گے تو یہ (کافر اور منافق) سجدہ نہ کر سکیں گے۔''

زندہ وقائم اللہ:

٨...... ﴿ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ﴾ (آل عمران:٢)

''اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں۔ وہ زندہ ہے ہمیشہ قائم رہ کر سب کا سنبھالنے والا۔''

اللہ ذوالجلال کے غضب وغصہ والی صفت:

۹...... ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ﴿١٣﴾﴾

(الممتحنہ:۱۳)

''اے مسلمانو! ان لوگوں سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ کا غصہ ہوا۔ یہ لوگ تو آخرت (کے ثواب سے) نا امید (محروم) ہو چکے جیسے کافر قبر والوں (مُردوں) سے نا اُمید ہو چکے۔''

علاوہ ازیں دیگر تمام کی تمام صفاتِ عالیہ ومقدسہ پر بھی پورا پورا ایمان رکھتے ہیں۔

اللہ عزوجل کا آخرت میں دیدار:

اہل السنۃ والجماعۃ والے اہل الحدیث سلفی حضرات اس بات پر بھی ایمانِ محکم رکھتے ہیں کہ وہ اپنے رب کریم اللہ عزوجل کو آخرت میں اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے، اس کی وہ زیارت کریں گے اور اس سے ہم کلام بھی ہوں گے۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿٢٢﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿٢٣﴾﴾ (القیامہ:۲۲تا۲۳)

''اُس دن (یعنی قیامت کے دن) بعضے منہ تو تر و تازہ (خوش وخرم) ہوں گے اپنے مالک کو دیکھتے ہوئے۔''

قیامت والے دن اہل ایمان اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا دیدار کریں گے جیسے وہ چودھویں رات کے چاند کو دیکھتے ہیں۔ اور اس رؤیت میں اُن کو نہ دقت ہوگی اور نہ ہی وہ تکلیف محسوس کریں گے۔

جیسا کہ سیّدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ: ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں آپ ﷺ نے چودھویں رات کے چاند کی طرف دیکھ کر فرمایا:

((إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هَذَا الْقَمَرَ ، لَا تُضَامُّونَ فِي رُؤْيَتِهِ ، فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَا تُغْلَبُوا عَلَى صَلَاةٍ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَصَلَاةٍ قَبْلَ غُرُوبِ الشَّمْسِ فَافْعَلُوا .)) [1]

''(فوت ہونے کے بعد) تم لوگ بالتاکید (آخرت میں) اپنے پروردگار (اللہ عزوجل) کو اس طرح (بے تکلف) دیکھو گے جیسے اس چاند کو دیکھ رہے ہو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے دیکھنے میں کوئی دقت اور تکلیف نہیں ہوگی۔ اب اگر تم سے ایسا ہو سکے تو ایسا کرو کہ سورج نکلنے سے پہلے جو نماز پڑھی جاتی ہے (نمازِ فجر) اور اسی طرح جو سورج غروب ہونے سے پہلے نماز پڑھی جاتی ہے (یعنی نمازِ عصر) یہ دونوں نمازیں تم سے فوت نہ ہونے پائیں۔''

اللہ کریم کا ہر رات میں آسمانِ دنیا پر تشریف لانا:

اہل السنۃ والجماعۃ کا اس بات پر بھی ایمان ہے کہ: اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذاتِ اقدس کو جیسا لائق ہے وہ رات کے آخری ایک تہائی حصے میں آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے۔ بالکل حقیقی نزول کہ جیسے اس کی ذاتِ ذوالجلال اور اُس کی عظمت کو لائق ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے: سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَ تَعَالَىٰ كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِيْنَ يَبْقَى ثُلُثُ اللَّيْلُ الْآخِرُ فَيَقُوْلُ: مَنْ يَدْعُوْنِيْ فَأَسْتَجِيْبَ لَهُ؟

[1] صحیح البخاری/ کتاب التوحید/ حدیث: ٧٤٣٤

مَنْ يَسْأَلُنِي فَأُعْطِيَهُ وَ مَنْ يَسْتَغْفِرُنِي فَأَغْفِرَ لَهُ ؟)) ❶

''ہمارا پروردگار اللہ تبارک و تعالیٰ ہر رات آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے کہ جب رات کا آخری ایک تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے۔ اور پھر ارشاد فرماتا ہے: کون ہے اس وقت جو مجھے پکارے اور میں اُس کی پکار کو سن لوں؟ اور کون ہے جو مجھ سے (اس وقت) مانگے اور میں اُس کو عطا کر دوں؟ اور کون ہے جو (اس وقت) مجھ سے بخشش طلب کرے اور میں اس کو معاف کر دوں۔''

اللہ عزوجل کا قیامت والے دن بنفس اقدس تشریف لانا:

اہل السنۃ والجماعۃ اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے لیے قیامت والے دن تشریف لائیں گے۔ اس کا یہ آنا جیسے اُس کی ذات اقدس کو لائق ہے قطعاً حقیقی ہوگا۔ (مجازی اور معنوی نہیں۔) چنانچہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

ا...... ﴿كَلَّآ إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا ﴿٢١﴾ وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿٢٢﴾﴾

(الفجر: ۲۱ تا ۲۲)

''جب زمین مارے دھکوں کے چکنا چور ہو جائے گی اور (اے پیغمبرؐ!) تیرا مالک تشریف لائے گا اور فرشتے قطاریں باندھ کر حاضر ہوں گے۔''

ب...... ﴿هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّآ أَن يَأْتِيَهُمُ اللَّهُ فِي ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلَٰٓئِكَةُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ ۚ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ﴿٢١٠﴾﴾ (البقرہ: ۲۱۰)

---

❶ صحیح البخاری / کتاب التهجد / باب الدعاء والصلاة من آخر اللیل / حدیث: ۱۱۴۵ و صحیح مسلم / حدیث: ۱۷۷۲.

''وہ اس کے سوا کس چیز کے انتظار میں ہیں کہ اللہ تعالیٰ بادلوں کی چھتر لگائے ہوئے فرشتوں کو ساتھ لیے ہوئے ان کے پاس آ جائے اور جو ہونا ہے وہ ہو جائے اور سب کام اللہ ہی کے سامنے پیش ہوں گے۔''

مذکورہ بالا تمام اُمور میں اہل السنۃ والجماعۃ اہل الحدیث سلفی جماعت کا منہج و طریق یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے اس ضمن میں جو بھی خبر دی ہے اس پر مکمل ایمان لایا جائے اور ہر اُس عقیدہ ونظریہ اور ہر بات پر بھی ایمان محکم رکھا جائے کہ جس جس کی خبر نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ تسلیماً کثیراً نے دی ہے اور ان تمام اُمور کو دل و جان سے تسلیم کیا جائے۔ جیسا کہ امام محمد بن شہاب الزہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((مِنَ اللّٰهِ الرِّسَالَةُ وَعَلَى الرَّسُوْلِ الْبَلَاغُ وَ عَلَيْنَا التَّسْلِيْمُ)) ❶

'' (عقیدہ سے لے کر اعمال و معاملات تک) شریعت مطہرہ والی رسالت اللہ عزوجل کی طرف سے ہے، رسول اللہ ﷺ کے ذمہ اس رسالت کو پہنچا دینا تھا اور ہمارے ذمہ پوری کی پوری شریعت و رسالت کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا ہے۔''

اسی طرح اہل السنۃ والجماعۃ کے ایک اور امام جناب سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((كُلُّ مَا وَصَفَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِهٖ نَفْسَهُ فِي الْقُرْآنِ فَقِرَاءَتُهُ تَفْسِيْرُهُ لَا كَيْفَ ، وَلَا مِثْلَ .)) ❷

''وہ سب کا سب کہ جو اللہ عزوجل نے قرآنِ عظیم میں اپنی ذاتِ اقدس

---

❶ أخرجه الامام البغوى فى شرح السنة.

❷ رواه الامام اللالكائي في "شرح اصول اعتقاد اهل السنة والجماعة"

کے بارے میں فرمایا ہے، اس کی قرأت: کیف وکیفیت کے بغیر اس کی تفسیر ہے اور نہ ہی اس کے کوئی مثل ہے۔''

بعینہٖ اہل السنۃ والجماعۃ کے ایک اور امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((آمَنْتُ بِاللّٰهِ، وَبِمَا جَاءَ عَنِ اللّٰهِ عَلَى مُرَادِ اللّٰهِ، وَآمَنْتُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ وَبِمَا جَاءَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ عَلَى مُرَادِ رَسُوْلِ اللّٰهِ)) ❷

''میں اللہ رب العالمین پر پورا پورا ایمان لایا ہوں اور اُس پر بھی جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذاتِ اقدس پر دلالت کرے اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہو۔ اور میں اللہ کے رسول ﷺ پر ایمان لایا اور اُس پر بھی جو رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اطہر پر دلالت کرے اور وہ (علم وشریعت) اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے آیا ہو۔''

جناب ولید بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ: میں نے امام اوزاعی، سفیان بن عیینہ اور مالک بن انس رحمہم اللہ سے اللہ عزوجل کی رؤیت اور اس کی صفاتِ عالیہ ومقدسہ پر دلالت کرنے والی احادیث مبارکہ کے بارے میں سوال کیا، تو انہوں نے فرمایا: ((أَمِرُّوْهَا كَمَا جَاءَتْ بِلَا كَيْفٍ)) ''بغیر کوئی سوال کیے اور بغیر کوئی کیفیت بیان کیے یہ احادیث مبارکہ جس طرح سے وارد ہوئی ہیں انہیں بہتر طور پر پڑھتے پڑھاتے ہوئے (متون میں کوئی تبدیلی کیے بغیر) ان سے گزرو۔'' (دیکھیے: امام بغوی رحمہ اللہ کی شرح السنۃ)

اور امام دار الہجرۃ جناب مالک بن انس رحمہ اللہ فرماتے تھے: ''لوگو! بدعات سے بچو، بچاؤ۔'' پوچھا گیا؛ بدعات کی تعریف کیا ہے؟ فرمایا:

((أَهْلُ الْبِدَعِ هُمُ الَّذِيْنَ يَتَكَلَّمُوْنَ فِيْ أَسْمَاءِ اللّٰهِ وَصِفَاتِهٖ

❷ انظر: لمعة الاعتقاد الهادي إلى سبيل الرشاد" للامام ابن قدامة المقدسي۔

وَكَلَامِهِ وَعِلْمِهِ وَقُدْرَتِهِ ، وَلَا يَسْكُتُوْنَ عَمَّا سَكَتَ عَنْهُ الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُوْنَ لَهُمْ بِإِحْسَانٍ.....)) ❶

''اہل بدعات (مبتدعین) وہ لوگ ہیں جو اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذاتِ اقدس، اس کی صفات، اس کے کلام، اس کے علم اور اُس کی قدرت کے بارے میں کلام کرتے ہیں (یعنی ان تمام اُمور میں وہ کیف و کیفیت، تاویل باطل اور تمثیل و تحریف کا شکار ہوتے ہیں۔) اور جن اُمور سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین عظام رحمہم اللہ اجمعین نے سکوت اختیار کیا ہے یہ اہل بدعات اُن کے بارے میں خاموشی اختیار نہیں کرتے۔ (بلکہ شیطان کے ہاتھوں منطق اور فلسفہ کا شکار ہو جاتے ہیں۔)''

امام مالک رحمہ اللہ سے کسی آدمی نے اللہ عزوجل کی ذاتِ اقدس (اور اُس کی بعض صفات) کے بارے میں سوال کیا کہ: قرآنِ عظیم میں یہ جو آیا ہے: ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ (طـٰـہ:۵) ''اللہ الرحمٰن اپنے عرش عظیم و کریم پر مستوی ہو گیا۔'' تو اس استواء کی کیفیت کیا ہے؟ اس کے جواب میں امام رحمہ اللہ نے فرمایا:

((اَلْإِسْتِوَاءُ غَيْرُ مَجْهُوْلٍ، وَالْكَيْفُ غَيْرُ مَعْقُوْلٍ ، وَالْإِيْمَانُ بِهِ وَاجِبٌ ، وَالسُّؤَالُ عَنْهُ بِدْعَةٌ، وَمَا أَرَاكَ إِلَّا ضَالًّا وَأَمَرَ بِهِ أَنْ يُخْرَجَ مِنَ الْمَجْلِسِ)) ❷

''استواء کا معنی عربوں کے ہاں بالکل معروف ہے۔ (وہ اس کا مفہوم جانتے ہیں۔) مگر یہاں قرآن میں مذکور استواء کی کیفیت و حالت (چونکہ بیان نہیں ہوئی اس لیے) عقل و فہم میں آنے والی نہیں اور اس پر ایمان رکھنا بہر طور

---

❶ سورة البقرة : الآيه : ۲۱۰

❷ أخرجه الامام البغوى فى شرح السنة.

اور بہر حال واجب ہے۔ اللہ عز وجل کے لیے کلمۂ استوی کے ساتھ بیان کردہ اس کی صفت کے بارے کریدا کریدی ''بدعت'' ہے۔ (سائل نے جب اس جواب کو قبول نہ کیا تو فرمایا:) اور میں تمہیں نہایت ہی گمراہ آدمی دیکھ رہا ہوں۔'' اس کے ساتھ ہی امام مالک رحمہ اللہ نے اُس شخص کے بارے میں حکم دیا کہ: اُسے مجلس سے نکال دیا جائے۔''

امام اہل السنۃ والجماعۃ ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((لَا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ اَنْ یَنْطِقَ فِیْ ذَاتِ اللّٰهِ بِشَیْءٍ، بَلْ یَصِفُهٗ بِمَا وَصَفَ بِهٖ نَفْسَهٗ، وَلَا یَقُوْلُ فِیْهِ بِرَأْیِهٖ شَیْئًا، تَبَارَكَ اللّٰهُ تَعَالٰی رَبُّ الْعَالَمِیْنَ)) [1]

''کسی کے لیے بھی ضروری اور لازم نہیں ہے کہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذاتِ اقدس کے بارے میں کچھ بھی کلام کرے۔ بلکہ ہر ایک پر لازم یہ ہے کہ وہ اللہ عز وجل کی صفت اسی طرح سے بیان کرے جس طرح سے اُس ذاتِ اقدس نے اپنی صفات خود بیان فرمائی ہیں۔ اور کوئی بھی مومن، مسلمان آدمی اس ضمن میں اپنی رائے سے کچھ بھی نہ کہے۔ تمام جہانوں کا خالق و مالک، پروردگار اور مدبّر الامور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نہایت ہی بابرکت ہے۔''

اور جب امام موصوف رحمہ اللہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفت نُزُول الی السّماءِ الدُّنیا کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے جواب دیا: ((یَنْزِلُ بِلَا کَیْفٍ))...... ''اُس رب کریم کا نزولِ مقدس (ہر رات کے آخری ایک تہائی میں

---

[1] انظر: شرح العقیدۃ الطحاویۃ.

بلا شک وشبہ ضرور ہوتا ہے، مگر ہمیں اُس نزول کی کیفیت معلوم نہیں۔'' ❶

اہل السنۃ والجماعۃ اہل الحدیث کے ایک اور امام جناب نعیم بن حماد الخزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((مَنْ شَبَّهَ اللّٰهَ ، بِخَلْقِهِ فَقَدْ كَفَرَ ، وَ مَنْ أَنْكَرَ مَا وَصَفَ بِهِ نَفْسَهُ فَقَدْ كَفَرَ ، وَلَيْسَ مَا وَصَفَ بِهِ نَفْسَهُ وَلَا رَسُوْلُهُ تَشْبِيْهًا .)) ❷

''جس شخص نے بھی اللہ عزوجل کی اُس کی کسی مخلوق سے تشبیہ دی اس نے بالتحقیق کفر کیا۔ اور جس آدمی نے اُس کی صفت کا انکار کیا جسے اللہ رب العالمین نے اپنی ذاتِ اقدس کے لیے بیان فرمایا ہو، تو اُس نے بھی کفر کیا۔ (وہ بھی کافر ہے۔) اور اللہ عزوجل کی جس صفتِ عالیہ ومقدسہ کو اللہ عزوجل نے خود یا اُس کے رسول ﷺ نے بیان فرمایا ہے، وہ قطعاً کوئی تشبیہ نہیں ہے۔''

بعض آئمہ سلف صالحین نے یوں فرمایا ہے:

((قَدَمُ الْإِسْلَامِ لَا تَثْبُتُ إِلَّا عَلٰى قَنْطَرَةِ التَّسْلِيْمِ .)) ❸

''اسلام میں بھلائی کی اوّلیت وفوقیت والے لوگ (صحابہ کرام وتابعین عظام رضی اللہ عنہم عقیدہ ومنہج اور عبادات ومعاملات والی مکمل شریعت مطہرہ کے سامنے) سر تسلیم خم کرنے والی مضبوط ڈاٹ کے ساتھ ہی مضبوط ومستحکم رہا کرتے تھے۔'' (خیر القرون کے یہ اصحاب اطہار واخیار بلا تکییف وتمثیل اور بغیر تاویل وتحریف کے ہمیشہ قرآن وسنت کے سامنے جھکے رہتے تھے۔)

❶ انظر: شرح العقيدة الطحاوية

❷ رواه الامام الذهبي في العلو للعلي الغفار.

❸ رواه الامام البغوي في شرح السنة.

اس لیے جو بھی شخص اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذتِ اقدس اور اس کی صفاتِ عالیہ و مقدسہ کے بارے میں حدیث صحیحہ والے علم میں سلف صالحین کے مسلک پر چلے گا وہ بالالتزام اللہ عزوجل کے اسماءِ حسنیٰ اور اس کی صفاتِ عالیہ کے بارے میں قرآنِ عظیم کے منہج کو اختیار کرنے والا ہوگا۔ (تب ہی وہ اہل السنۃ والجماعۃ اہل الحدیث والی جماعت سلف صالحین میں شمار ہو سکے گا، ورنہ نہیں۔) چاہے اس منہج وطریق کو اختیار کرنے والا خیر القرون (صحابہ کرام وتابعین اور تبع تابعین عظام رحمہم اللہ جمیعاً ورضی اللہ عنہم) کے زمانہ کا ہو یا ان کے بعد والے ادوار کا۔ اور ہر وہ آدمی جو سلف صالحین کی اُن کے منہج میں مخالفت کرے وہ ہرگز قرآن عظیم اور احادیث صحیحہ کے منہج کو بالتزام اختیار کرنے والا شمار نہ ہوگا۔ اگرچہ وہ اسلاف کے دور کا ہی کوئی شخص کیوں نہ ہو اور اگرچہ وہ صحابہ کرام و تابعین عظام رضی اللہ عنہم کے درمیان رہنے والا ہی کیوں نہ ہو۔



رکن ثانی......فرشتوں پر ایمان

فرشتوں پر ایمان کا معنی ہے: اُن کے وجود پر ایسا ایمانِ محکم (اور یقین جازم) کہ جس کی طرف شک وشبہ راہ نہ پا سکے۔ چنانچہ اللہ عزوجل کا ارشادِ گرامی قدر ہے:

﴿ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓىِٕكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴾ (البقرہ:۲۸۵)

''یہ پیغمبر (یعنی حضرت محمدؐ) ایمان لائے اس کتاب پر جو ان کے مالک کی طرف سے ان پر اتری اور (ان کے ساتھ) مسلمان بھی سب ایمان لائے اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسول پر۔ ہم اس کے رسولوں سے کسی ایک کے درمیان فرق نہیں کرتے۔ اور کہتے ہیں: (اے پروردگار) ہم نے (تیرا ارشاد) سنا اور مان لیا (تسلیم کر لیا سر اور آنکھوں سے) اے ہمارے رب! ہمارے گناہ بخش دے۔ (یا ہم کو تیری بخشش چاہیے) اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔''

اہل السنۃ والجماعۃ کا یہ عقیدہ ہے کہ جو آدمی فرشتوں کے وجود کا منکر ہو وہ اللہ رب العالمین کے درج ذیل فرمان کی رُو سے کافر ہے۔ فرمایا:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ﴾

(النساء:۱۳۶،

”اے ایمان لانے والو! اللہ پر ایمان لاؤ۔ اور اس کے رسول (حضرت محمد ﷺ) پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول (حضرت محمد ﷺ) پر اُتاری اور ان کتابوں پر جو (قرآن سے) پہلے اس نے اُتاریں (توریت، انجیل، زبور ہر ایک آسمانی کتاب پر) اور جو کوئی اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے پیغمبروں اور پچھلے دن (قیامت) کو نہ مانے وہ پرلے سرے کا گمراہ ہو گیا۔“

تو اہل السنۃ والجماعۃ اہل الحدیث اللہ کے فرشتوں پر اجمالاً ایمان رکھتے ہیں۔ جہاں تک تفصیل کا تعلق ہے تو اس ضمن میں کوئی دلیل نہیں۔ البتہ ان میں سے بعض ایسے فرشتے ضرور ہیں کہ جن کے نام اور اُن کے کام اللہ عزوجل اور اُس کے حبیب و خلیل نبی محمد رسول اللہ ﷺ نے بتلائے ہیں۔ جیسے کہ سادا تنا جبریل کہ جن کو انبیائے کرام علیہم السلام کی طرف وحی کی ذمہ داری دی گئی تھی اور میکائیل کہ جن کو بارش کی ذمہ داری دی گئی ہے۔ اور اسرافیل کہ جن کو صور پھونکنے کی ذمہ داری دی گئی ہے۔ اور ملک الموت کہ جنہیں رُوحوں کے قبض کرنے کی مسئولیت دی گئی ہے۔ اور مالک کہ جو جہنم کا داروغہ ہیں اور رضوان کہ جو جنت کے خازن ہیں۔ اور قبر کے دونوں فرشتے منکر اور نکیر علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

اہل السنۃ والجماعۃ اہل الحدیث سلفی لوگ تمام فرشتوں کے وجود پر ایمان رکھتے ہیں اور بلاشبہ فرشتے ایسے اللہ کے مخلوق ہیں کہ جنہیں اللہ رب العالمین نے نور سے پیدا کیا ہے اور وہ محسوس ہونے والی ذوات و وجود رکھتے ہیں۔ فرشتوں سے مراد کوئی معنوی اُمور نہیں ہیں اور نہ ہی الملائکہ سے مراد کوئی پوشیدہ اور خفیہ قویٰ ہیں۔ (جیسا کہ بعض گمراہ فرقوں کا عقیدہ ہے۔) اور بلاشبہ فرشتے اللہ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہیں اور وہ آسمانوں میں رہتے ہیں۔

فرشتوں کی خلقت بہت عظیم الجسہ ہے اور ان کے پر ہوتے ہیں۔ ان میں سے بعض وہ ہیں کہ جن کے دو دو پر ہوتے ہیں، بعض کے تین تین، بعض کے چار چار اور بعض کے پر اس سے بھی زیادہ ہوتے ہیں۔ جیسے کہ اللہ عزوجل قرآن میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِیْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ؕ یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَا یَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ①﴾ (فاطر:۱).

''اصل تعریف اللہ ہی کو سزاوار ہے جس نے آسمان اور زمین نئے سرے سے بنائے۔ فرشتوں کو پیغام پہنچانے کے لیے مقرر کیا کہ جن کے دو اور تین تین اور چار چار بازو ہیں۔ وہ جتنے چاہے (فرشتوں میں) بازو پیدا کر سکتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ کر سکتا ہے۔''

فرشتے اللہ کے لشکروں میں سے ایک بہت بڑا لشکر ہیں (کہ جن کی تعداد کو ایک اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔) [1] یہ جاندار چیزوں کے مشابہ شکل وصورت اختیار کرنے پر بھی

[1] اور فرشتوں والے لشکر کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے محبوب نبی محمد رسول اللہ ﷺ اور اہل ایمان کی کئی بار مدد فرما چکا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

(۱)...... ﴿وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ اَلَنْ یَّكْفِیَكُمْ اَنْ یُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِیْنَ ○ بَلٰۤى اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَیَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا یُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِیْنَ ○ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ؕ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ ○﴾ (آل عمران: ۱۲۳ تا ۱۲۶) ''اور البتہ اللہ تعالیٰ (ایک سال پہلے) بدر میں تمہاری مدد کر چکا تھا اس وقت تم تھوڑے سے تھے (یا بے سامان تھے) پس ڈرو اللہ سے تاکہ شکر کرتے ہوئے احسان مانو۔ (اے ہمارے حبیب وخلیل نبی! وہ وقت یاد کر!) جب تو ایمان والوں سے کہہ رہا تھا ⇐⇐⇐

قدرت رکھتے ہیں۔ اور جس طرح سے حالات تقاضا کریں کہ جن احوال کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کو حکم دیں وہ جسمانی وجود والی صورتیں اور شکل وشباہت اختیار کرنے کی بھی صلاحیت رکھتے ہیں۔ جیسے کہ قرآن حکیم میں مذکور ہے:

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ۝ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۫ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ

⇦⇦ کیا تم کو بس نہیں کہ اللہ عزوجل تین ہزار فرشتوں کو تمہاری مدد کے لیے بھیج دے۔ وہ آسمان سے اتریں۔ کیوں نہیں (یہ تم کو بس ہے) اگر تم (میدانِ جنگ میں) جمے رہو اور (میری بات نہ سننے اور بھاگنے سے) بچے رہو اور دشمن اسی دم تم پر چڑھ آئیں رب کریم پانچ ہزار فرشتوں سے کہ جو خاص نشان والے ہوں گے تمہاری مدد کرے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ مدد اس لیے بھیجی ہے کہ تم خوش ہو جاؤ اور تمارے دلوں کو اس سے تسلی ہو۔ ورنہ فتح تو اللہ عزوجل ہی کی طرف سے ہے جو زبردست ہے حکمت والا۔"

اَذِلَّةٌ کے لفظ سے مسلمانوں کی قلت تعداد اور ضعف حال کی طرف اشارہ ہے۔ مقامِ بدر مدینہ سے قریباً ۲۰ میل جنوب مغرب کی طرف واقع ہے۔ یہ واقعہ بروز جمعہ ۱۷ رمضان المبارک ۲ھ (۳ مارچ ۶۲۴ء) کو پیش آیا۔ اس آیت میں جنگ اُحد میں شکست کے اسباب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے معرکہ بدر کے واقعات پر غور وفکر کی دعوت اور آئندہ ثابت قدم رہنے کے لیے تقویٰ کی تعلیم دی گئی ہے۔ جنگ بدر کی تفصیل کے لیے سورۂ انفال آیت ۴۱ دیکھیے۔ (شوکانی، ابن کثیر) "اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ" میں ظرف کا تعلق یا تو "وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ" سے ہے اور یا جنگ اُحد سے۔ امام طبری نے اوّل کو ترجیح دی ہے۔ یعنی جب کفار کی تیاری اور کثرتِ تعداد کو دیکھ کر مسلمانوں کے دلوں میں تشویش پیدا ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے فرشتوں کی مدد کا ذکر کر کے ان کو تسلی دی۔ چنانچہ بدر میں فرشتے نازل ہوئے۔ (شوکانی، ابن کثیر) اور مُسَوِّمِيْنَ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اسی کام کے لیے مقرر کر رکھا تھا۔ بدر کے دن فرشتوں کی تعداد ایک ہزار اور تین ہزار بھی منقول ہے جو بظاہر تعارض ہے۔ اس کا حل سورۂ انفال آیت ۹ میں ملاحظہ ہو۔ (ابن کثیر، قرطبی) بعض کے نزدیک اس وعدہ کا تعلق جنگ اُحد سے ہے اور انہوں نے کہا ہے: چونکہ مسلمانوں نے توکل اور صبر سے کام نہ لیا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے مدد کو روک لیا ورنہ ظاہر ہے کہ اگر فرشتے نازل ہوتے تو مسلمان شکست نہ کھاتے۔ (ابن جریر) ⇦⇦⇦

لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿۱۷﴾ قَالَتْ إِنِّيٓ أَعُوذُ بِالرَّحْمَٰنِ مِنكَ إِن كُنتَ تَقِيًّا ﴿۱۸﴾

---

(۲)...... ﴿إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ ٥ وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ وَلِتَطْمَئِنَّ بِهِ قُلُوبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِندِ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ٥﴾ (الانفال:۹،۱۰) ''جب تم اپنے مالک سے فریاد کرتے تھے تو اس نے تمہاری فریاد سن لی۔ (اور فرمایا) کہ میں تمہاری مدد ایک ہزار فرشتوں سے کروں گا۔ اُن کے پیچھے اور فرشتے ہوں گے اور یہ فرشتوں کی مدد جو اللہ تعالیٰ نے بھیجی تو صرف تم کو خوش کرنے کے لیے اور تمہارے دلوں کو اطمینان دینے کے لیے ورنہ (درحقیقت) اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہے زبردست حکمت والا۔''

یہ رسول اللہ ﷺ کی دعا کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: بدر کے روز کافروں کی تعداد ایک ہزار اور مسلمانوں کی تعداد ۳۱۷ تھی۔ جب آنحضرت ﷺ نے یہ صورتِ حال دیکھی تو قبلہ رُخ ہوئے اور ہاتھ اُٹھا کر نہایت عاجزی سے دعا فرمانے لگے: ''اے اللہ! تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اسے پورا فرما۔ اے اللہ! تو نے مجھ سے جس چیز کا وعدہ کیا ہے، وہ عطا فرما۔ اے اللہ! اگر تو نے اہل اسلام کے اس گروہ کو ہلاک کر ڈالا تو روئے زمین پر تیری بندگی کرنے والا کوئی نہ رہے گا۔'' (صحیح مسلم۔ ابوداؤد)

یا ایک ہزار پے در پے آنے والے فرشتوں سے تمہاری مدد کروں گا۔ چنانچہ فرشتے نازل ہوئے اور انہوں نے جنگ میں شرکت کی۔ جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت میں ہے۔ اور صحیح بخاری میں "باب شهود الملائكة بدراً" کے تحت رفاعہ رضی اللہ عنہ بن رافع بدری سے روایت ہے، جس میں حضرت جبریل علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جس طرح بدری صحابہ رضی اللہ عنہم سب سے افضل ہیں اسی طرح جو فرشتے بدر میں حاضر ہوئے وہ دوسرے فرشتوں سے افضل ہیں۔ (ابن کثیر) آیت کے ان الفاظ سے بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہوئی ہے کہ فرشتوں نے خود لڑنے میں کوئی حصہ نہیں لیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مسلمانوں کی مدد کے لیے محض اس لیے بھیجا تھا کہ ان کے حوصلے بلند ہوں اور انہیں اطمینان رہے کہ ان کی مدد کے لیے فرشتے موجود ہیں۔ لیکن یہ خیال صحیح نہیں ہے۔ صحیح مسلم کی ایک حدیث سے صراحتاً معلوم ہوتا ہے کہ فرشتوں نے لڑائی میں بھی حصہ لیا۔ اگرچہ غزوۂ بدر کے علاوہ کسی دوسری جنگ میں انہوں نے لڑ کر حصہ نہیں لیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جنگ بدر کے موقع پر ایک انصاری مسلمان کسی کافر کا پیچھا کر رہا تھا کہ اچانک اس نے اوپر سے ایک کوڑے کی آواز سنی اور ایک گھڑ سوار نے اپنے گھوڑے کو پکارا حیزوم! ''آگے بڑھو'' اس نے اپنے سامنے کافر کو دیکھا کہ وہ لڑکھڑا کر گرا اور گرتے ہوئے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ اس انصاری نے اس واقعہ کا آنحضرت ﷺ سے تذکرہ کیا تو ⇦⇦⇦

قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوۡلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِیًّا ﴿۱۹﴾

(مریم:١٦ تا ١٨)

’’اور (اے پیغمبرؐ!) قرآن میں مریم کا (قصہ) بیان کر جب وہ (اپنے لوگوں سے) الگ ہوکر (مسجد سے) پورب کی طرف ایک جگہ جا بیٹھی۔ تو اس نے ان کی طرف سے آڑ کر لی (نہانے کے لیے یا سر میں سے جوئی نکالنے کے لیے) پھر ہم نے اپنی روح (حضرت جبرائیل علیہ السلام) کو اس کے پاس بھیجا۔ وہ اچھا خاصا پورے آدمی کی شکل بن کر اس کے سامن آ گیا۔ کہنے لگی میں تجھ سے اللہ کی پناہ چاہتی ہوں۔ اگر تو (اللہ سے) ڈرتا ہے۔ وہ کہنے لگا: میں تو تیرے مالک کا بھیجا ہوا ہوں۔ اس لیے آیا ہوں کہ تجھ کو ایک پاک لڑکا دوں۔‘‘ ❶

﴿ وَلَقَدۡ جَآءَتۡ رُسُلُنَآ اِبۡرٰهِیۡمَ بِالۡبُشۡرٰی قَالُوۡا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ

⇦⇦⇦ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’تم نے سچ کہا یہ تیسرے آسمان کی مدد تھی۔‘‘ (ابن کثیر بحوالہ صحیح مسلم)

(۳)...... ﴿ثُمَّ اَنۡزَلَ اللّٰهُ سَكِیۡنَتَهٗ عَلٰی رَسُوۡلِهٖ وَعَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَاَنۡزَلَ جُنُوۡدًا لَّمۡ تَرَوۡهَا وَعَذَّبَ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا ؕ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الۡكٰفِرِیۡنَ ۝﴾ (التوبہ: ٢٦) ’’پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر اور مسلمانوں (پر جو غزوۂ حنین کے موقع پر بھاگ گئے تھے یا جو نہیں بھاگے تھے یا سب پر) اپنی تسلی اُتاری اور ایسے لشکروں (فرشتوں) کو اُتارا جن کو تم نے نہیں دیکھا تھا اور کافروں پر عذاب کیا (اُن کو مارا) اور کافروں کی یہی سزا ہے۔‘‘

❶ بعض مفسرین نے اگرچہ ”رُوۡحَنَا“ (ہماری روح) سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح مراد لی ہے مگر زیادہ تر قرین قیاس یہی ہے کہ اس سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہی لیے جائیں۔ جیسا کہ آگے فرمایا جارہا ہے کہ وہ ایک اچھے خاصے پورے آدمی کی شکل میں ان کے سامنے آ گیا۔ (فتح القدیر) یعنی دیکھنے میں تم نہایت پاک باز اور پرہیزگار نظر آرہے ہو۔ میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیتی ہوں کہ میرے پاس سے چلے جاؤ اور مجھ سے کوئی تعرض نہ کرو۔ (شوکانی)

فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ﴿۶۹﴾ فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ۭ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ﴿۷۰﴾ (هود: ٦٩، ٧٠)

''اور ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) ابراہیم کے پاس خوش خبری لے کر آ چکے ہیں۔ (فرشتوں نے) کہا سلام۔ ابراہیم نے جواب دیا سلام۔ پھر کچھ دیر نہیں ہوئی تھی کہ ابراہیم ایک بھنا ہوا بچھڑا (اُن کے کھانے کے لیے) لے کر آیا مگر جب ابراہیم نے دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھ بچھڑے کی طرف نہیں بڑھا رہے تو بُرا مانا (یا اُن کو نیا اور اجنبی سمجھا) اور دل ہی دل میں ڈر گیا۔ انہوں نے کہا: مت ڈر ہم قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ (ہم فرشتے ہیں تیرے مالک کے بھیجے ہوئے)۔'' ❶

فرشتے اللہ عزوجل کے نہایت معزز اور مقرب ہوتے ہیں۔ نہ ہی یہ مذکر والی صفت کے ساتھ موصوف ہیں اور نہ ہی مؤنث والی صفت کے ساتھ۔ ❷ نہ ہی فرشتے

---

❶ ان فرشتوں کی آمد کا مقصد حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب نازل کرنا تھا۔ راستے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بستی سے گزرے جس سے مقصد خوش خبری سنانا تھا اور وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاں بطور مہمان ٹھہرے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حسب عادت مہمان نوازی کرنا چاہی۔ یہاں ''بشریٰ'' خوش خبری سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی بیوی سارہ کو بیٹے کی خوش خبری ہے۔ (شوکانی وغیرہ) اس سے معلوم ہوا کہ فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاں انسانی شکل میں پہنچے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خیال کیا کہ پردیسی مہمان ہیں اس لیے انہوں نے مہمانی کا اہتمام کیا۔ ابراہیم علیہ السلام اس لیے ڈر گئے کہ ان کے علاقے میں اگر کوئی اجنبی آتا اور وہ مہمانی میں پیش کیا ہوا کھانا قبول نہ کرتا تو اس کے متعلق سمجھا جاتا کہ وہ کسی بُرے ارادے سے آیا ہے۔ اور شاید یہی قرین قیاس ہو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے کھانا تناول نہ کرنے کی وجہ سے ان کے فرشتے ہونے کو بھانپ لیا ہو اور وہ اس بنا پر ڈر گئے ہوں کہ یہ ان کی بستی پر عذاب نازل کرنے کے لیے بھیجے گئے ہیں۔ (شوکانی)

❷ جیسا کہ قرآن میں اللہ عزوجل کی گواہی موجود ہے:

⇦⇦⇦

شادی، نکاح کرتے ہیں اور نہ ہی یہ باہمی میل ملاپ کے ذریعے (جنوں، انسانوں اور دیگر جاندار متحرک بالا رادہ مخلوقات کی طرح) افزائش نسل کرتے ہیں۔

اور فرشتے نہ کھاتے ہیں اور نہ ہی کچھ پیتے ہیں۔ بلکہ اُن کی خوراک اللہ عزوجل کی تسبیح وتہلیل اور تحمید ہے۔ (یعنی سُبْحَانَ اللّٰهِ ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ اور لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھتے رہنا) اس سے وہ اُکتاتے نہیں، نہ ہی وہ اس عمل سے رُکتے ہیں اور نہ ہی تھکتے ہیں۔ فرشتے نہایت ہی حسین وجمیل ہوتے ہیں۔ یہ شرم وحیاء کے پتلے ہوتے ہیں اور اللہ کی طرف سے دی گئی ذمہ داریوں میں انتظام وانصرام کے بہت ہی ماہر اور پابند۔

فرشتے بنی نوع بشر سے یکسر مختلف ہوتے ہیں۔ اس بنا پر کہ ان کی خلقت وفطرت

⇦⇦⇦ (۱)...... ﴿لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ۝﴾ (النساء:۱۷۲) ''عیسیٰ مسیح اللہ تعالیٰ کا بندہ ہونے سے کبھی برا نہیں ماننے کا اور نہ (خدا کے) نزدیک والے فرشتے (برا مانیں گے)۔ اور جو خدا کی بندگی میں شرم کرے (اس سے کترائے) اور اپنے تئیں بڑا سمجھے تو اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنے پاس اکٹھا کرنے والا ہے۔''

اس میں عیسائیوں اور مشرکین دونوں کے غلط عقیدہ کی تردید ہے۔ کیونکہ عیسائی حضرت مسیح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا اور مشرکین فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ یہ دونوں اللہ رب العالمین کی بندگی کا اقرار کرتے ہیں اور اس کا بندہ ہونے پر کچھ بھی شرم محسوس نہیں کرتے۔ یہی حال ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ جب کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا بندہ کہتا تو آپ کو بے انتہا خوشی ہوتی۔ کیونکہ اس مالک الملک اور شہنشاہ مطلق کا بندہ ہونا انتہائی عزت وشرف کا مقام ہے نہ کہ کسی ذلت ورسوائی کا۔ امام ابن القیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب انوار القلوب میں لکھا ہے کہ آدمی کے لیے بندگی کے مقام سے زیادہ عزت کا کوئی مقام نہیں ہے۔ اکرم الخلق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین مقامات پر جو کہ نہایت عزت کے مقامات ہیں۔ لفظ ''عبد'' (بندہ) کہہ کر ذکر کیا گیا ہے۔

(۲)...... ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى ۝ وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ۝﴾ (النجم:۲۷ تا ۲۸)

''جو لوگ آخرت کا یقین نہیں رکھتے وہی فرشتوں پر عورت ذات کا نام دھرتے ہیں (ان کو اللہ تعالیٰ ⇦⇦⇦

ہی مکمل اطاعت اور عدم نافرمانی پر ہوتی ہے۔ اللہ رب العالمین نے انھیں اپنی عبادت اور اپنے اوامر واحکام کی تنفیذ کے لیے پیدا فرمایا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ۝ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ۝ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ۝﴾ (الانبیاء:۲۶ تا ۲۸)

''اور کافر کہتے ہیں اللہ الرحمٰن کی اولاد ہے۔ وہ (ایسی باتوں سے) پاک ہے (فرشتے اس کی بیٹیاں نہیں ہیں) بلکہ سرفراز بندے ہیں (جن کو اُس نے عزت دی ہے) اور وہ اس کے سامنے بڑھ کر بات نہیں کر سکتے۔ اور وہ اس کے حکم پر چلتے ہیں۔ اس کو معلوم ہے جو ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے۔ اور وہ (فرشتے) کسی کی سفارش نہیں کر سکتے مگر جس کے لیے اللہ کی مرضی ہو۔ اور وہ اس کی ہیبت سے کانپ رہے ہیں (اس کے جلال سے ڈر رہے ہیں)۔'' ❶

⇐⇐ کی بیٹیاں کہتے ہیں) اور ان کو اس بات کی کوئی تحقیق نہیں ہے (کہ فرشتے عورت ذات ہیں) وہ اور کچھ نہیں صرف اٹکل (گمان) پر چلتے ہیں اور گمان وہاں کچھ کام نہیں آتا جہاں پر یقین چاہیے۔''

(۳)...... ﴿وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ؕ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْـَٔلُوْنَ ۝ وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ؕ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ۝﴾ (الزخرف:۱۹ تا ۲۰) ''اور ان کافروں نے فرشتوں کو جو اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں عورت ذات ٹھہرایا۔ (کوئی ان سے پوچھے) کیا جس وقت فرشتے پیدا ہوئے اس وقت یہ لوگ موجود تھے ان کی بات لکھ لی جائے گی اور (قیامت کے دن) ان سے پرسش ہوگی۔ اور یہ کافر کہتے ہیں کہ اگر خدا چاہتا تو ہم فرشتوں کی پوجا نہ کرتے۔ ان کو اس کا کوئی علم نہیں ہے۔ وہ کچھ اور نہیں صرف اٹکلیں دوڑاتے ہیں۔''

❶ یعنی ان کی اطاعت اور انقیاد کا حال یہ ہے کہ ہر قول و عمل میں اللہ تعالیٰ کے مطیع و فرمانبردار ہیں۔ نہ اسکی اجازت کے بغیر لب کشائی کرتے ہیں اور نہ اس کی مرضی کے خلاف کوئی قدم ہی اُٹھاتے ہیں۔

اور یہ فرشتے رات دن اللہ کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور آسمان میں ''بیت المعمور'' کا طواف کرتے رہتے ہیں۔ وہ اپنے رب تعالیٰ سے پوری خشیت سے ڈرتے رہتے ہیں۔

فرشتوں کی اقسام:

۱...... ان میں سے بعض وہ ہیں کہ جن کے سپرد عرش عظیم کو اُٹھائے رکھنے کا کام سونپا گیا ہے۔ [1]

۲......دوسرے ان میں سے وہ ہیں کہ جن کے ذمہ انبیاء کرام کی طرف وحی لے کر جانے کا عہدہ سپرد کیا گیا تھا۔ [2]

۳......بعض ان فرشتوں میں سے وہ ہیں کہ جن کے سپرد پہاڑوں کا نظام کیا گیا ہے۔

---

[1] جیسا کہ اللہ عزوجل نے خبر دی ہے:
﴿الَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ﴾ (المومن:۷) ''جو (فرشتے) عرش کو اٹھا رہے ہیں اور جو (فرشتے) عرش کے گرد ہیں وہ (سب) اپنے مالک کی تسبیح تعریف کے ساتھ بیان کرتے ہیں، اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کے لیے بخشش مانگتے ہیں (کہتے ہیں) مالک ہمارے تیری رحمت اور تیرے علم نے ہر چیز کو گھیر لیا ہے۔ تو جو لوگ توبہ کرتے ہیں اور تیری (بتائی ہوئی) راہ پر چلتے ہیں ان کو بخشش دے اور دوزخ کے عذاب سے ان کو بچا دے۔''

اور دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (الزمر:۷۵) ''اور تم فرشتوں کو دیکھو گے کہ وہ عرش کریم کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر رہے ہیں۔ اور ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا۔ اور کہا جائے گا کہ سب طرح کی حمد و ثنائے جمیل ایک اللہ کے لیے ہے کہ جو تمام جہانوں کا رب ہے۔''

[2] جیسا کہ اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے: ﴿يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ﴾ (النحل:۲) ''وہی اپنے حکم سے فرشتوں کو وحی دے کر اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اتارتا ہے کہ (لوگوں کو) جتلا دو میرے سوا کوئی سچا معبودِ برحق نہیں ہے تو مجھ سے ڈرتے ہو۔''

۴......کچھ ایسے ہیں کہ جو جنت کے خازن ہیں اور بعض فرشتے جہنم کے داروغے ہیں۔ ❶

۵......ان فرشتوں میں سے بعض کو بندوں کے اعمال کی محافظت کا کام سونپا گیا ہے۔ ❷

---

❶ جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے:

﴿وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ زُمَرًا ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا فُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ يَتْلُونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِ رَبِّكُمْ وَيُنذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا ۚ قَالُوا بَلَىٰ وَلَٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكَافِرِينَ ۝ قِيلَ ادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ ۝ وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ ۝﴾ (سورہ الزمر: ۷۱ تا ۷۳)

"اور کافر ٹولیاں ٹولیاں (غول غول) بنا کر دوزخ کی طرف ہانک دیے جائیں گے۔ جب وہاں پہنچیں گے تو اس کے دروازے (جو بند تھے) کھول دیے جائیں گے اور وہاں کے داروغے ان سے کہیں گے: کیا تمہارے پاس کوئی پیغمبر تمہاری قوم کے نہیں آئے جو تمہارے رب کی آیتیں تم کو پڑھ کر سناتے ہیں اور اس دن کے پیش آنے سے تم کو ڈراتے تھے۔ وہ جواب دیں گے: کیوں نہیں مگر عذاب کا وعدہ (ہم) کافروں کے حق میں پورا ہوا۔ (ان سے) کہا جائے گا (جب ایسا ہے) تو دوزخ کے دروازوں میں گھسو اور ہمیشہ اسی میں پڑے رہو۔ مغروروں کا کیا بُرا ٹھکانا ہے۔ اور جو لوگ دنیا میں اپنے رب سے ڈرتے رہے، ان کو ٹولیاں ٹولیاں (غول غول) بنا کر بہشت کی طرف لے جائیں گے۔ جب وہ وہاں پہنچیں گے اور بہشت کے (آٹھوں) دروازے (پہلے ہی سے) کھلے ہوں گے تو ان کی خوب خاطر داری کی جائے گی اور وہاں کے داروغہ ان سے کہیں گے سلامٌ علیکم تم تو مزے میں ہو گئے۔ اب جنت میں ہمیشہ کے لیے رہو۔"

❷ جیسا کہ قرآن میں ذکر ہے: ﴿وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ ۝ كِرَامًا كَاتِبِينَ ۝ يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ ۝﴾ (الانفطار: ۱۰ تا ۱۲) "اور تحقیق اوپر تمہارے سے نگہبان ہیں بزرگ لکھنے والے (فرشتے) جو تم کرتے ہو ان کو خبر ہے۔"

عزت والے اس لیے کہ وہ لکھنے میں کوئی خیانت نہیں کرتے، نہ کوئی بات لکھنے سے رہنے دیتے ہیں اور نہ کوئی بات زیادہ لکھتے ہیں۔ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں ننگے ہونے سے منع فرماتا ہے لہٰذا تم اپنے ساتھ رہنے والے کراماً کاتبین فرشتوں سے شرم کرو۔ جب تم میں سے کوئی شخص کھلی جگہ نہائے تو اسے چاہیے کہ کپڑے سے پردہ پوشی کرلے یا دیوار یا اونٹ وغیرہ کی اوٹ کرلے۔ (ابن کثیر بحوالہ بزار)

جب اللہ عزوجل کی طرف سے فرشتوں کے ذریعے انسانی اعمال کا مکمل ریکارڈ تیار کرنے کا نہایت مضبوط و مربوط انتظام ہے تو پھر تمہارا یہ سمجھ کر زندگی گزارنا سراسر حماقت ہے کہ شاید تمہارا کوئی گناہ اللہ تعالیٰ ⇐⇐

۶......ان میں سے ایسے فرشتے بھی ہیں کہ اہل ایمان و اسلام کی روحیں قبض کرنے کا کام جن کے سپرد کیا گیا ہے اور بعض کے ذمہ کافروں کی روحیں نکالنے کا کام سپرد ہے۔ [1]

⇦⇦⇦ کے ریکارڈ میں نہ آیا ہو اور تم اس پر سزا پانے سے بچ جاؤ۔ یہ فرشتے ہر انسان پر چار چار کی تعداد میں مقرر ہیں۔ دو اس کی نیکیاں لکھتے ہیں اور دو برائیاں۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے: سورۂ رعد آیت ۱۱)

[1] جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشادِ گرامی قدر ہے:

(۱)...... ﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ ۝﴾ (الانعام:۶۱) ''اور وہ زبردست ہے اپنے بندوں کے اوپر (عرش معلّٰی پر) اور تم پر چوکیدار (فرشتے) مقرر کرتا ہے یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کی موت آتی ہے تو ہمارے فرشتے اس کی جان اٹھا لیتے ہیں اور وہ (حکم میں) کوتاہی نہیں کرتے۔''

یعنی جس کی جان قبض کرتے ہیں اللہ کے حکم سے اس کے مقرر وقت پر کرتے ہیں۔ نہ اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد۔ اصل میں جان تو ملک الموت قبض کرتا ہے مگر اس کے ساتھ رحمت اور عذاب کے فرشتے ہوتے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ آیا موت کا فرشتہ ایک ہے یا بہت سے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہی جواب دیا اور دلیل میں یہ آیت تلاوت کی (تفسیر المنار) نیز دیکھئے سورۃ سجدہ آیت ۱۱۔ درحقیقت موت و حیاۃ تو اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے (حج:۶۶) مگر فرشتے چونکہ اس کی طرف سے مامور ہیں اس لیے ان کی طرف بھی روح قبض کرنے کی نسبت کر دی گئی ہے۔ (قرطبی)

(۲)......﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ وَمَنْ قَالَ سَأُنْزِلُ مِثْلَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ ۗ وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنْفُسَكُمُ ۖ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ ۝﴾ (الانعام:۹۳) ''اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے (پیغمبر نہ ہو اور پیغمبری کا دعوے کرے) یا یوں کہے کہ مجھ پر (اللہ کی طرف سے) وحی آئی اور اس پر کوئی وحی نہ آئی ہو۔ اور (اسی طرح اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا) جو کہے میں بھی ایسا ہی قرآن (اتاروں) گا جیسے اللہ نے اتارا ہے۔ کاش تو ان ظالموں کو اس وقت دیکھے جب موت کی سختیوں (سکرات) میں پڑے ہوں اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلائے (کہہ رہے ہوں:) اپنی جانیں نکالو۔ آج تم کو ذلت کے عذاب کی سزا ملے گی۔ اس لیے کہ تم خدا پر جھوٹ بولتے تھے۔ اور تم اس کی آیتوں پر اکڑ جاتے تھے۔'' ⇦⇦⇦

۷......اور ان فرشتوں میں سے بعض وہ بھی ہیں کہ قبر میں جن کے سپرد بندے سے سوالات کا کام لگایا گیا ہے: ❶

۸......اور ان میں سے بعض ایسے فرشتے ہیں کہ: جو اہل ایمان کے لیے اللہ سے استغفار کرتے ہیں، اُن پر اللہ کی رحمت کے لیے دعا کرتے اور اُن سے محبت کرتے ہیں۔ (جیسا کہ قرآن عظیم میں اللہ تعالیٰ نے اُن سے متعلق خبر دیتے ہوئے فرمایا:

(۱)...... ﴿ اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ يَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ِالَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ

⇦⇦⇦(۳)...... ﴿فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ۝﴾ (محمد:۲۷) ''جب فرشتے ان کی جان نکالتے وقت ان کے منہ اور پیٹھ پر مار لگائیں گے اس وقت ان کا کیا حال ہوگا۔''

(٤)......﴿الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝﴾ (النحل:۳۲) ''جن کی جانیں فرشتے جب نکالتے ہیں تو وہ (کفر اور شرک سے پاک) ہوتے ہیں۔ فرشتے کہتے ہیں تم سلامت رہو۔ اپنے (نیک) کاموں کے بدل بہشت میں جاؤ۔''

(۵)...... ﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝﴾ (الانفال: ۵۰) ''اور (اے پیغمبر!) کاش تو (وہ حال) دیکھتا جب فرشتے (بدر کے دن) ان کافروں کی جان نکال رہے تھے۔ سامنے اور پیچھے (دونوں طرف) سے اُن کو مار رہے تھے اور (کہتے جاتے تھے) جلانے والے عذاب کا مزہ چکھو۔''

❶ (جیسا کہ صحیح البخاری / کتاب الجنائز / باب: المیت یسمع خفق النعال / حدیث: ۱۳۳۸ اور حدیث: ۱۳۷٤ و صحیح مسلم / کتاب الجنة و نعیمها / باب عرض مقعد المیت من الجنة والنار علیه، واثبات عذاب القبر والتعوذ منه / حدیث: ۷۲۱۶، ۷۲۱۹ میں درج ہے۔)

وَ ذُرِّيّٰتِهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝﴾ (غافر:۷تا ۸)

''جو (فرشتے) عرش کو اٹھا رہے ہیں اور جو (فرشتے) عرش کے گرد ہیں وہ (سب) اپنے رب کی تسبیح تعریف کے ساتھ بیان کرتے ہیں، اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کے لیے بخشش مانگتے ہیں (کہتے ہیں) مالک ہمارے تیری رحمت اور تیرے علم نے ہر چیز کو گھیر لیا ہے۔ تو جو لوگ توبہ کرتے ہیں اور تیری (بتائی ہوئی) راہ پر چلتے ہیں ان کو بخشش دے اور انہیں دوزخ کے عذاب سے بچا دے۔ اے ہمارے رب! اور انہیں ہمیشہ ہمیشہ کی رہائش والی ان جنتوں میں داخل کر جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور ان کو بھی جو ان کے باپ دادوں، ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے لائق ہیں۔ بلاشبہ تو ہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

(۲)...... ﴿هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَ مَلٰٓىِٕكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَ كَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ۝ تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۚ وَ اَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا ۝﴾ (الاحزاب:۴۳تا ۴۴)

''وہی (ربّ کائنات) ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے (تمہارے لیے دعا کرتے ہیں) اس لیے کہ وہ تمہیں (کفر کی) تاریکیوں سے نکال کر (اسلام کی) روشنی میں لائے اور وہ ایمان داروں پر نہایت مہربان ہے۔ جس دن وہ اللہ سے ملیں گے اس دن ان کا تحفہ سلام ہوگا اور اللہ نے ان کے واسطے اچھا، با عزت اجر تیار کر رکھا ہے۔''

۹......اور ان فرشتوں میں سے بعض وہ ہیں کہ: جو زمین میں علم کی مجالس اور اللہ کے ذکر والے حلقات میں حاضر ہوتے ہیں۔ اور انہیں اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں۔ [1]

---

[1] (جیسا کہ: صحیح البخاری / کتاب الدعوات / باب فضل ذکر الله عزوجل / حدیث: ٦٤٠٧۔ صحیح مسلم / کتاب الذکر والدعاء / باب فضل مجالس الذکر / حدیث: ٦٨٣٩ میں مذکور ہے۔)

۱۰......اور ان میں سے بعض فرشتوں کی ذمہ داری انسان کے ساتھ رہنے کی ہے۔ وہ ہمیشہ اس کے ساتھ رہتے ہیں، کبھی اُس سے جدا نہیں ہوتے حتی کہ آدمی کو موت آجائے۔ جیسا کہ سورۂ ق میں مذکور ہے: ﴿اِذْ یَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّیٰنِ عَنِ الْیَمِیْنِ وَ عَنِ الشِّمَالِ قَعِیْدٌ ۝ مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ ۝ وَ جَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِیْدُ ۝﴾ (ق: ۱۷ تا ۱۹)

''جب دو (لکھ) لینے والے (فرشتے) داہنی اور بائیں طرف بیٹھے ہوئے لکھتے چلے جاتے ہیں۔ منہ سے بات نکالنے کی دیر ہے کہ اس کے پاس ایک (فرشتہ) تیار ہوتا ہے جو راہ دیکھ رہا ہوتا ہے اور موت کی بے ہوشی (سب) حقیقت کھول دے گی۔ (اس وقت اس سے کہا جائے گا) یہی تو وہ ہے (یعنی موت) جس سے تو ڈر کر بھاگتا پھرتا تھا۔'' [1]

۱۱۔ بعض فرشتوں کے ذمہ ہے کہ وہ بندوں کو عمل خیر کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ (اور برائیوں سے روکتے ہیں۔ جیسا کہ صحیح احادیث میں مذکور ہے۔)

۱۲۔ بعض فرشتے صالح لوگوں کے جنازوں میں حاضر ہوتے ہیں۔ اور ایسے بھی

---

[1] مراد کرام کاتبین فرشتے ہیں جن میں سے دائیں طرف والا فرشتہ نیکیاں اور بائیں طرف والا برائیاں لکھتا ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ بندے کے تمام اعمال کو خوب جانتا ہے لیکن فرشتوں کے ذریعے اعمال کے ریکارڈ رکھنے کا اہتمام اتمامِ حجت کے لیے ہے کہ قیامت کے دن انسان اپنے کسی عمل سے مکر نہ سکے۔ یعنی جونہی انسان منہ سے کوئی بات نکالتا ہے فرشتہ لکھ لیتا ہے۔ (نیز دیکھیے: انفطار ۱۰، ۱۲) ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ فرشتہ اس کی ہر بات لکھتا ہے حتی کہ اس کا یہ کہنا بھی کہ میں نے کھانا کھایا میں نے پانی پیا وغیرہ۔ پھر جمعرات کے روز وہ اپنا لکھا ہوا ریکارڈ (اللہ کے سامنے) پیش کرتا ہے اور پھر انہی باتوں کو باقی رکھتا ہے جن کا تعلق ثواب یا عقاب سے ہوتا ہے اور دوسری باتوں کو مٹا دیتا ہے۔ یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کا ''یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَاءُ وَ یُثْبِتُ'' کہ اللہ جو چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے۔'' صحیحین میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کے دل میں آنے والے خیال معاف کر دیے جب تک انہیں منہ سے نہ نکالے یا ان پر عمل نہ کرے۔'' (شوکانی)

فرشتے ہیں کہ جو اہل ایمان کے ساتھ مل کر اللہ کے دشمنوں سے لڑتے ہیں اور اُنھیں جہاد وقتال فی سبیل اللہ میں ثابت قدم رکھتے ہیں۔ ❶ ان میں سے بعض فرشتوں کو اللہ کے صالح بندوں کی حمایت اور ان کی تکالیف دُور کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ جب کہ بعضوں کے ذمہ اللہ تعالیٰ کے باغیوں کو عذاب اور سزا دینے کا کام سونپا گیا ہے۔ (جیسا کہ پیچھے حاشیہ میں مذکور آیات سے معلوم ہوتا ہے۔)

اللہ کی رحمت لے کر فرشتے اُس گھر میں داخل نہیں ہوتے کہ جس میں تصویریں اور مورتیاں ہوں۔ نہ ہی اُس گھر میں آتے ہیں کہ جس میں کتا ہو، نہ ہی اُس گھر میں داخل ہوتے ہیں کہ جس میں گھنٹی اور موسیقی کی آواز ہو۔ اور یہ فرشتے اُسی چیز سے

---

❶ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

(۱)...... ﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ۝ نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ۝﴾ (حٰمٓ السجدہ: ۳۰ تا ۳۱)

''جن لوگوں نے یہ کہا کہ ہمارا مالک اللہ ہے (توحید کا اقرار کیا) پھر (اس پر) جمے رہے ان پر رحمت کے فرشتے اترتے ہیں کہ ڈرو نہیں اور نہ غم کرو اور جس بہشت کا تم سے وعدہ تھا اس کی خوشی مناؤ۔ ہم دنیا کی زندگی میں بھی (اللہ کی طرف سے) تمہارے نگہبان یا رفیق اور مددگار ہیں اور آخرت میں بھی۔ اور بہشت میں بھی جو تمہارا جی چاہے وہ تمہارے لیے حاضر اور جو منگواؤ وہاں تمہارے لیے موجود ہوگا۔''

(۲)...... ﴿إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا سَأُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ۝ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَمَن يُشَاقِقِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝﴾ (الانفال: ۱۲ تا ۱۳) ''(اے پیغمبر ﷺ) جب تیرا مالک فرشتوں کو حکم دے رہا تھا میں تمہارے ساتھ ہوں تم (جا کر) مسلمانوں کا دل جماؤ۔ میں کافروں کے دل میں رعب ڈالے دیتا ہوں۔ تم (جا کر کافروں کی) گردنوں پر مارو اور ان کی پور پور پر مارو۔ یہ سزا (جو کافروں کو دی جاتی ہے) اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کی (خلاف کیا اپنا جتھا الگ بنایا) اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے بیر کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو سخت عذاب دینے والا ہے۔''

اور فرشتوں کا اہل ایمان کے جنازوں میں شریک ہونے کا ذکر صحیح احادیث میں موجود ہے۔

(گندگی و غلاظت وغیرہ سے) تکلیف محسوس کرتے ہیں کہ جس سے بنی آدم تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ سیّدنا ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ كَلْبٌ وَلَا صُورَةُ تَمَاثِيلَ......)) ''جس گھر میں کتا اور جانداروں کی تصویریں ہوں، اُس گھر میں (اللہ کی رحمت کے) فرشتے داخل نہیں ہوتے۔'' [1]

ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا والی روایت میں ہے کہ: نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((إِنَّ الْبَيْتَ الَّذِي فِيهِ الصُّوَرُ، لَا تَدْخُلُهُ الْمَلَائِكَةُ......)) جس گھر میں تصویریں ہوں، اس گھر میں (اللہ کی رحمت کے) فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ [2]

فرشتے تعداد میں بہت زیادہ ہیں، ان کی تعداد کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ۭ وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ﴿٣١﴾﴾ (المدثر:۳۱)

''اور ہم نے دوزخ کے داروغہ فرشتے مقرر کیے ہیں اور ہم نے انیس کی گنتی اس لیے مقرر کی ہے کہ کافر (یہ سن کر) گمراہ ہوں۔ اور اس لیے کہ کتاب والوں (یہود و نصاریٰ کو) یقین پیدا ہو اور ایمان والوں کا ایمان بڑھے۔ اہلِ کتاب اور ایمانداروں کو (قرآن کی سچائی میں) کوئی شبہ نہ

[1] صحیح البخاری / کتاب بدء الخلق حدیث: ۳۲۲۶

[2] صحیح البخاری / حدیث: ۵۹٦۱۔ صحیح مسلم، حدیث: ۵۵۳۳

رہے اور اس لیے کہ کافر اور جن کے دل میں (شک کی) بیماری ہے وہ یوں کہیں: بھلا اس انیس کی گنتی سے اللہ تعالیٰ کی کیا غرض ہے؟ اللہ تعالیٰ اسی طرح جس کو چاہتا ہے بھٹکا دیتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے راہ پر لاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے لشکر کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ اور یہ باتیں تو بس لوگوں کی نصیحت کے لیے بیان کی گئی ہیں۔''

فرشتوں کو اللہ رب العالمین نے ہم سے چھپا کر رکھا ہے۔ ہم اُن کو اُن کی اصلی صورت میں نہیں دیکھ سکتے کہ جس ہیئت پر اُن کو پیدا کیا گیا ہے۔ ہاں! البتہ ایسا ضرور ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بنی آدم میں سے اپنے بعض بندوں پر اُن کو منکشف ضرور کیا تھا۔ جیسا کہ نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ نے سیّدنا جبریل علیہ السلام کو ان کی اپنی اصلی صورت میں کہ جس ہیئت وشکل پر رب کبریاء نے اُن کو پیدا فرمایا ہے۔ دو دفعہ دیکھا تھا۔ چنانچہ اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

﴿ وَ لَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۝ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ۝ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ۝ ﴾ (النجم:۱۳تا۱۵)

''بالتحقیق اللہ کا پیغمبر تو اس کو (جبرئیل علیہ السلام کو) ایک بار اور دیکھ چکا ہے سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔ اسی کے پاس جنت ہے جو بہترین ٹھکانا ہے۔''

﴿ وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ۝ وَ لَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ۝ ﴾

(التکویر:۲۲ تا ۲۳)

''اور (اے مکہ والو) تمہارا ساتھی (محمد ﷺ) باولا نہیں ہے (جیسے تم سمجھتے ہو) اور محمد ﷺ نے اس فرشتے کو آسمان کے صاف کھلے ہوئے کنارے میں دیکھا ہے۔'' ❶

---

❶ یعنی نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو آسمان کے کھلے کنارے پر ان کی اصلی شکل میں دیکھا۔ یہ واقعہ مقامِ بطحا کا ہے جب نبی کریم ﷺ نے جبریل علیہ السلام کو پہلی مرتبہ دیکھا تھا۔

رکن ثالث......اللہ کی کتابوں پر ایمان

اہل السنۃ والجماعۃ اہل الحدیث سلف صالحین کے طریق و منہج پر چلنے والی جماعت حقہ کے لوگ اس بات پر ایمانِ محکم اور یقین جازم رکھتے ہیں کہ: اللہ رب العالمین و رب العباد الصالحین نے اپنے رسولوں پر کتابیں نازل فرمائی تھیں کہ جن میں؛ اس رب کبریاء کے اوامر و احکام تھے۔ بعض کاموں سے منع کیا گیا تھا۔ ان میں کچھ اللہ کریم کے وعدے تھے اور بعض کاموں پر وعید تھی۔ اور ان کتابوں میں اللہ عزوجل کی بعض مخلوقات کا ذکر بھی ہے کہ جن کو پیدا کرنے کا اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا تھا۔ اسی طرح ان کتابوں میں اللہ رب العباد کی طرف سے راہنمائی اور علم نور ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ اس ضمن میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

> ''یہ پیغمبر (یعنی حضرت محمد ﷺ) ایمان لائے اس کتاب پر جو ان کے رب کی طرف سے ان پر اتری اور (ان کے ساتھ) مسلمان بھی سب ایمان لائے اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر۔ ہم اس کے رسولوں میں سے کسی ایک کے درمیان فرق نہیں کرتے اور کہتے ہیں (اے پروردگار) ہم نے (تیرا ارشاد) سنا اور مان لیا ہمارے گناہ بخش دے یا ہم کو تیری بخشش چاہیے اے ہمارے رب! اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔'' (البقرہ: ۲۸۵ آیت پیچھے گزر چکی ہے۔)

یہ کہ اللہ رب العالمین نے اپنے رسولوں پر یہ کتابیں بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے نازل فرمائی تھیں۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ قرآنِ حکیم کے حوالے سے ارشاد فرماتے ہیں:

﴿الٓرٰ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ

بِإِذْنِ رَبِّهِمْ إِلَىٰ صِرَاطِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ۝﴾ (ابراھیم:۱)

''الٓرٰ۔ (اے پیغمبر ﷺ یہ قرآن) ایک کتاب ہے جو تجھ پر ہم نے اس لیے اتاری کہ تو لوگوں کو ان کے رب کے حکم سے (کفر اور گمراہی کے) اندھیروں سے نکال کر (ایمان کی) روشنی میں لائے۔ یعنی اس زبردست خوبیوں والے اللہ کی راہ پر جو سب پر غالب اور بے حد تعریف والا ہے۔'' [1]

اور اللہ عزوجل کے درج ذیل فرمان کی رُو سے جو اللہ کی کتابوں کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَىٰ

---

[1] موسیٰ علیہ السلام کے حوالے سے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَإِذْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝﴾ (البقرہ:۵۳) ''اور (یاد کرو) جب ہم نے موسیٰ کو کتاب (تورات شریف) دی اور فیصلہ کرنے والی (شریعت) جس نے حق کو باطل سے اور حلال کو حرام سے جدا کر دیا۔''

اور تمام انبیاء کے حوالے سے فرمایا: ﴿كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ وَأَنزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ ۚ وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أُوتُوهُ مِن بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۖ فَهَدَى اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهِ ۗ وَاللَّهُ يَهْدِي مَن يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝﴾ (البقرہ:۲۱۳) ''(پہلے) لوگ ایک ہی طریق (دین) پر تھے (پھر لگے اختلاف کرنے) تو اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو بھیجا (مومنوں کو) خوشخبری سناتے ہوئے اور (کافروں اور بدکاروں کو) ڈراتے ہوئے۔ اور ان کے ساتھ سچی کتاب اتاری اس لیے کہ جن باتوں میں وہ اختلاف کر رہے ہیں ان کا وہ فیصلہ کر دے اور صاف صاف حکم پہنچنے کے بعد آپس کی ضد سے انہی لوگوں نے اختلاف کیا جن کو یہ کتاب (اختلاف مٹانے اور دور کرنے کے لیے) دی گئی تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے ایمان والوں کو ان باتوں میں جن میں وہ اختلاف کر رہے تھے سچی بات کی راہ بتلا دی اور اللہ جس کو چاہتا ہے سچی راہ بتلاتا ہے۔''

عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: ﴿وَيُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَاةَ وَالْإِنجِيلَ ۝ ⇦ ⇦ ⇦

رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ۝ ﴾

(النساء:۱۳۶)

⇐⇐⇐ وَ رَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ اَنِّيْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَ اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ وَ اُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ وَ اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَ مَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ۝ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝ ﴾ (آل عمران:٤٨ تا ٥١) ''اور اللہ اس کو (یعنی حضرت عیسیٰ کو) لکھنا (یا آسمانی کتابیں) اور حکمت (عقل وفہم) اور توریت اور انجیل سکھلا دے گا وہ رسول ہوگا بنی اسرائیل کی طرف۔ میں تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں۔ میں مٹی کا ایک پتلہ چڑیا کی شکل پر بناتا ہوں۔ پھر اس پر پھونک مارتا ہوں وہ اللہ کی قدرت سے اڑنے لگتا ہے۔ اور مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو بھلا چنگا کر دیتا ہوں۔ اور مردے کو زندہ کر دیتا ہوں اللہ کے حکم سے۔ اور تم جو کھا کر آؤ اور جو اپنے گھروں میں رکھ چھوڑ وہ سب میں تم کو بتلا دیتا ہوں اگر تم میں ایمان ہے تو۔ یہ بڑی نشانی ہے تمہارے لیے۔ اور سچ بتاتا ہوں تورات کو جو مجھ سے پہلے اتری تھی اور میں اس لیے آیا کہ بعض چیزیں (جو تمہاری شرارت کی وجہ سے) تم پر حرام ہو گئی تھیں ان کو حلال کر دوں (اللہ کے حکم سے) اور میں نشانی لے کر آیا ہوں تمہارے پاس تمہارے مالک کی طرف سے۔ (میرا دعویٰ بے دلیل نہیں ہے۔) تو اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو بیشک اللہ میرا رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے اسی کی پوجا کرو یہی سیدھا رستہ ہے۔''

سیّدنا داؤد اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں فرمایا: ﴿وَ رَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ لَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۝ ﴾ (بنی اسرائیل:۵۵ ''تیرا رب (ان مشرکوں کو تو کیا) سارے آسمانوں اور زمین میں جو لوگ ہیں ان سب کو خوب جانتا ہے۔ اور ہم تو (اگلے زمانہ میں بھی) ایک پیغمبر کو دوسرے پیغمبر پر بزرگی دے چکے ہیں اور ہم نے داؤد کو زبور عنایت کی۔''

اور ایک مقام پر یوں فرمایا: ﴿فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ وَ الزُّبُرِ وَ الْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ۝ ﴾ (آل عمران:١٨٤) ''(اے پیغمبر) اگر یہ لوگ تم کو جھٹلائیں تو (کوئی نئی بات نہیں ہے) تجھ سے پہلے بہت سے پیغمبر جھٹلائے گئے جو معجزے اور چھوٹی کتابیں اور روشن کتاب لے کر آئے۔''

''ایمان لانے والو! اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول (محمد النبی الکریم ﷺ) پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول (محمد ﷺ) پر اتاری اور ان کتابوں پر جو (قرآن سے) پہلے اس نے اتاریں (توریت، انجیل، زبور ایک آسمانی کتاب پر) اور جو کوئی اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے پیغمبروں اور پچھلے دن (قیامت) کو نہ مانے وہ پرلے سرے کا گمراہ ہو گیا۔'' [1]

اس وقت دنیا میں موجود آسمانی کتابیں چار ہیں: یعنی قرآنِ کریم۔ تورات، زبور اور انجیل۔ اسی طرح ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام کے صحف کا ذکر بھی موجود ہے (ان میں سے قرآن مجید کے علاوہ دیگر تمام کتابوں میں ان کے ماننے والوں نے تحریف کر ڈالی ہے۔ اب وہ اپنی اصلی حالت میں باقی نہیں رہیں۔) ان سب کتابوں میں بڑی تورات، انجیل اور قرآن ہیں۔ پھر ان تینوں اور دیگر تمام کتابوں میں سب سے بڑی، سب سے افضل اور تمام کتابوں کی ناسخ کتاب قرآنِ عظیم ہے۔

قرآن حکیم کے علاوہ دیگر تمام کتابوں (اور صحف) کو جب اللہ رب العالمین نے نازل فرمایا تھا تو ان کی حفاظت کا ذمہ نہیں لیا تھا۔ کیونکہ ان کتابوں کی حفاظت کی ذمہ داری اُس دور کے علماء اور مشائخ پر ڈال دی تھی۔ مگر وہ ان کی حفاظت نہ کر سکے اور نہ ہی اُنہوں نے اس ذمہ داری کو نبھایا جس طرح سے ان کی حفاظت کا حق تھا۔ چنانچہ ان کتابوں میں تغیر و تبدل واقع ہو گیا اور وہ اپنی اصلی حالت میں باقی نہ رہیں۔ ادھر

---

[1] پہلی کتابوں پر ایمان رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کے متعلق یہ عقیدہ رکھا جائے کہ وہ بھی قرآن کی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی تھیں۔ باقی رہا عمل تو وہ ان پر نہیں بلکہ قرآن اور نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت پر کیا جائے گا۔ ان کتابوں میں جو چیز کتاب و سنت کے مطابق ہوگی اس کی تصدیق کی جائے گی۔ اور جو اُن کے خلاف ہوگی اُسے رَدّ کر دیا جائے گا۔

ان کے مقابلے میں:

قرآن کریم: اللہ رب العالمین کا (مقدس) کلام ہے اور اس کی نہایت واضح کتاب۔ قرآن عزیز اللہ عزوجل کی مضبوط (دین حنیف اور توحید خالص والی) رسی ہے۔ قرآن عظیم کو اللہ رب العالمین نے اپنے حبیب و خلیل نبی محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل فرمایا، تاکہ یہ قرآن اُمت اسلامیہ کے لیے دستورِ حیات بن جائے اور لوگوں کو گمراہی کے اندھیروں سے نکال کر نورِ ہدایت والے علوم و معارف کی طرف نکال کر لانے والا ہو۔ اُن کی صراطِ مستقیم اور رشد و ہدایت کی طرف راہنمائی کرنے والا ہو۔

اس اپنی بابرکت کتاب قرآنِ عظیم میں اللہ ذوالجلال نے آسمانوں و زمین کی خلقت اور پہلوں، پچھلوں کے واقعات کو کھول کر بیان فرمایا ہے۔ اسی طرح اس میں اللہ کریم نے حلال اور حرام کو کھول کر بیان کیا ہے۔ اور اخلاق و آداب حسنہ کے اُصول و قواعد بتلائے ہیں۔ اور عبادات و معاملات کے احکام بیان کیے ہیں۔ بعینہٖ اس کتاب میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام اور صالحین عظام رضی اللہ عنہم کی پاک سیرتوں کو بیان کیا ہے۔ پھر اس میں اہل ایمان و اسلام اور کافروں، مشرکوں کی جزاء و سزا کا بھی بیان ہے۔ اہل ایمان کے عظیم الشان گھر جنت کے اوصاف بیان ہوئے ہیں اور کافروں، مشرکوں کے ٹھکانے جہنم کی دہشت ناکی بھی اس میں بیان کی گئی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآنِ عظیم کو دلوں کی بیماریوں کے لیے شفاء بنا دیا ہے اور ہر چیز کا ایک واضح بیان بھی۔ یہ قرآنِ حکیم اہل ایمان کے لیے سراپائے ہدایت بھی ہے اور ذریعہ رحمت بھی۔ چنانچہ اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

۱...... ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُم مَّوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِى ٱلصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۝﴾ (یونس:۵۷)

''لوگو تمہارے پاس مالک کی طرف سے نصیحت آئی (یعنی قرآن) اور

دلوں میں جو (کفر و شرک اور شک کی) بیماریاں ہیں ان کی دوا۔ اور ہدایت و رحمت اہل ایمان کے لیے۔"

ب...... ﴿وَ یَوْمَ نَبْعَثُ فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِیْدًا عَلَیْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَ جِئْنَا بِكَ شَهِیْدًا عَلٰی هٰٓؤُلَآءِ ؕ وَ نَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ وَّ هُدًی وَّ رَحْمَةً وَّ بُشْرٰی لِلْمُسْلِمِیْنَ ﴿٨٩﴾﴾ (النحل:٨٩)

"جس دن ہم ہر امت میں انہی میں سے ایک گواہ اٹھائیں گے اور (اے پیغمبر ﷺ) تجھ کو ان لوگوں پر (یعنی آخری زمانہ کی امت پر) گواہ بنا کر لائیں گے۔ اور ہم نے تجھ پر یہ کتاب اتاری (یعنی قرآن مجید) جس میں ہر چیز کا اچھا بیان ہے اور مسلمانوں کو (دین کی سچی) راہ بتانے والی۔ رحمت اور خوشخبری ہے۔"

ج...... ﴿اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ وَ یُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِیْرًا ﴿٩﴾ وَّ اَنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ﴿١٠﴾﴾ (بنی اسرائیل :٩ تا ١٠)

"بے شک یہ قرآن وہ راہ بتاتا ہے جو بہت ٹھیک ہے (یعنی اسلام کی راہ) اور جو اہل ایمان نیک کام کرتے ہیں ان کو خوشخبری دیتا ہے کہ ان کو (آخرت میں) بڑا اجر ملے گا۔ (یعنی بہشت) اور (اس بات کی بھی خبر دیتا ہے کہ) جو لوگ آخرت کا یقین نہیں رکھتے ان کیے لئے ہم نے تکلیف کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

د...... ﴿قُلْ لَّىِٕنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰۤی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَ لَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا ﴿٨٨﴾ وَ لَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؗ فَاَبٰۤی اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿٨٩﴾﴾

(بنی اسرائیل: ٨٨، ٨٩)

"(اے پیغمبرؐ! ان لوگوں سے) کہہ (ایک دو شخص تو قرآن کیا بنا سکتے ہیں) اگر

سارے آدمی اور جن مل کر یہ چاہیں کہ اس طرح کا قرآن (بنا) لائیں تو بھی اس طرح کا قرآن (بنا کر) نہ لا سکیں گے چاہے ایک دوسرے کی مدد بھی کریں۔ اور ہم نے تو اس قرآن میں ہر ایک مطلب مثال کی طرح لوگوں کے (سمجھانے کے) لیے پھیر پھیر کر بیان کیا ہے۔ اس پر بھی اکثر لوگ انکار کے سوا کچھ نہیں مانتے۔''

ھ...... ﴿وَ كَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّ صَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ﴿١١٣﴾﴾ (طٰہ:۱۱۳)

''اور ایسے ہی ہم نے قرآن کو عربی زبان میں اتارا اور اس میں ڈر کی باتیں بار بار سنائیں (جگہ جگہ عذاب کا ذکر ہے) اس لیے کہ لوگ ڈریں (گناہ سے بچے رہیں) یا یہ قرآن ان میں سوچ بچار پیدا کر دے۔''

تمام کی تمام اُمت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والصلوٰۃ والسلام پر واجب ہے کہ وہ قرآنِ حکیم کی مکمل اتباع کریں اور صحیح اسناد کے ساتھ نبی مکرم ﷺ کی سنت سے جو ثابت ہو اُس شرح وتفسیر کے ساتھ اللہ کی کتاب کو اپنے زندگی کے تمام اُمور و معاملات میں حاکم تسلیم کریں۔ (اور اس پر عمل بھی کریں۔) اس لیے کہ اللہ رب العالمین نے اپنے حبیب و خلیل رسول محمد النبی الکریم ﷺ کو دنیا کے تمام جہانوں کی طرف مبعوث فرمایا ہے تاکہ آپ لوگوں کو اس قرآن کے تمام مضامین کھول کر بیان کر دیں کہ جسے اُن کے رب کی طرف سے نازل فرمایا گیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

''اور ہم نے تجھ سے پہلے (بھی اے ہمارے حبیب و خلیل نبی!) مردوں ہی کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا۔ ان کو وحی بھیجتے رہے (لوگو) اگر تم نہیں جانتے تو کتاب والوں (یہود و نصاریٰ) کے عالموں سے پوچھ لو۔ (اور ان پیغمبروں کو) معجزے اور کتابیں دے کر بھیجا۔ اور اے پیغمبر! اسی طرح ہم نے تجھ پر (بھی)

قرآن اتارا اس لیے کہ تو لوگوں کو سمجھا دے (کھول کر بتلا دے) جو ان کی طرف اترا اور اس لیے کہ (وہ خود بھی) غور کریں۔" (النحل: ۴۳، ۴۴ آیات کا متن آگے آرہا ہے)

اس آیت میں "الذکر" یعنی قرآن کے نازل کرنے کا مقصد یہ بیان فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے قول و عمل سے اس کی توضیح و تشریح فرمائیں۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کی توضیحات کو سامنے رکھے بغیر قرآن کے مجملات کو سمجھنا ممکن ہی نہیں ہے۔ مثلاً نماز، زکوٰۃ اور دیگر احکام۔ اسی بنا پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ((أَ لَا اِنِّیْ اُوْتِیْتُ الْقُرآنَ وَمِثْلَه مَعَه)) "کہ خبردار! مجھے قرآن اور اس جیسی ایک اور چیز یعنی سنت دی گئی ہے۔" پس قرآن سے ہدایت حاصل کرنے کے لیے سنت سے بے نیازی اس آیت کی صریح خلاف ورزی ہے۔ (از وحیدی)

اہل السنۃ والجماعۃ اہل الحدیث سلفی العقیدہ جماعت حقہ کے لوگ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ: قرآنِ حکیم اپنے حروف و کلمات اور معانی سمیت اللہ عزوجل کا کلام ہے۔ قرآن عزیز کا آغاز اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے ہوا تھا اور یہ اُسی کی طرف (قیامت سے پہلے) واپس پلٹ جائے گا۔ قرآن مجید اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ غیر مخلوق، اُس کی صفتِ عالیہ ومقدسہ ہے۔ اللہ ذوالعرش الکریم نے اس قرآنِ عظیم کے ساتھ برحق کلام فرمایا اور اسے سیّد الملائکہ جناب جبریل علیہ السلام کی طرف وحی کیا تھا اور جناب جبریل علیہ السلام اسے نبی آخرالزمان ختم الرسل سیّد الجِنّة والبشر محمد رسول اللّٰہ بن عبداللہ بن عبدالمطلب القرشی الهاشمی فداہ أبی وأُمّی و جمیع الناس صلی اللّٰہ علیه وسلّم تسلیماً کثیراً کی طرف لے کر اُترتے رہے۔ (اور اس کی وحی کو حسب ضرورت تھوڑا تھوڑا کر کے تیئس سالوں میں پورا کیا۔)

اسے حکیم وخبیر اللہ ذوالعرش المجید نے نہایت واضح فصیح عربی زبان میں نازل فرمایا ہے۔ اور یہ قرآن عظیم ہم تک اُس تواتر کے ساتھ نقل ہو کر پہنچا ہے کہ جس کی طرف کوئی کسی قسم کا شک وشبہ راہ پا ہی نہیں سکتا۔ چنانچہ اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

﴿وَ اِنَّهٗ لَتَنۡزِيۡلُ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۱۹۲﴾ نَزَلَ بِهِ الرُّوۡحُ الۡاَمِيۡنُ ﴿۱۹۳﴾ عَلٰى قَلۡبِكَ لِتَكُوۡنَ مِنَ الۡمُنۡذِرِيۡنَ ﴿۱۹۴﴾ بِلِسَانٍ عَرَبِىٍّ مُّبِيۡنٍ ﴿۱۹۵﴾ وَ اِنَّهٗ لَفِىۡ زُبُرِ الۡاَوَّلِيۡنَ ﴿۱۹۶﴾ اَوَ لَمۡ يَكُنۡ لَّهُمۡ اٰيَةً اَنۡ يَّعۡلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ ﴿۱۹۷﴾﴾ (الشعراء:۱۹۲تا۱۹۷)

''اور بے شک یہ قرآن اسی کا اتارا ہوا ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ اس کو سچی (امانتدار) روح (یعنی جبریل) صاف عربی زبان میں لے کر تیرے دل پر اتری ہے تاکہ تو لوگوں کو (اللہ کے عذاب سے) ڈرائے اور یہ (یعنی قرآن) اگلے پیغمبروں کی کتابوں میں بھی موجود ہے۔ کیا ان کافروں کو (یعنی مکہ کے مشرکوں کو) یہ نشانی (بس) نہیں ہے کہ بنی اسرائیل کے عالم لوگ اس کو جانتے ہیں۔''❶

---

❶ شروع سورت میں تمہیداً قرآن کے ذکر سے مقصود نبی آخرالزمان ﷺ کی رسالت ونبوت کا اثبات تھا۔ پھر مکذبین کو دھمکی دی اور اس سلسلہ میں انبیاء کے سات قصے بیان فرمائے تاکہ آنحضرت ﷺ کو تسلی ہو اور آپ کی تکذیب کرنے والے عبرت حاصل کریں۔ اب یہاں سے پھر رسالت کا اثبات شروع کیا اور صحت نبوت کے دلائل اور کفار کے شبہات کے جواب آخر سوت تک چلے گئے۔ (طبیر۔قرطبی)

متعلق بِـنَـزَلَ لا بِـالْاَمِيْـنِ۔ یعنی آپ ﷺ کے دل پر اس کی تلاوت کی کہ آپ ﷺ اس کے الفاظ و مضامین اچھی طرح یاد کر لیں۔ اس میں اشارہ ہے کہ قرآن نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کے قلب مبارک میں بالکل محفوظ ہے اس میں تغیر ممکن نہیں۔ (شوکانی۔کبیر) معلوم ہوا کہ جبریل علیہ السلام یہی قرآن لے کر آئے ہیں جو عربی زبان میں ہے۔ قرآن کے الفاظ اور معنی دونوں اللہ کے کلام ہیں۔ متکلمین اور فلاسفہ نے نزولِ وحی کی کیفیت میں جو تفاصیل بیان کی ہیں وہ ان کے اپنے وجدانی کوائف ہیں یا قیاس آرائیاں ہیں۔ قرآن ⇦⇦⇦

اور ہمارا یہ بھی ایمانِ محکم و یقین جازم اور عقیدۂ خالص ہے کہ: قرآنِ حکیم اللہ کے ہاں لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا ہے اور یہ قرآن اہل ایمان کے سینوں میں بھی محفوظ ہے کہ زبانوں سے جس کی تلاوت کی جاتی ہے۔ یہی قرآنِ عظیم صحف میں لکھا ہوا ہے۔ اللہ عز وجل فرماتے ہیں:

﴿بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ۭ وَ مَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَاۤ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ۝﴾ (العنکبوت: ۴۹)

''بات یہ ہے کہ یہ قرآن کیا ہے کھلی کھلی آیتیں ہیں ان لوگوں کے سینوں میں جن کو (اللہ کی طرف سے) علم دیا گیا ہے اور ہماری آیتوں کو وہی نہیں مانتے جو بے انصاف ہیں۔''

اور دوسرے مقام پر یوں ارشاد فرمایا ہے:

⇐⇐⇐ وحدیث کی نصوص سے ان کی تائید نہیں ملتی۔ واللہ اعلم۔

پہلے پیغمبروں کی کتابوں میں موجود ہے کا مطلب ہے کہ: اپنے ان احکام وتعلیمات کے اعتبار سے جن پر تمام شریعتوں کا اتفاق ہے یا ''اس قرآن کی خبر لکھی ہے اگلی کتابوں میں اور اکثر اس کا مدعا بھی یہی ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ "اِنَّـــهُ" میں "ہ" ضمیر سے نبی کریم مراد ہوں۔ یعنی آنحضرت ﷺ کی آمد کی بشارت اور آپ ﷺ کے اوصاف پہلی کتابوں میں موجود ہیں۔ جیسے فرمایا: يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ '' کہ جن کے اوصاف کو وہ اپنے ہاں توراۃ اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ (اعراف: ۱۵۷) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا: وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ، اور اپنے بعد ایک رسول کے آنے کی بشارت دیتا ہوں جس کا نام احمد ہوگا۔ (دیکھئے سورۃ صف: ٦)

علماءِ بنی اسرائیل کے جاننے کا مطلب ہے: کیا مشرکین مکہ کے یہ جاننے کے لیے کہ قرآن واقعی برحق اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ اور پہلی کتابوں میں مذکور ہے اور یہ کہ محمد (ﷺ) نبی اخر الزمان ہیں، یہ بات کافی نہیں ہے کہ بنی اسرائیل کے علما اس سے واقف ہیں۔ جیسا کہ ان حضرات کی شہادت سے معلوم ہوا ہے جو ان میں سے ایمان لائے۔ مثلاً عبداللہ بن سلام اور حضرت سلمان فارسی وغیرھما رضی اللہ عنہم اہلِ کتاب کی یہ شہادت مشرکین مکہ کے حق میں اس لیے حجت قرار پاتی ہے کہ وہ پچھلی کتابوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے انہی کی طرف رجوع کرتے اور جو بات وہ کہتے اسے صحیح تسلیم کرتے تھے۔

﴿اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ﴿٧٧﴾ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ﴿٧٨﴾ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ﴿٧٩﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٨٠﴾﴾ (الواقعہ:۷۷ تا ۸۰)

''بے شک یہ قرآن عزت والا ہے چھپی ہوئی (یا محفوظ) کتاب میں (لکھا ہوا) اس کو وہی چھوتے ہیں جو پاک ہیں۔ سارے جہانوں کے رب کی طرف سے اترا ہے۔''

قرآنِ کریم دین اسلام کے سب سے آخری نبی ختم الرسلین محمد بن عبداللہ القرشی الہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم وعلی آلہ وازواجہ وعلی اصحابہ اجمعین کا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہنے والا بہت بڑا معجزہ اور تمام آسمانی کتابوں میں سے سب سے آخری کتاب ہے، جسے نہ منسوخ کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس میں کوئی تبدیلی لائی جا سکتی ہے۔ اسے ہر قسم کی تحریف، تبدیلی، زیادتی اور نقص سے محفوظ رکھنے کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُس روزِ قیامت تک اس کام کا ذمہ خود اُٹھا رکھا ہے کہ جس دن اللہ عزوجل اسے اپنی ذاتِ اقدس کی طرف واپس اُٹھا لے گا۔ اور یہ عمل قیامت سے کچھ ہی وقت پہلے ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی قدر ہے:

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿٩﴾﴾ (الحجر:۹)

''بے شک قرآن کو ہم ہی نے اتارا ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔'' [1]

اہل السنۃ والجماعۃ اہل الحدیث سلفی جماعت حقہ کے لوگ ہر اُس شخص کو کافر جانتے ہیں جو اس قرآنِ عظیم وکریم کے کسی ایک کلمہ کا بھی انکار کرے یا اس میں کسی قسم

---

[1] اب رہا یہ ''ذکر'' جس کے لانے والے کو تم دیوانہ کہہ رہے ہو تو یہ ہمارا ہی نازل کردہ ہے۔ جس طرح قرآن اپنے لفظ اور معنی کے اعتبار سے معجز ہے کہ جن وانس جمع ہو کر بھی اس جیسی ایک سورۃ نہیں بنا سکتے۔ اسی طرح اس کا یہ بھی اعجاز ہے کہ اس میں ردّ و بدل نہیں ہو سکے گا۔ قرآن کی حفاظت کا یہ وعدہ حیرت انگیز طریقہ پر پورا ہوا اور ہو رہا ہے۔ قرآن کے علاوہ دنیا میں کوئی کتاب ایسی نہیں ہے جو چودہ سو سال گزر جانے ⇦⇦

کی زیادتی کرے یا قرآن مجید میں سے کسی طرح کی کمی کرے (یا اس میں کوئی نقص اور عیب تلاش کرے۔) ایسے ہی پختہ نظریات کی بنا پر ہم ایمانِ جازم و محکم رکھتے ہیں کہ:

قرآنِ مجید کی تمام آیاتِ کریمہ میں سے ہر ہر آیت اللہ عزوجل کی طرف سے نازل کردہ ہے۔ اور پورا قرآنِ عظیم اپنی مکمل (سب کی سب) آیات کے ساتھ قطعی تواتر کی سند وطریق سے ہم تک نقل ہوا ہے۔ ❶

(ایک سو چودہ سورتوں پر مشتمل) قرآنِ کریم نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ پر یکبارگی نازل نہیں ہوا تھا، بلکہ قسط وار، یعنی حسب ضرورت و واقعات مختلف اوقات میں نازل کیا گیا تھا۔ یا سوالات کے جوابات کی صورت میں، یا حالات کے تقاضوں کے مطابق تئیس سالوں میں نازل ہوا تھا۔

قرآنِ عظیم ایک سو چودہ سورتوں پر مشتمل ہے، جن میں سے (۸۶) چھیاسی سورتیں نبی مکرم ﷺ کی ہجرت سے پہلے تک مکی دور میں نازل ہوئی تھیں اور باقی (۲۸) اٹھائیس سورتیں ہجرت کے بعد مدنی دور میں رسول اللہ ﷺ پر نازل کی گئی تھیں۔ جو سورتیں مکی دور میں نازل ہوئی تھیں انھیں مکی سورتیں کہا جاتا ہے اور جو سورتیں (آیتیں) ہجرت کے بعد نازل ہوئی تھیں انہیں مدنی سورتیں اور مدنی آیات

⇦⇦ کے باوجود اس طرح محفوظ ہو کہ اس کے کسی ایک حرف میں ردّ و بدل نہ ہوا ہو۔ جبکہ دنیا بھر میں قرآن کے جتنے نسخے موجود ہیں ان میں ادنیٰ سا بھی اختلاف نہیں ہے۔ اس کے علاوہ لاکھوں کروڑوں انسانوں کے سینوں میں محفوظ ہے۔ یہ ہے قدرت کی طرف سے حفاظت جو کسی اور کتاب کو نصیب نہیں ہوئی اور قرآن کی اس طرح حفاظت کے مخالفین بھی معترف ہیں۔

❶ نبی معظم محمد رسول اللہ ﷺ پر جتنا اور جس حالت میں قرآنِ حکیم نازل ہوا تھا اور اس کی ترتیبِ قرأت جو آپ ﷺ نے خود، پھر یہی ترتیب خلیفۃ الرسول سیّدنا ابو بکر صدیق اور خلیفۃ المسلمین الثالث سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما نے لگوائی اور لکھوائی تھی اس قرآنِ حکیم وعزیز میں سے ایک بھی لفظ اور ایک بھی آیت کی کمی وزیادتی کے بغیر یہ مکمل قرآن آج ہمارے پاس موجود ہے۔ یعنی ملت اسلامیہ محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والصلوٰۃ والسلام کے پاس۔

کہا جاتا ہے۔ قرآنِ حکیم کی (۲۹) انتیس سورتیں ایسی ہیں کہ جو حروفِ مقطعات (جیسے کہ: الٓمٓ، الٓر، نٓ، وغیرھا) سے شروع ہوتی ہیں۔

کتابت قرآن

قرآنِ حکیم وعزیز کی کتابت سب سے پہلے نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کی نگرانی میں آپ کے حکم سے آپ کے عہد مبارک میں ہوئی۔ وحی کی کتابت کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے اخیار صحابہ اس کے کاتب تھے۔ جو کچھ بھی قرآنِ عظیم میں سے نازل ہوتا نبی مکرم ﷺ کے حکم سے بغیر کسی خیانت اور کمی، زیادتی کے اسے وہ ساتھ ساتھ لکھتے جاتے تھے۔ اسی طرح پھر اوّل خلیفۃ المسلمین بلافصل خلیفۃ رسول اللہ ﷺ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ واُرضاہ کے عہد باسعادت میں قرآنِ حکیم و عظیم بصورتِ مصحف دوگتوں کی جلد کے درمیان نبوی ترتیب کے مطابق جمع کر دیا گیا۔ اور پھر (بلا اختلاف بین اہل السنۃ والجماعۃ) تیسرے خلیفۃ المسلمین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ و ارضاہ کے عہد فتح و ابتلاء میں مکمل قرآنِ حکیم کی چند ایک نقول (قرأت کے اعتبار سے) حرفِ واحد پر تیار کی گئیں۔ (اور یہ نقول دنیا کے مختلف خطوں، ملکوں کے امراء المسلمین کے پاس بھیج دی گئیں تاکہ انہی نقول مصحف کے مطابق آگے قرآنِ عظیم کی اشاعت ہو۔ چنانچہ دُنیا جہان میں اُس وقت سے لے کر آج تک اسی مصحف کی اشاعت ہو رہی ہے۔)

اہل السنۃ والجماعۃ اہل الحدیث سلفی جماعت حقہ کے لوگ قرآنِ حکیم کی تعلیم، اس کے حفظ و تحفیظ، اس کی تلاوت، اس کی ماثور سلفی تفسیر اور اس پر مکمل عمل کا پورا پورا اہتمام اور انتظام و انصرام نہایت یکسوئی اور اخلاص و جُہد کامل سے کرتے ہیں۔ قرآنِ عظیم و حکیم پر غور و فکر کے لیے اللہ عزوجل کا ارشادِ گرامی قدر ہے:

﴿ كِتَٰبٌ أَنزَلۡنَٰهُ إِلَيۡكَ مُبَٰرَكٞ لِّيَدَّبَّرُوٓاْ ءَايَٰتِهِۦ وَلِيَتَذَكَّرَ أُوْلُواْ ٱلۡأَلۡبَٰبِ ٢٩ ﴾

(صٓ:۲۹)

''(اے پیغمبر ﷺ) یہ قرآن ایک ایسی کتاب ہے جسے ہم نے تم پر اتارا۔ (بڑی) برکت والی ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں اور عقل والے اس سے نصیحت لیں۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿اَ فَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؕ وَ لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ۝۸۲﴾ (النساء:۸۲)

''کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے۔ اگر وہ اللہ عزوجل کے سوا اور کہیں سے آیا ہوتا (جیسے کافر اور منافق سمجھتے تھے) تو اس میں بہت سا اختلاف پاتے۔''

اور اہل السنۃ والجماعۃ کے فرقہ ناجیہ والے لوگ اس کی قرأت وتلاوت کے ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ کی خوب عبادت کرتے ہیں۔ اس لیے کہ اس کے ایک ایک حرف کے بدلے اللہ عزوجل پڑھنے والے کو دس دس نیکیاں عطا کرتا ہے۔ جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَهُ بِهِ حَسَنَةٌ ، وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا ، لَا أَقُولُ أَلَمّ حَرْفٌ ، وَلٰكِنْ اَلِفٌ حَرْفٌ ، وَلَامٌ حَرْفٌ ، وَمِيْمٌ حَرْفٌ)) [1]

''جو کوئی مومن، مسلمان آدمی اللہ کی کتاب (قرآنِ مجید) کے ایک حرف کی تلاوت کرتا ہے، اُسے ایک نیکی عطا ہوتی ہے اور اس نیکی کا دس گنا اجر ہو گا۔ (پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے ارشاد کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:) میں یہ نہیں کہہ رہا کہ: '' الٓمٓ '' ایک حرف ہے۔ بلکہ (اس کلمہ میں سے) الف (ا) ایک حرف ہے اور لام (ل) ایک (دوسرا) حرف ہے، جبکہ (م)

[1] صحیح سنن الترمذی : للألبانی / کتاب فضائل القرآن / حدیث : ۲۹۱۰۔

میم ایک (تیسرا) حرف ہے۔'' (تو" الٓمّ " پڑھنے والے کو اس طرح سے تیس نیکیاں عطا ہوں گی۔)

اہل السنۃ والجماعۃ اہل الحدیث سلفی جماعت حقہ کے لوگ قرآنِ عظیم کی مجرد رائے کے ساتھ تفسیر کو مباح اور جائز نہیں سمجھتے۔ اس لیے کہ یوں تو یہ تفسیر اللہ عزوجل پر بغیر علم کے کوئی غلط بات گھڑ لینے کے مترادف ہوگی اور یہ شیطان کا عمل شمار ہوگا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يَاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝۱۶۸ اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَ الْفَحْشَآءِ وَ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۱۶۹ ﴾

(البقرہ:۱۶۸۔۱۶۹)

''لوگو! زمین میں جو چیزیں حلال، پاکیزہ ہیں ان کو کھاؤ اور شیطان کی راہوں پر مت چلو۔ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ وہ تو تم کو برائی اور بے شرمی کے کام اور اللہ پر بن سمجھے جھوٹ بولنے کو (یعنی بہتان لگانے کو) کہے گا۔'' [1]

﴿ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ؕ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَ عِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ

[1] یعنی شیاطین ایک طرف تو معاشرے میں اخلاقی برائیوں (سوء فحشاء) کو فروغ دیتے ہیں اور دوسری طرف دین میں بدعات پیدا کر کے لوگوں کے عقائد واعمال خراب کرتے ہیں۔ ہر وہ بات جو کتاب وسنت سے ثابت نہ ہو وہ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ میں داخل ہے۔ اسی سلسلہ بیان کے لیے دیکھیں: سورۃ الاعراف:۲۸) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ السوء اس برائی کو کہتے ہیں جس میں کوئی حد شرعی معین نہ ہو اور فحشا وہ برائی ہے جس کے ارتکاب پر شرعی حد معیّن ہو۔ (تفسیر قرطبی)

جَبَّارٍ ﴿٣٥﴾ (المؤمن:٣٥)

''وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی آیات میں جھگڑتے ہیں بغیر کسی دلیل کے جو ان کے پاس آئی ہو، اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور ایمان والوں کے نزدیک نہایت ناراضگی کی بات ہے۔ اس کے دل پر کہ جو متکبر، سرکش ہو اسی طرح مہر لگا دیتا ہے۔''

تیسرے مقام پر فرمایا:

﴿قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٣٣﴾﴾ (الاعراف:٣٣)

''(اے پیغمبر) کہہ دے میرے رب نے تو صرف (بے شرمی کے) بُرے کاموں کو (جیسے زنا، اغلام وغیرہ کو) حرام کیا ہے، کھلم کھلا ہو یا چھپا کر۔ اور گناہ کو، اور ناحق ستانے کو (یعنی ظلم کو) اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرنے کو، جس کی اس نے کوئی سند نہیں اتاری اور اللہ تعالیٰ پر وہ بات لگانے کو جو تم کو معلوم نہیں۔'' ❶

بلکہ یہ اہل السنۃ والجماعۃ اہل الحدیث جماعت حقّہ وفرقہ ناجیہ والے سلفی لوگ:

(۱)......قرآن کی تفسیر خود قرآنِ عظیم وحکیم سے۔

---

❶ اوپر کی آیت میں یہ بیان فرمایا کہ لوگوں نے اپنی طرف سے بہت سی چیزیں حرام کر رکھی تھیں۔ اب اس آیت میں محرمات کو بیان فرما دیا۔ (رازی) جب مسلمانوں نے کپڑے پہن کر طواف کرنا شروع کیا تو کفار نے ان پر عیب لگایا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (قرطبی)

الفواحش ...... یہ فاحشۃ کی جمع ہے اور انتہائی قبیح فعل کو کہتے ہیں۔ الاثم سے تمام چھوٹے بڑے گناہ مراد ہیں اور شراب کو بھی اِثْم کہہ لیتے ہیں۔ اور اَلْبَغْیُ کے معنی لوگوں پر ظلم اور زیادتی کے ہیں، ⇦⇦⇦

(ب)......اس کے بعد قرآن کی تفسیر صحیح الاسناد احادیث صحیحہ کے ساتھ ثابت شدہ سنت سے۔

(ج)...... پر (ان دونوں کے بعد) اقوال و آثار صحابہ سے۔

(د)......ان کے بعد تابعین کرام رحمہم اللہ جمیعاً کے اقوال و آثار سے۔اور سب سے آخر میں:

(ھ)......اس عربی لغت کے ساتھ کرتے ہیں کہ جس میں قرآنِ حکیم نازل ہوا ہے۔



چوتھا رُکن......ایمان بالرسل

اہل السنۃ والجماعۃ کے لوگ اس بات پر ایمانِ جازم، یقین محکم اور پختہ عقیدہ واعتقاد رکھتے ہیں کہ (آغازِ بشریت سے) اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بندوں کی طرف (اہل ایمان واسلام کو) خوشخبریاں دینے والے اور (اللہ کے باغیوں، سرکشوں اور طاغوت کے پجاریوں کو) اللہ کے عذاب اور اُس کی پکڑ سے ڈرانے والے ہر دور میں نبی اور رسول بھیجے تھے۔ جو دین حق کی طرف دعوت دینے والے داعی الی اللہ، بنی نوع انسان کی صراطِ مستقیم کی طرف صحیح راہنمائی کرنے والے اور انھیں کفر وضلالت کی گمراہی والے اندھیروں سے نکال کر نورِ ہدایت کی طرف لے کر آنے کا کام کرتے تھے۔

چنانچہ ان کی دعوت......امتوں، ملتوں اور قوموں کو بت پرستی اور شرک وخرافات

⇐⇐ الغرض یہاں محرمات کی پانچ قسمیں بیان فرمائی ہیں اور وہ بھی " اِنَّمَا " کلمہ حصر کے ساتھ۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ ان کے علاوہ اور کوئی چیز حرام نہیں ہے۔ حالانکہ بہت سی دوسری اشیاء کی حرمت بھی قرآن و حدیث میں مذکور ہے۔ امام رازی فرماتے ہیں کہ دراصل جنایات پانچ ہی قسم کی ہیں: جنایة علی الانساب اور اس کا سبب زنا ہے۔ الفواحش سے یہی مراد ہے۔ دوم جنایة علی العقول جس کے دوسرے معنی شراب نوشی کے ہیں اور "الاثم" میں اسی طرف اشارہ ہے۔ سوم جنایة علی الاعراض چہارم جنایة علی النفوس والاموال اور " البغی بغیر الحق" میں ان دونوں کی حرمت کی طرف اشارہ ہے۔ پنجم جنایة علی الادیان اور یہ دو قسم کی ہیں: توحین میں طعن کرنا۔ جس کی طرف وآن تُشْرِكُوْا باللّٰه سے اشارہ فرمایا ہے اور بغیر علم کے فتویٰ دینا جس کی طرف وان تقولوا علی اللّٰه ما لا تعلمون سے اشارہ فرمایا ہے۔ غرض کہ جملہ جنایات میں یہ پانچ اُصول کی حیثیت رکھتی ہیں اور باقی ان کے فروغ اور توابع ہیں۔ اس بنا پر اِنَّمَا کے ساتھ حصر صحیح ہے اور اس پر کوئی اعتراض لازم نہیں آتا۔ (تفسیر کبیر)

سے بچانے اور ان قوموں کی سوسائٹیوں کو دہشت گردی، فساد فی الارض اور حرام چیزوں اور حرام افعال کو حلال سمجھنے سے روک کر ان کی تطہیر ہوتی تھی۔ چنانچہ اس ضمن میں بلاشک وشبہ اللہ کے پیغمبروں نے رسالت ونبوت کو لوگوں تک پورا پورا پہنچا دیا۔ اس امانت کا پورا پورا حق ادا کر دیا۔ اپنی اپنی امت کو (قولی وعملی) پوری پوری نصیحت کردی اور انہوں نے اللہ کی راہ میں جہاد و جہد کا پورا پورا حق ادا کر دیا تھا۔ ان کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ایسے واضح اور ظاہر معجزات عطا ہوئے تھے کہ جو ان کی صداقت پر دلالت کرتے تھے۔ [1] اور جو شخص ان انبیاء کرام و رسل عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے کسی ایک کا بھی انکار کرے تو اُس نے گویا اللہ عزوجل اور تمام کے تمام رسولوں کے ساتھ کفر اور ان کا انکار کیا۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيدُونَ أَنْ يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا ﴿١٥٠﴾ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا ۚ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا ﴿١٥١﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَلَمْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ أُولَٰئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيهِمْ أُجُورَهُمْ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿١٥٢﴾﴾ (النساء: ۱۵۰ تا ۱۵۲)

''جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبروں کو نہیں مانتے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبروں میں جدائی ڈالنا چاہتے ہیں۔ (مثلاً: اللہ کو مانتے ہیں لیکن پیغمبروں کو نہیں

---

[1] معجزہ اور کرامت کے موضوع پر آگے...... ''چھٹی اصل کرامات اولیاء اللہ کی تصدیق'' والے عنوان کے تحت متن اور حاشیہ میں تفصیل آ رہی ہے۔ وہیں سے استفادہ کر لیجیے۔

مانتے) اور کہتے ہیں ہم بعضے پیغمبروں کو مانیں گے بعضوں کو نہیں مانیں گے۔ اور (کفر وایمان کے) بیچ میں ایک راستہ بنانا چاہتے ہیں۔ یہی لوگ تو پکے کافر ہیں اور ہم نے کافروں کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبروں پر ایمان لائے اور ان میں سے کسی کو جدا نہیں سمجھا (سب کو سچا پیغمبر مانا) ایسے ہی لوگوں کو اللہ تعالیٰ ان کے اجر (آخرت میں) دے گا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔''

ایک دوسرے مقام پر اللہ عزوجل نے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا مقصد اور اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿ اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ ۚ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۝ وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ۭ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ۝ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَي اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝ ﴾

(النساء: ۱۶۳ تا ۱۶۵)

''بیشک ہم نے وحی بھیجی تیری طرف جیسے ہم نے وحی بھیجی نوح اور اس کے بعد دوسرے پیغمبروں کی طرف۔ اور ہم نے وحی بھیجی ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد اور عیسیٰ ایوب اور یونس و ہارون اور سلیمان علیہم السلام کی طرف۔ اور ہم نے داؤد کو زبور عنایت کی۔ اور ہم نے کئی پیغمبر بھیجے جن کا حال ہم پہلے تجھ سے بیان کر چکے ہیں اور کئی پیغمبر ایسے بھیجے جن کا حال ہم نے تجھ سے بیان نہیں کیا۔ اور موسیٰ سے تو اللہ نے بات کی بول کر۔

ہم نے یہ سب پیغمبر جو خوشی سنانے والے تھے (نیکوں کو) اور ڈرانیوالے تھے (بدکاروں کو) اس لیے بھیجے کہ پیغمبروں کے آجانے کے بعد پھر کوئی عذر لوگوں کا اللہ کے سامنے باقی نہ رہے اور اللہ زبردست ہے حکمت والا۔''

جیسا کہ ابھی ابھی پیچھے قرآن عظیم کے بیان سے معلوم ہوا کہ: اللہ تبارک نے اپنے رسول اور نبی جو مختلف ادوار میں زمین کے مختلف خطوں پر بسنے والے لوگوں کی طرف بھیجے تھے ان میں سے بہت سارے انبیاء ورسل کا ذکر ہمارے لیے اپنی کتاب یا اپنے حبیب وخلیل نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ ﷺ کی زبان اطہر سے (ان کی احادیث مبارکہ میں) کر دیا ہے اور ان میں سے ایسے بھی ہیں کہ جن کے بارے میں اللہ عزوجل نے ہمیں خبر نہیں دی ہے۔ چنانچہ دوسرے ایک مقام پر اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَ مِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ؕ وَ مَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَ خَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝۷۸﴾

(المؤمن: ۷۸)

''اور (اے پیغمبر ﷺ) ہم تجھ سے پہلے بہت سارے پیغمبر بھیج چکے ہیں۔ ان میں کوئی ایسے ہیں جن کا حال ہم نے تجھ کو سنایا اور کوئی ایسے ہیں جن کا حال ہم نے تجھ کو نہیں سنایا۔ اور پیغمبر ﷺ کا یہ مقدور نہیں کہ بغیر اللہ کے حکم کے کوئی نشانی (معجزہ) دکھلائے۔ پھر جب اللہ کا حکم آن پہنچے گا (دنیا کا عذاب یا قیامت کا) تو ان پیغمبروں علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کی امتوں کا انصاف سے فیصلہ کر دیا جائے گا۔''[1]

ہر پیغمبر کی دعوت کے حوالے سے ایک مقام پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے خبر

[1] یعنی بعض کا تفصیلی حال بیان کیا اور بعض کا نہیں کیا۔ بہرحال سب پر ایمان لانا ضروری ہے۔ حافظ ⇐⇐⇐

یوں مذکور ہے:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ۖ فَمِنْهُم مَّنْ هَدَى اللَّهُ وَمِنْهُم مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلَالَةُ ۚ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ﴾ (النحل:۳٦)

''اور ہم تو ہر قوم میں ایک پیغمبر بھیج چکے ہیں (یہ حکم دے کر) کہ اللہ تعالیٰ کی ہی عبادت کرو اور طاغوت سے بچے رہو (طاغوت جو اللہ تعالیٰ کے سوا پوجا جاوے) تو پیغمبروں کے سمجھانے سے کسی کو اللہ نے راہ پر لگا دیا اور کسی پر گمراہی جم گئی تھی۔ تو (اے قریش کے کافرو) ذرا ملک میں سیر کرو اور دیکھو (پیغمبروں کو) جھٹلانے والوں کا انجام کیا ہوا۔'' ❶

⇦⇦⇦ ابن کثیر لکھتے ہیں: یہ لَمْ نَقْصُصْ ان پیغمبروں سے کئی گناہ کثیر تعداد میں ہیں جن کے احوال قرآن میں مذکور ہیں۔ جیسا کہ سورۃ نساء: (آیت:۱٦۴) میں اس پر تنبیہ گزر چکی ہے ولله الحمد والمنه۔ کسی قوم کے کسی قدیم رہنما کے متعلق جو (آنحضرت ﷺ سے پہلے ہو گزرے ہیں) قطعی طور پر یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ وہ نبی نہ تھا۔ ممکن ہے کہ وہ نبی ہو اور اس نے توحید ہی کی دعوت پیش کی ہو مگر بعد کے لوگوں نے اس کی تعلیمات کو مسخ کر دیا ہو۔

مطلب یہ ہے کہ معجزہ کوئی کھیل نہیں کہ کافروں نے جب چاہا نبی علیہ السلام سے اس کا مطالبہ کر دیا اور نبی نے جب چاہا اسے دکھا دیا۔ بلکہ اس کی حیثیت دوٹوک فیصلے کی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ ہی جب چاہتا ہے اسے اپنے کسی نبی ﷺ کے ہاتھ سے دکھواتا ہے اور جب تک نہیں چاہتا نہیں دکھواتا۔ معجزہ ظاہر ہونے کے بعد مومنوں کی نجات اور باطل پرستوں کی تباہی یقینی ہو جاتی ہے۔ یہ کفار مکہ کے اس مطالبہ کا جواب ہے جو وہ نبی کریم ﷺ سے معجزہ دکھانے کے لیے آئے دن کرتے رہتے تھے۔

❶ یعنی ہر پیغمبر نے اللہ تعالیٰ کی بندگی اختیار کرنے اور طاغوت سے بچتے رہنے کی دعوت دی۔ پھر بعض نے تو دعوت کو قبول کر لیا اور ہدایت پا گئے مگر بعض نے اپنے کفر و شرک پر اصرار کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان پر گمراہی ثبت کر دی گئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ کی اس کے امر سے موافقت ضروری نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ایمان کا حکم تو سب کو دیتا ہے مگر اللہ کے ارادہ کے مطابق ہدایت بعض کو ہوتی ہے۔ (شوکانی)

قرآن حکیم وعظیم میں درج ذیل پچیس رسولوں کے نام ذکر ہوئے ہیں:

ابوا البشر آدم ، ادریس ، نوح ، هود، صالح ، ابراهیم ، لوط ، اسماعیل ، اسحاق ، یعقوب ، یوسف ، شعیب ، ایوب ۔ ذوالکفل ، موسیٰ ، هارون ، داود ، سلیمان ، الیاس ، الیسع ، یونس ، زکریا ، یحییٰ ، عیسیٰ و محمد خاتم الانبیاء والرسل ، صلوات الله وسلامه علیهم أجمعین ۔

محمد رسول اللہ ﷺ کی فضیلت تمام نبیوں پر:

اور جیسا کہ قرآن عظیم کا بیان ہے کہ: اللہ تبارک و تعالیٰ نے بعض نبیوں اور رسولوں کو دوسرے انبیاء ورسل پر فضیلت دی تھی۔ ❶ اور تمام امت اسلامیہ محمدیہ علیہ الصلاۃ والسلام کا اس بات پر اجماع ہے کہ: رسول ، انبیاء سے افضل ہوا کرتے تھے۔ اور پھر یہ کہ تمام رسول بھی باہم ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے تھے۔ تمام رسولوں اور نبیوں میں سب

ملکوں میں چل پھر کر دیکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کے تباہ شدہ آثار دیکھ کر بتاؤ کہ رسولوں کی تکذیب کرنے والوں پر کیا اللہ تعالیٰ کا عذاب نہیں آیا تھا؟ لہٰذا یہ سمجھنا انتہائی حماقت ہے کہ کفر وشرک کا ارتکاب اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کے ذریعہ اپنی رضا مندی کا راستہ بتایا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی رضا مندی حاصل کرنے کے لیے پیغمبروں کی پیروی ضروری ہے۔

❶ جیسا کہ قرآن میں ایک اور مقام پر یوں بیان ہوا ہے: ''یہ پیغمبر (یا سب پیغمبر) ان میں ہم نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی۔ ان میں سے کسی سے اللہ نے کلام کیا اور بعضوں کے درجے بلند کئے۔ اور ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ کو کھلی کھلی نشانیاں دیں اور روح القدس (جبریل) سے ان کی مدد کی (وہ ہمیشہ ان کے ساتھ رہتے تھے) اور اگر اللہ چاہتا تو بعد والے لوگ کھلی نشانیاں آجانے پر باہم اختلاف نہ کرتے لیکن (اللہ نے نہ چاہا) انہوں نے اختلاف کیا۔ چنانچہ کوئی مومن ہوا کوئی کافر۔ اور اگر اللہ چاہتا تو یہ پھوٹ نہ پڑتی لیکن اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔'' (البقرہ:۲۵۳)

''تلك الرسل '' سے وہ رسول مراد ہیں جن کا اس سورۃ میں ذکر آیا ہے۔ یہ عقیدہ کہ انبیاء درجات ⇐⇐⇐

سے افضل اولوالعزم رسول تھے۔ جو کہ پانچ ہیں۔ یعنی: سادا تنا نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ بن مریم اور محمد صلی اللہ علیہم وبارك و سلم تسلیماً کثیرا دائماً ابدًا۔ اور پھر تمام انبیاء و رسل اور اولوالعزم پیغمبروں میں سب سے افضل نبی الاسلام، خاتم الانبیاء والمرسلین و رسول رب العالمین، رحمۃ للعالمین محمد بن عبداللہ القرشی الہاشمی صلی اللہ علیہ وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ وازواجہ واصحابہ اجمعین ہیں۔ اللہ عزوجل آپ ﷺ کی تعریف وتوصیف میں فرماتے ہیں:

ا۔ ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝۴۰﴾ (الاحزاب:۴۰)

''محمد ﷺ تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں ہے۔ البتہ وہ اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہے اور پیغمبروں کا ختم کرنے والا اور اللہ تعالیٰ سب کو جانتا ہے۔'' ❶

⇦⇦ میں مختلف ہیں اور ان میں تفاضل پایا جاتا ہے اور پھر یہ کہ محمد رسول اللہ ﷺ تمام انبیاء سے افضل ہیں بالکل صحیح اور امت کا اجماعی عقیدہ ہے۔ امام رازی رحمہ اللہ نے انہیں دلائل سے ثابت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو جملہ انبیاء پر فضیلت حاصل ہے اور اس سلسلہ میں شبہات کے جوابات دیے ہیں۔ (تفسیر کبیر) لیکن صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ((لَاتُفَضِّلُوْنِیْ عَلَی الْاَنْبِيَآءِ)) ''کہ مجھے انبیاء پر فضیلت نہ دو'' جو بظاہر اس آیت کے معارض ہے۔ علما نے اس کے متعدد جوابات دیے ہیں۔ واضح ترین جواب یہ ہے کہ میری فضیلت ایسے انداز سے بیان نہ کرو جس سے دوسرے انبیاء علیہم السلام کی کسر شان کا پہلو نکلتا ہو۔ امام شوکانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اس آیت سے انبیاء علیہم السلام کے مابین تفاضل ثابت ہوتا ہے۔ لیکن حدیث میں مقابلہ کی صورت میں تفاضل سے منع فرمایا ہے یا فضیلت جزوی مراد ہے۔ پس کتاب و سنت میں کوئی تعارض نہیں۔ والحمد اللہ علی ذٰلك (ابن کثیر۔ فتح القدیر)

جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ۔ صحیح ابن حبان کی ایک حدیث میں حضرت آدم علیہ السلام کا بھی نبی مکلم ہونا ثابت ہے۔ (ابن کثیر۔ تفسیر کبیر)

چنانچہ آنحضرت ﷺ نے لیلۃ الاسراء میں بحسب مراتب آسمانوں پر انبیاء علیہم السلام کو دیکھا۔ (ابن کثیر)

❶ اس آیت کریمہ سے قطعی طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ محمد بن عبداللہ القرشی الہاشمی ﷺ رہتی دنیا تک اللہ کے رسول ہیں اور آپ ؐ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں۔ اور پھر احادیث صحیحہ میں آپ کے خاتم النبیین ہونے کی تشریح کر دی گئی ہے، جس کے بعد کسی التباس کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ جناب عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ دنیا میں آنا ختم نبوت کے منافی نہیں ہے اس لیے کہ وہ خاتم الانبیاء والرسل محمد رسول اللہ ﷺ کی شریعت پر ⇦⇦

ب۔ ﴿ أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝١ وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ ۝٢ الَّذِي أَنقَضَ ظَهْرَكَ ۝٣ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝٤ ﴾ (الم نشرح:١ تا ٤)

''(اے پیغمبر ﷺ) کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھولا اور ہم نے تیرا بوجھ تجھ پر سے اتار دیا جس نے تیری پیٹھ توڑ رکھی تھی۔ اور ہم نے تیرا نام بلند کر دیا۔'' ❶

اہل السنہ والجماعۃ اہل الحدیث سلف جماعت حقہ کے لوگ ان تمام رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں کہ جن کے نام اللہ عزوجل نے لیے ہوں یا جن کے نام نہ بھی لیے ہوں۔ اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام میں سب سے اول، پہلے پیغمبر جناب آدم علیہ الصلاۃ والسلام تھے۔ اور سب سے آخر میں آنے والے اللہ عزوجل کے حبیب و خلیل نبی خاتم المرسلین محمد رسول اللہ ﷺ تھے اور تا قیامت آپ کی نبوت و رسالت قائم ہے اور آپ ہی سب سے افضل رسول ہیں۔

تمام رسولوں پر ایمان، ایمان مجمل ہے۔ اور ہمارے خاتم الرسل نبی رحمت محمد

⇦⇦⇦ ہی چلیں گے، اپنی نبوت کا دعویٰ نہیں کریں گے۔ آج تک پوری اُمت کا یہ متفق علیہ عقیدہ رہا ہے۔ چنانچہ ختم نبوت کا منکر قطعی کافر اور ملت اسلامیہ سے خارج ہے۔

❶ یعنی اسے منور کیا۔ اس میں علوم و معارف کے خزانے بھر دیئے۔ وہ اطمینان اور حوصلہ دیا جس سے آپ ﷺ نبوت جیسے منصب عظیم کی ذمہ داریاں سنبھالنے کے قابل ہو گئے۔ قرآن میں شرح صدر کا یہی مفہوم مذکور ہے (زمر آیت:۲۳) یوں روایات سے ثابت ہے کہ معراج کے موقع پر اور اس سے پہلے ایک مرتبہ بچپن میں فرشتوں نے ظاہری طور پر بھی نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کا سینہ چاک کیا اور اس میں اللہ تعالیٰ کی معرفت اور ایمان واطمینان کا نور بھرا (ابن کثیر)

یعنی انبیاء اور فرشتوں میں آپ ﷺ کا نام بلند کیا اور دنیا و آخرت میں آپ ﷺ کے نام کا چرچا کیا۔ چنانچہ کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیتا مگر اس کے ساتھ آپ ﷺ کا نام ضرور لیتا ہے۔ کلمۂ شہادت، اذان، اقامت، خطبہ اور تشہد وغیرہ میں اللہ تعالیٰ کے نام کے بعد آپ ﷺ کا نام لیا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے جہاں بندوں کو اپنی اطاعت کا حکم دیا ہے وہیں آپ ﷺ کی اطاعت کا بھی حکم دیا ہے۔

بن عبداللہ ﷺ پر ایمان ، ایمان مفصل ہے کہ جو دیگر تمام انبیاء سے ہٹ کر آپ ﷺ کی مکمل اتباع و اطاعت کا تقاضا کرتا ہے۔ اور علی وجہ التفصیل اس پورے دین کی مکمل اطاعت واتباع کا بھی جو آپ ﷺ اللہ کی طرف سے لے کر آئے تھے۔

محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات اطہر وسیرتِ طیبہ:

نام ونسب: نبی آخر الزمان سیّدِ الجنّۃ والبشر کا نام ونسب یوں ہے:

ابو القاسم محمد بن عبداللّٰہ بن عبدالمطلب بن هاشم بن عبد مناف بن قصّی بن کلاب بن مره بن کعب بن لُوَی بن غالب بن فِهر بن مالك بن النضر بن کنانة بن حزیمة بن مدرکة بن الیاس بن مُضَر بن نِزار بن مَعَدّ بن عدنان، وعدنان من ولد نبیّ اللّٰه اسماعیل بن ابراهیم الخلیل علی نبینا و علیهما السلام

نبی معظم محمد رسول اللہ ﷺ خاتم الانبیاء و المرسلین ہیں۔ آپ کو اللہ رب العالمین کی طرف سے (تا قیامت ، زمین کے تمام خطوں اور ملکوں میں بسنے والے) تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا تھا۔ آپ ﷺ اللہ کے بندے ہیں اور آپ کی عبادت کسی بھی طریقے سے قطعاً جائز نہیں بلکہ حرام ہے۔ آپ ﷺ ایک رسول ہیں کہ جن کی تکذیب نہیں کی جاسکتی۔ نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ تمام کی تمام مخلوقات سے افضل واعلیٰ ہیں۔

آپ ﷺ تمام مخلوقات سے معزز ترین ہستی ہیں اور درجات میں سب سے بلند تر ہیں۔ آپ ﷺ مقام وسیلہ و مقام محمود والے مراتب رفیعہ وعالیہ پر فائز ہو کر اللہ عزوجل کے سب سے زیادہ قربت والے ہیں۔ آپ ﷺ کو رشد و ہدایت اور

دین حق دے کر تمام جنوں اور سب کے سب انسانوں (ثقلین) کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔ اور جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی قدر ہے، رب العالمین نے آپ ﷺ کو تمام جہانوں کی طرف رحمت بنا کر بھیجا تھا۔ فرمایا:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝﴾ (الانبیاء:۱۰۷ تا ۱۰۸)

''اور (اے پیغمبر ﷺ) ہم نے تو تمہیں سارے جہان کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ (اے پیغمبر ﷺ ان لوگوں سے) کہہ دے مجھے تو بس یہی وحی آتی ہے اور کچھ نہیں کہ تمہارا الٰہ وہی ایک اللہ ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔'' [1]

اللہ عزوجل نے نبی مکرم ﷺ پر اپنی کتاب (قرآن مجید) نازل فرمائی اور اپنے دین حنیف (اسلام) کی امانت آپ ﷺ کے سپرد کر دی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت کی تبلیغ کے لیے (کہ جو اس نے آپ ﷺ کو سونپی تھی) آپ ﷺ کو مکلّف

---

[1] صرف مسلمانوں کے لیے نہیں بلکہ مسلمان، کافر سب کے لیے اور دنیوی و اخروی ہر اعتبار سے آپ ﷺ رحمت بنا کر بھیجے گئے تھے۔ اسلامی اصول و شریعت کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ جو اخلاقی قدریں اور دائمی اصول اللہ کے حبیب و خلیل نبی محمد رسول اللہ ﷺ کی وساطت سے اللہ تعالیٰ نے متعین فرمائے ہیں وہ آج تک دنیا تلاش نہیں کر سکی۔ اس سے بڑی رحمت اور کیا ہو سکتی ہے۔ ایک حدیث میں ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ((إِنَّمَا أَنَا رَحْمَةٌ مُهْدَاةٌ)) کہ میں تو مجسم رحمت ہوں جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور ہدیہ دی گئی ہے۔ مسلمانوں کے لیے تو نبی کریم ﷺ کا رحمت ہونا عیاں ہے کہ ان کو آپ ﷺ کی اتباع سے ہر قسم کی سعادت حاصل ہوئی۔ مگر کفار کے لیے آپ ﷺ کیسے رحمت ہیں؟ اس کے جواب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلی قوموں پر جو ہلاکت خیز عذاب آتے رہے تھے، وہ نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد روک دیے گئے ہیں۔ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے ابوجہل کے الزامات کے جواب میں فرمایا: ((وَلَأُهْدِيَنَّهُمْ وَهُمْ كَارِهُوْنَ)) کہ میں ان کی نفرت کے باوجود ان کو ہدایت پر لانے کی کوششیں جاری رکھوں گا۔ اس سے آپ ﷺ کے رحمت ہونے کا مفہوم واضح ہوتا ہے۔ (ابن کثیر، شوکانی)

بنایا۔ ❶ بالتحقیق اللہ ذوالجلال والاکرام نے اس رسالت کی تبلیغ کے لیے آپ ﷺ کو لغزشوں اور غلطیوں سے بالکل محفوظ اور بچا کر رکھا تھا اور آپ جو بھی گفتگو فرماتے وہ وحی ہوا کرتی تھی۔ جیسا کہ قرآن نے بیان کر دیا ہے:

''قسم ہے تارے کی جب وہ نیچے کو چلے۔ تمہارا ساتھی (یعنی پیغمبر ﷺ) نہ تو بہکا ہے اور نہ بھٹکا ہے۔ اور نہ (اپنے دل کی) خواہش سے وہ (کوئی) بات کرتا ہے۔ اس کی جو بات ہے وہ وحی ہے (جو اس پر) بھیجی جاتی ہے۔''

(النجم: ۱ تا ۴۔ یہ آیات پیچھے گزر چکی ہیں۔)

کسی بندے کا ایمان تب تک صحیح نہیں ہوسکتا جب تک وہ نبی معظم محمد رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت و رسالتِ کاملہ ومکتملہ پر پورا پورا ایمان لاتے ہوئے اس عقیدۂ رسالت کی گواہی نہ دے۔ جس نے رسول اللہ ﷺ کی پوری پوری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے آپ ﷺ کی نافرمانی کی وہ جہنم میں جائے گا۔ اور جیسا کہ اللہ عزوجل نے قرآن عظیم میں یہ بات فیصلہ کے طور پر بیان فرما دی ہے کہ جب تک کوئی بھی شخص نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کو اپنی زندگی کے تمام امور میں فیصلہ کرنے والا نہ مان لے تب تک وہ مومن نہیں ہوسکتا۔ اہل السنۃ والجماعۃ اہل

---

❶ اور پھر نبی مکرم ﷺ نے اس امانت حق کو لوگوں تک پہنچانے کے لیے پوری زندگی مکمل جانفشانی سے کام لیتے ہوئے اس میں کوئی کمی کیے بغیر اللہ کے بندوں تک کما حقہ پہنچا دیا۔ جیسا کہ قرآن خود اس بات کی گواہی دے رہا ہے۔ فرمایا: ﴿وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ ۝ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ رَجِيمٍ ۝ فَأَيْنَ تَذْهَبُونَ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ۝﴾ (التکویر: ۲۴ تا ۲۷) ''اور وہ جو باتیں غیب کی (اس کو معلوم ہوتی ہیں (اللہ بتلاتا ہے)) ان کے بیان کر دینے میں بخیل نہیں ہے۔ اور قرآن شیطان مردود کا کلام نہیں ہے۔ تم لوگ کدھر (بہکے) جا رہے ہو (تمہارا کیا خیال ہے) یہ قرآن تو سارے جہانوں کے لیے نصیحت ہے۔''

یعنی اسے بغیر کمی کے پورا پورا پہنچا دیتا ہے "ضنین" کے دوسرے معنی متہم کے بھی ہیں۔ یعنی وحی کے بارے میں اس پر جھوٹ کی تہمت نہیں لگائی جاسکتی۔

حجۃ الوداع کے موقع پر ہزارہا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے بھی اس حق بات کی سچی گواہی دے دی تھی۔ تفصیل احادیث کی کتابوں میں موجود ہے۔

الحدیث جماعۃ ثقہ والے سلفی لوگ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ: اللہ عزوجل کے بعد نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات اطہر اور آپ کی سنت مطہرہ دنیا جہان کے تمام لوگوں حتی کہ اپنی جان سے بھی زیادہ اول وافضل اور زیادہ محبوب ہو جائے، تب ایمان مکمل ہوتا ہے۔

چنانچہ قرآن کہہ رہا ہے:

''(اے پیغمبر ﷺ) تیرے پروردگار کی قسم! (اللہ تعالیٰ خود اپنی قسم کھا کر فرما رہے ہیں) وہ مومن نہ ہوں گے جب تک اپنے جھگڑوں کا فیصلہ تجھ سے نہ کرائیں۔ پھر تیرے فیصلے سے ان کے دلوں میں کچھ اداسی نہ ہو اور وہ (خوشی خوشی) مان کر منظور کر لیں۔'' [1] (النساء:٦٥ آیت پیچھے گزر چکی ہے۔)

---

[1] اس آیت سے معلوم ہوا کہ نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ کے خلاف دل میں ذرہ بھر بھی کجی اور ناپسندیدگی محسوس کی جائے تو یہ ایمان کے منافی ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہشِ نفس میرے لائے ہوئے طریقہ کار کے تابع نہ ہو جائے۔ بعض نے کہا کہ یہ آیت پہلے قصہ کے ساتھ ہی متعلق ہے اور بعض نے لکھا ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور ایک انصاری کے درمیان ''شراج حرۃ'' کے پانی کے بارے میں نزاع ہو گئی۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے رعایت کی سفارش کی اور فرمایا: اپنے باغ کو پانی دے کر اپنے پڑوسی کے لیے چھوڑ دو۔ اس پر انصاری نے کہا: ''یہ اس لیے کہ زبیر رضی اللہ عنہ تمہارے پھوپھی زاد بھائی ہیں۔'' مطلب یہ تھا کہ اس رشتے کی رعایت کی ہے۔ اس پر نبی مکرم ﷺ کو تکلیف محسوس ہوئی اور فرمایا کہ زبیر رضی اللہ عنہ! اپنے باغ کو اتنا پانی دو کہ یہ منڈیروں تک چڑھ آئے پھر اس کے لیے چھوڑ دو۔ اس پر انصاری اور زیادہ تلملایا اور یہ آیت نازل ہوئی (بخاری تفسیر و کتاب، الشرب) معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کا ہر فیصلہ تنقید سے بالا ہے اور ہر حاکمِ وقت کے فیصلہ سے بلند ہے اور یہ اس لیے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

سادا تنا انس بن مالک اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ: لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ))(صحيح البخاري، كتاب الايمان، حديث: ١٤، ١٥ - صحيح مسلم، كتاب ⇦⇦⇦

پہلی امتوں کی طرف بھیجا جانے والا ہر نبی خاص اپنی قوم کی طرف ہی مبعوث کیا جاتا تھا۔ مگر نبی ختم الرسل سید الجنۃ والبشر محمد رسول اللہ ﷺ کو بلا تفریق زمان ومکان قیامت تک کے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل کا ارشادِ گرامی قدر ہے:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۲۸﴾ (سبا:۲۸)

''اور (اپنے پیغمبر) ہم نے تو تجھ کو ساری دنیا کے لوگوں کو خوشخبری سنانے اور (عذاب سے) ڈرانے کے لیے بھیجا ہے مگر اکثر لوگ نادان ہیں اس بات کو جانتے، مانتے نہیں ہیں۔'' [1]

معجزات:

اہل السنۃ والجماعۃ اہل الحدیث جماعت حقہ کے سلفی اہل ایمان اس بات پر پختہ ایمان جازم رکھتے ہیں کہ اللہ ذوالجلال والاکرام نے اپنے حبیب وخلیل نبی محمد رسول

⇐⇐⇐ الایمان ، حدیث:۱۶۹) ''اس ذات اقدس (اللہ رب العالمین) کی قسم کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے؛ تم میں سے کوئی شخص تب تک ایمان والا نہیں ہوسکتا حتی کہ میں اُس کے نزدیک اس کے باپ (اور اس درجہ کے تمام عزیز واقارب) اور اس کی اولاد (اور اس درجہ کے تمام اس کے رشتہ دار) اور دنیا جہان کے دیگر تمام لوگوں سے زیادہ پیارا، پسندیدہ اور محبوب ہو جاؤں۔''

کتب احادیث میں اس موضوع پر بیسیوں احادیث مبارکہ موجود ہیں اور بعض میں اس بات کی بھی صراحت ہے کہ: ''اس کی اپنی جان سے زیادہ پیارا ہو جاؤں۔''

[1] یعنی آپ ﷺ کی مقدر ومنزلت نہیں جانتے اور انہیں احساس نہیں کہ کیسی عظیم الشان آپ کی بعثت سے انہیں نوازا گیا ہے۔ نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا عالمگیر اور تا قیامت ہونا متعدد آیات سے ثابت ہے۔ (سورہ اعراف:۱۵۸، فرقان:۱) ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ'' پہلے ہر نبی خاص اپنے لوگوں کی طرف مبعوث ہوتا تھا اور مجھے تمام انسانوں کے لیے مبعوث کیا گیا ہے۔ (بخاری، مسلم)

اللہ ﷺ کی مدد کئی ایک کھلے معجزات اور ظاہرہ و باہرہ نشانیوں کے ساتھ کئی بار فرمائی تھی، بلکہ اللہ عزوجل کی مدد ہر وقت آپ ﷺ کے شامل حال رہتی تھی۔

ا...... ان ظاہرہ و باہرہ معجزات میں سے تا قیامت باقی رہنے والا سب سے بڑا معجزہ اللہ کی کتاب قرآن عظیم ہے کہ جس کے ذریعے اللہ رب العالمین نے دنیا کی تمام قوموں اور ملتوں میں سب سے زیادہ فصیح و بلیغ کلام کرنے والی قوم کہ جو سارے جہان کی سب قوموں اور ملتوں پر قادر کلامی میں اپنا ثانی نہیں رکھتی......قوم عرب کو چیلنج کر رکھا ہے۔ ❶

---

❶ کہ اگر تم سمجھتے ہو: یہ قرآن محمد بن عبداللہ القرشی الہاشمی ﷺ نے اپنی طرف سے تیار کیا اور لکھوا دیا ہے تو پھر:

ا۔ ﴿قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا٥﴾ (بنی اسرائیل:۸۸) ''''(اے پیغمبر ﷺ ان لوگوں سے) کہہ دیجیے! (ایک دو شخص تو قرآن کیا بنا سکتے ہیں) اگر سارے آدمی اور جن مل کر یہ چاہیں کہ اس طرح کا قرآن (بنا) لائیں تو بھی اس طرح کا (بنا کر) نہ لا سکیں گے چاہے ایک دوسرے کی مدد بھی کریں''

یہ کفار کے اس دعویٰ کی تردید ہے کہ اگر چاہیں تو ہم بھی ایسا قرآن تصنیف کر کے پیش کر سکتے ہیں۔ قرآن میں یہ تحدی سورہ بقرۃ:۲۳، یونس:۳۸، ہود:۱۳ ابور اور سورہ طور ۳۴، میں بھی مذکور ہے۔ یہاں سارے قرآن کے متعلق تحدی کی گئی ہے۔ سورہ ہود میں دس سورتوں اور بقرہ و یونس میں صرف ایک سورۃ اور طور میں تو سورۃ کے کچھ حصہ کے متعلق تحدی مذکور ہے (رازی) مگر قرآن کا یہ اعجاز ہے کہ نہ اس زمانے میں کفار مکہ اس کا جواب دے سکے اور نہ آئندہ قیامت تک اس کا جواب ممکن ہے۔ یہاں انسانوں کے ساتھ جنات کو بھی شامل کر دیا ہے اس لیے کہ کفار یہ اتہام لگاتے تھے کہ کوئی جنی اس (محمد ﷺ) پر القاء کر جاتا ہے اور پھر جنوں کو اپنے سے اعلیٰ اور عالم الغیب بھی سمجھتے تھے۔

اس سے مراد یہ بھی ہوسکتی ہے کہ ہم نے ہر طرح سے تحدی کی ہے اور یہ بھی کہ ہم نے دلائل توحید اور نفی شرک پر ہر نوع کے دلائل پیش کئے ہیں، یا ہر معنی کو فصاحت و بلاغت کے ساتھ ایسے دلکش پیرایہ میں بیان کیا ہے کہ وہ مثال کی طرح ذہن میں اترتے چلے جاتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جس حد تک بیان اور افہام کا تعلق ہے تو ہم نے کوئی کسر نہیں چھوڑی (رازی)

۲۔ ﴿اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَیٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ٥ فَاِلَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ ⇐⇐⇐

۲.....قرآن مجید کے بعد تمام معجزات میں سے سب سے بڑا معجزہ کہ جس کے ساتھ اللہ رب العرش الکریم نے اپنے حبیب و خلیل نبی محمد رسول اللہ ﷺ کی تائید فرمائی تھی...... واقعہ اِسراء و معراج کا معجزہ تھا۔

پس اہل السنہ والجماعۃ اہل الحدیث کے اہل ایمان اس بات پر ایمان جازم رکھتے ہیں کہ: نبی مکرم ﷺ کو بیداری کی حالت میں آپ کے جسد اطہر اور آپ کی روح مبارک دونوں کو آسمان کی طرف سیدنا جبریل علیہ السلام کے ہمراہ اوپر لے جایا گیا تھا۔

اور یہ واقعہ لیلۃ الاسراء میں پیش آیا تھا کہ جس رات آپ ﷺ کو مسجد حرام مکہ مکرمہ سے مسجد اقصی (بیت المقدس) کی طرف لے جایا گیا تھا۔ چنانچہ واقعہ اسراء پر

⇦⇦⇦ وَ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿ (ھود:۱۳ تا ۱٤) ''بلکہ وہ کافر کہتے ہیں کہ اس نے (یعنی پیغمبر نے) قرآن کو جھوٹ موٹ گھڑ لیا ہے۔ تو کہہ دے اگر تم سچے ہو تو قرآن کی طرح دس بنی ہوئی سورتیں بنا کر لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنی مدد کے لیے جن جن کو بلا سکتے ہوں بلاؤ۔ پھر (اے مسلمانوں اور پیغمبر) اگر یہ کافر جو تم نے چاہا وہ نہ کر سکیں تو تم یقین کر لو کہ قرآن اللہ کا علم لے کر اترا ہے اور یہ (بھی سمجھ لو) کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں ہے۔ تو کیا اب بھی تم مانتے ہو (یا نہیں)''

۳۔ ﴿وَ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ (البقرۃ:۲۳) ''اور اگر تم کو شک ہے اس کلام میں جو ہم نے اتارا اپنے بندے پر (یعنی قرآن میں) تو ایک ہی سورت اس کے جوڑ کی بنا لاؤ اور جو حمایتی تمہارے اللہ تعالیٰ کے سوا ہوں ان کو بھی بلا لو اور ان سے بھی (اس سورت کے بنانے میں) مدد لو اگر تم سچے ہو۔''

۴۔ ﴿وَ مَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ (یونس:۳۷ تا ۳۸) ''اور یہ قرآن ایسا نہیں ہے کہ اللہ کے سوا کوئی اس کو اپنے دل سے بنا لے (اس کی ایک سورت بھی کسی سے نہ بن سکی) بلکہ وہ اگلی کتابوں کو سچ بتاتا ہے اور (ان میں جو باتیں ہیں) ان کو کھول کر بیان کرتا ہے۔ کوئی شبہ نہیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے (اترا ہے) جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ کیا یہ لوگ (قرآن کی نسبت) کہتے ہیں کہ اس کو پیغمبر نے بنا لیا ہے۔ (اے پیغمبر ﷺ) کہہ دے (اچھا) اگر تم سچے ہو تو ایک سورت تو اس جیسی بنا لاؤ اور اللہ کے سوا جن جن کو تم بلا سکو (اپنی مدد کے لیے) بلا لو۔''

قرآن کی نص موجود ہے۔ فرمایا:

﴿ سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ① ﴾ (بنی اسرائیل:۱)

''وہ اللہ کریم (ہر عیب اور نقص سے) پاک ہے جو اپنے بندے (محمد ﷺ) کو راتوں رات ادب والی مسجد (خانہ کعبہ) سے دور کی مسجد (بیت المقدس) میں لے گیا جس کے گرد ہم نے برکت کر رکھی ہے تاکہ ہم محمد ﷺ کو اپنی (قدرت کی) نشانیاں دکھلائیں۔ بے شک وہی اللہ ہے جو (ہر بات کو اور ہر چیز کو) سنتا اور دیکھتا ہے۔'' ❶

---

❶ اسی ''اسراء'' کو معراج بھی کہا جاتا ہے مگر دراصل اسراء اور معراج میں دو سفر ہیں جو ایک ہی رات میں ہوئے۔ مکہ سے بیت المقدس تک سفر کا نام ''اسرا'' ہے جس کا تذکرہ یہاں فرمایا ہے۔ پھر بیت المقدس سے آسمانوں تک لے جانے کو معراج کہا جاتا ہے جس کی تفصیلات کتب حدیث اور سیر میں مذکور ہیں۔ ''مسجد حرام سے مراد مکہ یا پورا حرام ہے۔ کیونکہ جس رات معراج ہوئی نبی کریم ﷺ ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر میں سوئے ہوئے تھے۔ وہاں سے آپ ﷺ کو حطیم کعبہ میں لایا گیا اور پھر حطیم سے براق پر سوار ہو کر بیت المقدس پہنچے اور بیت المقدس سے بذریعہ معراج کے اوپر ساتوں آسمانوں سے گزر کر سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے۔ راستہ میں آسمانوں پر متعدد جلیل القدر انبیاء علیہم السلام سے ملاقاتیں ہوئیں اور آپ ﷺ نے جنت و دوزخ کا مشاہدہ بھی کیا۔ بالآخر سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچ کر اپنے رب سے ہم کلام بھی ہوئے اور یہیں آپ ﷺ کو پنجگانہ نماز کا حکم ملا۔ پھر پلٹ کر بیت المقدس آئے جہاں آپ نے امام بن کر تمام انبیا علیہم السلام کے ساتھ نماز ادا کی۔ حافظ ابن کثیر نے اسی کو ترجیح دی ہے۔ لیکن قاضی عیاض وغیرہ کا خیال ہے کہ انبیاء کی امامت آپ نے واپسی پر نہیں بلکہ معراج کو جاتے ہوئے کروائی ہے۔ بہر حال اس کے بعد مسجد حرام واپس تشریف لائے۔ سفر کا یہ واقعہ بہت سی احادیث سے ثابت ہوتا ہے اور تقریباً تیس صحابہ سے مروی ہے۔ گو بعض جزئیات میں اختلاف ہے۔ علماء سلف و خلف کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ واقعہ بیداری میں روح اور جسم سمیت پیش آیا۔ اور قرآن میں لفظ ''عبدہ'' سے بھی اسکی شہادت ملتی ہے۔ پھر اگر یہ خواب کا واقعہ ہوتا تو کفار قریش اس کی تکذیب نہ کرتے اور نہ قرآن ہی ''سبحان الذی'' کی تمہید کے ساتھ اسے بیان کرتا۔ کیونکہ ان تمہیدی الفاظ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ کوئی اہم ⇦⇦⇦

پھر (مسجد اقصیٰ سے) سید الجنۃ و البشر، خاتم الرسل محمد النبی الکریم ﷺ کو آسمانوں کی طرف لے جایا گیا۔ (اسی سفر کو احادیث میں "عُرِجَ بِہٖ...... معراج" کہا گیا ہے۔) آپ ﷺ سیدنا جبریل علیہ السلام کی معیت میں آسمان در آسمان اوپر کی طرف سفر کرتے ہوئے ساتویں آسمان تک جا پہنچے، پھر وہاں سے اوپر جہاں تک اللہ نے چاہا بلندیوں تک پہنچے اور اس معراج کی انتہاء "سدرۃ المنتہیٰ" تک ہوئی کہ جس کے قرب وجوار میں جنۃ الماویٰ ہے۔

اللہ رب العرش الکریم، رب کبریاء نے جس طرح سے چاہی اور جس جس انعام سے چاہی اپنے بندے (محمد رسول اللہ ﷺ) کی تکریم فرمائی، آپ کی طرف وحی بھیجی اور نبی معظم ﷺ کو اپنی ذات اقدس کے ساتھ ہم کلام ہونے کا شرف بخشا۔ اسی واقعہ کے دوران اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ ﷺ (اور آپ کی امت) پر شب

⇦⇦⇦ اور خرقِ عادت واقعہ بیان کیا جا رہا ہے۔ بعض علماء نے آیت کریمہ "وما جعلنا الرویا التی اریناك......" میں لفظ رویا سے استدلال کیا ہے کہ یہ خواب کا واقعہ ہے۔ مگر محققین علمائے لغت نے تصریح کی ہے کہ لفظ "رؤیا" بیداری میں مشاہدہ عینی پر بھی بولا جاتا ہے اور یہاں پر یہی معنی مراد ہیں۔ کما صرح بہ ابن عباس رضی اللہ عنہما (بخاری) پس اس آیت سے ان کا یہ استدلال صحیح نہیں ہے۔ تمام صحابہ روایۃ اس پر متفق ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو معراج بحالت بیداری ہوئی اور جسم کے ساتھ ہوئی۔ اور یہی اہلِ حدیث کا متفقہ فیصلہ ہے۔ صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور معاویہ رضی اللہ عنہ سے یہ مروی ہے کہ معراج خواب میں ہوئی۔ مگر ایک تو یہ روایت سنداً منقطع ہے اور پھر ان کی اپنی رائے اور آیت کریمہ "وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا" سے استدلال ہے جو صحابہ کے متفقہ فیصلہ کے سامنے ناقابل التفات سمجھا گیا ہے۔ (از شوکانی ابن کثیر) اکثر روایات کے بیان کے مطابق یہ قصہ ہجرت سے ایک سال قبل کا ہے۔ ابن حزم نے اس پر اجماع نقل کیا اور ملا امین عمری نے اس کو قطعی قرار دیا ہے۔ بعض روایات میں تین سال قبل بھی مذکور ہے۔ صرف حضرت انس رضی اللہ عنہ سے شریک بن ابی نمرہ کی ایک روایت میں ہے کہ یہ واقعہ قبل از نبوت کا ہے۔ مگر شریک کی یہ روایت شاذ اور منکر سمجھی گئی ہے۔ حافظ عبدالحق بھی "الجمع بن الصحیحین" میں لکھتے ہیں: قد زاد فیہ زیادۃً مجهولةً واتی بالفاظ غیر معروفة" اور پھر شریک علماءِ حدیث کے نزدیک "حافظ" بھی نہیں ہے۔ بہر حال صحیح یہی ہے کہ ہجرت سے کچھ عرصہ قبل کا واقعہ ہے۔ کہتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اس وقت زندہ تھیں اور انہوں نے پنجگانہ نماز ادا کی ہے اور ان کی وفات ہجرت سے تین سال پیشتر ہوئی ہے۔ واللہ اعلم۔ (روح)

وروز میں پانچ نمازیں فرض کیں۔ اسی سفر کے دوران نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ (کہ جو سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھلوانے والے ہوں گے) نے جنت میں داخل ہو کر اس کے بعض حصّوں کا معاینہ فرمایا۔ اسی طرح آپ نے جہنم کو بھی اوپر سے دیکھا اور اس کے بارے میں مطلع ہوئے۔ اور آپ نے اسی معراج کے دوران فرشتوں کو بھی دیکھا اور سیّدنا وسیّد الملائکہ جبریل علیہ السلام کو ان کی اس اصلی وحقیقی شکل وصورت میں دیکھا کہ جس ہیئت پر اللہ رب العزت نے انھیں پیدا فرمایا ہے۔ اور نبی معظم ﷺ نے جو کچھ دیکھا تھا اس میں آپ ﷺ نے اپنے دل سے جھوٹ نہیں ملایا۔ (واقعہ معراج واسراء کی رات والی صبح وہی کچھ بیان کیا جو کچھ آپ ﷺ نے مشاہدہ کا تھا) بلکہ آپ ﷺ نے اوپر جو کچھ دیکھا تھا، پوری کی پوری حقیقت میں اپنی ان دونوں آنکھوں کے ساتھ ہر ہر چیز کا مشاہدہ فرمایا تھا کہ جو اللہ رب العالمین وخالق کائنات نے آپ کو آپ ﷺ کے سر مبارک میں چہرہ انور کے اوپر عطا کر رکھی تھیں۔ یہ مکمل سفر معراج واسراء نبی معظم ﷺ کی تمام کی تمام انبیاء ورسل پر سب سے زیادہ عظمت اور آپ کے ان سب پر مرتبہ ومقام کے بلند تر ہونے کے لیے تھا۔ (اس لیے کہ کبھی کوئی نبی اور رسول اس مقام پر نہیں پہنچ سکا تھا) معراج سے واپسی پر آپ ﷺ (پھر) بیت المقدس اترے اور آپ نے تمام انبیاء کرام کی جماعت کراتے ہوئے امام بن کر انھیں نماز پڑھائی۔ اس کے بعد آپ ﷺ فجر سے پہلے پہلے واپس مکہ تشریف لے آئے۔ چنانچہ اللہ عزوجل نے معراج کے اس واقعہ کو قرآن عظیم میں اجمال کے ساتھ ایک مقام پر یوں بیان فرمایا ہے:

﴿ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝٨ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝٩ فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ۝١٠ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۝١١ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ۝١٢ وَ لَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۝١٣ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ۝١٤ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ۝١٥ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ۝١٦ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰى ۝١٧

لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی ﴿١٨﴾ (النجم:۸ تا ۱۸)

''آسمان کے اونچے کنارے میں پھر وہ اترا اور (پیغمبر ﷺ کے) پاس گیا۔ اتنا کہ دو کمان کا یا اس سے بھی کم (پیغمبر ﷺ اور جبریل علیہ السلام میں) فاصلہ رہ گیا۔ اپھر اس نے اللہ کے بندے (حضرت محمد ﷺ) کو جو بتلانا تھا وہ بتلایا۔ پیغمبر ﷺ نے جو دیکھا تھا اس میں (اپنے) دل سے جھوٹ نہیں ملایا۔ کیا پیغمبر نے جو دیکھا تم اس بات میں اس سے جھگڑتے ہو؟ حالانکہ پیغمبر تو اس کو (جبرئیل علیہ السلام کو) ایک بار اور دیکھ چکا ہے سدرہ المنتہٰی کے پاس۔ اسی کے پاس بہشت ہے جو (نیک بندوں کا) ٹھکانہ ہے۔ جب اس سدرے پر کچھ چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا۔ پیغمبر کی نگاہ چوکی نہیں نہ حد سے بڑھی۔ بیشک پیغمبر ﷺ نے اپنے مالک کی بڑی نشانیاں دیکھیں۔'' ❶

۳..... نبی مکرم ﷺ کے معجزات میں سے تیسرا معجزہ چاند کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جانے

---

❶ یعنی نبی مکرم ﷺ تک وحی پہنچا کر جبریل آسمان کی طرف چلے گئے۔ ترجمہ کے مطابق یہ تفسیر سعید بن المسیب اور ابن جبیر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ شاہ صاحب نے ''فاستویٰ'' کا ترجمہ ''پس سیدھا بیٹھا'' کیا ہے اور فوائد میں لکھا ہے کہ یہ ابتدائے نبوت کا واقعہ ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کو اپنی اصلی شکل میں نظر آئے کہ آسمان ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک ان کے وجود سے بھرا ہوا دکھائی دیا۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ گھبرا گئے تو سورہ مدثر نازل ہوئی (موضح القرآن) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے دو مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصل شکل میں دیکھا تھا۔ یعنی ایک مرتبہ ابتدائے نبوت میں جس کی طرف ان آیات میں اشارہ ہے اور دوسری مرتبہ معراج کے موقع پر جس کا ذکر آگے آیت ۱۳ سے شروع ہو رہا ہے۔ (ابن کثیر)

یعنی پھر نیچے زمین پر اترے اور آپ ﷺ سے قریب ہوئے۔

یہ معراج کا واقعہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جبریل علیہ السلام کو دوسری مرتبہ ان کی اصلی شکل میں دیکھا (ابن کثیر)

صحیح حدیث میں ہے کہ یہ درخت چھٹے یا ساتویں آسمان پر ہے اور اسے منتہیٰ اس لیے کہتے ہیں کہ اس پر تمام مخلوق کا علم ختم ہو جاتا ہے۔ (شوکانی)

مراد ہے اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کا نور یا فرشتوں کا ہجوم یا سنہری پروانے جیسا کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم (ابن کثیر)

⇦⇦⇦

کا تھا۔ یہ واقعہ نبی معظم ﷺ کی نبوت و رسالت کے لیے ایک بہت بڑی دلیل اور اللہ عزوجل کی طرف سے آپ کو عطا کی جانے والی ایک نہایت ہی بڑی نشانی تھی۔ یہ واقعہ مکی زندگی میں اس وقت پیش آیا تھا جب مشرکین مکہ نے آپ ﷺ سے اپنی نبوت کے ثبوت میں ایک نشانی کا مطالبہ کیا تھا۔ قرآن نے اسے یوں بیان کیا ہے:

﴿ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝ وَ اِنْ یَّرَوْا اٰیَةً یُّعْرِضُوْا وَ یَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝ وَ كَذَّبُوْا وَ اتَّبَعُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ وَ كُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ۝ ﴾

(القمر:۱ تا ۳)

''قیامت قریب آن پہونچی اور چاند پھٹ گیا اور یہ (قریش کے) کافر اگر کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو ٹال دیتے ہیں۔ (اس کا کچھ خیال نہیں کرتے) اور کہتے ہیں یہ جادو تو (ہمیشہ سے) چلا آیا ہے۔ اور انہوں نے (پیغمبر ﷺ کو) جھٹلایا اور اپنے (دل کی) خواہش پر چلے اور ہر کام کا آخر ایک ٹھیراؤ ہے۔ (وہاں جاکر دم لے گا)۔'' [1]

⇐⇐ نشانیوں سے مراد وہ تمام نشانیاں ہیں جو آنحضرت ﷺ نے معراج کی رات کو دیکھیں۔ جیسے جنت و دوزخ، سدرۃ المنتہیٰ اور حضرت جبریل علیہ السلام کی اصلی شکل وغیرہ۔ متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تصریح کی ہے کہ یہاں رؤیت سے مراد جبریل علیہ السلام کی رؤیت ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار۔ چنانچہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ''تم سے جو شخص یہ کہے کہ محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے وہ جھوٹ کہتا ہے۔'' حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے رب کو دل سے دیکھا تھا۔ کذا روی عن ابن عباس (ابن کثیر)

[1] متواتر صحیح احادیث سے ثابت ہے اور تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ چاند کے پھٹنے کا یہ واقعہ بطور معجزہ نبی مکرم ﷺ کے زمانہ میں واقع ہو چکا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ چاند کے پھٹ جانے پر آپ ﷺ نے فرمایا: اِشْهَدُوْا ''گواہ رہو۔'' (ابن کثیر) بعض لوگ اِنْشَقَّ الْقَمَر کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ قیامت کے قریب چاند پھٹے گا۔ لیکن یہ مطلب بجائے خود مہمل ہے اور اس سے متواتر احادیث کی مخالفت لازم آتی ہے۔ اور پھر کسی عقلی دلیل سے بھی اس واقعہ سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ باقی ⇐⇐⇐

۴۔ نبی معظم ﷺ کو کئی بار یہ معجزہ عطا ہوا کہ: کھانا بالکل تھوڑا ہوتا، (صرف دو، تین افراد کے لیے) مگر وہ کفایت بیسیوں اور سینکڑوں لوگوں کو کر جاتا۔

۵۔ اسی طرح کئی ایک بار ایسا بھی ہوا کہ آپ ﷺ کے ہمراہ بہت بڑے لشکر کے پاس پانی بالکل معدوم ہونے کے قریب ہوتا مگر اللہ عزوجل کی طرف سے معجزانہ طور پر نبی مکرم ﷺ کی مبارک انگلیوں سے پانی کے سوتے پھوٹ پڑتے (اور تمام لوگ خوب سیر ہو کر اس پانی کو استعمال کرتے) اور کئی بار ایسا بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پیش آیا کہ: کھانا کھاتے وقت کھانا بھی اللہ عزوجل کی تسبیح بیان کرنے لگتا۔

۶...... نبی مکرم ﷺ کے معجزات میں سے: بغیر کسی دوائی کے مریضوں کا شفایاب ہونا اور آپ کے ہاتھوں بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مکمل صحت یاب ہو جانا بھی تھا۔

۷...... پھر کئی بار ایسا بھی ہوا کہ نبی معظم ﷺ کے ساتھ کئی سرکش قسم کے حیوان نہایت ادب سے پیش آتے۔ درختوں نے کئی بار آپ ﷺ کو جھک کر سلام کیا اور پتھروں نے پڑے پڑے آپ ﷺ کو بول کر سلام کیا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیہ

⇦⇦⇦ رہا یہ کہنا کہ چاند پھٹا ہوتا تو تاریخوں میں ذکر ہوتا۔ تو واضح رہے کہ اول تو یہ ہے بھی رات کا تھوڑی دیر کا واقعہ، اس لیے دنیا بھر کے تمام لوگوں کا مطلع ہونا ضروری نہیں اور بعض ملکوں میں اس وقت دن ہوگا اور بعض میں مطلع کے اعتبار سے چاند کا طلوع بھی نہیں ہوگا۔ تاہم تاریخ فرشتہ وغیرہ میں مذکور ہے کہ ہندوستان میں مہاراجہ ''مالی بار'' نے چاند کو دو ٹکڑوں کی شکل میں دیکھا اور اس وجہ سے وہ اسلام بھی لے آیا۔ ''بینات'' میں اس پر تفصیلی بحث ہے۔

احادیث میں مذکور ہے کہ یہ بات کفار مکہ نے شق قمر کا معجزہ دیکھ کر کہی تھی۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ یہ معجزہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ہو چکا ہے اور قرب قیامت میں چاند کے پھٹنے کی تاویل سیاق وسباق کے بھی خلاف ہے۔

اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ ایک وقت آئے گا جب ہر چیز کی حقیقت کھل کر سامنے آ جائے گی چنانچہ ان کافروں کو بھی پتہ چل جائے گا کہ رسول اللہ ﷺ اللہ کے سچے رسول ﷺ تھے اور ان کی تکذیب غلط تھی۔

وَبَارِكْ وَسَلِّمْ تَسْلِيمًا كَثِيرًا .

۸۔ سیّدِ الجنّة والبشر امام الانبیاء والمرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وازواجہ واصحابہ الطاہرین المطہرّین کے معجزات میں سے یہ بھی ایک معجزہ تھا کہ: جس کسی نے آپ ﷺ کے ساتھ بہت بڑی خیانت ومعاندت اور پوری پوری دلی دشمنی کا سلوک کیا اللہ ذوالجلال والانتقام کی طرف سے اس شخص سے جلد انتقام لے لیا گیا۔

۹...... نبی معظم ﷺ کے معجزات میں سے یہ بھی تھا کہ: آپ ﷺ کو اللہ عزوجل کی طرف سے بعض غیبی اُمور کے بارے میں علم دے دیا جاتا تھا۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ بعض معاملات آپ ﷺ سے نہایت ہی دور پیش آئے ہوتے مگر ان کے وقوع پذیر ہونے کی اطلاع آپ کو فی الفور دے دی جاتی (جیسے کہ غزوۂ موتہ میں تینوں امراء کی شہادت اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت کی اطلاع وغیرھا) اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ اللہ عزوجل کی طرف سے آپ ﷺ کو زمانہ مستقبل میں پیش آنے والے بعض ایسے غیبی امور کے بارے میں مطلع کر دیا جاتا کہ جو ابھی تک ظہور میں آئے ہی نہ ہوتے تھے۔ (اور نہ ہی ان کے کچھ آثار دنیا میں ہوتے۔) مگر بعد میں یہ اسی طرح وقوع پذیر ہوتے جس طرح رسول اللہ ﷺ نے ان کے بارے میں خبر دی ہوتی تھی۔

۱۰...... نبی معظم ﷺ کے معجزات میں سے بالعموم آپ ﷺ کی دعا کا قبول ہوجانا بھی تھا۔

۱۱...... نبی معظم ﷺ کے معجزات میں سے: اللہ عزوجل کی طرف سے آپ ﷺ کی مکمل حفاظت اور دشمنوں کو ہمیشہ آپ ﷺ سے روک کر رکھنا ہوتا تھا۔ (اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے اور اپنے نبی کے دشمنوں پر آپ ﷺ کا رعب ایک ماہ کی مسافت سے

ڈال دیتا تھا۔ ان سارے واقعات معجزات کی تفصیل حدیث کی کتابوں میں موجود ہے۔)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: (مکی دور کا واقعہ ہے:)

ایک بار (سردارانِ قریش سے) ابو جہل نے کہا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ حضرات کے روبرو اپنا چہرہ خاک آلود کرتا ہے؟ جواب دیا گیا۔ ہاں! اس نے کہا لات وعزیٰ کی قسم! اگر میں نے (اس حالت میں) اسے دیکھ لیا تو اس کی گردن روند دوں گا۔ اور اس کا چہرہ مٹی پر رگڑ دوں گا۔ اس کے بعد اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لیا اور اس زعم میں چلا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن روند دے گا، لیکن لوگوں نے اچانک کیا دیکھا کہ وہ ایڑی کے بل پلٹ رہا ہے اور دونوں ہاتھوں سے بچاؤ کر رہا ہے۔ لوگوں نے کہا، ابو الحکم! تمہیں کیا ہوا؟ اس نے کہا: میرے اور اس کے درمیان آگ کی ایک خندق ہے۔ ہولناکیاں ہیں اور پر ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ میرے قریب آتا تو فرشتے اس کا ایک ایک عضو اچک لیتے۔ [1]



[1] صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب قوله عزوجل: ﴿إِنَّ الْإِنسَانَ لَيَطْغَىٰ﴾، حدیث: ٧٠٦٥.

پانچواں رکن......قیامت کے دن پر ایمان

اہل السنۃ والجماعۃ اہل الحدیث جماعۃ حقہ کے اہل ایمان قیامت کے دن، یوم آخرت پر پورا پورا ایمان و اعتقاد رکھتے ہیں (کہ یوم قیامت نے ایک دن ضرور وقوع پذیر ہونا ہے۔) اعتقاد و ایمان کا معنیٰ ہے: قیامت کے دن پر اعتقاد جازم اور تصدیق کامل۔ اور اس ضمن میں اللہ عزوجل نے اپنی کتاب عزیز (قرآن مجید) میں اور نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی احادیث مبارکہ میں جو کچھ خبر دے رکھی ہے اس سے متعلق ایک ایک بات پر اور ہر خبر کے ایک ایک جزء پر مکمل ایمان محکم۔ اور موت کے بعد جو کچھ پیش آنے والا ہے، اس کے متعلق بھی جیسا اور جو کچھ بھی قرآن و احادیث میں آیا ہے اس پر مکمل ایمان رکھتے ہیں۔ یہ عالم برزخ کا سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا حتی کہ حشر بپا ہو کر فیصلے ہوں گے اور جنت والے جنتوں میں اور دوزخ والے جہنم میں چلے جائیں گے۔ اللہ رب العالمین نے اپنی کتاب عزیز میں قیامت کے دن کا ذکر نہایت تاکید سے فرمایا ہے (کہ لوگو! اس دن کو بھولنا نہیں اور اِس دن کی مکمل تیاری کر کے رہنا ہے۔) اور ہر موقع پر اس کی یاد دہانی کو بار بار دہرایا ہے۔ اور اس کے وقوع پذیر ہونے کے ذکر کی تاکید کے ساتھ ہر مناسبت پر اس کی طرف بھرپور توجہ دلائی ہے۔ قیامت کے دن کا ذکر قرآن میں نہایت کثرت سے فرمایا ہے اور ایمان باللہ کے ساتھ قیامت کے دن پر ایمان کو مربوط کر دیا۔ (گویا جو شخص قیامت کے دن کا قائل اور اس کا ماننے والا نہیں وہ اللہ عزوجل پر بھی ایمان نہیں رکھتا۔) چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے:

۱...... ﴿ يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَ اُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴾

(آل عمران:١١٤)

''اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر وہ ایمان لاتے ہیں اور اچھے کام کرنے کو کہتے ہیں اور برے کاموں سے منع کرتے ہیں۔ نیک کاموں کو جلد بجا لاتے ہیں اور یہی لوگ نیک بخت ہیں (اللہ کے نزدیک ان کا شمار صالحین میں ہے)''

۲......''مسلمانو! اللہ تعالیٰ کا حکم مانو اور اس کے رسول کا حکم مانو اور ان کا بھی جو تم میں سے حکم دینے والے ہوں۔ پھر اگر تم (اور حاکمِ وقت) کسی بات میں جھگڑا کرو تو اس کو اللہ تعالیٰ اور رسول کی طرف رجوع کرو اگر تم لوگ اللہ عزوجل اور پچھلے دن پر ایمان رکھتے ہو۔ (تمہارے حق میں) یہ بہتر ہے اور اس کا انجام بہت اچھا ہے۔'' (النساء:۵۹۔ آیت پیچھے گزر چکی ہے۔)

......اور اہل السنۃ والجماعۃ اہل الحدیث سلفی جماعت کے اہل ایمان اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ: قیامت کے قائم ہونے کا وقت صرف اللہ رب العرش الکریم کو ہی ہے، اس کے علاوہ کسی کو علم نہیں۔ چنانچہ فرمایا:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ۭ وَ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۭ وَ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴾ (لقمان:٣٤)

''اللہ ہی کو معلوم ہے کہ قیامت کب آئے گی اور وہی پانی برساتا ہے اور وہی جانتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے (نیک بخت صالح یا بدبخت) اور کسی کو

معلوم نہیں کل وہ کیا کرے گا (اچھے کام یا برے کام) اور کوئی نہیں جانتا (اللہ کے سوا کہ) وہ کس ملک (کس سرزمین) میں مرے گا بے شک (یہ باتیں) اللہ ہی جانتا ہے اسی کو خبر ہے۔'' [1]

......اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے بندوں سے قیامت کے وقوع پذیر ہونے والے وقت کو مخفی رکھا ہے مگر اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اس نے قیامت کے دن کی علامات اور اس کی نشانیاں (قرآن میں اور نبی ﷺ کی احادیث میں) بتلا دی ہیں اور ایسی نشانیاں رکھی ہیں کہ جو قرب قیامت پر دلالت کرتی ہیں۔

یہ اہل السنۃ والجماعۃ اہل الحدیث سلفی جماعۃ حقہ کے اہل ایمان قیامت سے متعلق ہر چھوٹی، بڑی علامت پر پورا پورا ایمان کامل و یقین محکم رکھتے ہیں کہ جو علامات قیامت کے قائم ہونے کے لیے اس کی نشانیوں کے طور پر ظاہر ہوتی ہیں۔ اس لیے کہ یہ علامات بھی یوم آخرت پر ایمان میں شامل اور داخل ہیں۔ (یعنی ان پر ایمان کے بغیر قیامت کے دن پر ایمان مکمل نہیں ہوتا۔)

---

[1] اوپر قیامت کے دن سے ڈرایا ہے۔ اب یہاں فرمایا کہ اس کے وقوع کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر) بخاری ومسلم اور مسند احمد کی متعدد روایات میں نبی کریم ﷺ نے ان باتوں کو ''غیب کی کنجیاں'' قرار دے کر ان کے متعلق فرمایا ہے کہ انہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ خود نبی معظم ﷺ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ ﷺ کو ان باتوں کا یا ان میں سے کسی بات کا علم تھا سراسر باطل ہے۔ اور قیامت کے متعلق تو حضرت جبرئیل علیہ السلام والی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے جواب میں فرمایا: ((مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ)) یعنی جس سے سوال کیا جا رہا ہے اس کو سائل سے زیادہ علم نہیں ہے۔ ام المومنین سیّدہ عائشہ فرماتی ہیں: ((مَنْ زَعَمَ اَنَّهٗ (ﷺ) يَعْلَمُ مَايَكُوْنُ فِي غَدٍ فَقَدْ اَعْظَمَ عَلَى اللّٰهِ الْفِرْيَةَ)) ''جس نے دعویٰ کیا کہ نبی کریم ﷺ جانتے ہیں کہ کل کیا ہونے والا ہے اس نے اللہ پر بہت بڑا بہتان باندھا۔ (شوکانی، ج ۴، ص ۱۴۳)

قیامت کے دن کی چھوٹی علامات

یہ وہ علامات ہیں کہ جو لمبے زمانوں (صدیوں) میں قیامت سے پہلے پہلے ظاہر ہوں گی۔ اور یہ علامتیں معمول کے مطابق والی نوع سے ہوں گی جبکہ ان میں سے بعض بڑی علامات کے ساتھ مل کر ظاہر ہوں گی۔ قیامت کی یہ چھوٹی علامات بہت زیادہ ہیں۔ ان میں سے...... جو صحیح اسناد سے مروی روایات میں ثابت ہیں...... بعض کا ذکر درج ذیل میں کیے دیتے ہیں:

۱...... ان علامات قیامت میں سب سے پہلی نشانی نبی ختم الرسل امام الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت تھی اور تکمیل رسالت و نبوت کے ساتھ آپ کی وفات تھی۔ سو یہ پوری ہو چکی۔

۲...... بیت المقدس (اور اس کے گرد و نواح کے علاقوں) کا فتح ہونا دوسری علامت تھی اور یہ بھی پوری ہو چکی ہے۔

۳...... بیسیوں فتنوں کا ظہور...... ان میں سے بہت سارے فتنوں کا ظہور ہو چکا ہے اور بعض فتنوں کا ظہور باقی ہے۔

۴...... قیامت کی علامات میں سے امت اسلامیہ کا یہود و نصاریٰ والی اُمم سابقہ کی پوری پوری پیروی بھی ہے اور یہ تسلسل کے ساتھ ایک عرصہ سے ہو رہی ہے۔

۵۔ جھوٹے مدعیان نبوت کا ظاہر ہونا (اور ان کا دنیا میں ذلیل و رسوا ہونا) بھی قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔ (اور تیس جھوٹے مدعیان نبوت میں سے اکثر ظاہر ہو کر دنیا سے نیست و نابود بھی ہو چکے ہیں۔)

۶...... علاماتِ قیامت میں سے نبی مکرم ﷺ کی طرف منسوب کر کے موضوع احادیث کا وضع کرنے اور آپ ﷺ کی سنت کے انکار والا فتنہ بھی ہے۔ اور

اس کے ساتھ ساتھ دین میں جھوٹ کا عام ہونا اور احادیث و اخبار اور آثار کو نقل کرنے میں عدم تثبت کا شکار ہونا بھی ان علامات میں شامل ہے۔ (سو اکثر اس میں سے ہو چکا، بہت زیادہ ہو رہا ہے اور کچھ آئندہ ہوگا۔ مگر اہل السنۃ والجماعۃ اہل الحدیث سلفی جماعت حقہ کے اہل ایمان و اہل علم اس فتنے کے دفاع میں ہمیشہ کمر بستہ رہتے ہیں۔ اوران کے اس عمل مستحسن کی نبی مکرم ﷺ نے بہت توصیف وتعریف فرمائی ہے۔)

۷......قرآن وسنت اور آثار صحابہ والے پختہ علم کا دنیا سے (عملاً) آہستہ آہستہ اٹھایا جانا اور اس علم عظیم کو جھوٹے (بے عمل اور بدعتی، ضمیر فروش قسم کے) لوگوں کے پاس تلاش کرنا، جہالت اور فساد فی الدین والدنیا اور ملت کے صالحین کا دنیا سے اٹھا لیا جانا......بھی قیامت کی علامت میں سے ہے۔

۸......اسلام کے کڑوں کا ایک ایک کڑا کر کے ٹوٹتے چلے جانا بھی علامات ساعۃ میں سے ہے۔ (اور یہ آج نہایت تیزی سے ہو رہا ہے۔)

۹...... کفر وشرک کی ساری ملتوں کا امت محمد علی صاحبہا التحیۃ والسلام پر پل پڑنا (جیسے بھوکے لوگ کھانے پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔) اور پھر اسلام و مسلمین کا دنیا میں اجنبی سا لگنا بھی علامات قیامت میں سے ہے۔

۱۰......دنیا میں کثرت کے ساتھ قتل عام ہونا اور پھر آزمائش کی سختی کی وجہ سے موت کی خواہش کرنا اور دنیا سے چلے جانے والے اہل قبور پر رشک کرتے ہوئے، آزمائش وابتلاء کی شدت کی وجہ سے آدمی کا یہ خواہش کرنا کہ: اے کاش اس قبر والے کی جگہ میں ہوتا، یہ بھی قیامت کی علامات میں سے ہے۔ (اس علامت کی طرف وقت تیزی سے گزرتا نظر آ رہا ہے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰهِ. اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا بِمَا تَحْفَظُ بِهٖ عِبَادَكَ الصَّالِحِیْنَ.)

۱۱......اچانک موت کا واقع ہو جانا کثرت سے ہو جائے گا۔ اور اسی طرح زلزلوں اور مختلف بیماریوں میں اموات بہت زیادہ ہونے لگیں گی۔

۱۲......مردوں کی تعداد کم ہو جانا اور عورتوں کی تعداد کا بڑھ جانا بھی علامات قیامت میں سے ہوگا۔

۱۳......نہایت باریک لباس میں ملبوس ننگی عورتیں عام ہو جائیں گی اور سر عام زنا کا پھیل جانا بھی علامات قیامت میں سے ہوگا۔

۱۴......پولیس والوں کی صورت میں ظالم لوگوں کے مددگاروں کا مسلمانوں پر غالب آ جانا کہ جو لوگوں کو ڈنڈے، کوڑے (اور گولیاں) مار مار کر انہیں ہلاک و زخمی کریں گے، بھی علامات قیامت میں سے ہوگا۔ (یہ علامتِ قیامت آج کل اپنے عروج پر ہے۔)

۱۵......آلاتِ موسیقی، گانے بجانے، شراب نوشی، زنا کاری، سود اور ریشمی لباس کے استعمال کو حلال جاننے والے افعال خبیثہ ورذیلہ کا عام ہونا بھی علامت قیامت میں سے ہے۔

۱۶......زمین کا (کئی مقامات سے) دھنس جانا، شکلوں کا مسخ ہونا اور پاکدامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگانا (یا اوپر سے بمباری ہونا) جب عام ہوگا تو یہ بھی قیامت کی علامات میں سے ہوگا۔

۱۷......امانت کا ضائع ہو جانا (بہت کم لوگ دنیا میں دیانتدار رہ جائیں گے۔)

۱۸......دین و دنیا کا معاملہ (امارت وحکومت کا) نااہل لوگوں کے پاس چلے جانا، رذیل قسم کے لوگوں کا دنیا کی قیادت کرنے لگنا اور لوگوں کے انتہائی نچلے درجے والے اسفل لوگوں کا امت کے اخیار (صالح، متقی اور قیادت کی صلاحیت والے

لوگوں) پر رفعت اختیار کر لینا بھی علامات قیامت میں سے ہے۔ (اور یہ آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔)

۱۹......لونڈی کا اپنی مالکن کو جنم دینا۔ [1]

۲۰......عمارتیں بلند بنانے میں ایک دوسرے کا مقابلہ کرنا۔ (جیسے آج کل عربوں میں ہو رہا ہے۔)

۲۱......مساجد کو ملمع کر کے سجانے میں لوگوں کا باہم مقابلہ کر کے اس پر فخر کرنا اور

---

[1] یہ ترجمہ ہے اَنْ تَلِدَ الْاَ مَةُ رَبَّتَهَا کا۔ جیسے اس روایت میں ہے اور ایک روایت میں رَبَّتَهَا کی بجائے تذکیر کے ساتھ رَبَّهَا ہے۔ تو ترجمہ ہوگا کہ جنے گی لونڈی اپنے میاں کو۔ اور ایک روایت میں بَعْلَهَا ہے۔ یعنی جنے گی لونڈی اپنے خاوند کو۔ اس فقرہ کے مطلب میں مختلف اقوال ہیں۔ بعضوں نے کہا مطلب یہ ہے کہ لونڈیاں بہت پکڑی جائیں گی اور ان کی اولاد بہت پھیلے گی۔ اور ظاہر ہے کہ لونڈی بھی شریعت کی رو سے ایک مال ہے اور باپ کا مال اس کے بعد بیٹے کا ہوتا ہے اور بیٹا بیٹی اپنی ماں کے میاں، بی بی اور مالک ہوں گے۔ بعضوں نے کہا مراد یہ ہے کہ لونڈیاں بادشاہوں کی مائیں ہوں گی۔ کیونکہ اس زمانہ کے بادشاہ موافق شریعت کے نکاح کے پابند نہ ہوں گے بلکہ بہت سے نکاح ہی نہ کریں گے، لونڈیاں اور خواصیں رکھیں گے، پھر ان کے لڑکے اور لڑکیاں تخت پر بیٹھ کر بادشاہ بنیں گے اور اپنی ماں کو اپنی رعیت میں شامل کریں گے۔ بعضوں نے کہا غرض یہ ہے کہ لوگوں کا حال تباہ ہوگا اور ام ولد کو بیچنا شروع کر دیں گے۔ آخر بکتے بکتے کبھی وہ اپنے بیٹے ہی کے ہاتھ آن کر بکے گی اور اس کو معلوم نہ ہوگا کہ میری ماں ہے۔ یہ صورت سوا ام ولد کے اور لونڈیوں میں بھی ہو سکتی ہے۔ مثلاً ایک لونڈی کا لڑکا اس کے مالک کے علاوہ کسی اور سے ہو۔ نکاح یا شبہ یا زنا سے۔ پھر وہ لونڈی بکتے بکتے اس لڑکے ہاتھ میں جا پڑے اور نہ پہچانے۔ اور بعل کے معنی بھی مالک سید کے آئے ہیں جیسے اَتَدْعُوْنَ بَعْلاً یعنی تم پکارتے ہو مالک کو۔ اور بعضوں نے کہا بعل سے مراد خاوند ہے یعنی خصم۔ وہ کہتے ہیں لونڈیوں کی خرید و فروخت اس کثرت سے ہوگی کہ کبھی ایک شخص اپنی ماں سے نکاح کر لے گا اور اس کو معلوم نہ ہوگا۔ اور بعضوں نے کہا: مراد یہ ہے کہ لوگ ماؤں کی عزت و حرمت چھوڑ دیں گے اور ماں سے وہ سلوک کریں گے جو لونڈی سے کرتے ہیں۔

۲۲......زمانے کا (دن رات کی رفتار کے اعتبار سے بھی کہ اس میں تغیر آجائے گا۔ اور لوگوں کے کفر وشرک کی طرف نہایت تیزی سے پلٹنے کے اعتبار سے بھی) بدل جانا حتی کہ بتوں کی پوجا ہونے لگے اور امت میں شرک عام ہو جائے...... یہ سب علامات قیامت ہیں۔

۲۳......قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ آدمی جس کو جانتا ہو صرف اُسی کو سلام کرے۔

۲۴......تجارت کا کثرت سے پھیل جانا، بازاروں کا (وسائل حمل ونقل کی بنا پر) ایک دوسرے کے قریب آجانا اور باوجود شکر ادا نہ کرنے کے لوگوں کے ہاتھوں میں بہت زیادہ مال کا آجانا اور بخیلی وکنجوسی کا عام ہونا بھی علامات قیامت میں سے ہے۔

۲۵......جھوٹی گواہی کا عام رواج اور سچی، حق کی گواہی کو چھپانا بھی علامات قیامت میں سے ہے۔

۲۶......فحاشی وعریانی کا ظہور، باہم جھگڑے، مقدمہ بازیاں، ایک دوسرے سے بغض وحسد، عداوت وکینہ، قطع رحمی اور بری ہمسائیگی جیسی بُری اور گندی خصلتیں عام ہونا بھی علامات قیامت میں سے ہیں۔

۲۷......اوقات میں برکت کی قلت، دن رات کا سکڑ جانا۔ (سال مہینے کی طرح، مہینہ ہفتے کی طرح اور ہفتہ ایک دن کی طرح گزرنے لگے...... یہ تقارب زمانہ ہے۔) اور اندھیری رات کے پہلے ایک تہائی حصے کی مانند (کہ اس میں اندھیرا اور روشنی ملے جلے رہتے ہیں۔ جیسے اس وقت کوئی چیز واضح نہیں ہوتی اسی طرح اس دور میں حق اور باطل کا فرق واضح نہیں ہوگا اور) فتنوں کا ظہور بہت زیادہ ہونا بھی علامات قیامت میں سے ہے۔

۲۸......لوگوں کے درمیان اظہار ناواقفیت کرتے ہوئے انجان اور اجنبی بننے والے عمل کا عام ہو جانا، ان سنتوں کو حقیر اور معمولی سمجھنا کہ جن کے بارے میں

اسلام نے بھرپور رغبت دلائی ہے اور بوڑھوں کا نوجوانوں سے مشابہت اختیار کرنا بھی علامات قیامت میں سے ہے۔

۲۹...... جمادات اور درندوں کا انسانوں سے گفتگو کرنا بھی قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔

۳۰...... ملک عراق میں دریائے فرات کے پانی کا اس میں موجود ایک پہاڑ سے الگ ہو کر اس کو منکشف کر دینا بھی ضرور علامت قیامت میں سے ہے۔ (اور یہ شاید عنقریب ہونے والا ہے۔)

۳۱...... مومن آدمی کے خواب کی سچائی بھی قیامت کی نشانیوں میں سے ایک علامت ہے۔

۳۲...... اور مدینہ منورہ کی جو یہ خاصیت ہے کہ وہ بھٹی کی طرح کفر و نفاق والے لوگوں کی خباثت کو وہاں سے نکال باہر کرتا ہے...... تو اس میں (ایک وقت آئے گا کہ) صرف صالح اور متقی لوگ ہی باقی رہ جائیں گے۔

۳۳...... جزیرہ العرب کا دوبارہ چراگاہوں اور نہروں میں بدل جانا بھی علامات قیامت میں سے ہے۔

۳۴...... اور بنو قحطان کے ایک شخص کا خروج بھی قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ لوگ اس کے سامنے عاجزی کا اظہار کریں گے۔

۳۵...... رومیوں (انگریزوں، عیسائیوں اور یہودیوں) کا پہلے کثرت میں ہو کر مسلمانوں کو بہت زیادہ قتل کرنا اور پھر مسلمانوں کا (جہادی قوت کے ذریعے) یہودیوں کو قتل کرنا بھی قیامت سے پہلے پہلے ہوگا۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ: میں نے خود سماعت کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((تُقَاتِلُكُمُ الْيَهُودُ، فَتُسَلَّطُونَ عَلَيْهِمْ ، حَتَّى يَقُولَ الْحَجَرُ: يَامُسْلِمُ! هٰذَا يَهُودِيٌّ وَرَائِي فَاقْتُلْهُ))

''(بروایت ابو ہریرہ؛ فرمایا: قیامت قائم نہ ہوگی) حتی کہ تم یہود سے لڑو گے اور ان پر (اللہ کی مدد سے) مسلط کر دیے جاؤ گے۔ (ان سے لڑائی میں اس قدر غالب آؤ گے)

حتی کہ پتھر بھی پکار اٹھیں گے: اے مسلمان مجاہد! یہ میرے پیچھے یہودی (چھپا ہوا) ہے۔ آؤ! اس کو قتل کرو۔'' ❶

۳۶..... قسطنطنیہ اور روم کی فتح بھی قیامت کی علامات میں سے ہیں کہ قیامت سے پہلے پہلے ان کی فتح ضرور ہوگی۔ (اور وہ ہو چکی۔) علاوہ ازیں صحیح احادیث میں اور بھی بہت ساری قیامت کی علامات صغریٰ مذکور ہیں۔

قیامت کی بڑی علامات

ان سے مراد وہ علامات ہیں جو قرب قیامت میں ظاہر ہوں گی۔ جب یہ علامتیں پے در پے ظاہر ہوتی چلی جائیں گی، ان سے متصل ہی قیامت بپا ہو جائے گی۔ قرآن وسنت میں جس طرح سے ان کا ذکر آیا ہے، اہل السنۃ والجماعۃ اہل الحدیث کے سلفی اہل ایمان ان پر پورا پورا ایمان رکھتے ہیں۔ بالترتیب ہم ان کو بیان کیے دیتے ہیں۔

ا..... سیّدنا امام مہدی رحمہ اللہ کا ظہور کہ جن کا نام محمد اور باپ کا نام عبداللہ ہوگا اور وہ نبی مکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں سے ہوں گے۔ ان کا ظہور و خروج مشرق سے ہوگا اور سات سال تک حکومت کریں گے، جس سے روئے زمین عدل و انصاف سے بھر جائے گی...... جبکہ اس سے قبل پوری زمین ظلم و استبداد سے بھر چکی ہوگی۔ ان کے عہد و زمانہ میں امت اسلامیہ کو ایسی ایسی نعمت سے نوازا جائے گا کہ اس سے قبل امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو ویسی نعمتیں نہ ملی ہوں گی۔ زمین اپنی نباتات خوب اُگائے گی، آسمان سے بارشیں بھی بروقت خوب ہوا کریں گی اور مسلمانوں کو بے حساب مال عطا ہوگا۔

---

❶ صحیح البخاری، کتاب المناقب، حدیث: ۳۵۹۳، کتاب الجہاد والسیر، باب قتال الیهود، حدیث: ۲۹۲٦.

ب...... مسیح الدجال کا خروج [1] اور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا خروج و ظہور۔ جناب عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ملک شام کے شہر دمشق کے مشرق میں (واقع جامع مسجد کے) ایک سفید مینار پر آسمان سے ہوگا۔ آپ نبی ختم الرسل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت مطہرہ پر عامل اور اسی شریعت کے مطابق فیصلہ جات کرنے والے ہوں گے۔ (عین قرآن وسنت والی شریعت محمدیہ پر نہ کہ کسی فرقہ کے مسلک و مذہب پر۔) سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام دجال سے قتال و جہاد کریں گے اور پھر اس پر غالب آکر اللہ کی زمین پر اسلام کے ذریعے حکومت کریں گے۔ آپ علیہ الصلاۃ والسلام کا نزول، دین حق پر جہاد و قتال کرنے والے ایک ''طائفہ منصورہ'' پر ہوگا۔ (جو آپ علیہ السلام کے نزول سے قبل اللہ کی راہ میں باقاعدہ جہاد کر رہے ہوں گے۔) اور یہ مجاہدین اسلام کی بہت بڑی جماعت دجال سے قتال کے لیے جمع ہو چکی ہوگی۔ (اور اس کی قیادت جناب امام مہدی رحمہ اللہ کے ہاتھ میں ہوگی۔) چنانچہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام نماز کی اقامت کے وقت نازل ہوں گے اور اس ''طائفہ منصورہ'' کے امیر (مہدی الزمان محمد بن عبداللہ رحمہ اللہ المنان) کے پیچھے (ان کی امامت میں) نماز ادا کریں گے۔

ج...... امام مہدی، عیسیٰ بن مریم علیہما السلام اور کافر مطلق مسیح الدجال کے دور سے متصل ہی قوم یاجوج اور ماجوج کا ظہور دنیا میں ہو جائے گا۔ [2]

---

[1] دنیا میں سب سے بڑا فتنہ مسیح الدجال کے ظہور وخروج کا فتنہ ہوگا۔ اس لیے کہ دجال کفر، گمراہی اور تمام فتنوں کا منبع ہوگا۔ اسی بنا پر تمام انبیاء نے اپنی قوموں کو دجال کے فتنہ سے خبردار کرتے ہوئے اس سے ڈرایا تھا۔ نبی معظم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نماز کے بعد دجال کے فتنہ سے اللہ کی پناہ طلب کرتے رہنے کا وظیفہ ہمیشہ جاری رکھا۔ اور اس سے اپنی امت کو بھی بخوبی خبردار کیا ہے۔

[2] یہ قوم دنیا میں بہت تباہی مچائے گی، بالآخر ختم ہو جائے گی اور دنیا کی مکمل صفائی ہو جانے کے بعد جناب عیسیٰ بن مریم علیہما السلام اہل ایمان واسلام کے ہمراہ دوبارہ پھر زمین میں پھیل کر دین حنیف کی حکومت وسلطنت قائم کرلیں گے۔ تفصیل کے لیے سورۃ الکہف کی آیت ۹۴ اور سورۃ الانبیاء کی آیت نمبر ۹۶ کی روشنی میں تفسیر واحادیث کا مطالعہ کرلیں۔

و...... قیامت کی علامات کبریٰ میں سے: زمین کے دھنسنے والے تین بہت بڑے واقعات بھی ہیں۔

ایک واقعہ مشرق میں پیش آئے گا، وہاں زمین دھنسے گی، ایک واقعہ مغرب میں پیش آئے گا وہاں زمین دھنسے گی اور ایک واقعہ جزیرۃ العرب میں پیش آئے گا کہ وہاں زمین دھنسے گی۔

ھ...... قیامت کے قریب زمین سے ایک ایسا دھواں نکلے گا جس سے کافروں کا دم رک جائے گا اور مسلمانوں کو زکام کی سی حالت ہو جائے گی۔ ❶

و...... اسی طرح قرب قیامت میں ایک ایسا جانور زمین پر نکلے گا۔ لوگوں سے باتیں کرے گا۔ چنانچہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ ﴿٨٢﴾﴾ (النمل:٨٢)

''اور جب (ان کافروں پر قیامت کا) عذاب آن پڑے گا (یعنی قیامت کے قریب) تو ہم زمین سے ان کے لیے ایک جانور نکالیں گے جو ان سے بات کرے گا (یا ان پر داغ کرے گا) کیونکہ لوگ اس وقت ہماری نشانیوں پر یقین نہ رکھتے ہوں گے۔'' ❷

---

❶ (سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے مروی مرفوع روایت میں ہے کہ: یہ دھواں زمین میں چالیس دن تک رہے گا۔ تفصیل کے لیے: صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب فی الآیات التی تکون قبل الساعۃ، حدیث: ٧٢٨٥، ٧٢٨٦ اور ان کی شرح۔)

❷ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''یہ وہ وقت ہوگا جب لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ دیں گے۔ یہ جانور کیسا ہوگا، کہاں نکلے گا، کب نکلے گا اور نکل کر کیا کریگا؟ اس بارے میں متعدد احادیث وآثار مروی ہیں جن میں صحیح حسن اور ضعیف ہر قسم کی احادیث مذکور ہیں۔ مگر یہ بات تو قطعی طور پر صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ ''خروج دابہ'' بھی قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے جیسا کہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ میں ⇦⇦⇦

ز...... قیامت کی سب سے بڑی نشانی یہ ہوگی کہ سورج مشرق کی بجائے مغرب سے طلوع ہوگا۔

ح......اور ایک ایسی آگ ظاہر ہوگی جو لوگوں کو اپنے آگے آگے بھگاتی رہے گی۔ ❶

......اہل السنۃ والجماعۃ اہل الحدیث سلفی جماعت حقہ کے اہل ایمان ......موت سے بعد والی زندگی کے متعلق تمام غیبی امور میں سے ہر ہر معاملے پر کہ جس کی خبر اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے حبیب وخلیل نبی محمد رسول اللہ ﷺ نے دے رکھی ہے، پر پورا پورا ایمان جازم ویقین محکم رکھتے ہیں۔ اسی طرح موت کی تلخی (سکرات الموت) موت کے وقت فرشتوں کے حاضر ہونے، مومن آدمی کے اپنے رب تعالیٰ سے ملاقات کے لیے خوش ہونے، شیطان کے بھی موت کے وقت بندے کے پاس حاضر ہونے؛ کافر کا موت کے وقت ایمان کے اظہار کرنے کی عدم قبولیت، عالم برزخ، قبر کی آزمائش، قبر کی مومن کے لیے نعمتوں اور کافر پر اس کی سزا، منکر نکیر کے سوالات وجوابات، شہداء کے عالم برزخ میں زندہ رہنے اور ان کے اللہ رب العالمین کے ہاں رزق دیے جانے، سعادت مند لوگوں کی روحوں کو بلاشبہ انعامات سے نوازے جانے اور اہل شقاوت کی رُوحوں کو عالم برزخ میں عذاب دیے جانے میں سے ایک ایک

⇦⇦⇦ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے قیامت کی دس نشانیاں شمار فرمائیں۔ جن میں ایک ''خروج دابہ'' بھی تھی۔ اسی طرح صحیح مسلم کی دوسری روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''نیک اعمال کی طرف تیز تیز قدم اٹھاؤ قبل اس کے کہ سورج مغرب سے طلوع ہو، دجال ظاہر ہو اور خروج دابہ'' ہو (شوکانی۔ ابن کثیر) حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اور بھی بہت سی روایات نقل کی ہیں۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ قیامت سے پہلے صفا پہاڑ مکے کا پھٹے گا اور اس میں سے ایک جانور نکلے گا۔ لوگوں سے باتیں کریگا کہ اب قیامت کے نزدیک ہے۔ ایمان والوں اور چھپے منکروں کو جدا جدا کر دے گا نشان دے کر۔'' (موضح القرآن)

❶ (ان تمام علامات صغریٰ وکبریٰ کے لیے: تفسیر الطبری، تفسیر ابن کثیر، صحیح البخاری، صحیح مسلم اور جامع الترمذی کے متعلقہ مقامات وابواب اور کتب اشراط والفتن کا مطالعہ کر لیجیے۔)

امر و معاملہ پر پورا پورا پختہ ایمان جازم اور یقین محکم رکھتے ہیں۔ (یعنی اس طرح کے تمام امور کے بارے میں کہ جب وہ قرآن اور صحیح احادیث سے ثابت ہوں تو ذرہ بھر بھی شک نہیں کرتے۔)

اسی طرح اہل السنۃ والجماعۃ کے اہل ایمان قیامت کبریٰ کے بارے میں پورا پورا ایمان جازم رکھتے ہیں کہ: اس دن اللہ تبارک وتعالیٰ مردوں کو زندہ کرے گا اور بندوں کو ان کی قبروں سے اٹھا کر ان سے (ان کی پوری پوری زندگی کا) حساب لے گا۔ یہ اہل السنۃ سلفی جماعت حقہ کے اہل ایمان قیامت سے پہلے صور پھونکے جانے پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور یہ تین بار ہوگا۔

پہلی بار کا نفخ صور...... نفخة الفزع ہوگا، یعنی جس سے ہر جاندار گھبرا اُٹھے گا۔

دوسری بار کا نفخ صور...... نفخة الصعق ہوگا، یعنی جس سے تمام نظر آنے والا نظام کائنات یکسر بدل جائے گا۔ اور اس کا سب نظام بدل جائے گا۔ اسی نفخہ کے دوران ہر چیز (سوائے اللہ عزوجل کی ذات اقدس کے) فنا ہو جائے گی اور چیخ نما گرج دار آواز آئے گی۔ جیسا کہ قرآن نے بیان کیا ہے:

﴿وَ نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ أُخْرٰى فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ۞﴾

(الزمر:٦٨)

''اور صور (پہلی بار) پھونکا جائے گا تو جو آسمان میں ہیں اور جو زمین میں ہیں (سب) بیہوش ہو جائیں گے مگر جن کو اللہ چاہے۔ پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو ایک ہی ایکا وہ (سب قبروں سے نکل کر) دیکھتے ہوئے کھڑے ہوں گے۔''[1]

[1] تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ اس سے مراد نفخہ ثانیہ ہے۔ کذانی جامع البیان اور تفسیر فتح البیان میں ہے کہ یہ نفخہ اولیٰ ہے اور جمہور علماء کے نزدیک کل نفخے تین ہیں۔ پہلا نفخہ فزع، دوسرا نفخہ موت اور تیسرا نفخہ بعث۔ (کذانی الحواشی) شاہ صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ایک بار نفخ صور ہے عالم کی فنا کا، دوسرا ہے زندہ ہونے کا، تیسرا بے ہوشی کا بعد حشر کے، چوتھا خبردار ہونے کا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے سامنے ہو جاویں گے۔ (موضح القرآن)

اور اسی نفخہ ثانیہ میں ہر اس چیز اور جاندار کی ہلاکت ہو جائے گی جس کی ہلاکت کا فیصلہ اللہ عزوجل نے فرما دیا ہوگا۔

تیسری بار کا نفخہ...... جب تیسری بار صور پھونکا جائے گا تو اس وقت تمام انسان، جن، فرشتے، اور جس جس جاندار کو اللہ چاہے گا وہی مخلوق اپنے اپنے مستقر اور قبر سے کر اپنے رب ذوالجلال کے سامنے جا کھڑی ہوگی۔ اہل السنۃ والجماعۃ اہل الحدیث سلفی جماعت حقہ والے مسلمان اس بعث ونشور پر پورا پورا ایمان جازم اور یقین محکم رکھتے ہیں کہ: بلاشک وشبہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہر اس جاندار کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھالیں گے جو بھی اپنی اپنی قبر میں مدفون ہوگا۔ [1]

چنانچہ اس بعث ونشور والے دن لوگ اللہ ذوالجلال رب العالمین کے سامنے ننگے پیر، ننگے جسموں کے ساتھ مدہوشی کی سی ست حالت میں کھڑے ہو جائیں گے۔ سورج ان سے بہت ہی قریب ہوگا۔ اور ان میں سے کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے کہ جن کا پسینہ (اس دن کی گھبراہٹ اور اپنے عیبوں پر پشیمانی کی وجہ سے) ان کے مونہوں تک آ چکا ہوگا۔ اور یہ کہ سب مخلوق میں سے سب سے پہلے جس شخصیت کی قبر کو کھول کر اُسے اٹھایا جائے گا وہ ہمارے ہادی و رہنما نبی محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات اطہر ہوگی۔ خوف اور دہشت والے یوم الحساب کے اس بہت بڑے دن میں لوگ جو نکلیں گے تو ان کی کیفیت کے بارے میں قرآن کہتا ہے:

﴿فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ إِلَىٰ شَيْءٍ نُّكُرٍ ﴿٦﴾ خُشَّعًا أَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ كَأَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنتَشِرٌ ﴿٧﴾ مُّهْطِعِينَ إِلَى الدَّاعِ ۖ

[1] (قبر سے مراد...... عالم برزخ میں ہر جان کا ''مستقر ومستودع'' ہے کہ جس میں وہ اپنی روح کے ساتھ بعث ونشور تک ٹھہرایا گیا ہے اور اس کی کیفیت کو ایک اللہ ہی خوب جانتا ہے۔ ہم یہاں کسی منطقیانہ وفلسفیانہ بحث وتکرار میں مبتلا ہوئے بغیر اس غیب کی حالت وکیفیت اور خبر صادق پر مکمل ایمان جازم بالکل ویسا ہی رکھتے ہیں جیسا اس کے بارے میں اللہ رب العالمین نے قرآن میں اور جیسا ختم الانبیاء والمرسلین محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنے فرمان میں ارشاد فرما دیا ہے۔)

یَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا یَوْمٌ عَسِرٌ ﴿۸﴾ ﴾ (القمر:٦ تا ٨)

''تو (اے پیغمبر ﷺ) ان کا خیال چھوڑ دے جس دن بلانے والا (فرشتہ اسرافیل ان کو) ایسی چیز کی طرف بلائے گا جو دیکھنے میں نہیں آئی (قیامت کا ہولناک عذاب) یہ آنکھیں نیچے کئے ہوئے قبروں سے اس طرح نکل پڑیں گے جیسے ٹیڑیاں بکھر پڑیں۔ بلانیوالے کی طرف بھاگتے ہوئے چلیں گے۔ کافر کہیں گے یہ دن تو (بڑا) کٹھن (اجیرن) ہے۔''

......ان دن ہر حرکت کمزور و مضمحل ہو کر خاموش ہو چکی ہوگی۔ خوف و دہشت میں مبتلا خاموشی چہارسو چھائی ہوگی۔

﴿ یَوْمَئِذٍ یَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِیَ لَا عِوَجَ لَهٗ وَ خَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ﴿۱۰۸﴾ یَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَ رَضِیَ لَهٗ قَوْلًا ﴿۱۰۹﴾ ﴾ (طٰه:١٠٨ تا ١٠٩)

''اس دن وہ بلانے والے فرشتے کے پیچھے ہولیں گے۔ کوئی بھی دوسری طرف نہیں مڑے گا۔ اور ڈر کے مارے اللہ الرحمٰن کے سامنے آوازیں نہایت پست ہوجائیں گی۔ کھسر پھسر (یا گنگناہٹ یا پاؤں کی آہٹ) کے سوا اور کچھ تو نہ سنے گا۔ اس دن کسی کی شفاعت کام نہ آئے گی مگر جس کو رحمٰن (سفارش کرنے کی) اجازت دے۔ اور اس کی بات پسند کرے۔'' ❶

......اس دن اعمال کے دفتر کھول کر پھیلا دیے جائیں گے اور ہر پوشیدہ فعل و

❶ یا جس کے لیے (سفارش کرنے کی) اللہ الرحمٰن اجازت دے اور اس کے لیے وہ بات سننا پسند کرے۔ نظم قرآن سے یہ دونوں معنی مفہوم ہوتے ہیں۔ دونوں صحیح اور دوسری آیات سے مطابقت رکھتے ہیں (سورہ مریم: ٨٧، سبا:٢٣، زخرف:٨٦، نجم:٢٦)

قول اور ہر پوشیدہ حرکت کھل کر سامنے آجائے گی۔ اور سینوں میں چھپے تمام عیوب کھل کر سب کے سامنے رسوائی، بدنامی اور جگ ہنسائی کا سبب بن جائیں گے۔ اللہ جبار وقہار ذوالجلال والاکرام اپنے (تمام نیک اور بد، مومن اور کافر، موحد اور مشرک، عورتوں اور مردوں، خواندہ وناخواندہ اور ہر نسل ونوع کے) سب بندوں سے قیامت والے دن براہِ راست کلام، گفتگو کریں گے اس طرح سے کہ ان کے اور اللہ رب کبریاء کے درمیان کوئی ترجمان نہ ہوگا۔ لوگوں کو ان کے اپنے اور ان کے باپوں کے نام سے پکارا جائے گا۔ (جیسے کہ: ہاں بھئی فلاں بن فلاں! حساب دو، تم نے ...... الخ)

یہ اہل السنۃ والجماعۃ سلفی جماعت حقہ کے اہل ایمان اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ: قیامت والے دن بندوں کے اعمال تولنے کو ایک ترازو قائم کی جائے گی جس کے دو پلڑے ہوں گے۔ اور اس بات پر بھی ایمان جازم رکھتے ہیں کہ: لوگوں کے اعمال و افعال اور اقوال وحرکات والے دفتر...... کہ جنہیں شرعی اصطلاح میں ''صحائف الاعمال'' کہا جاتا ہے...... سب کے سامنے کھول کر پھیلا دیے جائیں گے۔

﴿ وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۝ وَإِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ۝ وَإِذَا الْجَحِيمُ سُعِّرَتْ ۝ وَإِذَا الْجَنَّةُ أُزْلِفَتْ ۝ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ أَحْضَرَتْ ۝ ﴾

(التکویر: ۱۰ تا ۱٤)

''اور جب نامۂ اعمال پھیلا دیے جائیں گے۔ اور جب آسمان کی کھال کھینچ لی جائے اور جب دوزخ دھکائی جائے (سلگائی جائے) گی اور جب بہشت (مومنوں کے) نزدیک لائی جائے گی۔ اس وقت ہر شخص جان لے گا وہ کیا لایا ہے۔''

اور اس کے بعد کہ جب ہر کسی کا حساب ہوتا چلا جائے گا بعض انتہائی خوش نصیب (تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے بالعموم اور نبی ختم الرسل سید الجنۃ والبشر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

منہج و طریق پر بالخصوص چل کر اللہ اور اس کے رسول کی پوری پوری اتباع کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور تابعین عظام رحمہم اللہ کے فہم و عمل کے عین مطابق زندگی گزارنے والے اہل السنۃ والجماعۃ اہل الحدیث سلفی جماعت حقہ کے اہل ایمان و اسلام) اپنے اپنے اعلیٰ نتیجہ والی کتاب کو اپنے داہنے ہاتھ میں تھامے ہوئے ہوں گے۔ جبکہ انتہائی بدنصیب لوگ (کہ جن کی تعداد انتہائی کثرت میں ہوگی اور انہوں نے اپنی دنیاوی زندگی اللہ عزوجل کی نافرمانی وسرکشی، شرک و کفر اور خرافات و بدعات میں گزاری ہوگی) اپنی اپنی نتیجہ شدہ کتاب کو اپنے بائیں ہاتھ میں تھامے ہوئے (کف افسوس ملتے اور آہ و بکا کرتے) ہوں گے۔ انہوں نے اپنی نتیجہ کتاب (Result Book) یا تو بائیں ہاتھ میں پکڑ رکھی ہوگی (زبردستی ان کو تھمادی جائے گی۔) اور یا پھر اپنی پشت پیچھے سے تھام رکھی ہوگی۔

۱...... ﴿ يَاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ۝ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۝ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۝ وَّيَنْقَلِبُ اِلٰٓى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۝ فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۝ وَّيَصْلٰى سَعِيْرًا ۝ ﴾ (الانشقاق:٦ تا ١٢)

''اے آدم زادے! تو محنت اٹھاتے اٹھاتے (اسی طرح) اپنے رب کی طرف جا رہا ہے۔ آخر (ایک دن) اس سے مل جائے گا۔ پھر جس کو اس کا نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں ملے گا اس سے تو آسانی سے حساب لیا جائے گا اور وہ خوش خوش اپنے گھر والوں کے پاس (جو بہشت میں ہوں گے) لوٹ جائے گا۔ اور جس کو اس کا نامہ اعمال اس کی پیٹھ کے پیچھے (بائیں ہاتھ میں) ملے گا وہ موت کو پکارے گا۔ اور دوزخ میں جا پڑے گا۔ [1]

---

[1] یعنی اس کے گناہ اسے بتلائے ضرور جائیں گے لیکن ان پر کوئی باز پرس اور جرح نہ ہوگی بلکہ وہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ⇦⇦⇦

ب.... ﴿ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ۝ اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ۝ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ۝ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـئًا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ۝ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ۝ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ۝ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ۝ مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ ۝ هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ ۝ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ۝ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ۝ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ۝ ﴾

(الحاقہ:١٩ تا ٣٢)

''تو جس کا نامہ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا وہ (خوشی خوشی لوگوں سے) کہے گا: لو ذرا میرا نامہ عمال تو پڑھو۔ مجھے (دنیا میں) یقین تھا کہ ایک دن مجھ کو حساب دینا ہو گا۔ پھر وہ تو بڑے آرام کی زندگی میں اونچے باغ میں رہے گا جس کے میوے جھکے ہوں گے (ان سے کہا جائے گا) تم نے جو (نیک) کام اگلے دنوں میں (دنیا میں) کئے تھے ان کے بدل (آج) مزے سے کھاؤ پیو (چین کرو)۔ اور جس کا نامہ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ (افسوس سے) کہے گا: کاش میرا نامہ اعمال مجھ کو نہ ملتا اور مجھ کو اپنے حساب کی خبر نہ ہوتی۔ کاش اگلی موت میرا کام تمام کر دیتی۔ (ہائے افسوس!) میں نے جو دنیا میں دولت کمائی وہ بھی

⇐⇐⇐ ''جس کا حساب لیا گیا وہ تباہ ہو گیا۔'' میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کیا نہیں ہے کہ جس کو اس کا نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں ملے گا، اس سے تو آسانی سے حساب لیا جائے گا۔ فرمایا: ''یہ حساب نہیں ہوگا۔، یہ صرف پیشی ہوگی اور جس سے حساب لینے میں باز پرس کی گئی، وہ تباہ ہو گیا۔ (شوکانی)

پیٹھ پیچھے نامہ اعمال تھمانے میں انتہائی کراہت کا اظہار ہے۔ گویا فرشتے اس کی صورت دیکھنا پسند نہ کریں گے، اس لیے اس کا اعمال نامہ پیٹھ کے پیچھے سے بائیں ہاتھ میں تھمائیں گے۔

کچھ کام نہ آئی۔ میری دولت بھی خاک میں مل گئی۔ (حکم ہوگا) اس کو پکڑ لو (باندھ لو) گلے میں طوق ڈالو پھر دوزخ میں دھکیل دو۔ پھر ستر ہاتھ کی ایک زنجیر میں اس کو پرو دو۔'' ❶

......اہل السنۃ والجماعۃ اہل الحدیث سلفی جماعت حقہ کے اہل ایمان واسلام اس پل ''صراط'' پر بھی مکمل اور پورا پورا یقین محکم وایمان جازم رکھتے ہیں کہ جسے جہنم کے اوپر تن کر نصب کر دیا جائے گا۔ اس پل پر سے (تمام کے تمام نیک اور برے، فاجر وفاسق اور صالح ہر طرح کے لوگ، حتی کہ انبیاء بھی) گزریں گے۔ نیک صالح لوگ تو اس کو بآسانی پار کر جائیں گے مگر فاجر وفاسق (اور کفار ومشرکین، مبتدعین واعداء اللہ) اس سے گر کر جہنم میں جا پہنچیں گے۔ ❷

---

❶ سلطان'' سے مراد دلیل وحجت اور دولت وحکومت جیسی ہر چیز ہوسکتی ہے۔ مقاتل رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ اقتدار ہے جو ہر شخص کو اپنے ہاتھ پاؤں پر ہوتا ہے۔ چنانچہ قیامت کے روز جب کافر کے ہاتھ پاؤں اس کے خلاف گواہی دینگے تو کہے گا: "هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطَانِيَه" آج میرا اقتدار مجھ سے جاتا رہا۔ (شوکانی)
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ ''زنجیریں اس کے پیچھے سے داخل کر کے منہ سے نکالی جائیں گی۔ (ابن کثیر)

❷ یہاں ''صراط'' سے مراد وہ پل ہے کہ جس پر چلتے ہوئے لوگ جنت کی طرف جائیں گے۔ اور اس پل سے گزرتے ہوئے لوگوں کے چلنے کی رفتار ان کے اعمال کے مطابق ہوگی۔ ان میں سے بعض ایسے خوش نصیب اور اعلیٰ بخت والے ہوں گے جو اس پر سے پلک جھپکنے میں گزر جائیں گے۔ بعض ایسے خوش نصیب ہوں گے جو اس پر سے (آسمانی) بجلی کی سی رفتار سے گزر جائیں گے۔ کچھ ایسے اہل ایمان ہوں گے جو نہایت تیز رفتار ہوا کی رفتار کے مطابق اس کے اوپر سے گزریں گے۔ بعض ایسے مسلمان ہوں گے جو بہت ہی تیز رفتار گھوڑے کی رفتار کے مطابق اس پل کے ذریعے جہنم کے اوپر سے گزریں گے۔ کچھ وہ لوگ ہوں گے جو اونٹوں پر سوار لوگوں کی طرح اس پر سے گزریں گے۔ بعض ایسے ہوں گے جو خود دوڑ کر (جس قدر وہ دوڑ سکیں گے) اس کے اوپر سے گزریں گے۔ اور کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو عام چال چلتے ہوئے اس کے اوپر سے گزریں گے: ⇦⇦⇦

......اہل السنۃ والجماعۃ ج سلفی جماعت حقہ کے اہل ایمان اس بات پر بھی ایمان جازم رکھتے ہیں کہ: جنت اور جہنم دونوں اللہ کی تیار کردہ اس کی مخلوق ہیں۔ یہ دونوں اب بھی موجود ہیں۔ ❶ یہ کبھی ختم نہیں ہوں گی۔ جنت توحید خالص والے اہل ایمان

⇦⇦⇦ بعض لوگ رینگتے ہوئے آہستہ آہستہ گزر سکیں گے۔ اور بے شمار ایسے ہوں گے جنہیں جہنم کے فرشتے جھپٹا مار کر جہنم میں پھینک دیں گے۔ (اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَعُوذُبِكَ مِنَ النَّارِ ، فَقِنَا عَذَابَ جَهَنَّمَ وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ) غرضیکہ ہر شخص اس کے اوپر سے اپنے اپنے عمل کے حساب سے گزرے گا۔ حتی کہ مومن خطا کار اپنے گناہوں سے (جہنم میں داخل ہوکر) پاک ہو جائے۔ اور جو شخص اس پل "صراط" سے بآسانی پار ہوگیا اس کا جنت میں داخلہ جانیے کہ آسان ہوگیا۔ لوگ جب جہنم کے اوپر بنائی گئی پل کو عبور کر لیں گے تو وہ جہنم اور جنت کے درمیان کمان نما ذات کے ایک پل پر جا کھڑے ہوں گے، پھر ان میں سے بعض کو دوسروں سے ان کا بدلہ وقصاص دلوایا جائے گا۔ اور جب وہ (باہمی کدورتوں وغیرہ سے) بالکل پاک کر کے خالص اور آلائشوں سے پاک کر دیے جائیں گے تب انھیں جنت میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے گی۔"

❶ چنانچہ ایسے لوگوں کے بارے میں خبر دیتے ہوئے قرآن عظیم کہتا ہے: (۱)...... ﴿هَلْ أَتٰكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ ○ وُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ○ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ○ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ○ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ○ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ إِلَّا مِنْ ضَرِيعٍ ○ لَا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِي مِنْ جُوعٍ ○﴾ (الغاشیہ: ۱ تا ۷) "(اے پیغمبر ﷺ) تجھ کو چھا جانے والی (قیامت) کی خبر پہنچی ہے؟ کتنے (لوگوں کے) منہ اس دن جھکے ہوئے (اترے ہوئے ہونگے) وہ (دوزخ میں) محنت مشقت کر رہے ہوں گے۔ تھک (کر چور ہو) گئے ہونگے بیحد گرم انگار میں جا داخل ہونگے۔ ان کو ایک ابلتے ہوئے چشمے سے (پانی) پلایا جائے گا۔ ان کو ضریع کے سوا اور کوئی کھانا نصیب نہ ہوگا۔ اس کے کھانے سے نہ تو بدن موٹا ہوگا اور نہ بھوک بند ہوگی۔" (۲)...... ﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَقَالَ الْمَسِيحُ يٰبَنِي إِسْرَآءِيلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ۖ إِنَّهُ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوٰىهُ النَّارُ وَمَا لِلظّٰلِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ○﴾ (المائدہ: ۷۲) "بے شک وہ لوگ تو کافر ہو گئے جو کہتے ہیں مریم کا بیٹا مسیح وہی خدا ہے اور مسیح (مریم کے بیٹے) نے (خودیوں) کہا اے بنی اسرائیل اللہ تعالیٰ کو پوجو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ کیونکہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرے تو اللہ تعالیٰ جنت کو اس پر حرام کر چکا ہے اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کا (یعنی مشرکوں کا) کوئی مددگار نہ ہوگا۔" (۳)...... ﴿يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِينَ وَيَقُولُونَ حِجْرًا مَّحْجُورًا ○ وَقَدِمْنَآ إِلٰى مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُورًا ○﴾ (الفرقان: ۲۲ تا ۲۳) "جس دن یہ فرشتوں کو دیکھیں گے اس دن ان ⇦⇦⇦

اور متقی لوگوں کا گھر ہے جبکہ جہنم کافروں کا ٹھکانہ ہے۔ اور یہ کافر تمام اقسام، زمین کے تمام خطوں، زمانوں اور ہر قوم کے مشرکین، یہود و نصاریٰ، منافقین، ملحدین، بتوں، مورتیوں کے پجاری اور کبائر گناہوں کے ساتھ جرم کرنے والے افراد ہیں۔ اللہ عزوجل نے جنت اور جہنم کو دیگر بہت ساری مخلوقات سے الگ پیدا اور تیار کر رکھا ہے۔ یہ دونوں کبھی ختم ہونے والی نہیں ہیں۔

یہ اہل السنۃ والجماعۃ کے اہل ایمان و اسلام اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ: قیامت والے دن تمام اُمتوں، ملتوں میں سب سے پہلے امت محمد علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا حساب ہوگا۔ اور اسی طرح جنت میں داخل ہونے کے لیے بھی یہ اُمت دیگر تمام ملتوں سے مقدم ہوگی۔ ان کی تعداد تمام اہل جنت میں سے آدھی ہوگی اور یہ کہ ان میں سے ستر ہزار اہل ایمان و اسلام بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ اسی طرح اہل السنۃ والجماعۃ سلفی جماعت حقہ کے اہل ایمان و اسلام اہل توحید کے بارے میں ایمان رکھتے ہیں کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں نہیں رہیں گے۔ اور یہ اہل توحید وہ لوگ ہوں گے کہ جن سے اللہ کے ساتھ شرک کرنے کے علاوہ کچھ کبیرہ گناہ دنیا میں ہو چکے ہوں گے۔ (البتہ مشرک لوگ کبھی بھی جہنم سے چھٹکارا پانے والے نہیں ہوں گے۔ اگرچہ انہوں نے کسی نبی مرسل کی رسالت کا اقرار کیوں نہ کر رکھا ہو اور عبادت بھی بہت زیادہ کیوں نہ کی ہو۔) اس لیے کہ مشرک تو جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہیں گے،

⇦ ⇦ ⇦ گنہگاروں کو کچھ خوشی نہ ہوگی اور فرشتے یہ کہیں گے (اب تم پر بہشت یا خوشی یا راحت یا رحمت) حرام ہے بالکل حرام اور انہوں نے (دنیا میں) جو نیک کام کئے تھے ان پر ہم متوجہ ہوں گے اور ان کو اڑتی خاک کی طرح کر دیں گے۔"

یعنی انہیں بالکل ضائع اور برباد کر دیں گے جن سے انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچ سکے گا۔ کیونکہ ایمان و اخلاص اور شریعت کی موافقت کے بغیر کوئی عمل مقبول نہیں ہو سکتا۔ "ھباء" دراصل ان ذرات کو کہتے ہیں جو دھوپ کے ساتھ روشن دان کے راستے کمرے میں داخل ہوتے ہیں۔ کفار کے اعمال کو "سراب" اور "رماد" سے بھی تشبیہ دی گئی ہے۔ (دیکھیے: ابراہیم: ۱۸، نور: ۳۹)۔

اس میں سے وہ کبھی بھی باہر نہیں نکل سکیں گے۔ (وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ)

اہل السنۃ والجماعۃ اہل الحدیث سلفی جماعت حقہ کے اہل ایمان واسلام اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ: قیامت کی پریشان کن اور مضطرب مدت والے لمبے دن میں ہمارے پیارے نبی محمد رسول اللہ ﷺ کے حوض کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ میٹھا، اس کی خوشبو کستوری سے زیادہ معطر، اس کے برتنوں کی تعداد آسمان کے ستاروں جتنی، اس حوض کی لمبائی بھی ایک ماہ کی مسافت جتنی اور اس کی چوڑائی بھی اتنی ہی ہوگی۔ اس حوض سے جو ایک بار پی لے گا اُسے کبھی پیاس نہ لگے گی اور یہ کہ اس حوض کا پانی ہر بدعتی (ہر مشرک اور ہر کافر) پر حرام ہوگا۔ یہ لوگ اس حوض سے قیامت کی تلخ گھڑیوں میں ایک قطرہ بھی نوش نہ کر سکیں گے۔

سادا تنا عبداللہ بن عمرو بن العاص، سہل بن سعد الساعدی اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((حَوْضِی مَسِیرَةُ شَهْرٍ، مَاؤُهُ أَبْیَضُ مِنَ اللَّبَنِ، وَرِیْحُهُ اَطْیَبُ مِنَ الْمِسْكِ، وَكِیْزَانُهُ كَنُجُوْمِ السَّمَاءِ، مَنْ شَرِبَ مِنْهَا فَلَا یَظْمَأُ اَبَدًا)). وَقَالَ: ((اِنِّیْ فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ، مَنْ مَرَّ عَلَیَّ شَرِبَ وَمَنْ شَرِبَ لَمْ یَظْمَأْ اَبَدًا۔ لَیَرِدَنَّ عَلَیَّ اَقْوَامٌ اَعْرِفُهُمْ وَیَعْرِفُوْنَنِیْ، ثُمَّ یُحَالُ بَیْنِیْ وَبَیْنَهُمْ)) وَفِیْ رَاوِیَةٍ:((فَأَقُوْلُ: اِنَّهُمْ مِنِّیْ، فَیُقَالُ: اِنَّكَ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ، فَاَقُوْلُ: سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ غَیَّرَ بَعْدِیْ))

''میرا حوض ایک مہینہ کی مسافت کے برابر ہوگا۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور مشک سے زیادہ خوشبودار۔ اس پر آسمان کے ستاروں جتنے کوزے (آبخورے) رکھے ہوئے ہیں، جو کوئی اس حوض کا پانی پیے گا وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا۔'' اور دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا: ''میں حوض کوثر

پر تمہارا پیش خیمہ ہوں گا۔ جو شخص (مومن، مسلمان) میرے پاس سے گزرے گا وہ اس حوض میں سے پی لے گا اور جو اس سے (ایک بار) پی لے گا وہ پھر کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ دیکھو! وہاں میرے پاس کچھ لوگ ایسے آئیں گے جن کو میں پہنچانتا ہوں گا اور وہ مجھے پہنچاتے ہوں گے۔ لیکن میرے اور ان کے درمیان آڑ (دیوار) حائل کردی جائے گی۔'' ❶

تیسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''چنانچہ (اللہ عزوجل سے دعا کرتے ہوئے) میں کہوں گا: یہ تو مسلمان لوگ ہیں جن کا تعلق مجھ سے ہے۔ جواب ملے گا: تم نہیں جانتے انہوں نے تمہارے بعد دین میں کیا نئی نئی بدعات ایجاد کی تھیں۔ اس وقت میں کہوں گا: ہاں ایسا ہے تو پھر یہ لوگ دور ہو جائیں، مجھ سے دور ہو جائیں ایسے لوگ کہ جنہوں نے میرے بعد (میرا دین) بدل ڈالا تھا۔ (اور اسلام سے منحرف ہوگئے تھے۔)

اہل السنۃ والجماعہ سلفی جماعت حقہ اہل الحدیث ...... قیامت والے دن ہمارے حبیب و قائد نبی محمد رسول اللہ ﷺ کے متعلق اہل ایمان و موحد مسلمانوں کے لیے اللہ عزوجل سے مکمل شفاعت کرنے اور آپ ﷺ کے لیے مقام محمود پر بھی مکمل ایمان اور یقین محکم رکھتے ہیں۔ قیامت والے دن نبی مکرم ﷺ کے لیے پہلی شفاعت اچھے طرز عمل والے اہل ایمان کے لیے ہوگی تاکہ ان کا فیصلہ سنا دیا دیا جائے۔ (اور لوگوں کا حساب شروع ہو۔) یہی مقام محمود ہوگا جس کا ذکر صحیح احادیث میں آیا ہے۔ آپ ﷺ کی دوسری شفاعت اہل جنت کے لیے ہوگی تاکہ وہ جنت میں داخل ہوسکیں اور نبی مکرم ﷺ سب سے فراز ہوں گے جو جنت میں جائیں گے۔ آپ ﷺ کی تیسری شفاعت اپنے چچا ابو طالب کے لیے ہوگی کہ اللہ کریم ان

---

❶ رواہ البخاری، کتاب الرقاق / باب فی الحوض، حدیث: ۶۵۷۹، ۶۵۸۳، ۶۵۸۴

کے عذاب میں تخفیف فرما دے۔ یہ شفاعتیں نبی ختم الرسل محمد رسول اللہ ﷺ کا خاصہ ہوں گی اور ان کا حق آپ ﷺ کے علاوہ کسی اور کو نہیں دیا جائے گا۔

اسی طرح نبی معظم ﷺ جنت میں جانے والے اپنے بعض امتیوں کے درجات کی بلندی کے لیے بھی اللہ عز وجل سے شفاعت کریں گے۔ بعینہ آپ ﷺ کی ایک شفاعت اپنی امت کے اس گروہ کے لیے بھی ہوگی جو بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے۔ پھر آپ ﷺ کی ایک شفاعت اہل ایمان کی ایسی بڑی بڑی جماعتوں کے لیے بھی ہوگی کہ جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی۔ چنانچہ آپ ﷺ شفاعت کریں گے تاکہ وہ لوگ جنت میں جا سکیں۔ اسی طرح آپ ﷺ کی شفاعت بعض گنہگار اہل ایمان کے لیے بھی ہوگی کہ جن کو (شرک کے علاوہ ان کے بعض بڑے گناہوں کی وجہ سے) جہنم میں دھکیل دیے جانے کا حکم ہو جائے گا تاکہ وہ دوزخ میں نہ جا سکیں۔

ایک شفاعت آپ ﷺ کی کچھ غلطیوں کی وجہ سے جہنم میں پہنچ جانے والے توحید خالص والے بعض موحدین کے بارے میں بھی ہوگی کہ اللہ رب العالمین ان کو دوزخ سے باہر نکال دے۔ آپ ﷺ کی شفاعت قبول کی جائے گی اور ان تمام لوگوں کو جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ اس شفاعت میں آپ ﷺ کے ساتھ فرشتے، دوسرے انبیاء کرام، شہداء وصدیقین، صلحاء اور اللہ عز وجل کے محبوب مومن بندے بھی شریک ہوں گے۔ (یعنی اس ضمن میں اللہ رب العرش الکریم ان سب کو بھی شفاعت کا حق دے دیں گے اور وہ گنہگار، جہنم میں جانے والے، یا جہنم کے لیے فیصلے شدہ اہل ایمان و توحید خالص والے لوگوں کی شفاعت کریں گے اور) پھر اللہ تبارک و تعالیٰ ان شفاعت کنندگان کی وجہ سے بھی اور بغیر کسی کی شفاعت کے بھی خاص اپنے فضل اور اپنی رحمت

سے قوموں کی قومیں جہنم سے آزاد کر دے گا۔ ❶

اور جہاں تک کفار و مشرکین کا تعلق ہے تو ان کے لیے کسی کو شفاعت کی اجازت

---

❶ جن اللہ کے معزز بندوں کی شفاعت قبول کی جائے گی ان کی شفاعت کے لیے قرآن عظیم میں تین شرطیں بیان ہوئی ہیں۔

(ا)......شفاعت کی اہلیت: اور اس کے بارے میں قرآن کہتا ہے: ﴿لَا يَمْلِكُونَ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا﴾ (مریم:۸۷) ''وہ کسی کی سفارش کے مالک نہ ہوں گے مگر اللہ الرحمٰن کے ہاں جس نے کوئی عہد لے لیا۔''

اس عہد سے مراد کلمۂ شہادت کا اقرار ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں اس کی تفسیر وارد ہے۔ نیز ایک حدیث میں پنجگانہ نماز کی پابندی کو بھی عہد قرار دیا ہے۔ معلوم ہوا کہ مومنین اصحاب کبائر کی تو شفاعت ہوگی مگر کافر کی کوئی شفاعت نہیں کر سکے گا۔ پس ''لَا يَمْلِكُونَ الشَّفَاعَةَ '' کے معنی یہ ہیں کہ ''شفاعت کے مستحق صرف وہی لوگ ہوں گے جنہوں نے......'' یا آیت کا مطلب یہ ہے کہ شفاعت کا اختیار صرف اسی کو ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ نے شفاعت کی اجازت دے دی ہو۔ یعنی کوئی نبی یا فرشتہ از خود کسی کی شفاعت نہیں کر سکے گا۔ اس آیت میں تمام مشرکین کو تنبیہ کر دی ہے کہ وہ مشرک خواہ پیر پرست ہوں یا قبر پرست ہر قسم کی شفاعت سے محروم رہیں گے۔ گویا ''لِيَكُونُوا لَهُمْ عِزًّا'' کا یہ جواب ہے (از کبیر، شوکانی)۔

﴿وَلَا يَمْلِكُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾ (الزخرف:۸۶) ''اور یہ کافر خدا کے سوا جن دیوتاؤں کو پکارتے ہیں وہ تو سفارش بھی نہیں کر سکتے (بچانا تو کجا) البتہ جنھوں نے حق بات (توحید) کی یقین رکھ کر گواہی دی (وہ سفارش کر سکتے ہیں)''

جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت عزیز علیہ السلام اور فرشتے۔ وہ چونکہ حق (توحید) کا یقین رکھ کر اس کی گواہی دیتے تھے اور انہوں نے کبھی لوگوں کو اپنی عبادت کا حکم نہیں دیا، اس لیے وہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے سفارش کر سکیں گے۔ رہے بت اور دوسرے جھوٹے دیوتا جن کی مشرکین پوجا کرتے ہیں تو وہ اپنے آپ کو نہ بچا سکیں گے بلکہ دوزخ کا ایندھن بنیں گے۔ کسی کی سفارش کیا کریں گے؟...... دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ کافر خدا کے سوا جن کو پکارتے ہیں ان میں سے جن کو سفارش کرنے کا حق حاصل ہوگا وہ انہی کی سفارش کریں گے جنہوں نے دنیا میں صدق دل سے توحید کی گواہی دی اگرچہ عمل میں کوتاہی ہوگئی۔ بہرحال مشرکین کی کوئی سفارش نہ کرے گا اور نہ کر سکے گا۔

(ب)......اہلیت کے بعد بھی اللہ کی اجازت...... چنانچہ فرمایا: ﴿مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ کون ہے جو اس رب کبریاء کی اجازت کے بغیر اسکے پاس کسی کی شفاعت کر سکے؟ (البقرہ:۲۵۵) ⇦⇦⇦

ہوگی اور نہ ہی کسی کی شفاعت ان کو فائدہ دے گی۔ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ﴾ (المدثر:٤٨)

''(مرے تک اسی حال کفر و شرک میں رہے) تو ان کو سفارش کرنے والوں کی سفارش فائدہ نہ دے گی۔''

جبکہ مومن آدمی کا عمل بھی قیامت والے دن اس کے لیے شفاعت کرے گا۔

⇦⇦⇦﴿ يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا ﴾ (طٰه:١٠٩) ''اس دن کسی کی شفاعت کام نہ آئے گی مگر جسکو اللہ رحمٰن سفارش کرنے کی اجازت دے دے اور اسکی بات پسند فرمائے۔''...... یا جس کے لیے سفارش کرنے کی اللہ الرحمٰن اجازت دے اور اس کے لیے وہ بات سننا پسند کرے۔ نظم قرآن سے یہ دونوں معنی مفہوم ہوتے ہیں، دونوں صحیح اور دوسری آیات سے مطابقت رکھتے ہیں۔ (سورہ مریم:٨٧، سباء:٢٣، زخرف:٨٦، حم:٢٦۔

(ج)...... شفاعت کا مختار کل اللہ رب ذوالجلال خود ہے اور یہ کہ جن لوگوں کے بارے میں اللہ رب العرش الکریم اجازت دیں گے انہیں کی اللہ کے معزز و مکرم شفاعت کرنے والے بندے (کہ جن کو کسی کی شفاعت کا حق دیا جائے گا) شفاعت کر سکیں گے۔ چنانچہ فرمایا: ﴿اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ، قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ ٥ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ، ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ٥﴾ (الزمر:٤٣ تا ٤٤) ''کیا ان کافروں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو (اپنا) سفارشی بنا رکھا ہے۔ (اے پیغمبر ﷺ) کہہ دے اگر یہ سفارشی ذرہ بھی اختیار نہ رکھتے ہوں اور نہ ان کو عقل ہو۔ (اے پیغمبر ﷺ) کہہ دے سفارش تو ساری اللہ عزوجل کے اختیار میں ہے آسمانوں اور زمین (سب) میں اسی کی بادشاہی ہے پھر (مرنے کے بعد بھی) تم کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔

یعنی بجائے اس کے کہ یہ لوگ موت اور نیند کی کیفیت سے کوئی سبق حاصل کریں اور ہر معاملہ کا مختار صرف اللہ تعالیٰ کو سمجھیں، انہوں نے کچھ دوسرے معبود بنا لیے ہیں جنہیں یہ اللہ کے حضور اپنا سفارشی سمجھتے ہیں۔

یعنی کیا پھر بھی تم انہیں اپنا سفارشی سمجھ کر ان کی پوجا کرتے رہو گے؟ ان کے نام کی نذر نیاز مانتے رہو گے اور اپنی دعاؤں میں بطور وسیلہ ان کا ذکر کرتے رہو گے۔ ظاہر ہے کہ تمہارے یہ بت بے جان چیزیں ہیں ان کا کوئی اختیار ہے اور نہ ان میں عقل ہے، پھر کیوں انہیں اپنا سفارشی سمجھتے ہو؟

﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ ، اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ٥﴾ (الانبیاء:٢٨) ''اس کو معلوم ہے جو ان کے آگے ہے اور ان کے پیچھے ہے۔ اور وہ فرشتے، کسی کی سفارش نہیں کر سکتے مگر جس کے لیے اللہ کی مرضی ہو اور وہ اس کی ہیبت سے کانپ رہے ہیں ⇦⇦⇦

جیسا کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

((اَلصِّیَامُ وَالْقُرْآنُ یَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ))

''روزے اور قرآن (کہ جس کی باقاعدہ تلاوت کرتا رہا ہوگا) قیامت والے دن بندے کے لیے شفاعت کریں گے۔'' [1]

⇦⇦⇦ (یا اس کے جلال سے ڈرتے ہیں)۔''یعنی جن کے لیے سفارش کرنے کی اللہ تعالیٰ اجازت دے، مراد اہل توحید ہیں۔ یہاں سفارش کرنے والوں سے فرشتے بھی مراد ہو سکتے ہیں جیسا کہ نظم قرآن کے سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے اور صحیح مسلم میں اس کی تائید میں ایک حدیث بھی ہے اور انبیاء بھی جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی اور پھر فرمایا: ((شَفَاعَتِیْ لِاَهْلِ الْکَبَائِرِ مِنْ أُمَّتِیْ)) ''کہ میں اپنی امت کے گنہگاروں کی سفارش کروں گا۔'' (شوکانی)

﴿وَجُنُوْدُ اِبْلِیْسَ اَجْمَعُوْنَ ○ قَالُوْا وَهُمْ فِیْهَا یَخْتَصِمُوْنَ ○ تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ○ اِذْ نُسَوِّیْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ وَمَآ اَضَلَّنَآ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ ○ فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِیْنَ ○ وَلَا صَدِیْقٍ حَمِیْمٍ ○ فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ○﴾ (الشعراء: ۹۳ تا ۱۰۲) ''اور شیطان کے لشکر سب کے سب اوندھے منہ اُس میں (یعنی دوزخ میں گرا دیے جائیں گے)۔ گمراہ کہیں گے: جب وہ اپنے معبودوں سے جھگڑ رہے ہوں گے: خدا کی قسم ہم تو (دنیا میں) صاف گمراہی میں تھے۔ جب ہم لوگ تمہیں سارے جہانوں کے رب کے برابر سمجھتے تھے اور ہم کو تو اور کسی نے نہیں گناہ گاروں نے بہکا دیا۔ تو اب نہ کوئی ہماری سفارش کرنے والا ہے اور نہ کوئی دلسوز دوست (یا جانی دوست یا رشتہ دار دوست) تو کاش ہم کو ایک بار اور (دنیا میں) جانا ملے اور ہم بھی ایمان داروں میں شامل ہوں۔''

یا تمہارے لیے وہ اختیارات اور صفات تسلیم کرتے تھے جو دراصل اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں۔ جیسے اشیا کی حلت و حرمت کا اختیار اور بیمار کو شفایاب کرنا وغیرہ۔ حدیث میں ہے: ''یہ مت کہو کہ جو اللہ چاہے اور جو فلاں شخص چاہے بلکہ یوں کہو جو اللہ چاہے اور پھر فلاں شخص چاہے۔'' (ابوداؤد)

اب نہ کوئی ہماری سفارش کرنے والا ہے.... یعنی جن جن کو ہم دنیا میں اپنا سفارشی سمجھتے تھے اور ہمارا خیال تھا کہ ان کا دامن تھام لیں گے تو ہمارا بیڑا پار ہے، آج ان میں سے کوئی نظر نہیں آتا۔

﴿وَاَنْذِرْهُمْ یَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَی الْحَنَاجِرِ كٰظِمِیْنَ ○ مَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ حَمِیْمٍ وَّلَا شَفِیْعٍ یُّطَاعُ ○﴾ (المؤمن: ۱۸) ''اور (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) ان لوگوں کو اُس دن (کی تکلیف) سے ڈرا جو نزدیک آلگا ہے۔ (یعنی قیامت کے دن سے) جب (مارے ڈر کے) دل گھٹ کر گلوں کے پاس آجائیں گے۔ (اس دن) نافرمانوں کا کوئی دلسوز دوست نہ ہوگا اور نہ کوئی سفارشی جس کی سفارش مانی جائے۔''

یعنی اس دن جو سفارش کرنے کی اجازت دی جائے گی وہ انبیاء، فرشتوں اور نیک بندوں کو دی جائے گی اور وہ بھی صرف اہل ایمان کے لیے، رہے کافر اور مشرک، سو ان کا اس روز کوئی سفارشی نہیں ہوگا۔

[1] انظر. ((صحیح الجامع الصغیر)) للألبانی، برقم: (۳۸۸۲).

اہل السنۃ والجماعۃ اہل الحدیث سلفی جماعت حقہ کے اہل ایمان اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ: موت کو قیامت والے دن (ایک جانور کی ہیئت وصورت میں) سب کے سامنے لاکر ذبح کر دیا جائے گا۔ جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِذَا صَارَ أَھْلُ الْجَنَّۃِ اِلَی الْجَنَّۃِ، وَصَارَ اَھْلُ النَّارِ اِلَی النَّارِ، أُتِیَ بِالْمَوْتِ، حَتّٰی یَجْعَلَ بَیْنَ الْجَنَّۃِ وَالنَّارِ، ثُمَّ یُذْبَحُ، ثُمَّ یُنَادِیْ مُنَادٍ: یَاأَھْلَ الْجَنَّۃِ! لَامَوْتَ، وَیَا أَھْلَ النَّارِ لَامَوْتَ، فَیَزْدَادُ اَھْلُ الْجَنَّۃِ فَرَحًا اِلٰی فَرَحِھِمْ، وَیَزْدَادُ اَھْلَ النَّارِ حُزْنًا اِلٰی حُزْنِھِمْ))

''قیامت والے دن اہل جنت جب جنت کی طرف اور جہنم والے جب دوزخ کی طرف چل کھڑے ہوں گے، موت کو (ایک جانور کی ہیئت و صورت میں) جنت اور جہنم کے درمیان لاکر کھڑا کر کے اس کو ذبح کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد ایک آواز لگانے والا آواز دے گا: اے اہل جنت ! آج کے بعد کوئی موت نہیں۔ اے دوزخ والو! آج کے بعد کوئی موت نہیں۔ اس سے اہل جنت کی خوشی دوبالا ہو جائے گی اور جہنم والوں کے غم میں مزید اضافہ ہو جائے گا۔''[1]



[1] صحیح مسلم / کتاب الجنۃ و نعیمھا / باب النار یدخلھا الجبارّون والجنۃ یدخلھا الضعفاء / حدیث: ۷۱۸٤

چھٹا رکن ...... تقدیر پر ایمان

اہل السنۃ والجماعۃ کے اہل ایمان و اسلام اس بات پر مکمل ایمان جازم اور پختہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ: ہر خیر اور شر اللہ عزوجل کے فیصلے اور اس کی معیّن کردہ تقدیر کے مطابق آتی ہے۔ اور یہ کہ بلاشبہ اللہ تبارک وتعالیٰ جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے۔ پس ہر چیز اس کے ارادہ ومشیت سے ہوتی ہے اور کوئی بھی کام اس کی مشیت اور اس کی تدبیر سے باہر نہیں نکل سکتا۔ اس اللہ العلیم الخبیر کو ہر اس چیز اور کام کا پورا پورا علم ہے کہ جو ہو چکا ہے اور ازل سے ہی اس کے علم میں ہے کہ چیزوں اور افعال کے وجود میں آنے سے قبل ان کی ہیئت کیا ہوگی۔ اور جیسا اس کی حکمت نے تقاضا کیا اور جس طرح سے اس کے علم میں پہلے سے ہی تھا اس نے کائنات کی تمام مقادیر (اپنے فیصلہ کے مطابق) کی مقداریں مقرر فرما دیں۔ اسے اپنے بندوں کے تمام احوال کا پورا پورا علم ہے۔ ان کے رزقوں، ان کی موتوں اور ان کے اعمال کا بھی اُسے پورا علم ہے۔ علاوہ ازیں ان کے تمام معاملات کی اُسے پوری پوری خبر ہے۔ پس ہر نئی چیز کا معرض وجود میں آنا اور ہونے والا ہر نیا کام اللہ تبارک وتعالیٰ کے علم، اس کی قدرت اور اس کے ارادے سے ہوتا ہے۔ اس ضمن میں خلاصہ کلام یہ ہے کہ: کائنات کا ہر کام اسی طرح سے ہوتا ہے کہ جس طرح سے اللہ کے علم سابق میں ہے اور اس کے متعلق تقدیر کی قلم چل چکی ہے۔ اور تمام افعال واشیاء اسی طرح ہوں گے جس طرح وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اللہ عزوجل کے علم کے موجب ہونے والے ہیں۔ چنانچہ اللہ رب العالمین کا فرمان ہے:

﴿مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللَّهُ لَهُ ۖ سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا مَقْدُورًا ﴿٣٨﴾﴾ (الاحزاب:۳۸)

''پیغمبر ﷺ کو اس کام کے کرنے میں جو اللہ نے اس کے لیے ٹھہرا دیا

کچھ مضائقہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی یہی عادت رہی ان (پیغمبروں) میں جو پہلے گزر چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا جو کام ہے وہ (روز ازل میں) ٹھیر چکا ہے، مقرر ہو چکا ہے۔'' دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿اِنَّا کُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ۝ وَ مَاۤ اَمْرُنَاۤ اِلَّا وَاحِدَةٌ کَلَمْحٍۭ بِالْبَصَرِ ۝﴾

(القمر:٤٩۔٥٠)

''ہم نے تو ہر چیز کو تقدیر کے موافق بنایا اور ہمارا کام (یعنی کسی چیز کا پیدا کرنا) ایک دم کی بات ہے جیسے آنکھ کی جھپک۔''

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا یُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰی یُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَیْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ، وَحَتّٰی یَعْلَمَ اَنَّ مَا اَصَابَهٗ لَمْ یَکُنْ لِیُخْطِئَهٗ، وَاَنَّ مَا اَخْطَاَهٗ لَمْ یَکُنْ لِیُصِیْبَهٗ))

''اتنی دیر تک بندہ مومن نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ: وہ اللہ عزوجل کی طرف سے تقدیر کے اچھا اور برا ہونے پر ایمان لے آئے۔ اور یہاں تک کہ وہ اس بات کو پورے رسوخ سے جان لے کہ: جو کچھ اس کو (خیر یا شر میں سے) پہنچا ہے وہ کبھی خطا ہونے والا نہ تھا۔ اور بلاشبہ جو اس سے ٹل گیا ہے وہ اس کو کبھی بھی پہنچنے والا نہ تھا۔'' [1]

مسئلہ تقدیر کے مراتب وارکان:

اہل السنۃ والجماعۃ اہل الحدیث سلفی جماعت حقہ ومنصورہ کے اہل ایمان پورے رسوخ سے علی وجہ البصیرۃ کہتے ہیں کہ: تقدیر پر ایمان درج ذیل چار اُمور کے بغیر مکمل نہیں ہوتا اور ان کا نام ہے: تقدیر کے مراتب یا تقدیر کے ارکان ......مسئلہ تقدیر کو سمجھنے کے لیے یہ چاروں اُمور ایک دروازے کی سی حیثیت رکھتے ہیں اور تقدیر پر ایمان اس

---

[1] صحیح سنن الترمذی: للألبانی کتاب القدر/ باب ماجاء ان الایمان بالقدر خیرہ وشرہ / حدیث: ٢١٤٤.

کے تمام ارکان (واجزاء) کی تحقیق یعنی انھیں پایۂ ثبوت تک پہنچائے بغیر قطعاً مکمل نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ یہ چاروں ارکان ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔ پس جو شخص ان سب کا پورا پورا اقرار کرے گا اس کا ایمان بالقدر مکمل شمار ہوگا۔ اور جس کسی نے ان میں سے کسی ایک کو ناقص جانا یا اُسے ترک کر دیا یا اس میں اپنی طرف سے زیادتی کی تو اس کے ایمان بالقدر میں جانیے کہ بگاڑ پیدا ہو گیا۔

ایمان بالقدر کا رکن اول ...... العلم :

اس سے مراد یہ ہے کہ: اس بات اور نظریہ پر ایمان کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہر اس فعل وحرکت اور ہر چیز کا مکمل علم رکھنے والا ہے کہ جو ماضی میں ہو چکی اور جو مستقبل میں ہوگی۔ اور جو معرض وجود میں نہیں آئی اس کا بھی رب کبریاء کو پورا پورا علم ہے اگر چہ ایسا ہوتا کہ یہ معرض وجود میں نہ آنے والا فعل وشي مکمل، اکٹھا کیسے ہو یا اجزاء کے اعتبار سے الگ الگ۔ اور بلاشبہ اللہ العلام الغیوب کو مخلوقات کی خلقت سے پہلے ہی علم تھا کہ اس کی تمام مخلوقات (اپنی پیدائش کے بعد) کیا کچھ انجام دے گی۔ (اور ہر ایک کا فعل وعمل کیسا ہوگا؟) بعینہٖ اللہ رب العالمین کی مخلوقات میں سے زندگی کے ساتھ وابستہ ہر مخلوق کے ارزاق، ان کی اموات واختتام، ان کے اعمال وافعال اور ان کی حرکات وسکنات کا اسے مکمل علم تھا۔ اسی طرح ان مخلوقات میں سے مکلّف بالعبادۃ ہر ہر بدنصیب و بدبخت اور ہر ہر سعادت مند شخص کے بارے میں اس رب کبریاء کو مکمل، پورا پورا علم ازل سے ابد تک ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴾ (التوبہ:۱۱۵)

''اور اللہ ایسا نہیں ہے کہ کسی قوم کو راہ دکھانے کے بعد پھر گمراہ کر دے (اور ان سے مواخذہ کرے) یہاں تک کہ ان کو وہ باتیں نہ بتا دے جن سے وہ بچتے

رہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔''

﴿ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ فِيْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝۷۰ ﴾ (الحج: ۷۰)

''(اے پیغمبر ﷺ) کیا تجھ کو یہ معلوم نہیں کہ جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ بیشک یہ (سب) ایک کتاب (لوح محفوظ) میں لکھا ہوا ہے۔ بیشک یہ اللہ پر آسان ہے۔''

﴿ قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۲۹ ﴾

(آل عمران:۲۹)

''(اے پیغمبر ﷺ) کہہ دے جو کچھ تمہارے جی میں ہے اس کو چھپاؤ یا ظاہر کرو اللہ کو معلوم ہے۔ اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب جانتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

رکن ثانی......الكتابة :

اس کا معنیٰ ہے کہ: ہم اہل ایمان و اسلام، اہل السنۃ والجماعۃ والے سلفی لوگ یہ ایمان جازم رکھتے ہیں کہ: بلاشک و شبہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے پاس لوح محفوظ میں مخلوقات کی تقدیروں کے بارے میں وہ سب کچھ لکھ رکھا ہے کہ جن کے متعلق اس کو پہلے سے علم تھا۔ اور لوح محفوظ وہ کتاب ہے کہ جس میں کسی بھی چیز سے متعلق اللہ العلام الغیوب نے کوتاہی نہیں کی۔ پس وہ سب کچھ کہ جو گزر چکا، حال میں گزر رہا ہے اور جو آئندہ گزرے گا اور وہ سب کچھ کہ جو قیامت تک ہونے والا ہے سب کا سب اللہ عزوجل کے ہاں اس ''ام الکتاب'' میں لکھا ہوا ہے۔ اس کتاب ''لوح محفوظ'' کا نام ''الذِّکر، الإمام اور الكِتَابُ الْمُبِين'' بھی ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل

فرماتے ہیں:

﴿ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ۭ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ ﴾ (الانعام:۵۹)

"اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جن کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جو کچھ خشکی اور سمندر میں ہے اس کو (بھی وہی) جانتا ہے اور کوئی پتا تک نہیں گرتا مگر اس کو معلوم رہتا ہے اور نہ کوئی دانہ زمین کے اندھیروں میں (یعنی زمین کے اندر یا تاریک مقاموں میں) اور نہ کوئی ہرا نہ کوئی سوکھا (ذرّہ تک کہ) جو کھلی کتاب (لوح محفوظ میں) نہ ہو۔"

﴿ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَيْبِ ۚ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ ﴾

(سباء:۳)

"اور کافر کہتے ہیں: قیامت تو ہم پر آنے والی نہیں (اے پیغمبر ﷺ) کہہ دے کیوں نہیں قسم میرے مالک کی جو غیب کی باتیں جانتا ہے، اس سے ذرہ برابر کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں نہ آسمان میں اور نہ زمین میں اور نہ ذرے سے چھوٹی اور نہ بڑی مگر وہ کھلی کتاب (لوح محفوظ) میں لکھی ہوئی ہے۔"

﴿ اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ۭ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ۝ ﴾ (یس: ۱۲)

"بے شک ہم (قیامت میں) مردوں کو دوبارہ زندہ کریں گے اور جو (نیک) کام وہ آگے بھیج چکے اور نشانیاں (جو وہ پیچھے چھوڑ گئے) ہم ان کو لکھ لیتے ہیں

اور ہم نے ہر چیز ایک روشن کتاب (لوح محفوظ) میں شمار کر لی ہے (کوئی چیز نہیں چھوڑی۔)''

سیّدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِنَّ اَوَّلَ مَاخَلَقَ اللّٰهُ الْقَلَمَ فَقَالَ لَهُ: اُكْتُبْ، قَالَ: يَا رَبِّ وَ مَا اَكْتُبُ؟ قَالَ: اُكْتُبِ الْقَدَرَ، مَا كَانَ وَمَا هُوَ كَائِنٌ اِلَى الْاَبَدِ))

''(پانی اور اپنے عرش عظیم کو پیدا کرنے کے بعد) [1] بلاشبہ سب سے پہلے جس چیز کو پیدا فرمایا وہ قلم تھی۔ چنانچہ اُسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حکم فرمایا کہ: اے قلم! لکھ، قلم نے عرض کیا: اے رب العالمین! کیا لکھوں؟ فرمایا: تقدیر کو (اس کی تمام تفصیلات کے ساتھ) لکھ۔ یعنی جو کچھ ہو چکا اُسے بھی اور جو کچھ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہونے والا ہے اُسے بھی لکھ۔'' [2]

تیسرا رُکن ...... ارادہ ومشیت:

اس کا معنی یہ ہے کہ اس کائنات کون ومکان میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ رب العالمین کی رحمت وحکمت کے مکمل احاطہ کے ساتھ ان دونوں کے درمیان جاری اس کے ارادہ ومشیت کے ساتھ ہے۔ وہ اپنی رحمت کے ساتھ جسے چاہتا ہے ہدایت دے دیتا ہے اور اپنی حکمت کے تحت جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے۔ اُس رب کبریاء سے ''اپنی دانائی و بادشاہی کے کمال کی خاطر جو وہ کرتا ہے۔'' اس کے بارے میں پوچھا نہیں جا سکتا۔ جبکہ تمام مخلوق کے سب افراد سے پوچھا جائے گا اور اس ضمن

---

[1] یہاں بریکٹ میں یہ جو ہم نے کہا ہے: (پانی اور عرش عظیم کو پیدا کرنے کے بعد)...... تو اس کے لیے کہ قرآن عظیم اور صحیح احادیث کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قلم سے پہلے یہ دونوں چیزیں تخلیق ہو چکی تھیں۔

[2] صحیح سنن الترمذی: للألبانی، کتاب القدر/ باب اعظام أمرا الإیمان بالقدر/ حدیث نمبر ۲۱۵۵ و مسند الامام احمد ۳۱۷/۵، والمصباح المنیر تھذیب تفسیر ابن کثیر ص: ۱۴۲۹.

میں جو واقع ہو چکا یا واقع ہوگا وہ بلا شک وشبہ اللہ العلام الغیوب کے اُس پہلے سے ہی موجود علم کے مطابق ہے جو لوح محفوظ میں درج ہے۔ پس اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے کہ: اللہ عزوجل کی مشیت نافذ ہے۔ اس کی قدرت سب مخلوقات کو شامل ہے۔ جو اس نے چاہا وہ ہو چکا اور جو اس نے نہیں چاہا وہ نہیں ہوا۔ اس لیے اس رب کریم کے ارادہ سے کوئی چیز باہر نہیں نکل سکتی۔ اس موضوع پر قرآن حکیم میں بیسیوں مقامات پر وضاحت آ چکی ہے۔ چند ایک ملاحظہ فرمائیں:

١ ...... ﴿ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَ رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ وَ اٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَ اَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَ لٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَ مِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۟ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ۠ ﴾

(البقرہ:٢٥٣)

”ان پیغمبروں میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ چنانچہ ان میں سے کسی سے اللہ نے براہ راست کلام فرمایا اور بعضوں کے درجے بلند کیے۔ اور ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ کو کھلی کھلی نشانیاں دیں اور روح القدس (جبریل) کے ذریعے ان کی مدد کی (وہ ہمیشہ ان کے ساتھ رہتے تھے) اور اگر اللہ چاہتا تو بعد والے لوگ کھلی نشانیاں آ جانے پر باہم اختلاف نہ کرتے لیکن (اللہ نے نہ چاہا) انھوں نے اختلاف کیا۔ چنانچہ کوئی مومن ہوا اور کوئی کافر۔ اگر اللہ چاہتا تو یہ پھوٹ نہ پڑتی۔ لیکن اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے۔“ [1]

---

[1] یعنی انبیاء کے متبعین میں یہ اختلاف اور پھر اس اختلاف کی بنا پر باہم قتال اللہ تعالیٰ کی مشیت وحکمت سے ہے جس کی لِمَ ہمارے فہم سے بالاتر ہے۔ تقدیر کے متعلق ایک سائل کے جواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ ایک بھید ہے جو تم سے مخفی رکھا گیا ہے لہٰذا تم اسے معلوم کرنے کی کوشش نہ کرو۔ (فتح البیان) اس آیت ⇦ ⇦ ⇦

ب.....﴿ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ؗ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۶﴾ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ تُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ؗ وَ تُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ تُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ؗ وَ تَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۷﴾ ﴾ (آل عمران: ۲۶-۲۷)

"(اے پیغمبر) کہہ دیجیے! اے میرے اللہ سارے ملک کے مالک! تو جس کو چاہے بادشاہ بنا دے اور جس سے چاہے بادشاہت چھین لے۔ اور تو جس کو چاہے عزت دے دے اور تو جس کو چاہے ذلت سے ہمکنار کرے۔ ساری بھلائی تیرے ہی (مبارک) ہاتھ میں ہے۔ بے شک تو سب کچھ کر سکتا ہے۔ تو رات کو (کم کر کے) دن میں ملا دیتا ہے اور دن کو کم کر کے رات میں ملا دیتا ہے۔ اور زندہ کو مردے سے نکالتا ہے (مثلاً نطفے اور انڈے سے جاندار) اور مردہ کو زندہ سے پیدا کرتا ہے (مثلاً نطفہ اور انڈا جاندار سے) اور تو جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔"

ج......﴿ قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ ﴾ (الانعام: ۱۴۹)

"(اے پیغمبر ﷺ) کہہ دے! اللہ تعالیٰ ہی کی دلیل زبردست ہے۔ پھر اگر وہ چاہتا تو تم سب کو راہ پر لگا دیتا۔" ❶

⇐⇐⇐ میں نبی آخر الزمان ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ کفر و ایمان میں لوگوں کا اختلاف تو پہلے سے چلا آتا ہے۔ کوئی نبی ایسا نہیں گزرا کہ ساری امت اس پر ایمان لے آئی ہو۔ لہٰذا ان کے انکار سے آپ ﷺ رنجیدہ خاطر نہ ہوں۔ (تفسیر کبیر)

❶ یعنی ذات الٰہی حکمت کاملہ کی مالک ہے۔ اس نے انسان کو فطرتاً مجبور محض نہیں بنایا۔ بلکہ اسے ارادہ اور اختیار دیا ہے تاکہ انسان ہدایت یا گمراہی کو اپنے ارادہ سے اختیار کرے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اتمام حجت کے لیے پیغمبر بھیجے۔ (اے ہمارے محبوب نبی!) اور ان پر کتابیں نازل فرمائیں تاکہ جو شخص ایمان ⇐⇐⇐

د...... ﴿ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ (التکویر:۲۹)

''اور تم کچھ بھی چاہ نہیں سکتے جب تک اللہ نہ چاہے جو سارے جہانوں کا مالک ہے۔''

ھ..... ﴿ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ۭ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ ﴾ (یونس:۹۹۔۱۰۰)

''(اے ہمارے محبوب نبی!) اگر تیرا رب چاہتا تو زمین میں جتنے لوگ ہیں (آدمی اور جن اور شیطان) سب ایمان لے آتے۔ کیا تو لوگوں کو زبردستی مومن بنائے گا؟ اور کوئی شخص اللہ کے حکم کے بغیر ایمان نہیں لا سکتا۔ اور اللہ انہی لوگوں پر (شرک اور کفر کی) گندگی ڈالتا ہے جو عقل سے کام نہیں لیتے۔'' [1]

و...... ﴿ نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ ۚ وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ

⇦⇦⇦ لاتا ہے دلیل سے ایمان لائے اور وہ گمراہ ہوتا ہے اتمام حجت کے بعد گمراہ ہو۔ ورنہ اگر اللہ تعالیٰ کو اکراہ و جبر سے ہی ہدایت پر لانا ہوتا تو کوئی شخص بھی گمراہ نہیں ہو سکتا تھا۔

[1] یعنی جس طرح تکوینی طور پر دنیا کی کوئی نعمت کسی شخص کو اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی اسی طرح کسی شخص کو ایمان کی نعمت حاصل ہونے یا نہ ہونے کا انحصار بھی اللہ تعالیٰ کے اذن پر ہے۔ کوئی شخص اس نعمت کو نہ خود پا سکتا ہے اور نہ کسی دوسرے کو عطا کر سکتا ہے۔ اس لیے اگر نبی چاہے بھی کہ تمام لوگوں کو مومن بنا دے تو نہیں بنا سکتا۔ اس سے مقصود بھی رسول اللہ ﷺ کو تسلی دینا ہے۔ (شوکانی)

یعنی اگرچہ ایمان کی توفیق دینے نہ دینے کا کلی اختیار اللہ تعالیٰ ہی کو ہے مگر اس کا قاعدہ یہ ہے کہ اس نعمت سے وہ انہی لوگوں کو محروم رکھتا ہے اور انہی کو کفر و شرک کی نجاست میں پڑے رہنے کے لیے چھوڑتا ہے جو اس کی عطا کردہ عقل سے کام نہیں لیتے اور جس راستے پر اپنے باپ دادا کو چلتے دیکھتے ہیں اس پر آنکھیں بند کر کے چلتے رہنا پسند کرتے ہیں۔ (کذا فی الکبیر والشوکانی)

تَبْدِيلًا ﴿٢٨﴾ إِنَّ هَٰذِهِ تَذْكِرَةٌ ۖ فَمَن شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ﴿٢٩﴾ وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿٣٠﴾ يُدْخِلُ مَن يَشَاءُ فِي رَحْمَتِهِ ۚ وَالظَّالِمِينَ أَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿٣١﴾﴾

(الدهر:٢٨ تا ٣١)

''ہم ہی نے ان کو پیدا کیا اور ہم ہی نے ان کے جوڑ بند مضبوط کیے۔ اور ہم جب چاہیں ان کے بدل انہی کی طرح کے دوسرے آدمیوں کو لا کر بسا دیں۔ یہ باتیں نصیحت ہیں۔ پھر جس کا جی چاہے اپنے رب تک (پہنچنے کا) اختیار کر راستہ لے۔ (توحید اور اسلام قبول کرے) اور تم کوئی بات چاہ بھی نہیں سکتے جب تک اللہ تعالیٰ نہ چاہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے۔ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں لے جاتا ہے (یعنی بہشت میں) اور ظالموں (مشرکوں) کے لئے اس نے تکلیف کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔''[1]

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے خود سماعت کیا؛ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ قُلُوبَ بَنِي آدَمَ كُلَّهَا بَيْنَ إِصْبَعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ، كَقَلْبٍ وَاحِدٍ، يُصَرِّفُهُ حَيْثُ يَشَاءُ))

''بلاشک و شبہ بنی آدم کے تمام دل اللہ الرحمٰن کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ایک دل کی طرح ہیں۔ وہ انھیں جہاں چاہتا ہے پھیر دیتا ہے۔''[2]

---

[1] کیونکہ بندہ کا چاہنا اللہ تعالیٰ کے چاہنے کے تابع ہے۔ وہی جانتا ہے کہ کس کی قابلیت و استعداد کس قسم کی ہے۔ پھر اسی کے مطابق وہ اسے نیکی کی توفیق دیتا ہے یا برائی کے راستہ پر چلتے رہنے کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کسی بندے کے حق میں جو بھی فیصلہ کرتا ہے وہ اٹکل پچو نہیں ہوتا اور نہ اس میں کسی طرح کی بے انصافی پائی جاتی ہے۔ بلکہ وہ سراسر علم و حکمت پر مبنی ہوتا ہے۔

[2] رواه مسلم / كتاب القدر / باب تصريف الله تعالى القلوب كيف يشاء / حديث: ٦٧٥٠.

چوتھا رکن ...... عمل تخلیق

اس کا معنی یہ ہے کہ: اللہ عزوجل ہر چیز کا خالق ہے۔ نہ ہی اس کے سوا کسی بھی چیز کا کوئی پیدا کرنے والا ہے اور نہ ہی اس کے سوا کوئی رب ہے۔ (یعنی روزی دینے، پروردگاری کرنے والا، نگران ونگہبان، مالک اور معبودِ برحق۔) اور اس میں بھی کوئی شک وشبہ نہیں کہ اس کے سوا جو کچھ بھی ہے وہ سب کا سب مخلوق ہے۔ ❶

وہ اللہ خالق کائنات ہر محرک وکارندے اور عمل کرنے والے کو بھی پیدا کرنے والا ہے اور اس کے عمل وحرکت کو بھی۔ اسی طرح ہر متحرک بالارادہ ومتحرک بلاارادہ کو بھی ❷ پیدا کرنے والا وہی ہے اور ہر ایک متحرک کی حرکت وجنبش کو بھی۔ چنانچہ اللہ رب العالمین فرماتے ہیں:

ا...... ﴿الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَ خَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا ②﴾

(الفرقان:۲)

"وہ اللہ ذوالجلال ایسا ہے کہ جس کی آسمانوں اور زمین میں بادشاہت ہے۔ اور وہ کوئی بیٹا نہیں رکھتا (بلکہ سب اس کے بندے اور غلام ہیں) اور نہ بادشاہت میں کوئی اس کا ساجھی ہے اور اس نے ہر چیز کو بنایا۔ پھر ایک اندازے سے اس کو درست کیا۔"

❶ یعنی ایسی مخلوق کہ جس کا اللہ رب العزت کی ذات اقدس سے کوئی تعلق نہیں۔ ﴿لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ﴾ "نہ اس نے کسی کو جنا ہے (کہ کوئی اس کی ذات اقدس کا بیٹا، بیٹی یا حصہ ہو یا اس سے پیدا ہوا ہو یا اس سے کچھ حصہ جدا ہوا ہو، ایسا نظریہ قطعی طور پر شرک ہے۔) اور نہ ہی وہ کسی سے پیدا کیا گیا ہے۔ (کہ کوئی اس کا باپ ہو یا کوئی دوسرا کل ہو اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کا حصہ ہو، ایسا نظریہ وعقیدہ بھی کفر اور صراحتاً شرک ہے۔)"

❷ متحرک بالارادہ سے مراد وہ تمام جاندار اشیاء ہیں کہ جو ایک جگہ سے دوسری جگہ خود بخود منتقل ہوسکتی ہوں۔ جیسے تمام حیوانات، انسان اور جن وغیرہ۔ جبکہ متحرک بلاارادہ سے مراد وہ تمام جاندار اشیاء ہیں کہ جو ایک جگہ سے دوسری جگہ خود بخود آ، جا نہ سکتی ہوں۔ جیسے تمام درخت اور پودے۔

ب.... ﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـــًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۭ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ (المائدہ: ۱۷)

''بیشک وہ لوگ تو کافر ہو گئے جو کہتے ہیں مریم کا بیٹا مسیح وہی اللہ ہے (اے پیغمبر ﷺ) کہہ دے اگر اللہ تعالیٰ مریم کے بیٹے مسیح اور اس کی ماں کو اور زمین پر جتنے لوگ ہیں سب کو تباہ کرنا چاہے تو اسکے سامنے کسی کی کچھ چل سکتی ہے؟ اور اللہ تعالیٰ ہی کی بادشاہت ہے آسمانوں اور زمین اور ان کے بیچ میں۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے۔''[1]

ج.... ﴿وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـــًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ۝ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَاۗءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝﴾

(النحل: ۲۰۔۲۱)

''اور جن معبودوں کو یہ مشرک اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہیں وہ کچھ نہیں پیدا کر سکتے بلکہ وہ خود (اللہ کے) پیدا کئے ہوئے ہیں۔ مردے ہیں ان میں (آدمی کی طرح) جان نہیں ہے اور ان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ کب

---

[1] اور جس کو چاہتا ہے بناتا ہے۔ آدم علیہ السلام کو اس نے ماں باپ دونوں کے بغیر پیدا کیا تو عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کر دینا اس کے لیے کیا مشکل تھا۔ محض باپ کے بغیر پیدا ہونے سے کوئی بندہ خدا نہیں بن جاتا۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کسی جگہ نبیوں کے حق میں ایسی بات فرماتے ہیں تاکہ ان کی امت والے ان کو بندگی کی حد سے زیادہ نہ چڑھائیں والا نبی، اس لائق کاہے کو ہیں۔ (موضح)

زندہ ہوں گے۔'' ❶

و..... ﴿ إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۝ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَ يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ ﴾ (آل عمران: ۱۹۰-۱۹۱)

''بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات دن کے آنے جانے میں (اس کی قدرت کی) نشانیاں ہیں عقلمندوں کے لیے۔ جو اللہ کو یاد کرتے ہیں کھڑے، بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر لیٹے۔ اور وہ آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے ہیں اور (کہتے ہیں) مالک ہمارے تو نے یہ سب کارخانہ بے کار نہیں بنایا۔ تیری ذات پاک ہے (لغو اور بے کار کام کرنے سے) تو بچا ہم کو دوزخ کے عذاب سے۔'' ❷

ھ...... ﴿ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۢ بِغَيْرِ

---

❶ یعنی ان کے وجود کو تو اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیا ہے۔ گویا تراشے خراشے ان کے ہیں۔ یا خلق بمعنی ''نَحْتٌ'' (تراشنا) ہی ہو۔ جیسا کہ سورہ صافات (آیت ۹۵) میں ہے: اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ...... کیا تم ان بتوں کی پوجا کرتے ہو، جن کو تم خود اپنے ہاتھ سے تراشتے ہو۔ (کذا فی الروح)

یعنی ان بتوں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ ان کے پوجنے والے مرنے کے بعد دوبارہ کب زندہ ہوں گے؟ اس مفہوم کے اعتبار سے ''یَشْعُرُوْنَ'' میں ''ھُمْ'' ضمیر معبودوں کے لیے اور ''یُبْعَثُوْنَ'' کی ضمیر ان کے پوجنے والے کافروں کے لیے ہوگی (شوکانی)۔ شاہ صاحب لکھتے ہیں: شاید ان کو فرمایا جو مرے ہوئے بزرگوں کو پوجتے ہیں (موضح القرآن)۔ اس صورت میں دونوں ضمیریں معبودوں کے لیے ہوں گی۔ معلوم ہوا کہ معبود کے لیے یوم بعث کا جاننا ضروری ہے۔ (کذا فی الروح)

❷ یعنی زمین و آسمان کو پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ نے جو حکمت رکھی ہے وہ اس پر غور وفکر کرتے ہیں۔ جناب حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ایک ساعت کا غور وفکر رات بھر کے قیام سے بہتر ہے۔ ⇐⇐⇐

عِلْمٍ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ۭ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝﴾ (الانعام: ۱۰۰ تا ۱۰۲)

''اور ان مشرکوں نے جنوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنایا حالانکہ اللہ ہی نے جنوں کو پیدا کیا اور ان لوگوں نے نادانی سے اللہ کے لیے بیٹوں اور بیٹیوں کو تراش لیا۔ وہ ان باتوں سے جو یہ بناتے ہیں پاک اور برتر ہے۔ وہ آسمانوں اور زمین بالکل نئے سرے سے پیدا کرنے والا ہے۔ (ان سب کو عدم سے وجود دیا۔) اور اس کی اولاد (بیٹا یا بیٹی) کہاں سے ہوگی جب کہ اس کی کوئی بیوی نہیں ہے۔ اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے۔ یہی اللہ تعالیٰ تمہارا رب ہے۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود برحق نہیں ہے۔ وہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے، صرف اسی کی ہی عبادت کرو۔ اور وہی ہر چیز کا نگران، کارساز ہے۔''

و...... ﴿اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ۭ

⇐ ⇐ ⇐ خلیفہ راشد عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: زبان سے اللہ کا ذکر کرنا اچھا ہے لیکن اللہ کی نعمتوں پر غور وفکر کرنا اس سے بھی بہتر ہے۔'' (ابن کثیر) علومِ ہیئت، فلکیات اور ریاضی کو اگر دینی نقطہ نظر سے پڑھا جائے تو فی الجملہ عبادت میں داخل ہے۔ عبث نہیں بنایا کا مطلب ہے کہ اس عالم کی انتہا ہے دوسرے عالم میں (موضح)
یعنی غور وفکر سے ان پر یہ حقیقت کھلتی ہے کہ کائنات کا یہ سارا نظام یونہی بے مقصد نہیں پیدا کیا گیا بلکہ اس کے پیچھے یہ مقصد کارفرما ہے کہ انسان دنیا میں اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق زندگی بسر کرے تو اجر وثواب پائے اور اگر نافرمانی کرے گا تو آخرت میں عذاب کی سزا بھگتے گا اس لیے وہ آگ سے محفوظ کئے جانے کی دعا کرتے رہتے ہیں۔

بَلٰی ۚ وَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ ﴿٨١﴾ اِنَّمَاۤ اَمْرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَیْـًٔا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿٨٢﴾ (یس: ۸۱ تا ۸۲)

''کیا جس اللہ خالق کائنات نے (اتنے بڑے بڑے) آسمان پیدا کر دیے اور زمین۔ اس میں اتنی قدرت نہیں کہ ان جیسے (آدمی دوبارہ) پیدا کرے دے؟ کیوں نہیں۔ (اس میں قدرت ہے) وہ بڑا پیدا کرنے والا بڑے علم والا ہے۔ اس کی تو یہ شان ہے کہ جب کوئی چیز (بنانا) چاہتا ہے تو اس سے فرما دیتا ہے ہو جا۔ اور وہ ہو جاتی ہے۔''

......اور بلا شک وشبہ وہ سب کا سب کہ جو خیر اور شر، کفر اور ایمان، اطاعت اور نافرمانی کے ضمن میں جاری ہے۔ (کہ ان سب متضادات کا باقاعدہ وجود وظہور ہے۔) ان میں سے ایک ایک کو اللہ رب العالمین نے اختیار فرمایا، ہر ایک کو مقدر کیا اور ہر ایک کو پیدا فرمایا ہے۔ جیسے کہ اللہ عز وجل فرماتے ہیں:

''اگر تیرا مالک چاہتا تو زمین میں جتنے لوگ ہیں (آدمی، جن اور شیطان) سب ایمان لے آتے۔ کیا تو لوگوں کو زبردستی مومن بنائے گا؟ جبکہ کوئی شخص اللہ کے حکم کے بغیر ایمان نہیں لا سکتا۔ اور اللہ انہی لوگوں پر (شرک اور کفر کی) گندگی ڈالتا ہے جو عقل سے کام نہیں لیتے۔'' (یونس: ۹۹، ۱۰۰۔ دونوں آیات کا متن پیچھے گزر چکا ہے۔)

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۚ وَ اِنْ تُصِبْكَ مُصِیْبَةٌ یَّقُوْلُوْا قَدْ اَخَذْنَاۤ اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَ یَتَوَلَّوْا وَّ هُمْ فَرِحُوْنَ ﴿٥٠﴾ قُلْ لَّنْ یُّصِیْبَنَاۤ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿٥١﴾﴾

(التوبہ: ۵۰۔۵۱)

''(اے پیغمبر ﷺ) اگر (اتفاق سے) تجھ کو کوئی بھلائی پہنچے (مثلاً فتح اور غنیمت کا مال ملے) تو ان (منافقوں کو) برا لگتا ہے اور اگر تجھ کو کوئی مصیبت پیش آئے (جیسے جنگ احد میں پیش آئی تھی) تو کہنے لگتے ہیں: ہم نے تو (پہلے ہی یہ سمجھ کر) اپنا سیتا کر لیا تھا اور (جہاں یہ باتیں ہوتی ہیں کسی مجلس میں یا پیغمبر کے پاس) لوٹ جاتے ہیں۔ (اے پیغمبر) کہہ دے! ہم کو کوئی مصیبت پیش نہیں آ سکتی مگر جو اللہ نے ہماری قسمت میں لکھ دی ہے۔ وہی ہمارا کارساز رب ہے اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسا کرنا چاہیے۔'' ❶

......اور بلا شک وشبہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہی ہر ہر مخلوق کا (بغیر کسی معاون ومشیر اور ساجھی، شریک کے) تن تنہا پیدا کرنے والا اور ہر ہر چیز کا موجد ہے۔ (اور وہ اس طرح کہ کسی بھی چیز، حرکت ونظریہ اور فعل وعمل کا پہلے کوئی وجود نہ تھا، اس اللہ خالق کائنات نے ہی سب کو وجود عطا کیا ہے۔) وہ رب کبریاء اللہ رب العالمین بلا استثناء ہر ہر چیز کا پیدا کرنے والا خالق و مالک ہے۔ نہ اس کے سوا کوئی، کسی بھی چیز کا اور کسی بھی چیز کے کسی بھی حصے کا پیدا کرنے والا ہے۔ اور نہ ہی اس کے علاوہ کوئی دوسرا رب ہے۔ چنانچہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۙ وَّ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝۶۲ ﴾ (الزمر:٦٢)

''ہر ہر چیز کا پیدا کرنے والا اللہ ہی ہے اور ہر ہر چیز کا کارساز ہے۔'' ❷

---

❶ سچ ہے: مَن علم سِرَّ اللّٰه فی القدرِ هانتْ علَيه المصائبُ ...... کہ جس نے قضاء وقدر میں سرِ الٰہی کو پالیا اس پر مصائب آسان ہو جاتے ہیں۔ پس انسان کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہے تاکہ اجر و ثواب کا مستحق ہو (تفسیر کبیر)

❷ یعنی جس طرح ہر چیز کا پیدا کرنے والا صرف اللہ ہے اسی طرح ہر چیز کی تدبیر و حفاظت کرنے والا بھی صرف اللہ ہی ہے۔ نہ اس کے پیدا کرنے میں اس کا کوئی شریک ہے اور نہ اس کی حفاظت و تدبیر کرنے میں۔

اور اس میں بھی کوئی شک و شبہ نہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اطاعت کو پسند کرتے ہیں اور معصیت و نافرمانی کو ناپسند۔ اور یہ کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ جسے چاہتے ہیں اپنے خاص فضل سے صراط مستقیم کی طرف ہدایت عطا فرما دیتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں اپنے عدل کے مطابق گمراہی کے راستے پر ڈال دیتے ہیں۔ اللہ رب العالمین کا ارشاد گرامی قدر ہے:

﴿ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ وَ لَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ وَ اِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ ﴾

(الزمر: ۷)

''اگر تم ناشکری کرو گے تو اللہ کو تمہاری کچھ پرواہ نہیں اور وہ اپنے بندوں کے لیے ناشکری، کفر کو پسند نہیں کرتا۔ اور جو تم (اس کا شکر کرو) تو وہ اس کو تمہارے لیے پسند کرتا ہے اور (آخرت میں) کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ پھر تم (سب) کو اپنے رب کے پاس لوٹ جانا ہے۔ (وہاں) جو تم دنیا میں کرتے رہے (اس کا بدلہ دے کر) تم کو بتلا دے گا۔ بیشک وہ تو دلوں تک کی بات کو جانتا ہے۔'' [1]

---

[1] یعنی وہ اپنے بندوں کی ناشکری کو پسند نہیں کرتا اور نہ اس کا حکم دیتا ہے۔ بلکہ اس کی پسند یہی ہے کہ وہ شکر گزار ہوں اور اس کی بندگی کرتے ہوئے اپنی زندگی بسر کریں۔ اس نے اپنے پیغمبروں کے ذریعہ کتابیں نازل فرما کر اپنی پسند کو بیان کر دیا ہے۔ اس کے بعد جو شخص ناشکری کرے گا اسے اس کی ناشکری کی سزا ملے گی۔ جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۝ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ۝ اِنَّا اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَا۟ وَاَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا ۝ اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ۝ ﴾ (الدھر: ۲ تا ۵) ''ہم نے آدمی کو (عورت مرد کے) ملے ہوئے نطفے سے پیدا کیا اس کو آزمانے کے لیے۔ اور اس کو سنتا دیکھتا بنایا۔ ہم ہی نے اس کو سیدھا راستہ دکھلایا یا تو وہ شکر گذار رہے (مومن) یا ناشکرا (کافر)۔ ہم ہی نے کافروں ⇐⇐⇐

جس شخص کو اللہ تعالیٰ (اس آدمی کی اپنی ہٹ دھرمی، سرکشی، جہالت، ضد محض اور اندھی تقلید کی وجہ سے) گمراہ کردے (اس لیے کہ وہ خود بھی یہی چاہتا ہے۔) تو اس کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے خلاف نہ کوئی حجت اور دلیل ہے اور نہ ہی اس کے اپنے پاس کوئی (اپنی گمراہی کا) عذر ہے۔ [1] اس لیے کہ بلاشبہ اللہ عزوجل تو قطع حجت کے لیے لگا تار

⇦⇦⇦ کے لیے (آخرت میں) زنجیریں، طوق اور دہکتی آگ (یہ سب چیزیں تیار کر رکھی ہیں۔ جو لوگ نیک ہیں وہ (آخرت میں) ایسے شراب کا جام پئیں گے جس میں کافور ملا ہوگا۔"

﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ وَ مَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وَ مَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ﴾ (یونس: ۱۰۸) "(اے پیغمبر ﷺ) کہہ دے: لوگو تمہارے پاس سچ آ چکا (یعنی قرآن یا دین اسلام یا پیغمبر) تمہارے رب کی طرف سے۔ پھر جو کوئی راہ پر لگ جائے (سیدھی راہ اختیار کرے) تو وہ اپنے ہی فائدے کے لیے راہ پر لگتا ہے۔ اور جو کوئی بھٹک جائے تو وہ بھٹک کر اپنا ہی نقصان کرتا ہے اور میں تمہارا نگران، ذمہ دار نہیں ہوں۔"

[1] جیسے کہ کفار و مشرکین بہانے بناتے ہوئے تقدیر پر الزام دھرتے ہیں: "عن قریب مشرک یہ کہیں گے اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم نہ ہمارے باپ دادا کوئی شرک کرتے اور نہ کسی چیز کو اپنے اوپر حرام کرتے۔ (تو جیسے ان لوگوں نے تجھ کو جھٹلایا) اسی طرح جو لوگ ان سے پہلے گزرے انہوں نے بھی (اپنے اپنے پیغمبروں کو) جھٹلایا تھا۔ بالآخر انہوں نے ہمارے عذاب کا مزہ چکھ لیا۔ (اے پیغمبر ﷺ) کہہ دے تمہارے پاس کوئی دلیل بھی ہے (اس کی کہ اللہ تعالیٰ ان کاموں سے راضی ہے۔ اگر ہے) تو ہمارے (دکھانے کے) لیے اس کو نکالو (پیش کرو) کچھ نہیں تم تو نرے گمان پر چلتے ہو اور نری اٹکلیں دوڑاتے ہو۔" (الانعام: ۱۴۸۔ آیت کا متن آگے اوپر آ رہا ہے۔)

یعنی جب وہ اپنے شرک اور مجرمانہ روش پر قائم رہنے کی دلیل نہیں پاتے تو تقدیر کا سہارا لے کر کہتے ہیں کہ ہمارے حق میں خود اللہ کی مرضی یہ ہے کہ ہم شرک کریں۔ اور جو چیزیں ہم نے حرام ٹھہرائی ہیں انہیں حرام ٹھہرائیں۔ کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی نہ ہوتی تو ہم سے ان اعمال کا صدور ممکن نہ تھا۔ ہم جو کچھ کر رہے ہیں اللہ کی مرضی کے مطابق کر رہے ہیں یہ سب کچھ صحیح اور حق ہے۔ مطلب یہ کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی مشیت کو شرک اور محرمات کی صحت پر بطور دلیل پیش کیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی مشیت و ارادہ اس کی رضا اور مشروعیت کو مستلزم ہیں۔ یہی ان کی سب سے بڑی غلطی تھی۔ اس لیے کہ یہی تو پیغمبروں کی تکذیب کو مستلزم ہے۔

تنبیہ:...... معتزلہ کے نزدیک بھی مشیت و ارادہ، رضا اور امر کو مستلزم ہیں۔ جبکہ اہل سنت ⇦⇦⇦

اپنے پیغمبر (انسانوں کی مکمل رہنمائی کے لیے) بھیجتا رہا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ بندے کے اپنے عمل کا مزید اضافہ بھی فرما دیا اور اس عمل کو اس کے لیے اس کی کمائی بھی بنا دیا۔ (ساتھ میں اس کمائی اور محنت کے لیے بصیرت کے ساتھ ساتھ توفیق بھی دے دی۔) بلکہ انسان کو رب کریم نے صرف اُسی عمل اور محنت کا مکلف بنایا کہ جس کی وہ استطاعت رکھتا ہو۔ اس ضمن میں اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَ لَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝ بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَ لَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ ۝﴾ (المؤمنون:٦٢تا ٦٣)

''اور ہم کسی شخص پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے اور ہمارے پاس ایک کتاب ہے (لوح محفوظ یا ان کا نامہ اعمال) جو سچ سچ (ان کے کاموں کو جتنا انہوں نے کیا ہے) بتلاتی ہے اور ان پر ظلم نہ ہو گا مگر ان کے دل اس بات سے غافل ہیں۔ اور اس غفلت کے سوا ان کے دوسرے اور بڑے کام ہیں جو وہ کیا کرتے ہیں۔ (شرک وکفر اور طرح طرح کے گناہ۔)''

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝﴾ (النساء:١٦٥)

''ہم نے یہ سب پیغمبر جو خوش خبری سنانے والے تھے، (نیک لوگوں کو جنت کی) اور ڈرانے والے تھے (بدکاروں کو) اس لیے بھیجے تا کہ پیغمبروں کے آ جانے کے

⇐⇐⇐ کے نزدیک ان میں استلزام نہیں ہے۔ (روح المعانی)

یعنی تم جو یہ عذر پیش کر رہے ہو وہ کسی عقلی اور علمی بنیاد پر قائم نہیں ہے بلکہ محض تخمینہ اور گمان ہے۔ تم اللہ پر بہتان باندھتے ہو۔ (ابن کثیر)

بعد پھر کوئی عذر لوگوں کا اللہ کے سامنے باقی نہ رہے۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ زبردست حکمت والا ہے۔'' ❶

تیسرے مقام پر اس طرح سے ارشاد ہے:

﴿ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ ﴾ (البقرہ: ۲۸۶)

''اللہ کریم کسی بھی شخص پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت کے مطابق (جتنا وہ اٹھا سکے۔) جو اس نے اچھا کام کیا تو اس کا فائدہ بھی اسی کو ہوگا اور جو برا کام کیا تو اس کا وبال بھی اسی پر ہوگا۔''

---

❶ یعنی انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد تو صرف یہ ہے کہ جو لوگ ایمان لے آئیں اور اس کے مطابق اپنے آپ کو درست کرلیں۔ انہیں جنت کی خوش خبری دیں اور جو کفر و نافرمانی پر جمے رہیں انہیں ان کے غلط رویہ کے انجام بد سے متنبہ کریں تاکہ اس طرح ان پر اتمام حجت ہو جائے اور وہ اللہ کے ہاں کوئی عذر پیش نہ کرسکیں کہ ہمارے پاس تو تیری طرف سے کوئی خوشخبری دینے یا تنبیہ کرنے والا نہیں آیا۔ اور یہ مقصد کتاب وشریعت کے نازل کرنے سے حاصل ہو جاتا ہے۔ عام اس سے کہ وہ کتاب یک بارگی دے دی جائے یا تدریجاً نازل ہو۔ بعثت کے اس مقصد اصلی پر اس سے کوئی اثر نہیں پڑتا بلکہ کتاب کے حسب ضرورت تدریجاً نازل کرنے سے تو یہ مقصد علیٰ وجہ الاتم حاصل ہوتا ہے۔ پھر ان کا یہ کہنا کہ موسیٰ علیہ السلام کی طرح یکبارگی لائیں گے تو مانیں گے ورنہ نہیں، یہ محض ضد اور عناد ہے۔ (تفسیر کبیر۔ قرطبی)

یعنی وحی ہر پیغمبر پر آتی رہی، یہ کوئی نیا کام نہیں۔ اس کلام میں اللہ تعالیٰ نے اپنا خاص علم اتارا تاکہ وہ حق کو ظاہر کردے۔ چنانچہ ظاہر ہوا کہ جس قدر ہدایت اس نبی سے ہوئی اور کسی سے نہیں ہوئی۔ (موضح) یہ آیت بھی یہود کے مذکورہ سوال کے جواب میں ہے کہ اگر یہود قرآن کے کتاب الٰہی ہونے کا انکار کرتے ہیں تو اس سے قرآن کی صداقت مجروح نہیں ہوتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ یہ گواہی دیتا ہے کہ قرآن اللہ تعالیٰ نے اپنے علم اور حکمت بالغہ کے ساتھ نازل کیا ہے جو اس کے انتہائی کامل ہونے کی دلیل ہے۔ یہاں ''بِعِلْمِهٖ'' کا لفظ بطور محاورہ استعمال ہوا ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے فلاں نے یہ کتاب اپنے کامل علم و فضل کے ساتھ تصنیف کی ہے۔ یعنی اپنے پورے علوم سے مدد لی ہے جو اس کتاب کے نہایت عمدہ ہونے کی دلیل ہے۔ (تفسیر کبیر) یا مطلب یہ ہے کہ اس نے قرآن اپنے علم سے یعنی یہ خوب جانتے ہوئے اتارا ہے کہ دنیا بھر کے انسانوں سے بڑھ کر آپ ﷺ ہی اس چیز کے اہل تھے کہ آپ ﷺ پر یہ قرآن نازل کیا جاتا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ علم نفس ذات باری تعالیٰ سے الگ صفت ہے۔

......مگر اللہ تبارک وتعالیٰ کی کمال رحمت کی بنا پر شر کی نسبت اس کی طرف نہیں ہو سکتی۔ اس لیے کہ رب تعالیٰ نے خیر کا حکم دے رکھا ہے اور شر سے اس نے منع کر دیا ہے۔ بلاشک ''شر'' اللہ عزوجل کی حکمت اور اس کے تقاضا جات ولوازم میں سے ہوتا ہے۔ (مگر انسان اس کو اپناتا اپنے اختیار سے ہے۔) اللہ عزوجل ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۫ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ﴾ (النساء:۷۹)

''(اے بندے) جو بھلائی تجھ کو پہنچے وہ تو اللہ کی طرف سے ہے اور جو برائی تجھ کو پہنچے (وہ بھی اللہ کی طرف سے ہے لیکن) تیرے گناہوں کی شامت سے''[1]

دوسرے مقام پر اسی بات کو یوں بیان فرمایا ہے:

﴿وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا ۭ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ ﴾ (الروم: ۳۶)

''لوگوں کا حال یہ ہے کہ ان کو جب ہم اپنی مہربانی کا مزہ چکھاتے ہیں تو (خوشی میں) مست ہو جاتے ہیں (اور اللہ کو بھول جاتے ہیں) اور اگر ان کے اعمال کی سزا میں ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو اسی وقت (اللہ کی رحمت سے) ناامید ہو جاتے ہیں۔''

اہل السنۃ والجماعۃ اہل الحدیث سلفی جماعت حقہ کا ایمانِ جازم وعقیدۂ راسخہ ہے کہ: اللہ تبارک وتعالیٰ ظلم کرنے والے نقص وعیب سے یکسر پاک ہیں۔ بلکہ ربِ

[1] اس میں برائی اور بھلائی کا ایک قانون بیان فرمایا ہے کہ بھلائی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور جو برائی پہنچتی ہے اس کا بھیجنے والا بھی گو اللہ تعالیٰ ہی ہوتا ہے مگر اس کا سبب تمہارے اپنے گناہ ہوتے ہیں۔ (مزید تفصیل و تاکید کے لیے: سورۃ الشوریٰ کی آیت نمبر ۳۰ کا مطالعہ کیجیے) اس لیے سلف صالحین کا عام قاعدہ تھا کہ جب کوئی اجتہادی رائے پیش کرتے تو کہتے کہ اگر یہ صحیح ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اسی کی توفیق سے ہے اور اگر غلط ہے تو ہماری طرف سے اور شیطان کی طرف سے۔ (ابن کثیر) اوپر کی آیت میں خلق و ایجاد کے اعتبار سے حسنہ اور سیئہ دونوں کو من عند اللہ قرار دیا اور اس آیت میں باعتبار کسب وسبب کے سیئہ کو انسان کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ لہٰذا تعارض نہیں ہے۔ (کذا فی الکبیر)

کائنات تو عدل کے ساتھ متصف ہیں وہ کسی پر بھی کسی قسم کا ذرہ بھر ظلم نہیں کرتے۔ اور اس کے تمام افعال و فیصلے عدل و رحمت پر مبنی ہوتے ہیں۔ چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ وَ قَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ ۝ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَ مَاۤ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝﴾ (قٓ:۲۸ تا ۲۹)

''اللہ تعالیٰ فرمائے گا (بس بس) میرے سامنے یہ جھگڑے نہ نکالو اور میں تو پہلے ہی (دنیا میں) تم کو (پیغمبر بھیج کر اپنے عذاب سے) ڈرا چکا تھا (دیکھو) میرے پاس جو بات ٹھہر چکی ہے وہ بدل نہیں سکتی اور میں بندوں پر ظلم کرنیوالا نہیں ہوں۔'' ❶

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿وَ وُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَ يَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّ لَا كَبِيْرَةً اِلَّاۤ اَحْصٰىهَا ۚ وَ وَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ وَ لَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ۝﴾ (الکھف:۴۹)

''لوگوں کے اعمال نامے (ان کے ہاتھوں میں) رکھ دیئے جائیں گے پھر تو دیکھے گا: گنہگار لوگ ان کو دیکھ کر کیسا ڈریں گے اور کہیں گے: ہائے ہماری کمبختی۔ یہ کیسا اعمال نامہ ہے کہ کوئی عمل چھوٹا اور بڑا ایسا نہیں جو اس میں نہ لکھا ہو اور جو جو کام انہوں نے (دنیا میں) کئے تھے وہ سامنے آ جائیں

---

❶ یعنی میں نے جو تمہیں جہنم میں ڈالنے کا فیصلہ صادر کر دیا ہے وہ اب بدل نہیں سکتا اور نہ میرا مستقل فیصلہ بدل سکتا ہے جس سے میں نے تمہیں دنیا میں متنبہ کر دیا تھا یعنی: ﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا وَ مَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰۤى اِلَّا مِثْلَهَا﴾ (الانعام:۱۶۰) اور یہ بھی بتلا دیا تھا: ﴿لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ﴾ ''میں جنوں اور انسانوں سے جہنم ضرور بھر دوں گا۔'' (قرطبی۔شوکانی)

گے۔ اور تیرا مالک کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔"

تیسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۖ وَإِن تَكُ حَسَنَةً يُضَاعِفْهَا وَيُؤْتِ مِن لَّدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا ۝﴾ (النساء:٤٠)

"اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا۔ بلکہ اگر کوئی نیکی ہو تو اس کو دُگنا کر دیتا ہے اور (اس کے علاوہ) اپنے پاس سے بڑا ثواب دیتا ہے۔"

اور اللہ عزوجل سے جو وہ کرتا ہے اس کے متعلق سوال نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی اس کا جو وہ چاہتا ہے۔ چنانچہ اس کا ارشاد گرامی ہے:

﴿لَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْأَلُونَ ۝﴾ (الانبیاء:٢٣)

"وہ جو کرے اس سے کوئی پوچھ نہیں سکتا (کیا مجال کسی کی) اور ان بندوں سے (ان کے اعمال کی) پوچھ ہو گی۔"

پس اللہ تعالیٰ نے انسان کو بھی پیدا فرمایا ہے اور اس کے افعال کو بھی۔ اللہ عزوجل نے انسان کو ارادہ، قدرت (استطاعت و مقدرت) اور اختیار عطا کر کے اسے مشیت ھبہ کر دی ہے۔ (کہ چاہے تو سیدھی راہ اختیار کر کے اللہ کی رضا و محبت کا حق دار بن جائے اور چاہے تو غلط، شیطان کی راہ اختیار کر کے جہنم میں جا داخل ہو۔) تاکہ انسان کے افعال اس کی طرف سے حقیقت پر مبنی ہوں نہ کہ مجازی۔ پھر اس کے ساتھ ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اُسے عقل و شعور اور فہم جیسی ایک نعمت عظمیٰ بھی عطا کر دی تاکہ وہ اس کے ذریعے خیر و شر کے درمیان تمیز اور پرکھ کر سکے۔ علاوہ ازیں اللہ کریم و رؤف الرحیم آدمی کا محاسبہ صرف انہی اعمال پر کرے گا جو اس کے اختیار اور ارادہ سے سرانجام پائیں گے۔ پس انسان مجبور نہیں کیا گیا بلکہ اس کو ارادۂ اختیار کا حق دیا گیا ہے۔ اس لیے وہ اپنے افعال و اعمال اور اپنے عقائد کا چناؤ خود کرتا ہے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ وہ

اپنے ارادہ ومشیت میں اللہ عزوجل کے ارادہ ومشیت کے تابع ہے۔ اور وہ سب کہ جو اللہ نے چاہا یعنی اس کا ارادہ ومشیت ہوئے وہ ہوگیا۔ اور جو اس نے نہ چاہا وہ نہ ہو سکا۔ پس اللہ تبارک وتعالیٰ بندوں کے افعال کے خالق ہیں اور بندے ان افعال و اعمال کو سرانجام دینے والے ہیں۔ اس اعتبار سے تمام کے تمام افعال و اعمال اور حرکات وسکنات اللہ عزوجل کی طرف سے مخلوق شدہ، اس کی ایجاد اور اس کی تقدیر ہیں۔ (کہ ان کے بارے میں جو اس رب ذوالجلال نے مقدر ومعین کر رکھا ہے۔) جبکہ بندوں کی طرف سے (اسی کے مطابق) فعل وحرکت اور عمل وکسب ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ۝ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝﴾ (التکویر:۲۸۔۲۹)

''یہ قرآن اسی کے لیے (مفید ہے) جو تم میں سے سیدھے رستے پر چلنا چاہے اور تم (کچھ) چاہ بھی نہیں سکتے جب تک اللہ نہ چاہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔''

......اور مشرکین نے جب تقدیر کا بہانہ بنا کر اپنے جرائم پر دلیل پکڑنا چاہی تو اللہ عزوجل نے مشرکوں پر ان کی بات کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

﴿سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ ۚ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا ۚ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ۚ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ ۝﴾ (الانعام:۱۴۸)

''عن قریب مشرک یہ کہیں گے اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم، نہ ہمارے باپ دادا کوئی شرک کرتے اور نہ کسی چیز کو اپنے اوپر حرام کرتے۔ (تو جیسے ان لوگوں

نے تجھ کو جھٹلایا) اسی طرح جو لوگ ان سے پہلے گذرے انہوں نے بھی (اپنے اپنے پیغمبروں کو) جھٹلایا تھا آخر انہوں نے ہمارے عذاب کا مزہ چکھ لیا آپ ان سے کہیے: تمہارے پاس کوئی دلیل بھی ہے (کہ اللہ تعالیٰ ان کاموں سے راضی ہے۔ اگر ہے) تو ہمارے (دکھانے کے) لیے اسے پیش کرو۔ کچھ نہیں تم نرے گمان پر چلتے ہو اور نری اٹکلیں دوڑاتے ہو۔''

اہل السنۃ والجماعۃ اہل الحدیث سلفی جماعت حقہ و منصورہ کے اہل ایمان اس بات پر پورا پورا عقیدۂ راسخ رکھتے ہیں کہ: تقدیر اللہ عزوجل کا اس کی مخلوق میں ایک راز ہے۔ اس راز کے بارے میں نہ کسی مقرب فرشتے کو خبر داری ہوسکتی ہے اور نہ ہی کسی نبی مرسل کو۔ (صلوٰت اللہ علیہم اجمعین) اور یہ کہ تقدیر کے معاملے میں گہری نظر سے سوچ و بچار کرنا نری گمراہی ہے۔ اس لیے کہ بلا شک وشبہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تقدیر کا علم اپنی سب مخلوق سے چھپا کر رکھا ہے اور اس نے اس کے مطلب و مقصد سے مخلوق کو منع کر رکھا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿ لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَ هُمْ يُسْـَٔلُوْنَ ۝ ﴾

(الانبیاء:۲۲ تا ۲۳)

''اگر آسمان اور زمین میں اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے الٰہ بھی ہوتے تو دونوں (آسمان اور زمین) برباد ہو جاتے۔ وہ عرشِ عظیم کا مالک ان کی (بیہودہ) باتوں سے پاک ہے۔ وہ جو کرتا ہے اس کے متعلق اس سے پوچھا نہیں جا سکتا۔ (کہ ایسا کیوں کیا؟) بلکہ بندوں سے (ان کے اعمال کے بارے میں) ضرور پوچھا جائے گا۔''

اہل السنۃ والجماعۃ کے سلفی اہل ایمان، اپنے مخالفین گمراہ فرقوں کے ساتھ اللہ

تبارک وتعالیٰ کے درج ذیل فرمان کے ذریعے بحث ومباحثہ کرتے ہوئے ان سے اس سلسلہ میں گفتگو کرتے ہیں۔ فرمایا:

﴿ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَ لَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ؕ وَ اِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ؕ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ فَمَالِ هٰۤؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا ۝۷۸ ﴾ (النساء:۷۸)

''تم جہاں رہو موت تم کو پکڑے گی (یعنی موت کے پنجے میں ضرور گرفتار رہو گے) گو کیسے ہی مضبوط قلعوں میں رہو۔ اور (اے پیغمبر ﷺ) اگر ان کو (یعنی منافقوں اور یہود کو) کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ (یہاں تک تو سچ کہتے ہیں) اور اگر کوئی برائی (بلا) آتی ہے (مثلاً قحط وگرانی مال یا جان کا نقصان) تو کہنے لگتے ہیں: یہ تیری وجہ سے ہے۔ (اے پیغمبر) کہہ دے: سب اللہ رب کبریاء کی طرف سے ہے۔ ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ بات سمجھنے کے پاس بھی نہیں پھٹکتے (قریب بھی نہیں آتے۔)'' [1]

یہی وہ اُمور ہیں کہ جن کے ساتھ مذکور بالا طریقے کے مطابق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین عظام رحمہم اللہ جمیعاً والے سلف صالحین ایمان جازم ویقین کامل رکھا کرتے تھے اور پھر ان کے بعد وہ اسلاف اخیار وابرار بھی کہ جنہوں نے احسان وصلاح اور عمل صالح کے ساتھ سلف صالحین کی اتباع کی۔ رحمہم اللہ جمیعاً۔

---

[1] یہ ان کے کلام کا جواب ہے کہ برائی اور بھلائی دونوں اسی کی طرف سے اور اسی کے حکم سے ہیں۔ ہر چیز کا پیدا کرنے والا وہی ہے۔ بلا اور مصیبت کو کسی کی نحوست قرار دینا قطعی غلط ہے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں یہ منافقوں کا ذکر ہے کہ اگر تدبیر جنگ درست آئی، فتح اور غنیمت ملی تو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوئی یعنی اتفاقاً بن گئی۔ رسول اللہ ﷺ کی تدبیر کے قائل نہ ہوتے تھے۔ اور اگر بگڑ گئی تو الزام رکھتے نبی کریم ﷺ کی تدبیر پر۔ اللہ صاحب نے فرمایا کہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ یعنی پیغمبر کی تدبیر اللہ کا الہام ہے غلط نہیں۔ اگر بگڑی کو بگڑا نہ بوجھو یہ اللہ تم کو سدھاتا ہے تمہاری تقصیر پر۔ اگلی آیت میں کھول کر بیان فرمادیا۔ (موضح القرآن)

اصل ثانی ...... ایمان کی تعیین

ایمان کی تعریف و تعیین:

اہل السنۃ والجماعۃ اہل الحدیث کے سلف صالحین (صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین و تبع تابعین و من تبعھم باحسانٍ إلی یوم الدین رحمھم اللہ اجمعین) کے اُصول عقیدہ میں سے ہے کہ، ان کے نزدیک: (۱)......دل سے پختہ تصدیق (۲)......زبان سے مکمل اقرار اور (۳)......ارکان و جوارح (اعضاء بدن) کے ساتھ مکمل عمل کا نام ایمان ہے کہ جو اللہ عزوجل اور اُس کے حبیب و خلیل نبی محمد رسول اللہ ﷺ کی مکمل اطاعت کے ساتھ بڑھتا ہے اور معصیت و نافرمانی کے ساتھ کم ہوتا ہے۔

قول و عمل کا نام ایمان [1]

یعنی دل اور زبان سے اقرار و تصدیق اور؛ دل، زبان اور اعضاءِ بدن کے ساتھ عمل۔

---

[1] **لغت میں ایمان کی تعریف**:......لغوی طور پر ایمان کا معنی کسی بات کی تصدیق اور خضوع و اقرار کا اظہار ہوتا ہے۔ جب کہ شرعاً: ایمان کا مطلب ...... تمام باطنی اور ظاہری اطاعات ہوتا ہے۔ چنانچہ باطنی اطاعتوں میں دلی افعال و اعمال (اور مصمم ارادے) شامل ہوتے ہیں اور یہی دل کی تصدیق کہلاتے ہیں۔ اور ظاہری اطاعتوں سے مراد بدن کے وہ افعال ہوتے ہیں کہ جو شریعت میں واجب اور مندوب ہوں۔ خلاصۂ کلام یہ ہوا کہ: ایمان وہ جوہر ہے جو دل میں ایک وقار رکھتا ہو اور عمل اس کی تصدیق کرے۔ اور یہ کہ اللہ عزوجل کے احکام کی پیروی کرنے اور اس کے منع کردہ کاموں سے دُور رہنے کے نتیجہ میں ایمان کے ثمرات بالکل واضح ہو جائیں۔ اور اگر علم ایمان عمل سے متجرد ہو (عملی طور پر اُس سے میل نہ کھائے) تو پھر اس میں کچھ فائدہ نہیں ہے۔ اگر مجرد علم، عمل سے ہٹ کر کسی کو فائدہ دیتا تو ابلیس کو اس سے ضرور فائدہ پہنچتا۔ ⇐⇐⇐

دل کی تصدیق: سے مراد: اس کا اعتقاد، اس کی تصدیق، اس کا اقرار اور اس کا یقینِ محکم اختیار کرنا ہے۔

زبان کی تصدیق: سے مراد: عمل کا اقرار ہے۔ یعنی شہادتین (اللہ عزوجل کی توحید اور نبی مکرم محمد بن عبداللہ ﷺ کی رسالت کی گواہی) اور ان دونوں کے مقتضیات پر عمل۔

دل کا عمل: سے مراد: دل کی نیت (دل کا ارادہ) دل کا اطاعت کے لیے تسلیم، دل کا اخلاص اور اس کا مطیع وفرمانبردار ہونا اور یہ کہ اعمالِ صالحہ کے لیے دل کی محبت اور اس کا ارادہ مقصود ہے۔ جب کہ

زبان اور اعضاءِ وجود کا عمل: سے مراد: اُن افعال واحکام کو بجالانا ہے کہ جن کے کرنے کا حکم دیا گیا ہو اور اُن باتوں کو چھوڑ دینا ہے کہ جن سے روکا گیا ہو۔

اور جیسا کہ امام اوزاعی، سفیان ثوری اور الحمیدی رحمہم اللہ فرماتے ہیں:

> ''اور عمل کے بغیر ایمان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اور نہ ہی اقوال واعمال نیت (صالحہ) کے بغیر قبول ہوتے ہیں۔ اور یہ کہ نہ ہی کوئی قول، نہ ہی کوئی عمل اور نہ ہی کوئی نیت اللہ کے ہاں مقبول ہوگی مگر صرف اور صرف سنت کی موافقت کے ساتھ۔''

⇐⇐⇐ وہ ملعون جانتا تھا کہ...... بلاشبہ اللہ عزوجل اپنی ذات وصفات اور اُلوہیت میں یکتا وتنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور بلاشبہ اس کے پلٹنے میں اُسے کوئی شک نہ تھا مگر جب اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اُسے حکم صادر ہوا کہ: آدم (علیہ السلام) کو سجدہ کرو تو اس نے انکار کر دیا اور تکبر سے کام لیا۔ چنانچہ اس کا شمار کافروں میں سے ہوگیا۔ اور اللہ کی وحدانیت کا علم اس کی سفارش بھی نہ کر سکا۔ اس لیے کہ عمل کے بغیر مجرد علم کا اللہ رب العالمین کے ہاں کوئی وزن نہیں ہے۔ تو ایمان کے ضمن میں سلف صالحین کا یہی فہم تھا۔ رحمہم اللہ اجمعین۔ قرآنِ حکیم میں عمل کے بغیر صرف علم کے طور پر ایمان کا کہیں ذکر نہیں ہوا۔ بلکہ بہت ساری آیات میں عمل صالح نے ایمان کی تشریح میں مہربانی کی ہے۔

اور جیسا کہ امام لالکائی اور ابن بطہ رحمہما اللہ نے اپنی کتب میں درج کیا ہے، مذکورہ بالا آئمہ کرام کا یہ قول نہایت مشہور و معروف ہے۔

اللہ عزوجل نے مومنین کی صفت کا اطلاق قرآنِ عظیم میں درحقیقت ان لوگوں پر کیا ہے جو: (۱)...... ایمان لائے ، اور (۲)...... دین حنیف کے اُصول اور اس کی فروعات پر جب ایمان لاتے ہیں تو اُن پر وہ پورا پورا عمل بھی کرتے ہیں۔ ان اُصول وفروعات کا تعلق دین حنیف کے ظاہر سے ہو یا اُس کے باطن سے۔ اور اس ایمان کے آثار ان لوگوں کے عقائد، ان کے اقوال اور ان کے ظاہری و باطنی اعمال کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ چنانچہ اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی قدر ہے:

"ایماندار تو وہی لوگ ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا نام لیا جاتا ہے تو ان کے دل دہل جاتے ہیں اور جب ان کو اس کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان کے ایمان کو اور بڑھا دیتی ہیں اور وہ (ہر حال میں) اپنے رب پر بھروسا کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو نماز کو درستی سے ادا کرتے ہیں اور ہم نے جو ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ یہی لوگ پکے ایمان والے مسلمان ہیں۔ ان کے لیے (رحمت اور فضل کے یا جنت کے) درجے ہیں ان کے رب کے پاس اور (گناہوں کی) بخشش اور عزت کی روزی ہے۔" [1] (الانفال:۲ تا ۴۔ آیات کا متن پیچھے گزر چکا ہے۔)

اللہ عزوجل نے قرآنِ کریم کی بہت ساری آیات میں ایمان کو عمل کے ساتھ ملا کر بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

---

[1] اوپر بیان فرمایا کہ ایمان اطاعت کو مستلزم ہے۔ اب اس آیت میں اُمورِ طاعت کی تفصیل فرمادی۔ ''توکل'' کا مفہوم یہ ہے کہ ظاہری اسباب اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ اصل اعتماد اور بھروسا اللہ تعالیٰ پر کیا ⇐⇐⇐

ا...... ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ﴾ (الکهف:۱۰۷)

''البتہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے صالح اعمال کیے ان کی مہمانی فردوس کے باغ میں ہوگی۔''

ب...... ﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ﴾

(حم سجدہ:۳۰)

''بلاشبہ جن لوگوں نے یہ کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے (توحید کا اقرار کیا) پھر اس پر جمے رہے۔ ان پر (رحمت کے) فرشتے نازل ہوکر ان سے کہتے ہیں: ڈرو نہیں اور نہ رنج کرو۔ جس بہشت کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے اس کی خوشی مناؤ۔''

ج...... ﴿وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴾

(الزخرف:۷۲)

''اور یہ جنت جو تم کو ملی ہے تو ان (نیک) کاموں کے بدل ہے جن کو تم (دنیا میں) کرتے رہے تھے۔''

⇐⇐⇐ جائے۔ یہی ایمان کا صحیح تقاضا بھی ہے۔ اس توکل کے باعث جیسے جیسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت نازل ہوگی اس کے ساتھ تمہارا ایمان بھی بڑھے گا۔ معلوم ہوا کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے۔ اجزاء ایمان کے اعتبار سے بھی جیسا کہ حدیث شعب الایمان میں ہے۔ اسی طرح دلائل کی کثرت اور قوت سے بھی۔ جیسا کہ حدیث میں ہے: لَوْ وُزِنَ إِيمَانُ أَبِي بَكْرٍ بِأَهْلِ الْأَرْضِ لَرَجَعَ ...... کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایمان (انبیاء کرام کے درجہ ایمان کے بعد) تمام اہل زمین کے ایمان سے بھاری ہے۔ اہل حدیث کا یہی مسلک ہے۔ (کذا فی ابن کثیر و تفسیر کبیر)

د...... ﴿ وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝ ﴾ (العصر : ۱ تا ۳)

''زمانے کی قسم! بیشک سب آدمی گھاٹے میں پڑے ہوئے ہیں۔ مگر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے۔ اور ایک دوسرے کو حق پر چلنے کی نصیحت کرتے رہے اور ایک دوسرے کو (مصیبت میں) صبر کے لیے کہتے رہے۔''

[یہاں حق سے مراد ہے: توحید و رسالت پر ایمان، شریعت کے عائد کردہ احکام پر عمل اور منع کردہ اُمور سے اجتناب ہے۔]

سیّدنا ابو عمرو سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! اسلام کے بارے میں مجھ سے ایسی بات ارشاد فرمائیے کہ اس کے متعلق آپ کے بعد کسی سے بھی سوال کرنے کی ضرورت نہ پڑے۔ تو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((قُلْ آمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ))..... ''کہو! میں اللہ پر ایمان لایا اور پھر اس (دعویٰ ایمانی) پر استقامت اختیار کرو۔'' (یعنی پوری زندگی شریعت مطہرہ پر عمل کے ساتھ استقامت اختیار کیے رکھو۔ (یہی بات اُوپر سورہ فصلت والی آیت میں بیان ہوئی ہے۔) [1]

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلْاِیْمَانُ بِضْعٌ وَّ سَبْعُوْنَ...... اَوْ بِضْعٌ وَّ سِتُّوْنَ...... شُعْبَةً ، فَأَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الْأَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ ، وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِيْمَانِ......)) [2]

---

[1] صحیح مسلم / کتاب الایمان / حدیث : ۱۵۹۔

[2] صحیح مسلم / کتاب الایمان / حدیث : ۱۵۳ و صحیح البخاری ببعض الکلمات / حدیث : ۹

''ایمان کے ستر سے کچھ زیادہ (یا فرمایا: ساٹھ سے کچھ زیادہ ...... بروایت صحیح البخاری:۹) شعبے ہیں اوران میں سے افضل ترین اس بات کا اقرار ہے کہ: ایک اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں۔ اوران میں سے ادنیٰ شعبہ راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹادینا ہے...... اور حیاء بھی ایمان کا ایک شعبہ ہے۔''

اسی طرح علم اور عمل بھی ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں (لازم وملزوم ہیں) ان دونوں میں سے کوئی بھی دوسرے سے جدا نہیں ہوسکتا۔ اور عمل، علم کی ہی ہیئت و صورت اور اس کا جوہر ہوتا ہے۔ آیات و احادیث کے بہت سارے دلائل اس بارے میں وارد ہوئے ہیں کہ ایمان کے بہت سارے درجات و شعبہ جات ہیں۔ ایمان میں زیادتی اور کمی (عمل کی بنا پر) ہوتی رہتی ہے اور یہ کہ بلاشبہ اہل ایمان ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ عزوجل فرماتے ہیں: ﴿وَيَزْدَادَ الَّذِينَ آمَنُوا إِيمَانًا ....﴾ (المدثر:۳۱) ''اور ایمان والوں کا ایمان بڑھ جاتا ہے۔'' دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿وَإِذَا مَا أُنْزِلَتْ سُورَةٌ فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هَٰذِهِ إِيمَانًا ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَزَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ﴿١٢٤﴾﴾

(التوبہ:١٢٤)

''اور جب کوئی سورت (قرآن کی) اترتی ہے تو ان (منافقوں) میں سے بعضے (بعضوں کو یا مسلمانوں کو ہنسی ٹھٹھے سے) یوں کہتے ہیں: تم میں سے کس کے ایمان کو اس سورت نے بڑھا دیا؟ بات یہ ہے کہ جو ایمان والے ہیں انہی کے ایمان کو اس سورت نے بڑھایا اور اللہ کے نئے حکم اترنے کی وہ خوشی مناتے ہیں۔''

تیسرے مقام پر فرمایا:

''بلاشبہ ایمان والے تو وہی لوگ ہوتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا نام لیا جاتا ہے تو ان کے دل دہل جاتے ہیں۔ اور جب ان کو اس کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان کے ایمان کو یہ اور بڑھا دیتی ہیں۔ اور وہ (ہر حال میں) اپنے رب پر بھروسا کرتے ہیں۔'' (الانفال:۲۔ آیت پیچھے گزر چکی ہے۔)

چوتھے مقام پر فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ۭ وَ لِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۭ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝﴾

(الفتح:٤)

''وہی اللہ رب العزت ہے کہ جس نے مسلمانوں کے دلوں میں تشفی اور تسلی اتاری۔ اس سے یہ غرض تھی کہ (پہلے والے) ایمان کے ساتھ ان کا ایمان اور بڑھ جائے۔ آسمانوں اور زمین کی فوجیں اللہ ہی کی ہیں اور اللہ علم والا ہے حکمت والا۔''

سیدنا ابو امامہ الباہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ أَحَبَّ لِلّٰهِ وَأَبْغَضَ لِلّٰهِ ، وَأَعْطَى لِلّٰهِ ، وَمَنَعَ لِلّٰهِ: فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْاِيْمَانَ .)) [1]

''جس نے اللہ کے لیے (کسی سے) محبت کی، اللہ کے لیے اس نے کسی سے بغض رکھا، اللہ کے لیے اس نے کسی کو کچھ عطا کیا اور اللہ کے لیے ہی اُس نے کسی سے کچھ روک لیا تو اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا۔'' [2]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] صحیح سنن ابی داؤد للشیخ الألبانی رحمہما اللہ / حدیث: ٤٦٨١.

[2] صحیح سنن ابی داؤد للشیخ الألبانی رحمہما اللہ / حدیث: ٤٦٨١.

((مَنْ رَأٰى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ ، فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ ، فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ ، وَذٰلِكَ أَضْعَفُ الْإِيْمَانِ......)) ❶

''(مسلمانو!) تم میں سے جو شخص کوئی خلاف شرع (بُرا) کام دیکھے تو اُسے چاہیے کہ وہ اس کام کو اپنے ہاتھ سے مٹا دے۔ اگر وہ اتنی طاقت نہ رکھتا ہو تو اپنی زبان سے (بُرا کام کرنے والے کو منع کرے۔) اور اگر وہ اس کی بھی طاقت نہ رکھے تو دل ہی سے سہی (اس کو بُرا جانے اور اس سے بیزاری کا اظہار کرے۔) یہ سب سے کم درجے کا ایمان ہے۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے اسی طرح رسول اللہ ﷺ سے سیکھا تھا اور (ایمان و عمل کے حوالے سے) انہوں نے یہی فہم حاصل کیا تھا کہ: ایمان دل کے اعتقادِ جازم، زبان کے اقرار اور عمل بالجوارح کا نام ہے۔ یہ اطاعت و عمل سے بڑھتا اور معصیت و نافرمانی سے کم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ امیر المؤمنین سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((اَلصَّبْرُ مِنَ الْإِيْمَانِ بِمَنْزِلَةِ الرَّأْسِ مِنَ الْجَسَدِ ، مَنْ لَا صَبْرَ لَهُ لَا إِيْمَانَ لَهُ .)) ❷

''ایمان میں صبر کی قدر و منزلت، جسم میں سر کی طرح ہے۔ جس کے پاس صبر کی دولت نہیں اس کا کوئی ایمان نہیں۔''

---

❶ صحيح مسلم/ كتاب الإيمان/ حديث: ١٧٧.

❷ دیکھیے الامام اللالکائی کی کتاب "شرح أصول اعتقاد اهل السنة والجماعة من الكتاب والسنة واجماع الصحابة والتابعين"

اور سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اللہ سے دعا کرتے ہوئے کہتے تھے: ((اَللّٰهُمَّ زِدْنَا إِيْمَانًا وَّ يَقِيْنًا وَّ فِقْهًا .)) ❶ ''اے اللہ! ہمارے ایمان میں اضافہ فرما اور ہمارے یقین کو پختہ کردے اور ہمیں دین کی سمجھ عطا فرما۔''

اسی طرح ساداتنا عبداللہ بن عباس، ابو ہریرہ اور ابو درداء رضی اللہ عنہم اجمعین فرماتے تھے: ((اَلْإِيْمَانُ يَزِيْدُ وَيَنْقُصُ)) ❷ ......''ایمان (اطاعت سے) بڑھتا اور (نافرمانی سے) کم ہوتا ہے۔''

اپنے دور کے فقیہ وامام جناب وکیع بن جراح رحمہ اللہ فرماتے تھے: ((أَهْلُ السُّنَّةِ يَقُوْلُوْنَ: اَلْإِيْمَانُ قَوْلٌ وَّ عَمَلٌ)) ❸ ......''اہل السنۃ والجماعۃ، اہل الحدیث سلفی حضرات کہتے ہیں: قول وعمل کے مجموعہ کا نام ایمان ہے۔''

امام اہل السنۃ والجماعۃ احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((اَلْإِيْمَانُ يَزِيْدُ وَيَنْقُصُ فَزِيَادَتُهُ بِالْعَمَلِ وَنُقْصَانُهُ بِتَرْكِ الْعَمَلِ......)) ❹

''ایمان بڑھتا اور کم ہوتا رہتا ہے۔ چنانچہ اس کا بڑھنا (قرآن وسنت پر) عمل کے ساتھ ہوتا ہے اور اس کا کم ہونا عمل کو ترک کرنے سے ہوتا ہے۔''

امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((لَيْسَ الْإِيْمَانُ بِالتَّحَلِّيْ وَلَا بِالتَّمَنِّيْ وَلٰكِنْ مَا وَقَرَ فِی

---

❶ دیکھیے الامام اللالکائی کی کتاب '' شرح أصول اعتقاد اهل السنة والجماعة من الكتاب والسنة واجماع الصحابة والتابعين''

❷ ایضاً ❸ ایضاً

❹ ایضاً

الْقُلُوْبِ وَصَدَّقَتْهُ الْأَعْمَالُ......)) ❶

''ایمان صرف آراستہ ومزین ہونے (یا کسی ایک آدھ خوبی سے متصف ہونے) کا نام نہیں ہے اور نہ ہی آرزو مند ہونے کا۔ (جیسے کہ صرف خواہش کرتے رہنا، کاش لوگ ایسے ہو جائیں، کاش میں فلاں اچھا کام کر لیتا وغیرہ وغیرہ) بلکہ ایمان وہ ہے جو دلوں میں گھر کر جائے اور اعمالِ صالحہ اُس کی تصدیق کریں۔''

امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((اَلْاِیْمَانُ قَوْلٌ وَّعَمَلٌ ، یَزِیْدُ وَیَنْقُصُ ، یَزِیْدُ بِالطَّاعَةِ وَیَنْقُصُ بِالْمَعْصِیَةِ ، ثُمَّ تَلَا : ﴿ وَیَزْدَادَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِیْمَانًا ط﴾ [المدثر:۳۱])) ❷

''ایمان قول وعمل دونوں کے مجموعہ کا نام ہے جو بڑھتا بھی ہے اور کم بھی ہوتا ہے۔ یہ اطاعت وفرمانبرداری کے ساتھ بڑھتا اور معصیت ونافرمانی کے ساتھ کم ہو جاتا ہے۔ اور پھر آپ رحمہ اللہ نے اس آیت کی بطورِ دلیل تلاوت فرمائی: ''اور ایمان والوں کا ایمان بڑھ جاتا ہے۔''

حافظ ابو عمر ابن عبد البر رحمہ اللہ اپنی مشہور ومعروف کتاب ''التمہید'' (شرح مؤطا امام مالک رحمہ اللہ) میں لکھتے ہیں:

((أَجْمَعَ اَهْلُ الْفِقْهِ وَالْحَدِيْثِ عَلَى اَنَّ الْاِيْمَانَ قَوْلٌ وَّ عَمَلٌ ، وَلَا عَمَلَ اِلَّا بِنِيَّةٍ ، وَالْاِيْمَانُ عِنْدَهُمْ يَزِيْدُ بِالطَّاعَةِ ، وَيَنْقُضُ بِالْمَعْصِيَةِ وَالطَّاعَاتُ كُلُّهَا عِنْدَهُمْ اِيْمَانٌ)) ❸

---

❶ دیکھیے: کتاب الایمان لشیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ

❷ دیکھیے ... الباری جلد ۱ ، ص : ٦٢ ، کتاب الایمان.

❸ انظر: کتاب الایمان/ للشیخ الاسلام ابن تیمیة رحمه الله۔

''فقہاء اور اہل الحدیث اس بات پر متفق ہیں کہ: ایمان ......قول و عمل، دونوں کے مجموعہ کا نام ہے (یعنی عمل کے بغیر ایمان کا کچھ فائدہ نہیں۔) اور عمل نیت کے بغیر کچھ نہیں ہے۔ (یعنی عمل کے لیے نیت صالحہ کا ہونا ضروری ہے۔) اور ان فقہاء و محدثین کرام رحمہم اللہ جمیعاً کے نزدیک ایمان ......اطاعت و فرمانبرداری کے ساتھ بڑھ جاتا ہے اور معصیت و نافرمانی کے ساتھ کم ہو جاتا ہے۔ اور ان سب علماءِ عظام کے نزدیک تمام کی تمام اطاعتوں (اعمالِ صالحہ) کا نام ایمان ہے۔''

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین، تابعین عظام و تبع تابعین کرام اور قرآن و سنت کی مکمل اطاعت و احسان کے ذریعے ان حضراتِ گرامی قدر کی پیروی کرنے والے محدثین و فقہاء کرام اور بعد والے دینِ حنیف کے سب آئمہ الامۃ خیر الامم رحمہم اللہ جمیعاً اسی مذکورہ بالا عقیدہ و عمل پر تھے۔ (کہ عمل کے بغیر ایمان کی کوئی حیثیت نہیں۔)

اس ضمن میں سلف و خلف کے تمام آئمہ کرام و علماء عظام رحمہم اللہ میں سے کسی نے بھی کسی دوسرے کے ساتھ مخالفت نہیں کی سوائے ان لوگوں کے جو اس باب میں حق سے پھسل کر باطل کی طرف مائل ہو گئے۔ جب کہ اہل السنۃ والجماعۃ سلفی حضراتِ گرامی کہتے ہیں: جس شخص نے ایمان سے عمل کو باہر نکال دیا وہ جانیے کہ مُرجی، (اُمت اسلامیہ میں فتنہ و فساد بپا کرنے والے ایک فرقہ مرجئہ میں سے) بدعتی اور گمراہ آدمی ہوگا۔ اور جو شخص اپنی زبان سے شہادتین کی گواہی دے اور اپنے دل سے اللہ تبارک و تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی دیتے ہوئے اُس پر مکمل یقین محکم تو رکھے مگر ارکانِ اسلام میں سے بعض کی ادائیگی میں اپنے اعضاءِ وجود کے ساتھ تقصیر کرے اس کا ایمان جانیے کہ مکمل نہیں ہوا۔ اور جس نے دراصل شہادتین کا اقرار ہی نہ کیا ہو اس کے لیے نہ ہی ایمان کا نام ثابت ہوتا ہے اور نہ ہی اسلام کا۔ (یعنی نہ وہ مومن ہے اور نہ ہی مسلمان)۔

اور اہل السنہ والجماعۃ سلف صالحین ایمان کے بارے میں ان شاء اللہ کہنے کی رائے رکھتے تھے۔ یعنی یوں کہا جائے: میں مومن ہوں، ان شاء اللہ۔ وہ حضرات اللہ عزوجل سے شدت خوف، تقدیر پر ان کے ثابت قدم رہنے اور تزکیۂ نفس کی تکمیل نہ ہونے کی وجہ سے (قرآن واحادیث مبارکہ میں مطلوب مکمل) ایمان کے بارے میں اپنے متعلق مکمل جازم ہونے کا اظہار نہیں کرتے تھے۔ اس لیے کہ ایمانِ مطلق تمام کے تمام واجب الاطاعات افعال کے سرانجام دینے اور تمام کی تمام منہیات کے چھوڑ دینے کو محیط ہوتا ہے۔

مگر جب ایمان کے بارے میں شک کی بنیاد پر کہنا مراد ہو تو پھر وہ ''ان شاء اللہ'' کہنے سے منع بھی کرتے تھے۔ چنانچہ اس کے متعلق قرآن وسنت اور سلف صالحین کے آثار میں بہت زیادہ دلائل اور علماء عظام کے اقوال موجود ہیں۔ جیسا کہ اللہ رب العالمین کا ارشادِ گرامی قدر ہے:

﴿ وَ لَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ۝ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ۡ وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِیْتَ وَ قُلْ عَسٰۤی اَنْ یَّهْدِیَنِ رَبِّیْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا ۝ ﴾ (الکهف: ٢٣ ـ ٢٤)

''اور کسی بات کو مت کہہ میں کل اس کو کروں گا۔ مگر یوں کہ اللہ چاہے تو۔ اور اگر تو (ان شاء اللہ کہنا) بھول جائے (تو جب خیال آئے) اپنے مالک کی یاد کر (یعنی ان شاء اللہ کہہ لے) اور کہہ دے مجھے امید ہے کہ میرا رب اس سے بھی زیادہ ہدایت کی بات مجھ کو بتلا دے گا۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ فَلَا تُزَكُّوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰی ﴾ (النجم: ٣٢)

''پس اپنی پاکیزگی مت جتاؤ۔ وہ خوب جانتا ہے کہ کون پرہیزگار ہے۔''

سیّدنا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قبرستان کی

طرف جانے کے وقت (کہ جب ہم قبرستان میں داخل ہوں) یوں سکھایا تھا۔ یوں کہا کرو:

((اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ، أَسْأَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ)) ❶

''اہل ایمان اور مسلمانوں کے گھروں (قبروں) والو! تم پر سلام ہو۔ بلاشبہ ہم اللہ نے چاہا تو تم لوگوں سے ضرور ملنے والے ہیں۔ میں اللہ عزوجل سے اپنے لیے اور تمہارے لیے (اللہ کی گرفت سے) عافیت کا سوال کرتا ہوں۔'' (یہاں ان شاء اللہ یقین کے معنی میں ہے۔)

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''جو شخص اپنے نفس پر (پورے یقین کے ساتھ) اس بات کی گواہی دے کہ بلا شک وشبہ وہ مومن ہے تو وہ اس بات کا بھی گواہ رہے کہ بلاشبہ وہ ضرور جنت میں جائے گا۔'' ❷

جناب منصور بن معتمر، جناب مغیرہ، اعمش، لیث، عمارہ بن قعقاع، ابن شبرمہ، العلاء بن میتب، یزید بن ابوزیاد، سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک اور دیگر ان گنت علماء عظام ومحدثین کرام وفقہاء کبار رحمہم اللہ جمیعاً ایمان کے بارے ''ان شاء اللہ'' کا کلمہ استعمال فرماتے اور جو اس ضمن میں ''ان شاء اللہ'' نہ کہتا اُس پر عیب لگاتے تھے۔ ❸

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے ایمان کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: ''ایمان زبان سے اقرار، اعضاءِ وجود سے عمل اور نیت، تینوں سے مل کر مکمل ہوتا ہے۔'' ان سے پوچھا گیا: اگر کوئی شخص کسی دوسرے آدمی سے پوچھے: کیا تم مومن ہو؟ اور وہ کہے: ہاں۔ تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ فرمایا: ''یہ بدعت ہے۔'' پوچھا گیا:

---

❶ رواه مسلم / كتاب الجنائز / حديث : ٢٢٥٧

❷ دیکھیے: امام لالکائی کی کتاب ''شرح أصول اعتقاد اهل السنة والجماعة'' ❸ ایضاً

تو وہ آدمی پوچھنے والے سے کہا کہے؟ فرمایا: وہ کہے: مُؤْمِنٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ .

اہل السنہ والجماعۃ اہل الحدیث سلفی حضرات کے نزدیک ...... بندے سے ایسے کسی فعل کے ارتکاب سے ایمان کا وصف سلب نہیں کیا جاتا کہ جس کا ارتکاب کرنے والا قابل احتیاط افعال کا انکار نہ کرتا ہو۔ یا وہ کسی ایسے واجب کام کو چھوڑ دے کہ یہ چھوڑنے والا فرائض و واجبات میں سے کسی کا انکار نہ کرتا ہو۔ (کسی بھی واجب یا فرض کا وہ منکر نہ ہو مگر غلطی یا سستی کی وجہ سے کوئی فرض چھوڑ بیٹھے تو اُسے ایمان سے خارج شمار نہیں کیا جائے گا۔) اور بندہ کبھی بھی ایمان سے خارج نہیں ہوتا مگر صرف ایسے کسی فعل کے ارتکاب کے ذریعے کہ جو ایمان کے نواقض میں سے شمار ہوتا ہو۔ اسی طرح کسی کبیرہ گناہ کے ارتکاب سے بھی بندہ ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ وہ دنیا میں ناقص الایمان بندہ شمار ہوگا کہ جو اپنے ایمان کے ساتھ مومن ہوگا اور اپنے ارتکابِ کبیرہ کی بنا پر فاسق و فاجر۔ جب کہ آخرت میں وہ اللہ عزوجل کی مرضی و مشئیت کے تابع ہوگا۔ اگر اللہ کریم و رحیم چاہے گا تو اسے معاف کر دے گا اور اگر چاہے گا تو اسے عذاب و سزا دے گا۔''

اور جیسا کہ درج ذیل حدیث سے واضح ہے: ایمان کے تھوڑے سے حصے کو بھی قبول کرتے ہوئے اللہ کریم ایسے شخص کو جہنم سے باہر نکال دیں گے جو اس میں (اپنے گناہوں کی وجہ سے) داخل ہو چکا ہوگا۔ سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ، وَفِي قَلْبِهِ وَزْنُ شَعِيرَةٍ مِنْ إِيْمَانٍ ، وَيَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَفِي قَلْبِهِ وَزْنُ بُرَّةٍ مِنْ إِيْمَانٍ ، وَيَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَفِي قَلْبِهِ وَزْنُ ذَرَّةٍ مِنْ خَيْرٍ (إِيْمَانٍ .)) [1]

''جس شخص نے (صدق دل سے) کہہ دیا کہ: اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبودِ برحق

نہیں ہے، وہ جہنم سے (ضرور ایک دن) باہر نکل آئے گا۔ چاہے اس کے دل میں ایک جَـو کے وزن کے برابر بھی ایمان ہوا تو۔ اور وہ آدمی بھی جہنم سے (ایک نہ ایک دن) باہر نکل آئے گا کہ جس نے (صدقِ دل سے) کہہ دیا کہ: اللہ کبریاء کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں ہے۔ چاہے اس کے دل میں گیہوں (گندم) کے ایک دانے برابر بھی ایمان ہوا تو۔ اور اسی طرح وہ شخص بھی جہنم سے (ایک نہ ایک دن) باہر نکل آئے گا کہ جس نے (صدقِ دل سے) کہہ دیا کہ: اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں ہے۔ چاہے اس کے دل میں ایک ذرّہ (صغیرترین مقدار:Atom) بھر بھی ایمان ہوا تو۔'' ❷

ایک دوسری حدیث میں ہے: سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا يَـدْخُـلُ الـنَّـارَ أَحَـدٌ فِـي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةِ خَرْدَلٍ مِّنْ إِيمَانٍ ، وَّلَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ أَحَدٌ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةِ خَرْدَلٍ

---

❶ صحيح البخاري/ كتاب الايمان/ حديث: ٤٤ و كتاب التوحيد/ حديث: ٧٥١٠ و صحيح مسلم/ كتاب الايمان/ حديث: ٤٧٨.

❷ فاضل مصنف حفظہ اللہ یہاں اس حدیث مبارک کو نہیں لا سکے، مگر جو مسئلہ یہاں اس حدیث کے استنباط سے بیان کیا وہ یہ ہے کہ: اہل السنۃ والجماعۃ سلف صالحین اس بات پر ایمان رکھتے کہ: اللہ رب العالمین کے ہاں ایمان کی مختلف مقداریں بھی، مختلف لوگوں سے قبول کر لی جائیں گی۔ یعنی کوئی صدق دل کے ساتھ ایمان لا کر پوری زندگی شرک وخرافات اور بدعات سے بچتا رہا تو اس کا یہ ایمان اللہ کے ہاں قابل قبول ہوگا اگر چہ اس ایمان کی مقدار اس مسلمان کے دل میں ایک **جو** کے دانے کے برابر بھی کیوں نہ ہوگی۔ اس طرح اس آدمی کا بھی ایمان رب العالمین کے ہاں قابل قبول ہوگا جو شرک و بدعات سے تائب رہا اگر چہ اس کے دل میں ایمان پہلے شخص سے بھی کم مقدار یعنی گندم کے دانے برابر بھی کیوں نہ ہوا۔ بعینہٖ اس آدمی کا ایمان بھی قبول کر لیا جائے گا جس کی موت شرک و بدعات پر نہ ہوئی اگر چہ اُس کے دل میں ایمان ان دونوں آدمیوں سے بھی کم اور نہایت ہی چھوٹی مقدار یعنی ذرّہ بھر بھی کیوں نہ ہوئی۔

مِنْ كِبْرِيَاءَ .)) ❶

''کوئی بھی ایسا شخص جہنم میں نہیں جائے گا جس کے دل میں رائی کے ایک دانے برابر بھی ایمان ہوا۔ اور کوئی بھی ایسا شخص جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا جس کے دل میں رائی کے ایک دانے برابر بھی تکبر ہوا۔''

اسی لیے اہل السنۃ والجماعۃ سلفی اہل الحدیث سوائے ایسے گناہ کے کہ جس سے اصل ایمان ہی زائل ہو جائے، اہل قبلہ (مسلمانوں) کے کسی بھی شخص پر کسی بھی گناہ کی وجہ سے کفر کا فتویٰ نہیں لگاتے۔ اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشادِ گرامی قدر ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ۚ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا ۝﴾ (النساء:٤٨)

''بے شک اللہ شرک کو تو بخشنے والا نہیں اور شرک کے سوا (جو گناہ ہیں) جس کو چاہے بخش دے (اور جس کو چاہے نہ بخشے عذاب کرے) اور جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا اس نے بڑا گناہ باندھا۔'' ❷

سیّدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَتَانِي جِبْرِيلُ عليه السلام فَبَشَّرَنِي أَنَّهُ مَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِكَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ ، قُلْتُ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ؟

---

❶ صحيح مسلم/ كتاب الايمان/ حديث: ٢٦٦.

❷ یہود کو تہدید و وعید فرمانے کے بعد اس آیت میں اشارہ فرمایا کہ تہدید شرک و کفر کی وجہ سے ہے ورنہ دوسرے گناہ تو قابل عفو و مغفرت ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت ہیں۔ جسے چاہے اللہ تعالیٰ معاف فرما سکتے ہیں۔ یہود و نصاریٰ کی طرح نام کے مسلمان جو شرک میں گرفتار ہیں، اولیاء اللہ کے نام کا روزہ رکھتے ہیں، ان کی قبروں کو پوجتے ہیں، ان کے نام پر جانور کاٹتے ہیں اور ان کی منتیں مانتے ہیں، اُٹھتے بیٹھتے ان کو پکارتے ہیں، وہ بھی مشرکوں کے حکم میں آتے ہیں۔ (تفسیر وحیدی)

قَالَ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ)) ❶

''میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور اُنہوں نے مجھے اس بات کی بشارت دی کہ: (اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم) تمہاری اُمت میں سے جو شخص اس حال میں فوت ہوا کہ اس نے اللہ عزوجل کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرایا ہو تو وہ جنت میں (ضرور) داخل ہوگا۔ میں نے کہا: اگر چہ اس نے زنا اور چوری جیسے گناہ کا بھی ارتکاب کیا ہو؟ انہوں نے فرمایا: اگر چہ اُس سے زنا اور چوری جیسے (کبیرہ) گناہوں کا بھی ارتکاب ہوا ہو۔''

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ایمان ...... عیوب و نقائص سے پاک ایک چیز ہے۔ اور جو شخص زنا کرتا ہے ایمان اُس سے جدا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اگر وہ اپنے نفس کو ملامت کرے اور ایمان کی طرف رجوع کر لے تو ایمان بھی اُس کی طرف واپس پلٹ آتا ہے۔'' ❷ سیّدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''ایمان کی مثال تم میں سے کسی شخص کی قمیض کی طرح ہے کہ جسے وہ کبھی اُتار لیتا ہے اور کبھی اسے پھر پہن لیتا ہے۔ (یعنی جب مسلمان آدمی کسی کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کا ایمان اس کے وجود سے اُتر جاتا ہے اور جب وہ ندامت اختیار کر کے توبہ کر لیتا ہے تو اس کا ایمان واپس پلٹ آتا ہے اور پھر اعمال صالحہ واطاعات کے ذریعے مضبوط ہو جاتا ہے۔) اللہ کی قسم! کوئی بندہ اپنے ایمان پر مامون نہیں رہتا مگر یہ ہے کہ اس کا ایمان کبھی اُس سے چھین لیا جاتا ہے۔ اور پھر دوبارہ (ندامت و محنت کے ذریعے) اُس گم شدہ کو وہ پا لیتا ہے۔'' ❸

---

❶ رواه البخاري / كتاب التوحيد / حديث: ٧٤٨٧ و صحيح مسلم / كتاب الايمان / حديث: ٢٧٢ واللفظ لمسلم.

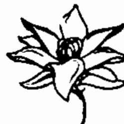
❷ دیکھیے: امام لالکائی رحمہ اللہ کی "شرح أصول اعتقاد اهل السنة والجماعة"

❸ دیکھیے: امام لالکائی رحمہ اللہ کی "شرح أصول اعتقاد اهل السنة والجماعة"

''شرح اُصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ'' میں امام لالکائی سلطان المحدثین امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہم اللہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ''حجاز، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، بصرہ، واسط، بغداد، شام (دمشق وحمص وغیرہ) اور مصر وغیرھا کے ایک ہزار سے زیادہ اہل السنۃ والجماعۃ، جماعت حقہ کے بڑے بڑے علماء کرام ومحدثین عظام رحمہم اللہ اجمعین سے ملاقات ہوئی۔ میں اُن سے کئی بار لمبی لمبی مدتوں کے بعد بھی ملتا رہا۔ میں نے اُن کو چھیالیس سال سے بھی زیادہ عرصہ ملتا رہا اور وہ اس زمانہ میں سب موجود تھے...... اس کے بعد امام رحمہ اللہ بڑے بڑے کبار علماء ومحدثین کے پچاس سے زیادہ اصحاب کے نام درج کرنے کے بعد (کہ جن سے انہوں نے اکتسابِ علم بھی کیا تھا۔) فرماتے ہیں: ''ہم نے اختصار کوملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے انہی علماءعظام کے ناموں پر اکتفا کیا ہے تا کہ طوالت سے بچا جا سکے...... میں نے ان آئمہ کرام و علماء عظام میں سے کسی کو بھی ان چیزوں میں کسی دوسرے سے اختلاف کرتے نہیں دیکھا کہ ''اللہ عزوجل کے درج ذیل فرمان کی بنیاد پر ((اِنَّ الدِّیْنَ قَوْلٌ وَّ عَمَلٌ)) ''دین (یعنی ایمان) قول وعمل دونوں کے مجموعہ کا نام ہے۔'' چنانچہ اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

> ''حالانکہ اہل کتاب کو (خود ان کی کتابوں میں) یہی حکم ہوا تھا کہ ایک طرف کے ہو کر صرف اللہ کی ہی عبادت کرتے ہوئے خالص اسی کی بندگی کریں۔ نماز کو درستی سے ادا کریں اور زکوٰۃ دیا کریں اور یہی مضبوط کا دین ہے۔'' (البینۃ: ۵ آیت کریمہ کا متن پیچھے گزر چکا ہے۔)

اس کے بعد آپ رحمہ اللہ نے ان حضرات کے باقی عقیدہ کو بیان فرمایا ہے۔



اصل ثالث

مسئلہ تکفیر کے متعلق اہل السنۃ والجماعۃ کا موقف

عقیدۂ سلف صالحین اہل السنہ والجماعۃ اہل الحدیث کے اُصول میں سے ایک اصلِ ثالث یہ بھی ہے کہ: ''وہ اہل اسلام میں سے کسی بھی خاص شخص کو کافر قرار نہیں دیتے کہ جو ایسے گناہ کا ارتکاب کر بیٹھے جس سے کفارہ لازم آتا ہو۔ الا یہ کہ: اُس حجت و دلیل کے قائم ہو جانے کے بعد کہ جس دلیل و حجت کا تارک (صراحتاً) کفر کر رہا ہو۔ چنانچہ (۱)...... اس ضمن میں شروط بھی وافر (کافی زیادہ) پائی جائیں۔ (۲)...... اس کے کفر میں داخل ہونے کی تمام رکاوٹیں بھی دُور ہو جائیں۔ (۳)...... اپنے کسی فہم کا مطلب بیان کرنے والے اور جاہل آدمی سے شک وشبہ بھی زائل ہو جائے۔ (یعنی کفریہ الفاظ کا ادا کرنے والا کسی علمی غلط فہمی کی بنا پر ایسا نہیں کہہ رہا اور نہ ہی وہ لاعلم ہے بلکہ وہ عمداً جان بوجھ کر ایسا کرتا ہے تو وہ قطعی طور پر کافر ہے۔ جیسے کہ ہندو پاک میں قادیانی، مرزائی، بوہری، ذاکری اور آغا خانی وغیرھم)

اور یہ بات معلوم ہے کہ ایسا ان پوشیدہ اُمور میں ہوگا کہ جو کشف و بیان کے محتاج ہوں، بخلاف ظاہری اُمور کے۔ جیسے کہ: اللہ عزوجل کی ذاتِ اقدس کے وجود کے متعلق دانستہ طور پر انکار کرنا۔ اور نبی مکرم ﷺ کی تکذیب کرنا اور آپ ﷺ کی ختم نبوت اور تا قیامت صرف آپ کی ہی رسالت کا جان بوجھ کر انکار کرنا۔

اور یہ کہ اہل السنۃ والجماعۃ سلفی جماعت حقہ کے لوگ ایسے آدمی کو کافر قرار نہیں دیتے کہ جو کفریہ الفاظ وافعال ادا کرنے پر مجبور ہو اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مکمل

طور پر مطمئن ہو۔ اور نہ ہی وہ مسلمانوں میں سے کسی شخص کو کسی گناہ کی وجہ سے کافر قرار دیتے ہیں اگر چہ اس گناہ کا تعلق کبائر سے ہی کیوں نہ ہو۔ مگر یہ ہے کہ یہ گناہ شرک کا ہو۔ پس ایسی حالت میں وہ ایسے کسی گناہ کا ارتکاب کرنے والے پر کفر کا فیصلہ نہیں کرتے۔ بلکہ بلاشک وشبہ وہ اس پر فسق (کبیرہ گناہ کے ارتکاب) اور ایمان کے ناقص ہونے کا فیصلہ کرتے ہیں۔ الا یہ کہ جب تک اس کا گناہ اس پر کفر کے فتویٰ کو جائز نہ کر دے۔ اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ۚ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا ۝﴾ (النساء:٤٨)

''بے شک اللہ شرک کو تو بخشنے والا نہیں اور شرک کے سوا (جو گناہ ہیں) جس کو چاہے بخش دے (اور جس کو چاہے نہ بخشے، عذاب کرے) اور جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا اس نے بڑا گناہ باندھا۔''

اور دوسرے مقام پر اللہ عزوجل کا ارشادِ گرامی قدر ہے:

﴿قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا ۚ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝﴾

(الزمر:٥٣)

''(اے پیغمبر ﷺ) کہہ دے (اللہ عزوجل فرماتے ہیں:) میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے۔ اللہ کی مہربانی سے نا امید نہ ہو، کیونکہ اللہ سب گناہوں کو (شرک کے سوا) بخش دیتا ہے۔ بے شک وہی (بڑا) بخشنے والا مہربان ہے۔''

اور اہل السنہ والجماعۃ، سلفی جماعت حقہ کے لوگ کسی بھی آدمی پر کسی بھی گناہ کی وجہ سے کفر کا حکم صادر نہیں کرتے جب تک کہ وہ کتاب وسنت سے اس بات پر دلیل

نہیں لے لیتے کہ: یہ فعل واقعتاً کفر کا فعل وقول ہے۔ اور جب بندے کی موت اسی حالت میں واقع ہو جائے یعنی کسی بھی عالم کو ایسی کوئی بھی دلیل نہ مل سکے کہ جس فعل و قول کا اُس نے ارتکاب کیا تھا وہ صراحتاً کفر تھا تو اس کا معاملہ اللہ رب العالمین کے سپرد ہو گا۔ اگر وہ چاہے تو اس کو عذاب دے اور اگر چاہے تو وہ اس کو معاف کر دے۔ اہل السنہ والجماعۃ سلفی جماعت حقہ کا یہ موقف و منہج ان گمراہ فرقوں کے بالکل خلاف و برعکس ہے کہ جو کبیرہ گناہ کے مرتکب پر کفر کا فتویٰ صادر کرتے ہیں۔ اس لیے کہ (سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

((أَيُّمَا امْرِیءٍ قَالَ لِأَخِيهِ: يَا كَافِرُ، فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا، إِنْ كَانَ كَمَا قَالَ: وَإِلَّا رَجَعَتْ عَلَيْهِ))

وَقَالَ: ((مَنْ دَعَا رَجُلًا بِالْكُفْرِ، أَوْ قَالَ: عَدُوَّ اللّٰهِ! وَلَيْسَ كَذٰلِكَ إِلَّا حَارَ عَلَيْهِ)) [1]

"جس شخص نے اپنے (مسلمان) بھائی کو، اے کافر! کہہ کر پکارا تو دونوں میں سے ایک پر کفر آ جائے گا۔ اگر وہ شخص کہ جسے اُس نے کافر کہہ کر پکارا ہے وہ واقعتاً (مرتد ہو جانے کی وجہ سے) کافر ہے، تو پھر ویسا ہی ہے جیسا اُس نے کہا، بصورتِ دیگر یہ کفر پکارنے والے پر لوٹ آئے گا۔ اور پھر فرمایا کہ: جو شخص کسی کو کافر کہہ کر پکارے یا کہے: او اللہ کے دشمن! حالانکہ وہ (پکارا جانے والا) ایسا نہیں ہے تو کفر اس پکارنے والے پر پلٹ آئے گا۔"

ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے خود سماعت کی؛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

[1] رواهما مسلم / كتاب الايمان / حديث نمبر ٢١٦، ٢١٧

فرماتے تھے:

((لَا يَرْمِي رَجُلٌ رَجُلًا بِالْفُسُوقِ، وَلَا يَرْمِيهِ بِالْكُفْرِ، إِلَّا ارْتَدَّتْ عَلَيْهِ، إِنْ لَمْ يَكُنْ صَاحِبُهُ كَذٰلِكَ.

وَقَالَ: وَمَنْ قَذَفَ مُؤْمِنًا بِكُفْرٍ: فَهُوَ كَقَتْلِهِ.

وَقَالَ: إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِأَخِيهِ: يَا كَافِرُ! فَقَدْ بَاءَ بِهِ أَحَدُهُمَا. ❶

''کوئی بھی (مسلمان) آدمی کسی دوسرے (مسلمان) آدمی پر راہِ حق سے انحراف کی تہمت نہ دھرے اور نہ ہی اُس پر کفر کی تہمت دھرے۔ اگر وہ حقیقت میں کافر و فاسق نہ ہوا تو خود کہنے والا فاسق اور کافر ہو جائے گا۔''

اور پھر فرمایا کہ: اور جو کسی مسلمان آدمی پر کفر کی تہمت لگائے گا (اور وہ کافر نہ ہو) تو ایسا ہے جیسے اس کا خون کیا۔'' اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

جب کسی آدمی نے اپنے (مسلمان) بھائی کو، اے کافر! کہا تو دونوں میں سے ایک ضرور کافر ہو گیا۔''

اور اہل السنۃ والجماعۃ سلفی جماعت حقہ، اہل بدعت پر معصیت یا کفر کا مطلق طور پر حکم لگانے اور کسی معین شخص پر کہ جس کا اسلام بالیقین ثابت ہو...... اور اس سے کسی بدعت کا ارتکاب ہو جائے ...... اس طرح کا کوئی حکم لگانے کے درمیان ہمیشہ فرق کیا کرتے ہیں، کہ ایسا شخص تو بلاشک وشبہ گناہ گار ہو گیا یا پھر راہِ حق سے انحراف کرنے والا (فاسق) یا پھر کافر۔ چنانچہ...... اس آدمی پر وہ ان تینوں میں سے کوئی بھی حکم تب تک نہیں لگاتے حتی کہ اس پر حق واضح ہو جائے۔ (اور وہ اپنی ضد، ہٹ دھرمی پر قائم رہے تب وہ ایسا کوئی حکم لگاتے ہیں۔) اور وہ بھی دلیل و حجت قائم کر کے اور

❶ رواه البخاري / كتاب الادب / حديث: ٦٠٤٥، ٦٠٤٧، ٦١٠٣.

شک و شبہ کا ازالہ کر کے۔ اور اس معاملہ کا تعلق خفیہ اُمور سے ہے نہ کہ ظاہری اُمور سے۔ پھر وہ کسی معین آدمی کی تکفیر نہیں کرتے مگر یہ کہ جب اُس میں کفر والی تمام شروط متحقق ہو جائیں اور اس ضمن میں تمام موانع دُور ہو جائیں۔ ❶

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: میں نے خود سماعت کیا؛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((كَانَ رَجُلَانِ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ مُتَوَاخِيَيْنِ ، فَكَانَ أَحَدُهُمَا يُذْنِبُ، وَالْآخَرُ مُجْتَهِدٌ فِي الْعِبَادَةِ، فَكَانَ لَا يَزَالُ الْمُجْتَهِدُ يَرَى الْآخَرَ عَلَى الذَّنْبِ، فَيَقُولُ: أَقْصِرْ، فَوَجَدَهُ يَوْمًا عَلَى ذَنْبٍ: فَقَالَ لَهُ: أَقْصِرْ، فَقَالَ: خَلِّنِي وَرَبِّي أَبُعِثْتَ عَلَيَّ رَقِيبًا؟ فَقَالَ: وَاللّٰهِ! لَا يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكَ۔ أَوْ لَا يُدْخِلُكَ اللّٰهُ الْجَنَّةَ! فَقُبِضَ أَرْوَاحُهُمَا ، فَاجْتَمَعَا عِنْدَ رَبِّ الْعَالَمِينَ، فَقَالَ لِهٰذَا الْمُجْتَهِدِ: أَكُنْتَ بِي عَالِمًا، أَوْكُنْتَ عَلَى مَا فِي يَدَيَّ قَادِرًا؟ وَقَالَ لِلْمُذْنِبِ: إِذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِي، وَقَالَ لِلْآخَرِ: إِذْهَبُوْا بِهِ إِلَى النَّارِ)) قَالَ أَبُوْهُرَيْرَةَ: وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ! لَتَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ أَوْبَقَتْ دُنْيَاهُ وَآخِرَتَهُ)) ❷

❶ ہمارے اسلاف رحمہم اللہ کا یہی اسلوب و منہج تھا۔ وہ لوگ اہل ایمان کو فوراً حلقۂ کفر میں داخل کرنے سے بہت بچتے تھے۔ چنانچہ امیر المؤمنین سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے جب اہل نہروان کے بارے میں پوچھا گیا؛ کیا وہ کافر ہیں؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ لوگ کفر سے تو فرار ہوئے ہیں۔ دریافت کیا گیا: کیا وہ منافق ہیں؟ فرمایا: منافق لوگ تو اللہ کا ذکر بہت ہی کم کرتے ہیں، جب کہ یہ لوگ اللہ عزوجل کا ذکر صبح و شام کرتے ہیں (اور نمازیں بھی پڑھتے ہیں) نہیں بلکہ وہ ہمارے بھائی ہیں۔ البتہ یہ ہے کہ اُنہوں نے ہمارے اُوپر سرکشی کی ہے۔" اخرجه البيهقي في السنن الكبرىٰ ج: ۲، ص: ۱۷۳.

❷ صحيح سنن ابی داؤد للألبانی / كتاب الادب / باب النهي عن البغي حديث: ۴۹۰۱.

''بنو اسرائیل میں دو آدمی باہم بھائی بھائی بنے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک گناہ کا ارتکاب کر بیٹھتا تھا جب کہ دوسرا آدمی عبادت میں بہت محنت کرنے والا تھا۔ چنانچہ عبادت میں محنت کرنے والا اپنے دوسرے ساتھی کو ہمیشہ گناہ کرتے ہوئے دیکھتا تو اُس سے کہتا: باز آ جاؤ۔ (اور گناہ سے رُک جاؤ۔) ایک دن اُس نے اُسے ایک گناہ کرتے ہوئے پکڑ لیا۔ اس سے وہ کہنے لگا: باز آ جاؤ۔ وہ شخص اُس عبادت گزار سے کہنے لگا: آپ میرے اور میرے رب کے درمیان مداخلت نہ کریں۔ کیا آپ میرے اُوپر نگران بنا کر بھیجے گئے ہیں؟ وہ عبادت گزار کہنے لگا: اللہ کی قسم! اللہ تمہیں کبھی معاف نہیں کرے گا۔ یا اُس نے یوں کہا کہ: اللہ تعالیٰ تمہیں کبھی بھی جنت میں داخل نہیں کرے گا۔ اور پھر جب دونوں فوت ہو گئے تو وہ دونوں اللہ رب العالمین کے ہاں اکٹھے ہوئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس محنتی عبادت گزار سے کہا: کیا تجھے میرے متعلق علم تھا؟ (کہ میں اس آدمی کو کبھی معاف نہیں کروں گا؟) یا تو اُس پر کہ جو میرے ہاتھ میں (فیصلوں کا) اختیار ہے اُس پر (اُنہیں تبدیل کرنے میں) قدرت رکھتا ہے؟ اور پھر گنہگار سے فرمایا: جاؤ تم میری رحمت سے جنت میں داخل ہو جاؤ۔ اور دوسرے (عبادت گزار) کے بارے میں فرمایا: اسے جہنم میں لے جاؤ۔ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اُس ذاتِ اقدس کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اُس شخص نے ایک ایسی بات کی جس نے اُس کی دنیا بھی تباہ کر دی اور اُس کی آخرت بھی۔''

کفر کا معنی ومفہوم اور اس کی اقسام

کفر...... ایمان کی ضد ہے۔ البتہ یہ ہے کہ شریعت کی زبان میں کفر دو طرح کا

ہوتا ہے۔ نصوص میں مذکور کفر سے مراد کبھی تو وہ کفر ہوتا ہے جو آدمی کو ملت اسلامیہ سے باہر کرنے والا ہو۔ اور کبھی اس سے مراد ایسا کفر (انکار و ناشکری) ہوتا ہے جو ملت اسلامیہ سے باہر نکالنے والا نہ ہو۔ اس لیے کہ کفر کے کئی ایک شعبے ہیں، جس طرح ایمان کے کئی ایک شعبے ہیں۔ ایک دوسرے سے متفاوت شعبوں اور اُصول والا کفر ایسا ہے کہ اس کے بعض شعبے اور اُصول کفر کا اطلاق کسی پر واجب کر دیتے ہیں اور بعض ان میں سے وہ ہیں کہ جن کا تعلق کفار کی عادات واطوار اور خصائل سے ہوتا ہے۔

اولاً...... کفر اکبر کہ جو آدمی کو ملت اسلامیہ سے باہر کر دینے والا ہوتا ہے۔ اسے ''اعتقادی کفر'' کہا جاتا ہے۔ یہ کفر ایمان کو ختم کرنے اور اسلام کو باطل کر دینے والا ہوتا ہے۔ یہ کفر آدمی کے لیے جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ تک رہنے کو لازم کر دیتا ہے اور یہ دل کے اعتقاد، زبان کے اقرار و دعوت اور عملاً آدمی سے سرزد ہوتا ہے۔ یہ ''اعتقادی کفر'' پانچ اقسام پر مشتمل ہوتا ہے:

۱...... **کفر تکذیب:** ...... اللہ کے رسولوں کو اعتقاداً جھٹلانا، یا اس بات کا دعویٰ رکھنا کہ رسول حق کے خلاف شریعت لے کر آئے ہیں۔ یا کافر اس بات کا دعویٰ کرے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی حلال چیز کو حرام کر دیا ہے یا کسی حرام چیز کو حلال کر دیا ہے حالانکہ وہ جانتا ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل کے اوامر و نواہی اس کے برعکس ہیں۔

۲...... **انکاری کفر اور تصدیق کے باوجود تکبر کرنا:** ......اور وہ اس طرح ہے کہ ایسے کفر کا مرتکب اس بات کا اقرار بھی کرے کہ جو (شریعت مطہرہ) محمد رسول اللہ ﷺ لے کر آئے ہیں، وہ اُن کے رب کی طرف سے یکسر حق ہے، مگر وہ اس کی اتباع واطاعت سے انکار شر و فساد، اکڑ، تکبر کی بنا پر اہل حق اور حق کو حقیر جانتے ہوئے کرتا ہے۔ جیسے ابلیس، شیطان کا کفر تھا۔ اُس ملعون نے اللہ

عزوجل کے حکم کا صرف جان بوجھ کر انکار ہی نہیں کیا تھا بلکہ اُس نے انکار و تکبر کے ساتھ اللہ عزوجل کا مقابلہ بھی کیا تھا۔

۳......کفرِ اعراض: ......اس کا مطلب یہ ہے کہ اس جرم کا ارتکاب کرنے والا اپنی سماعت اور دلی توجہ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی باتوں سے یکسر منہ پھیر لے۔ (یعنی قرآن وسنت کی بات سنے ہی نہیں۔) نہ آپ ﷺ کی تصدیق کرے اور نہ ہی آپ کی تکذیب کرے۔ نہ آپ سے محبت کرتے ہوئے آپ کی مدد کرے اور نہ ہی آپ سے دشمنی کرے۔ نبی مکرم ﷺ کی طرف بالکل توجہ ہی نہ دے۔ حق کو یکسر ترک کیے رکھے، نہ اسے سیکھے اور نہ ہی اس پر عمل کرے۔ اور ایسی جگہوں سے بھاگ جائے کہ جن میں حق، سچ (دین حنیف، توحید و رسالت اور اسلام) کا ذکر کیا جارہا ہو۔ تو ایسا آدمی کفر اعراض کے ساتھ کافر کہلاتا ہے۔

۴......کفر نفاق: ......اس کا معنی ہوتا ہے کہ جو شریعت مطہرہ و دین حنیف محمد رسول اللہ ﷺ لے کر آئے ہیں باوجود دلی طور پر اُس کو جان بوجھ کر رد کرتے ہوئے اس شریعت کا انکار کرنے کے، اس کی متابعت و فرمانبرداری کا زبانی اظہار کرتے رہنا۔ چنانچہ ایسا آدمی بظاہر ایمان کا اظہار کرنے والا ہوتا ہے مگر درحقیقت باطنی طور پر وہ اپنے کفر کو چھپا رہا ہوتا ہے۔ [1]

---

[1] نفاق کی دو قسمیں ہیں: (۱)......اعتقادی نفاق اور (۲)......عملی نفاق۔

اعتقادی نفاق یا نفاقِ اکبر: ......کا معنی ہوتا ہے کہ اس کا ارتکاب کرنے والا کفر کو اپنے دل میں چھپائے ہوئے ہوتا ہے۔ لیکن اپنی زبان اور اپنے بعض اعمال سے ایمان کا اظہار کرتا رہتا ہے۔ ایسا منافق جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوگا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں سورۃ النسا کی آیت ۱۴۵ میں ارشاد فرمایا ہے۔

عملی نفاق: ......اسے نفاقِ اصغر بھی کہا جاتا ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ آدمی سے اس ہیئت و کیفیت کے مخالف کسی عمل کا اظہار ہوتا ہے کہ جس کا شریعت مطہرہ نے حکم دیا ہو۔ مگر اس سے آدمی ⇦⇦⇦

۵......**شک کا کفر:** ......اور وہ یوں ہے کہ آدمی پورے عزم و جزم کے ساتھ نہ تو نبی مکرم ﷺ کی تصدیق کرے اور نہ ہی پوری تکذیب کرے۔ بلکہ وہ آپ ﷺ کے معاملے میں شک و شبہ کا شکار رہے۔ اور آپ ﷺ کی اتباع سے متعلق تردد کا شکار بھی ہو۔ جب کہ اس ضمن میں مطلوب تو یقین محکم ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ جو بھی اپنے رب کی طرف سے حق لے کر آئے ہیں اس میں کوئی شک و شبہ ہے ہی نہیں۔ تو جو آدمی اس دین و شریعت کی اتباع میں تردد کا شکار ہو کہ جسے خاتم الانبیاء والمرسلین، سید ولد آدم محمد رسول اللہ ﷺ لے کر آئے ہیں یا وہ اس نظریہ کو جائز قرار دے کہ حق اس شریعت مطہرہ و دین حنیف کے برعکس بھی ہوسکتا ہے تو اس نے گویا شک اور گمان والے کفر کا ارتکاب کیا۔

کفر کی یہ تمام انواع و اقسام اپنے مرتکبین کے لیے کہ جب اُن کی موت انہیں حالتوں پر واقع ہو ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہنے کا ذریعہ و سبب بنیں گی اور اُن کے تمام طرح کے اعمال کو برباد کردیں گی۔ چنانچہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ أُولَٰئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ﴾ (البینہ:٦)

"بیشک کتاب والوں اور مشرکوں میں سے جو کافر رہے (انہوں نے اس پیغمبر کو نہ مانا) وہ (قیامت کے دن دوزخ کی) آگ میں ہوں گے۔ ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔ وہ ساری خلقت میں سے بدتر لوگ ہیں۔"

⇦⇦⇦ ملت اسلامیہ سے خارج نہیں ہوتا۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں منافق کی بعض نشانیوں کے بارے میں ذکر آیا ہے: (۱)...... جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ (۲)...... جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے۔ (۳)...... جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔ (۴)...... اور جب جھگڑا کرے تو گالی گلوچ پر اُتر آئے، اور (۵)...... جب عہد معاہدہ کرے تو اس میں غداری کرے۔" (متفق علیہ) چنانچہ ان خصلتوں میں سے کسی کے ارتکاب پر مسلمان آدمی کو ملت سے خارج نہیں کیا جاسکتا۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿وَ لَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْكَ وَ اِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَىِٕنْ اَشْرَكْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ۝۶۵﴾ (الزمر:٦٥)

''اور تیری طرف اور تجھ سے پہلے جو (پیغمبر) گزر گئے ان کی طرف (بھی) یہ حکم بھیجا جا چکا ہے کہ (ہر ایک پیغمبر ﷺ سے ہم نے کہہ دیا ہے) اگر تو نے (اللہ کے ساتھ) شرک کیا تو تیرا کیا کرایا (سب) اکارت ہو جائے گا اور تو گھاٹے میں پڑنے والوں سے ہو جائے گا۔''

تیسرے مقام پر فرمایا:

﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَ لَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِیْرًا ۝۱۴۵﴾ (النساء:١٤٥)

''بے شک منافق دوزخ کے سب سے نیچے کے درجے میں رہیں گے اور کوئی ان کا مددگار (وہاں) تو نہ پائے گا۔'' ❶

ثانیاً...... دوسرا کفر، کفر اصغر کہلاتا ہے کہ جو آدمی کو ملت اسلامیہ سے باہر نہیں نکالتا۔ شارع علیہ السلام نے علی سبیل زجر و توبیخ اور تہدید کے اس کا اطلاق بعض گناہوں پر کیا ہے۔ اس لیے کہ یہ گناہ کفر کی عادات و خصائل میں سے شمار ہوتے ہیں۔ اور اس

---

❶ آخرت میں دار العذاب کے کئی درجے ہیں جن کا قرآن کی مختلف آیات میں ذکر ہوا ہے۔ پہلا درجہ جہنم، دوسرا لظی، تیسرا حطمہ، چوتھا سعیر، پانچواں سقر، چھٹا جحیم اور ساتواں ہاویہ ہے۔ یہی ہاویہ جو سب سے نچلا درجہ ہے منافقین کا ٹھکانہ ہوگا۔ کھلے کافروں اور مشرکوں کو اس سے اوپر کے درجوں میں رکھا جائے گا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: تین گروہوں کو قیامت کے دن سب سے سخت عذاب ہوگا۔ منافقین، اصحاب مائدہ میں سے جنھوں نے کفر کیا اور آل فرعون کو۔ منافقین کے متعلق تو یہی آیت ہے اور آل فرعون کے متعلق فرمایا: ﴿اَدْخِلُوْۤا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ﴾ اور اصحاب مائدہ کے متعلق فرمایا: ﴿فَاِنِّیْۤ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّاۤ اُعَذِّبُهٗۤ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ۠﴾ (قرطبی)

قسم کے بعض گناہوں کا تعلق کبائر سے بھی ہوتا ہے۔ اور یہ معاملہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں داخل ہونے سے ہٹ کر ڈانٹ اور وعید کا حق رکھنے کا تقاضا ضرور کرتا ہے۔ اس کے لیے مثالوں میں سے:

(۱)...... مسلمان آدمی سے قتل و قتال کرنا۔

(۲)...... غیر اللہ کی قسم اُٹھانا۔

(۳)...... کسی کے نسب میں طعن کرنا۔

(۴)...... میت پر نوحہ کرنا۔ اور

(۵)...... مومن آدمی کا اپنے مسلمان بھائی کو ارے او کافر! کہہ کر پکارنا وغیرہ ہیں۔

چنانچہ اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

﴿وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَ اَقْسِطُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝﴾ (الحجرات:۹)

"اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں ملاپ، صلح کرا دو۔ پھر اگر ان میں سے ایک گروہ (سمجھانے پر بھی نہ مانے اور) دوسرے گروہ پر ظلم کرنے لگے تو جو گروہ ظلم کرنے لگے اس سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کا حکم مان لے۔ پھر اگر وہ اللہ تعالیٰ کا حکم مان لے تو عدل و انصاف کے ساتھ دونوں گروہوں میں صلح کرا دو (یہ نہیں کہ غالب گروہ مغلوب گروہ پر ظلم کرے) اور انصاف کا خیال رکھو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔"

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((سِبَابُ

الْـمُسْـلِمِ فُسُوْقٌ وَّ قِتَالُهُ كُفْرٌ .)) [1] ''مسلمان آدمی کو گالی دینے سے آدمی فاسق ہو جاتا ہے اور مسلمان سے لڑنا (ہتھیار کے ساتھ) کفر ہے۔''

سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((وَيْـلَكُمْ لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِيْ كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ)) [2]

''ارے (ایسا کرنے والو!) تمہاری بربادی ہو، میرے بعد کفار کی طرح نہ ہو جانا کہ واپس کفر میں پلٹ جاؤ اور ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔'' (ایک دوسرے کا خون بہاؤ۔)

اور پھر یوں فرمایا کہ: ''جس شخص نے غیر اللہ کا حلف اُٹھایا تو اس نے بالتحقیق شرک کیا۔ (یا فرمایا کہ) اُس نے کفر کا ارتکاب کیا۔ (راوی کو شک ہے کہ اُن کے استاذ نے کون سے الفاظ کہے تھے۔) [3]

اسی طرح سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِثْـنَتَـانِ فِـي الـنَّـاسِ هُـمَـا بِهِمْ كُفْرٌ: اَلطَّعْنُ فِي النَّسَبِ وَالنِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ)) [4]

''لوگوں میں دو باتیں موجود ہیں اور وہ کفر ہیں: ایک نسب میں طعن کرنا۔ دوسری میت پر نوحہ کرنا۔'' (یعنی چلا کر رونا۔)

---

[1] صحیح البخاری/ کتاب الایمان/ حدیث: ٤٨ و صحیح مسلم/ حدیث: ٢٢١.

[2] متفق علیه ـ صحیح البخاری / حدیث: ٦١٦٦ و صحیح مسلم / حدیث ٢٢٣.

[3] صحیح سنن ابی داؤد للألبانی حدیث : ٣٢٥١

[4] رواہ مسلم / حدیث نمبر ٢٢٧.

چوتھی اصل

وعد اور وعید والی نصوص پر ایمان رکھنا

اہل السنۃ والجماعۃ سلفی جماعت حقہ کے اصول میں سے وعید اور ڈراوے والے نصوص پر ایمان رکھنا بھی شامل ہے۔ ایسی تمام نصوص پر وہ ایمان رکھتے ہیں اور جس طرح یہ وارد ہوئے ہیں اسی طرح ان کو پختہ مانتے ہیں۔ ان نصوص سے وہ تاویل کے ذریعے تعرض نہیں کرتے اور وہ وعد و وعید کی نصوص کو فیصلہ کن مانتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی قدر ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ۚ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا ﴿١١٦﴾﴾ (النساء:۱۱٦)

بے شک اللہ تعالیٰ شرک کو نہیں بخشے گا (جو کوئی مشرک مرا اس کی مغفرت نہ ہوگی) اور اس سے کم (درجہ کے گناہوں کو) جس کو چاہے بخشے دے اور جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا وہ پرلے سرے کا گمراہ ہو گیا۔''

یہ اہل السنۃ والجماعۃ اہل الحدیث اس بات پر بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ بندوں کے انجام غیر واضح (مبہم) ہیں۔ کوئی شخص نہیں جانتا کہ اس کا خاتمہ کیسے ہوگا؟ لیکن یہ ہے کہ جو کفر اکبر کا اظہار کرے گا اس پر اسی کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا۔ اور اس کے ساتھ معاملہ بھی کفار جیسا کیا جائے گا۔

سیدنا سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ الْجَنَّةِ ، فِيمَا يَبْدُو لِلنَّاسِ ، وَهُوَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ النَّارِ ! فِيمَا يَبْدُو لِلنَّاسِ ، وَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ))

''بلاشبہ آدمی (پوری زندگی) جیسا کہ لوگوں کے لیے ظاہر ہوتا ہے اہل جنت کے سے عمل کرتا رہتا ہے حالانکہ ہوتا وہ جہنمی ہے۔ اور اسی طرح ایک آدمی (پوری زندگی) جیسا کہ لوگوں کے لیے ظاہر ہوتا ہے جہنمیوں جیسے عمل کرتا رہتا ہے حالانکہ ہوتا وہ اہل جنت میں سے ہے۔ (بلاشبہ اعمال کا دارومدار ان کے خاتمے پر ہوتا ہے۔)'' [1]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((فَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ حَتَّى لَا يَكُونَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ: فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ، فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ فَيَدْخُلُهَا، وَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ، حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ، فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَدْخُلُهَا))

''اور بلاشبہ تم میں سے ایک آدمی (پوری زندگی) اہل جنت کے سے عمل کرتا رہتا ہے حتی کہ اس کے اور جنت کے مابین صرف ایک بالشت کا فرق رہ جاتا ہے مگر اُس پر کتابتِ تقدیر سبقت لے جاتی ہے اور وہ کوئی ایسا جہنمیوں جیسا عمل کر بیٹھتا ہے کہ اس میں جا گرتا ہے۔ اور اسی طرح بلاشبہ تم میں سے ایک آدمی (پوری زندگی) جہنمیوں جیسے عمل کرتا رہتا ہے حتی کہ اس کے اور جہنم کے درمیان صرف ایک بالشت کا فاصلہ رہ جاتا ہے مگر تقدیر کا لکھا اس پر سبقت لے جاتا ہے اور وہ کوئی ایسا جنتیوں جیسا (صالح) عمل کر لیتا ہے کہ جس سے وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔'' [2]

---

[1] رواه البخاري، حديث: ٢٨٩٨ و مسلم حديث: ٣٠٦.

[2] رواه البخاري حديث: ٧٤٥٤ و مسلم: ٦٧٢٣.

مگر اہل السنۃ والجماعۃ کے لوگ اس شخص کے لیے کہ جس کی موت اس کے اسلام کے ظاہری اعمال کی وجہ سے اسلام پر واقع ہوئی ہو بالعموم اہل ایمان ومتقین میں سے ہونے کی گواہی دیتے ہیں۔ اور یہ کہ وہ ان شاء اللہ اہل جنت میں سے ہوگا۔ جیسا کہ اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

﴿وَ بَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَ اُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ وَ لَهُمْ فِیْهَاۤ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙۗ وَّ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵﴾﴾ (البقرہ:۲۵)

''اور (اے پیغمبر ﷺ) ان لوگوں کو خوشخبری سنا دیجیے جو ایمان لائے اور انہوں نے صالح اعمال کیے۔ ان کے لیے باغ ہیں جن کے تلے نہریں بہ رہی ہیں۔ جب اس باغ کا کوئی میوہ ان کے کھانے کو دیا جائے گا تو کہیں گے یہ تو وہی ہے جو پہلے ہم کو مل چکا تھا۔ کیونکہ جو پھل وہاں لائے جائیں گے ان کی صورتیں ملتی جلتی ہوں گی (لیکن مزہ جدا جدا) اور ان کے لیے وہاں ستھری (پاکیزہ) عورتیں ہیں اور وہ ہمیشہ ہمیشہ ان باغوں میں رہیں گے۔''

اور دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّ نَهَرٍ ﴿۵۴﴾ فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۵۵﴾﴾ (القمر:۵۴۔۵۵)

''بلاشبہ اللہ کے متقی بندے باغوں اور نہروں والی جنتوں کے اندر سچی صحبت میں رہیں گے (جہاں لغو اور جھوٹ نہ ہوگا) اس بڑے بادشاہ کے پاس کہ جس کو سب قدرت ہے۔''

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ : دَخَلَ الْجَنَّةَ))

''جو شخص اس حالت میں فوت ہوا کہ وہ علم رکھتا ہو: اللہ رب العالمین کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں ہے۔ تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔'' [1]

یہ اہل السنۃ والجماعۃ سلفی جماعت حقہ کے لوگ اس بات کی بھی گواہی دیتے ہیں کہ: کفار و مشرکین اور منافقین جہنمی ہیں۔ چنانچہ اللہ عزوجل کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾ (البقرہ:۳۹)

''اور جو لوگ نافرمانی کریں گے اور ہماری آیتوں کو جھٹلا دیں گے تو وہی دوزخی ہیں ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔''

اور دوسرے مقام پر فرمایا:

''بیشک کتاب والوں اور مشرکوں میں سے جو کافر رہے (انہوں نے اس پیغمبر کو نہ مانا) وہ (قیامت کے دن دوزخ کی) آگ میں ہوں گے اور وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے وہ ساری خلقت میں سے بدترین لوگ ہیں۔'' (البینۃ:٦۔ آیت کریمہ کا متن پیچھے گزر چکا ہے۔)

منافقین کے بارے میں فرمایا:

﴿ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ﴾ (النساء:١٤٥)

''بے شک منافق دوزخ کے سب سے نیچے والے درجے میں رہیں گے اور کوئی ان کا مددگار (وہاں) تو نہ پائے گا۔''

اور اہل السنۃ والجماعۃ سلفی جماعت حقہ کے لوگ نبی مکرم ﷺ کی گواہی کے مطابق آپ ﷺ کے دس خوشخبری یافتہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے لیے ''مُبَشَّرِیْن

[1] رواہ مسلم حدیث: ١٣٦۔

بِـالْـجَـنَّةِ'' کی گواہی دیتے ہیں۔ بعینہ دیگر وہ سب حضرات گرامی کہ جن کے لیے رسول اللہ ﷺ نے جنت کی خوشخبری دی ہم ان کے لیے بھی اہل جنت ہونے کی گواہی دیتے ہیں۔

سیّدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَبُـوْ بَـكْـرٍ فِـي الْـجَـنَّةِ، وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ، وَعُثْمَانُ فِي الْـجَنَّةِ، وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ، وَطَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ، وَالزُّبَيْرُ فِي الْجَنَّةِ، وَعَبْدُالرَّحْمٰنُ بْنُ عَوْفٍ فِي الْجَنَّةِ، وَسَعْدُ بْنُ أَبِيْ وَقَّـاصٍ فِي الْجَنَّةِ، وَسَعِيْدُ بْنُ زَيْدٍ فِي الْجَنَّةِ، وَأَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ فِي الْجَنَّةِ))

''ابو بکر عبداللہ بن عثمان ابو قحافہ (اول خلیفہ رسول اللہ ﷺ بلافصل) جنتی ہیں۔ خلیفۂ ثانی واول امیر المومنین عمر بن خطاب جنتی ہیں۔ خلیفۂ ثالث امیر المومنین عثمان بن عفان ذُوالنُّورین جنتی ہیں۔ خلیفۂ رابع ابوتراب علي بن ابو طالب جنتی ہیں۔ طلحہ بن عبید اللہ بھی جنتی ہیں۔ حواری رسول اللہ ﷺ زبیر بن عوام بھی جنتی ہیں۔ عبدالرحمٰن بن عوف بھی جنت میں جائیں گے۔ سعد بن ابي وقاص بھی جنت والوں میں سے ہیں۔ سعید بن زید بھی جنتی ہیں اور امین الامہ ابوعبیدہ ابن الجراح بھی جنت والوں میں سے ہیں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین وارضوہ۔'' [1]

اسی طرح (صحیح اسناد سے مروی نبی مکرم ﷺ کی مرفوع احادیث مبارکہ میں) بہت سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے لیے جنت کی گواہی ثابت ہے۔ جیسے کہ سادا تنا:

[1] صحیح سنن ابی داؤد: للالبانی، حدیث: ٤٦٤٩ وصحیح سنن الترمذی: ٣٧٤٧ واللفظ للترمذی.

عکاشہ بن محصن ، عبداللہ بن سلام ، آل یاسر ، بلال بن رباح ، جعفر بن ابو طالب ، عمرو بن ثابت ، زید بن حارثہ ، عبداللہ بن رواحہ ، فاطمۃ الزہراء بنت رسول اللہ ﷺ ، ام المومنین سیّدہ خدیجہ بنت خویلد ، ام المومنین عائشہ بنت ابی بکر ، ام المومنین سیّدہ صفیہ ، ام المومنین سیّدہ حفصہ بنت عمر ، دیگر آپ کی ازواج مطہرات اور ان کے علاوہ بہت سارے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ۔

اور جن لوگوں کے بارے میں صراحتاً نصوص وارد ہیں کہ وہ جہنمی ہیں ؛ ہم ان کے بارے میں اسی بات کی گواہی دیتے ہیں کہ وہ اہل جہنم ہیں ۔ ان میں سے ابولہب عبدالعزی بن عبدالمطلب ، اس کی بیوی ام جمیل اروی بنت حرب اور ان کے علاوہ وہ سب کفار ومشرکین کہ جن کے بارے میں ان کا جہنمی ہونا ثابت ہے ۔ اور اہل السنۃ والجماعۃ کسی بھی معین شخص کے بارے میں نہ جنتی ہونے کا بالجزم اظہار کرتے ہیں اور نہ ہی جہنمی ہونے کا ۔ چاہے بظاہر اس کے اعمال جیسے ہی کیوں نہ ہوں ، اِلّا یہ کہ جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے بالجزم اظہار فرما دیا ہو ۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ ہم نیکوکار ، صالح آدمی کے لیے اللہ کے انعام واکرام اور بخشش کی امید کرتے ہیں اور گنہگار کے بارے میں خوف کا اظہار کرتے ہیں ۔ [1]

اہل السنۃ والجماعۃ کے اہل ایمان اس بات کا بھی عقیدہ و ایمان رکھتے ہیں کہ : بلاشبہ جنت کسی کے لیے بھی واجب نہ ہوگی اگرچہ اس کے اعمال بظاہر کتنے ہی اچھے

---

[1] اس لیے ہم کسی بھی شخص کے بارے میں کہ جو اللہ کے لیے قتل کر دیا جائے یا وہ طبعی طور پر فوت ہو جائے فیصلہ نہیں کر سکتے کہ وہ شہید ہے ۔ اس لیے کہ نیت کا تعلق خالصتاً اللہ عزوجل کے ساتھ ہے ۔ صحیح طریق یہ ہے کہ کہا جائے : ہم اللہ عزوجل سے اس کے لیے شہادت کا سوال کرتے ہیں اور ہم اسے ان شاء اللہ شہید ہی گمان کرتے ہیں ۔ اور ہم اللہ کے ہاں کسی کی خودستائی نہیں کر سکتے ۔ یعنی یہ کلمات دعائیہ الفاظ کے ساتھ ادا کیے جائیں نہ کہ پورے جزم کے ساتھ ۔ اس لیے کہ اس ضمن میں بالجزم کسی بات کا کہنا گویا اللہ عزوجل کے فیصلہ سے متعلق بغیر علم کے کوئی بات کہنا ہے جو قطعاً جائز نہیں ۔

کیوں نہ ہوں گے مگر یہ ہے کہ صرف اس صورت میں کہ: اللہ رحیم و کریم اپنی رحمت اور اپنے فضل کے ساتھ کسی کو ڈھانپ لے اور پھر اپنی خاص مہربانی کے ساتھ اُسے جنت میں داخل کر دے۔ چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ وَ مَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّ لٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۲۱ ﴾ (النور:٢١)

''مسلمانوں شیطان کے قدم بقدم مت چلو (اس کی پیروی نہ کرو) اور جو کوئی شیطان کی پیروی کرے گا (وہ گمراہ ہوگا اور) اس لیے کہ شیطان تو بے حیائی اور برے ہی کام کرنے کو (اسے) کہے گا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور کرم تم پر نہ ہوتا تو تم میں سے کوئی بھی (گناہ سے) پاک کبھی نہ رہ سکتا۔ لیکن اللہ (اپنے بندوں میں سے) جس کو چاہتا ہے پاک کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ (سب) سنتا جانتا ہے۔''

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَامِنْ أَحَدٍ يُدْخِلُهُ عَمَلُهُ الجنَّةَ)) فقِيل: ولا أَنْتَ؟ يارسول الله! قَالَ: ((وَلا أَنَا، إِلَّا أَنْ يَتغَمَّدَنِي رَبِّي بِرَحْمَةٍ))

''کوئی ایسا شخص نہیں ہے کہ جسے اُس کے اعمال جنت میں داخل کر سکیں۔'' سوال کیا گیا: اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی نہیں اے اللہ کے رسول! فرمایا: ''اور میں بھی نہیں۔ اِلا یہ کہ میرا رب کریم مجھے اپنی رحمت (اور بخشش) کے ساتھ ڈھانپ لے۔'' [1]

اور اہل السنۃ والجماعۃ سلفی جماعت حقہ کے لوگ ہر اُس شخص کے لیے اللہ کے

[1] رواه مسلم، كتاب صفات المنافقين، حديث: ٧١١٣.

عذاب کو واجب نہیں کرتے کہ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی وعید جس کی طرف بظاہر لوٹ رہی ہو...... سوائے اس کے کہ یہ وعید کفر کی متقاضی ہو اور مُشار الیہ آدمی پکا کافر ہو...... ہوسکتا ہے اللہ عزوجل اس وعید شدہ آدمی کو اس کی بعض اطاعتوں یا اس کی توبہ یا اس پر آنے والے مصائب وامراض کی وجہ سے کہ جو گناہوں کو دور کرنے والے ہوں...... اُسے بخش دے۔ (اور ہم خواہ مخواہ اُس پر جہنمی ہونے کا فتویٰ لگاتے پھریں۔) چنانچہ اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

''(اے پیغمبر ﷺ) کہہ دے (اللہ عزوجل فرماتے ہیں:) میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اللہ کی مہربانی اور اس کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ (شرک کے سوا) سب گناہوں کو بخش دیتا ہے۔''

(الزمر:۵۳۔ آیت پیچھے گزر چکی ہے۔)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي بِطَرِيقٍ، وَجَدَ غُصْنَ شَوْكٍ عَلَى الطَّرِيقِ فَأَخَّرَهُ، فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهُ: فَغَفَرَ لَه))

''ایک آدمی اس دوران کہ وہ کسی راستے پہ جارہا تھا، اس نے راستے میں ایک کانٹے دار ٹہنی دیکھی، چنانچہ اس نے اسے راستہ سے دور ہٹا دیا۔ اللہ عزوجل نے اس کی قدر دانی فرمائی اور اس کو معاف کر دیا۔'' [1]

اور اہل السنۃ والجماعۃ سلفی جماعت حقہ کے لوگ اس بات کا بھی پختہ عقیدہ رکھتے

---

[1] رواه البخاری۔ کتاب المظالم، حدیث: ۲٤۷۲/ کتاب الاذان حدیث: ٦٥٢

اس موضوع سے متعلق یہاں ایک اور زبردست واقعہ احادیث میں درج ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک شخص کسی راستے پہ جارہا تھا۔ (دوسری روایت میں بنو اسرائیل کی ایک فاحشہ عورت کا ذکر ہے) اسے سخت پیاس لگی۔ سرراہ اسے ⇦⇦⇦

ہیں کہ ہر مخلوق کی اجل اللہ ذوالجلال کی طرف سے مقرر ہے۔ اور یہ کہ بلاشبہ کوئی بھی جان اللہ رب العالمین کے حکم کے بغیر اس کے ہاں تحریر شدہ اجل سے پہلے اور نہ ہی بعد میں موت سے ہمکنار ہوگی۔ چنانچہ اللہ عزوجل کا ارشادِ گرامی قدر ہے:

﴿وَ لَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿٦١﴾﴾ (النحل:٦١)

''اور اگر اللہ تعالیٰ بندوں کو ان کی نافرمانیوں پر (جھٹ) پکڑ لیا کرے تو (ساری) زمین پر ایک جاندار بھی باقی نہ چھوڑے۔ مگر یہ ہے کہ وہ ان کو ایک مقررہ وعدے تک مہلت دیتا ہے۔ اور پھر جب ان کا وعدہ آن پہنچتا ہے تو ایک گھڑی آگے یا پیچھے نہیں ہو سکتے۔''

......اور اگر کوئی جاندار اپنی طبعی موت سے ہمکنار ہو جائے یا اُسے قتل و ذبح کر دیا جائے تو بلاشک وشبہ یہ سب عمل اس کی انتہاء و اختتام کو پہنچنے والی اُس اجل کی بنا پر ہوگا کہ جسے اللہ رب العالمین کے ہاں لکھا جا چکا ہے۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

﴿وَ مَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ۚ وَ مَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَ مَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَ

⇐ ⇐ ⇐ ایک کنواں نظر آیا۔ وہ اس میں اترا اور اس نے پانی پیا۔ جب باہر نکلا تو دیکھا کہ ایک کتا پیاس کے مارے پانی نہ ملنے کی وجہ سے کیچڑ چاٹ رہا ہے۔ اس نے اپنے دل میں کہا: اس کتے کو بھی پیاس سے ویسی ہی تکلیف محسوس ہو رہی ہوگی جیسے مجھ پر گزر چکی ہے۔ چنانچہ وہ پھر کنویں میں اُترا، اور اپنے موزے میں پانی بھر کر اسے منہ سے پکڑ کر اوپر چڑھا اور کتے کو پانی پلایا۔ اللہ کریم نے اس کے اس عمل کی قدر دانی فرمائی اور اس کو بخش دیا۔ لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم کو جانوروں پر رحم کرنے میں بھی اجر و ثواب ملے گا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہر تازہ (تر) کلیجے والے پر ثواب ملے گا۔'' (صحیح البخاری، کتاب الادب، باب رحمة الناس والبهائم، حدیث: ٦٠٠٨)

سَنَجْزِي الشّٰكِرِيْنَ ﴾ (آل عمران:١٤٥)

''اور کوئی بھی شخص تب تک مر نہیں سکتا جب تک کہ اللہ کا حکم نہ ہو۔ اس نے لکھ رکھا ہے مقرر وقت پر (موت کو)۔ اور جو کوئی دنیا میں (اپنے نیک اعمال) کا بدلہ چاہے تو ہم اسی میں سے اس کو دیں گے۔ اور جو کوئی آخرت کا ثواب چاہے تو اس کو اسی میں سے دیں گے۔ اور شکر کرنے والوں کو ہم جلد بدلہ دیں گے۔''

اور اہل السنۃ والجماعۃ سلفی جماعت حقہ کے اہل ایمان و اسلام اس بات کا بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ: اہل ایمان کے لیے اللہ عزوجل کی طرف سے جنت کا وعدہ اور نافرمان اہل توحید کو سزا دینے کی وعید، اور کفار و منافقین کو جہنم میں داخل کر کے عذاب دینے کا وعدہ بھی حق ہے۔ لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے خاص فضل و کرم سے گنہگار اہل توحید کے گناہ معاف کر دیتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہل توحید (اہل السنۃ والجماعۃ سلفی جماعت حقہ کے اہل ایمان) کے ساتھ بخشش کا وعدہ کر رکھا ہے جبکہ اپنے فرامین میں ان کے علاوہ وہ دیگر تمام لوگوں (تمام کفار و مشرکین، مبتدعین اور تمام گمراہ فرقوں) کو معاف کرنے سے انکار کر رکھا ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

ا...... ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ﴾ (النساء:١١٦)

''بے شک اللہ تعالیٰ شرک کو نہیں بخشے گا (جو کوئی مشرک مرا اس کی مغفرت نہ ہوگی) اور اس سے کم (درجہ کے گناہوں کو) جس کو چاہے بخش دے گا۔ اور جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا وہ پرلے سرے کا گمراہ ہو گیا۔''[1]

ب..... ﴿ وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ﴾

[1] معلوم ہوا کہ مشرک کے سوا مسلمان گنہگار ہمیشہ جہنم میں نہیں رہیں گے۔ اس سے ان لوگوں کا رد نکلتا ہے جو مرتکب کبیرہ کو دائمی جہنمی کہتے ہیں۔ (قرطبی) اوپر سے منافقوں کا ذکر آ رہا ہے جو پیغمبر ﷺ ⇐⇐⇐

يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ ۚ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿١٢٠﴾ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۡ وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ﴿١٢١﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ﴿١٢٢﴾﴾ (النساء:۱۱۹)

''جو کوئی اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنائے گا۔ وہ سرتاپا کھلے نقصان میں ڈوب گیا۔ شیطان (نے جیسے کہا تھا اسی طرح) لوگوں کو وعدے دیتا ہے (مگر پورے نہیں کرتا) امیدیں دلاتا ہے اور شیطان جو کچھ ان سے وعدہ کرتا ہے وہ دغا ہی دغا ہے۔ ان لوگوں کا (جو شیطان کے دغا میں آ گئے ہیں) ٹھکانا دوزخ ہے۔ اور وہاں سے کہیں بھاگنے کی جگہ نہ پائیں گے۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان کو ہم باغوں میں لے جائیں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا سچا وعدہ ہے اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر بات کا سچا اور کون ہوسکتا ہے''

ج...... ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ﴿١٣٧﴾ بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمَا ﴿١٣٨﴾ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ﴿١٣٩﴾﴾

(النساء:۱۳۷ تا ۱۳۹)

⇦⇦⇦ کے فیصلوں کو پسند نہ کرتے اور جدا راستے پر چلتے تھے۔ اس آیت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ شرک کو نہیں بخشتا، معلوم ہوا کہ اسلام کے سوا کسی دوسرے دین (طریقہ) کو محبوب رکھا جائے اور اس کو معمول بنایا جائے تو یہ شرک ہے۔ کیونکہ اسلام کے سوا جو دین بھی ہے سب شرک ہے اگرچہ پرستش کا شرک نہ بھی کیا جائے۔ (از موضح القرآن)

''بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے پھر کافر ہو گئے۔ پھر ایمان لائے پھر کافر ہو گئے اور پھر زیادہ کفر کیا تو اللہ تعالیٰ ان کو بخشنے والا نہیں اور نہ ان کو سیدھی راہ پر لگانے والا ہے۔ (اے پیغمبر ﷺ) منافقوں کو تکلیف کے عذاب کی خوشخبری دے دو۔ یہ منافق وہ لوگ ہیں کہ جو اہل ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں۔ کیا یہ لوگ ان کافروں کے پاس عزت (اور احترام و وقار) کو تلاش کرتے ہیں؟ حالانکہ بلاشک وشبہ عزت تو ساری کی ساری اللہ عزوجل کے پاس ہے۔''

د...... ﴿اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝﴾ (التوبہ: ۸۰)

''(اے پیغمبر ﷺ) تو ان کے لیے (اللہ سے) بخشش مانگے یا نہ مانگے، اگر ستر بار (بھی) ان کے لیے بخشش مانگے گا تب بھی اللہ تعالیٰ ہرگز ان کو بخشنے والا نہیں۔ یہ اس لیے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو نہیں مانا (ان کا حکم نہ سنا بلکہ دین پر ٹھٹھے لگائے) اور اللہ تعالیٰ فاسق و فاجر لوگوں کو سیدھی راہ پر نہیں لگاتا۔''

ھ...... ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۝﴾ (محمد: ۳٤)

''بے شک جو لوگ (عمر بھر) کافر رہے اور (دوسرے لوگوں کو بھی) اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے رہے اور پھر کفر ہی کی حالت میں مر گئے تو اللہ تعالیٰ ان کو کبھی نہیں بخشے گا۔''

پانچویں اصل

اہل السنۃ والجماعۃ کے عقیدہ میں دوستی اور دشمنی کا معیار ❶

اور اہل السنۃ والجماعۃ سلفی جماعت حقہ اہل الحدیث کے سلف صالحین کے اصول

❶ المو لاۃ کا لغوی معنی: زیر مطالعہ موضوع میں مستعمل اصطلاح ''موالاۃ'' کا لغوی معنی ہوتا ہے: محبت، دوستی...... چنانچہ ہر وہ شخص کہ جس سے آغاز میں ہی آپ بغیر کسی انعام و معاوضہ کے محبت کریں تو آپ کہیں گے: أَوْلَيْتُهُ وَوَالَيْتُهُ...... میں نے اُس سے محبت کی، میں نے اس سے سچی دوستی کی۔ یہ محبت اور دوستی، دشمنی کی ضد ہوتی ہیں۔ مختصر بات یہ ہے کہ: موالاۃ اور ولاء: کا معنی: محبت، مدد، دوستی اور تابعداری ہوتا ہے۔ اور یہ معنی کسی چیز کے قریب ہونے کا شعوری طور پر دے رہا ہے۔

المعاداۃ کا لغوی معنی: یہ کلمہ عَادٰی، یُعَادِی کے باب کا مصدر ہے۔ اور عداءٌ وّعداوۃٌ: کا مطلب ہوتا ہے: سخت قسم کا جھگڑا اور دشمنی کی بنا پر دوری۔ اور کسی کو تکلیف پہنچانے کے ارادے اور انتقام لینے کی بنا پر دل میں گھر کیے ہوئے ایک پختہ ارادے وشعور کا نام معاداۃ ہوتا ہے۔ اور دشمن دوست کا ضد ہوتا ہے۔ اسی معنی میں مختصر بات یہ ہے کہ: یہ معاداۃ اپنے دشمن سے دوری اور اختلاف کا سبب بنتی ہے اور یہ موالاۃ کے برعکس ہوتی ہے۔

موالاۃ و معاداۃ...... دوستی اور دشمنی کا شرعی معنی: اصل موالاۃ تو محبت ہوتی ہے اور اصل معاداۃ: بغض وعداوت۔ ان دونوں سے دل کے اعمال واشغال اور اعضاء بدن کے افعال سرزد ہوتے ہیں کہ جو موالاۃ ومعاداۃ کی حقیقت میں داخل ہو جاتے ہیں۔ جیسے کہ مدد کرنا، انس ومحبت کرنا، جہاد کرنا اور ہجرت کرنا۔ تب موالاۃ کا معنی ہوگا: زبانی گفتگو، (قول) اعضاء بدن کے افعال وحرکات یا نیت وارادہ کے ذریعے کسی چیز کے قریب ہونا۔ جبکہ معاداۃ کا مفہوم اس کے برعکس ہوگا۔

یہاں ہم اس بات کو خوب جان لیں کہ: لغوی اور شرعی دونوں معانی میں ایک واضح فرق پایا جانا چاہیے۔ اور وہ یہ ہے کہ اللہ رب العالمین نے اہل ایمان پر واجب کیا ہے کہ وہ: اپنی مکمل دوستی ومحبت صرف اہل ایمان، اپنے مسلمان بھائیوں کو ہی پیش کریں۔ اسی طرح اپنی مکمل دشمنی (اللہ کے باغیوں) کفار ومشرکین سے ہی رکھیں۔ اور یہ کہ ان کی اپنے مسلمان، اہل ایمان بھائیوں سے دوستی ہرگز پوری نہ ہوگی مگر یہ ہے کہ صرف مشرکین وکفار سے برأت کا اعلان کر کے اور یہ دونوں لازم وملزوم ہیں۔

عقیدہ میں سے ایک اور اصل: اللہ کے لیے محبت اور اللہ عزوجل ہی کی خاطر بغض و عداوت...... ہوا کرتا ہے۔ یعنی اہل ایمان واسلام سے دوستی اور محبت اور مشرکین و کفار سے بغض وعداوت اور ان سے بیزاری کا اظہار۔ چنانچہ اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی قدر ہے:

﴿وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اُولٰٓىِٕكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝﴾

(التوبہ:۷۱)

''اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔ وہ اچھی بات سکھلاتے ہیں اور بری بات سے منع کرتے ہیں۔ اور نماز کو درستی کے ساتھ (وقت پر جماعت سے) ادا کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا کہا مانتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ ضرور رحم کرے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ زبردست ہے، حکمت والا۔'' [1]

دوسرے مقام پر اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی قدر ہے:

﴿لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۝﴾ (آل عمران:۲۸)

[1] جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا۔ ایک مومن دوسرے مومن کے لیے عمارت کی مانند ہے جس کی بعض اینٹیں بعض کو سہارا دیتی ہیں۔'' دوسری حدیث میں ہے: مَثَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ الْوَاحِدِ إِذَا اشْتَكٰى عَنْهُ عُضْوٌ تَدَاعٰى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالْحُمّٰى وَالسَّهْرِ۔ آپس کی محبت، ہمدردی اور شفقت میں مسلمانوں کی مثال ایک جسم کی سی ہے کہ جس کے اگر ایک عضو کو تکلیف پہنچتی ہے تو بقیہ سارے اعضاء بخار اور بے چینی کی صورت میں اس کا ساتھ دیتے ہیں۔ (ابن کثیر)

''مسلمان مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں اور جو کوئی ایسا کرے (یعنی کافروں سے دوستی جوڑے گا) تو اس کو اللہ سے کچھ تعلق نہیں رہا۔ (کیونکہ کافر اللہ کے دشمن ہیں اور ان سے دوستی کرنا اللہ سے دشمنی کرنا ہے) مگر ہاں! جب ایسے امر کا ڈر ہو کہ جس سے بچنا ضروری ہو۔ اور اللہ عزوجل اپنی ذات مقدس سے تم کو ڈراتا ہے تم کو اللہ تعالیٰ کی طرف ہی پھر کر جانا ہے۔'' ❶

اور ایک مقام پر اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی ہے:

''محمد ﷺ اللہ کا پیغمبر ہے اور جو لوگ اس کے ساتھ ہیں (یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم) وہ کافروں پر سخت ہیں جبکہ آپس میں (ایک دوسرے پر) رحم دل ہیں۔ (اے دیکھنے والے) تو ان کو دیکھتا ہے (کبھی) رکوع کر رہے ہیں، (کبھی) سجدہ کر رہے ہیں۔ اللہ کے فضل اور اس کی رضا مندی کی فکر میں رہتے ہیں۔ ان کی نشانی ان کے چہروں پر (نمایاں) ہے یعنی سجدے کی نشانی۔ ان کا یہ حال تورات شریف میں بیان ہوا ہے اور انجیل شریف میں بھی ان کی مثال ایک کھیتی کی سی بیان کی گئی ہے، جس نے زمین سے پٹھا نکالا۔ پھر اس کو

---

❶ اس آیت میں کفار کے ساتھ موالات اور دوستی رکھنے سے منع فرمایا ہے اور اس پر سخت وعید سنائی ہے۔ صرف بچاؤ اور تدبیر سلطنت کی حد تک ظاہری طور پر اظہار موالاۃ کی اجازت دی ہے بشرطیکہ یہ اظہار دل میں نفرت کے ساتھ ہو۔ سیّدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں تقیہ صرف زبان سے اظہار کی حد تک جائز ہے نہ کہ عمل سے۔ نیز ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بعض یہودی رؤسا نے انصار کے ایک گروہ سے تعلقات قائم کر رکھے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ کسی موقع پر ہم ان کو دین اسلام سے پھیرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن کثیر۔ شوکانی) دراصل یہ اور اس مفہوم کی دوسری آیات اسلامی حکومت کی خارجہ پالیسی وضع کرنے میں اصل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ مزید تشریح کے لیے دیکھئے سورۃ المائدہ کی آیت ۵۱......۵۶ اور مسئلہ تقیہ کی تفصیل کے لیے سورۃ نحل آیت ۱۰۶ ملاحظہ فرمائیں۔

طاقت ور کیا اور وہ موٹا ہو گیا۔ اب یہ کھیتی اپنی نال پر سیدھی کھڑی ہو گئی اور کسانوں کو بھلی لگنے لگی۔ (اللہ تعالیٰ نے یہ) اس لیے (کیا) کہ کافران کو دیکھ کر جلیں (اہل ایمان کا عمل دیکھ کر کافروں کو غصہ چڑھے) ان لوگوں سے کہ جو ایمان لائے اور انہوں نے صالح اعمال کیے ان سے اللہ تعالیٰ نے بخشش کا اور اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے۔'' (الفتح:۲۹۔ آیت پیچھے گزر چکی ہے۔)

اور اہل السنۃ والجماعۃ سلفی جماعت حقہ کے اہل ایمان اس بات پر پختہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ: اسلام میں دشمنی اور دوستی (اللہ کے لیے محبت اور اللہ ہی کے لیے نفرت) اہم ترین اصول عقیدہ میں سے ایک اصل ہے۔ اور اس اصل کا شریعت مطہرہ میں نہایت عظیم مرتبہ و مقام ہے جو کہ درج ذیل اسباب سے نہایت واضح ہو جاتا ہے۔

۱ ...... یہ مولاۃ و معاداۃ '' لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ '' کی گواہی کا ایک حصہ ہے۔ چنانچہ اس کا معنی یہ ہے کہ: ہر اُس چیز سے مکمل بیزاری و نفرت کا اظہار کہ جس کی اللہ عزوجل سے ہٹ کر (یا اللہ تبارک و تعالیٰ کے ساتھ ملا کر) عبادت و پوجا کی جاتی ہو۔ جیسا کہ اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

''اور ہم تو ہر قوم میں ایک پیغمبر بھیج چکے ہیں۔ (یہ حکم دے کر) کہ اللہ تعالیٰ کی ہی عبادت کرو اور طاغوت سے بچے رہو۔ (طاغوت یعنی ہر وہ ذات و شے کہ جس کی اللہ تعالیٰ کے سوا پوجا کی جائے۔ تو پیغمبروں کے سمجھانے سے) کسی کو اللہ نے سیدھی راہ پر لگا دیا اور کسی پر گمراہی جم گئی تھی۔ تو (اے قریش کے کافرو) ذرا اللہ کی زمین پر چل پھر کر دیکھو (پیغمبروں کو) جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا۔'' [1] (النحل:۳۶۔ آیت پیچھے گزر چکی ہے۔)

---

[1] طاغوت کا لفظ طغیان سے مشتق ہے جس کے معنی اپنی حد سے بڑھنے کے ہیں۔ یہ شیطان، معبود باطل اور ہر اس شخص پر بولا جا سکتا ہے جو ضلالت کی طرف دعوت دے (امام شوکانی) شاہ صاحب لکھتے ہیں، ⇦⇦⇦

ب...... اسلام میں موالاۃ و معاداۃ کا عقیدہ ایمان کے کڑوں میں سے ایک نہایت مضبوط کڑا ہے۔ جیسا کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

((أَوْثَقُ عُرَى الْإِيْمَانِ: الْمُوَالَاةُ فِي اللّٰهِ وَالْمُعَادَاةُ فِي اللّٰهِ، وَالْحُبُّ فِي اللّٰهِ، وَالْبُغْضُ فِي اللّٰهِ))

''ایمان کے کڑوں میں سے مضبوط ترین کڑا...... اللہ ہی کے لیے باہم محبت کرنا اور اللہ ہی کے لیے دوسروں سے دشمنی کرنا ہے۔ اللہ ہی کی خاطر محبت اور اللہ رب العالمین کے لیے ہی بغض وعداوت ہے۔'' ❶

ج...... عقیدۂ توحید وایمان باللہ کا یہ اصل ...... اللہ کے لیے ہی محبت و دوستی اور اللہ کے لیے ہی بغض وعداوت ...... ایک ایسا ذریعہ ہے تاکہ اس کے ذریعے مومن آدمی کا دل ایمان کی حلاوت اور یقین کی لذت کو چکھ سکے۔ چنانچہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيْمَانِ: مَنْ كَانَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَحَبَّ إِلَيهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَمَنْ أَحَبَّ عَبْدًا لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلّٰهِ، وَمَنْ يَكْرَهُ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْقَذَهُ اللّٰهُ، كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُلْقَى فِي النَّارِ))

''جس آدمی میں تین اوصاف پائے جائیں گے وہ ایمان کی حلاوت کو پالے گا۔ ایک یہ کہ اللہ عزوجل کی ذات اقدس اور اس کے رسول ﷺ کی محبت اُسے باقی سب سے زیادہ ہو۔ دوسرے یہ کہ کسی بندے سے

⇦⇦⇦ جو ناحق سرداری کا دعویٰ کرے، کچھ سند نہ رکھے ایسے کو طاغوت کہتے ہیں۔ بت، شیطان اور زبردست ظالم سب ہی طاغوت ہیں۔ (از موضح القرآن)

❶ انظر: ((سلسلة الاحاديث الصحيحة)) للألباني، برقم: (۹۹۸).

خالص اللہ کے لیے محبت کرے۔ تیسرا یہ کہ: وہ دوبارہ کفر کی طرف پلٹ جانا اسی طرح ناپسند کرے جس طرح وہ اس بات کو انتہائی ناپسند کرتا ہے کہ اُسے جہنم میں پھینک دیا جائے، اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اس سے چھڑا دیا ہو۔'' [1]

د...... اس عقیدے کی تحقیق (یعنی اس کے محقق ہونے) کے ساتھ ایمان مکمل ہوتا ہے۔

جیسا کہ سیّدنا ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((مَنْ أَحَبَّ لِلّٰه ، وَأَبْغَضَ لِلّٰه وَأَعْطَىٰ لِلّٰه ، وَمَنعَ لِلّٰهِ ، فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْإِيْمَانَ))

''جو شخص کسی آدمی سے اللہ کے لیے محبت کرے، اللہ کے لیے کسی سے بغض و عداوت رکھے، اللہ ہی کی خاطر کسی سے کچھ روک لے تو بالتحقیق اس کا ایمان مکمل ہوگیا۔'' [2]

ھ...... عقیدہ توحید کا یہ اصل اس لیے بھی اہم ہے کہ: جس کسی نے اللہ کے سوا کسی اور سے اور اُس کے دین سے محبت کی اور اس نے اللہ رب العزت کی ذات اقدس (اُس کی صفات عالیہ واسمائے حسنیٰ)، اُس کے دین اور اس کے اہل (اللہ کے صالح، مخلص بندوں) سے نفرت کی (یا ان سے ناپسندیدگی کا اظہار کیا) تو وہ اللہ عزوجل کا انکار کرنے والا (کافر) ہوگیا۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ۗ قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝﴾ (الانعام:١٤)

---

[1] صحیح البخاری، حدیث: ٢١ ـ صحیح مسلم، کتاب الایمان، حدیث: ١٦٥.

[2] صحیح سنن ابی داود: للالبانی: حدیث: ٤٦٨١.

''(اے پیغمبر ﷺ) ان کافروں سے کہہ دیجیے کیا میں اللہ کے سوا جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے کسی اور کو اپنا معبود بناؤں جبکہ وہ (اللہ عزوجل سب کو) کھلاتا، پلاتا ہے اور اس کو کوئی نہیں کھلاتا۔ کہہ دے مجھ کو تو یہ حکم ہوا ہے کہ سب سے پہلے اللہ کا حکم مانوں اور شرک کرنے والوں میں شامل نہ ہوں۔''

و...... عقیدہ سلیمہ کا یہ اصل بلا شک وشبہ وہ تعلق ہے کہ جس کی بنیاد پر مسلم معاشرہ قائم ہوتا ہے۔ جیسا کہ سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا یُؤْمِنُ أَحَدُکُم حَتَّیٰ یُحِبَّ لأَخِیهِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِهِ))

''تم میں سے کوئی شخص تب تک مومن نہیں ہوسکتا حتی کہ وہ اپنے (مومن، مسلمان) بھائی سے ویسی ہی محبت کرے جیسی کہ وہ اپنی ذات سے محبت کرتا ہے۔'' [1]

اور اہل السنۃ والجماعۃ اس بات کا عقیدہ رکھتے ہیں کہ: مولاۃ ومعاداۃ...... دوستی و محبت اور دشمنی...... شرعاً واجب ہے۔ بلکہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ...... اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود برحق نہیں...... کی گواہی کے لوازم میں سے ہے اور اس کی شروط میں سے ایک شرط ہے۔ اور ایمان وعقیدہ کے اُصول میں سے یہ ایک اصل عظیم ہے۔ ہر مسلم آدمی پر اس کی مراعاۃ ومحافظت لازم ہے۔ اس اصل عظیم کی تاکید کے لیے بہت سارے نصوص قرآن وسنت میں وارد ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک اللہ عزوجل کا یہ فرمان ہے:

﴿قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَاَبْنَآؤُکُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ وَاَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَهَا وَمَسٰکِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ

[1] راوہ البخاري، حدیث: ۱۳.

اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٢٤﴾ (التوبہ:٢٤)

''(میرے حبیب وخلیل نبی! میرے بندوں سے) کہہ دیجیے کہ: اگر تمہارے باپ دادا، بیٹے پوتے، (نواسے) بھائی، بی بیاں، خاندان والے اور جو مال تم نے کمائے ہیں اور جس سوداگری کے گھاٹا پڑ جانے سے تم ڈرتے ہو اور جن مکانوں کو تم پسند کرتے ہو، اگر تمہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ عزیز ہیں تو پھر انتظار کرو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیجے اور (تم تباہ کر دیے جاؤ) اللہ تعالیٰ گنہگاروں کو راہ پر نہیں لگاتا۔'' ❶

دوسرے مقام پر ایک فرمان یوں ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ

---

❶ یعنی بعض لوگ دل سے مسلمان ہیں لیکن برادری سے تعلق توڑ بھی نہیں سکتے کہ اپنے اسلام کا اعلان کر دیں ان کا حال یہاں سے سمجھو (موضح القرآن)

یہ دونوں آیتیں مسلمانوں کے کسی خاص گروہ یا واقعہ سے متعلق نہیں ہیں بلکہ عام اور ہر زمانے کے لیے ہیں۔ ان میں تمام مسلمانوں کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ و رسول اللہ ﷺ کی محبت انہیں دنیا کی ہر چیز سے زیادہ ہونی چاہیے حتیٰ کہ اگر کبھی ایسا ہو کہ ایک طرف اللہ اور رسول ﷺ کا حکم ہو اور دین اسلام کو بچانے کے لیے جان و مال سب کچھ قربان کر دینے کی ضرورت ہو اور دوسری طرف ماں باپ اور دیگر خویش و اقارب کی محبت ہو، مالی اور دوسرے دنیوی مفادات و خطرات سد راہ ہو رہے ہوں تو مسلمان کا فرض ہے کہ وہ ہر شخص اور ہر مصلحت سے بے پرواہ ہو کر اللہ و رسول ﷺ کے حکم کی پیروی کرے اور کوئی دنیاوی مفاد یا خطرہ ایسا نہیں ہونا چاہیے جو اسے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے باز رکھ سکے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر آن ہر شکل میں عذاب آ سکتا ہے۔ مثلاً دشمنوں سے مغلوب کر کے یا تم پر ظالم حکمران مسلط کر کے یا تمہیں ذلت و رسوائی سے دو چار کر کے۔ یہی مضمون ہے جس کو نبی کریم ﷺ نے اپنی متعدد احادیث میں بار بار واضح فرمایا ⇦⇦⇦

وَإِيَّاكُمْ أَنْ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ ۗ إِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِي وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي ۚ تُسِرُّونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۚ وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنْتُمْ ۚ وَمَنْ يَفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ﴿۱﴾

(الممتحنة:۱)

''مسلمانو میرے دشمن اور اپنے دشمن (یعنی کافروں کو) دوست نہ بناؤ۔ تم ان سے دوستانہ ملاپ کرتے ہو اور وہ تو جو سچا دین، سچا کلام قرآن تمہارے پاس آیا ہے اس کو مانتے ہی نہیں۔ وہ تو (ایسے ظالم ہیں) کہ تم کو اور پیغمبر ﷺ کو اتنی (سی) بات پر کہ تم اپنے مالک اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے (مکہ سے) نکال کر باہر کرتے ہیں۔ اگر تم میری راہ میں جہاد کرنے کے لیے (اپنے وطن سے) نکلے ہو اور میری خوشی چاہتے ہو تو ان سے ہرگز دوستی نہ رکھو تم چپکے چپکے ان سے دوستی لگاتے ہو جبکہ (یہ نہیں جانتے کہ میں تمہاری چھپی اور کھلی دونوں طرح کی)

⇐⇐⇐ ہے۔ مثلاً صحیح بخاری میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کے والد، بیٹے اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔ (ابن کثیر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ آپ ﷺ سے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! سوائے اپنی جان کے آپ ﷺ مجھے دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اب آپ ﷺ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ فرمایا: ''ہاں عمر رضی اللہ عنہ اب تیرا ایمان معتبر ہے۔ (بخاری) ایک مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جہاد کی ترغیب دیتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم بیلوں کی دم پکڑ کر کھیتی باڑی پر راضی ہو جاؤ گے اور جہاد چھوڑ بیٹھو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر ایسی ذلت مسلط کرے گا جس سے اس وقت تک کبھی نہ نکل سکو گے جب تک اپنے دین، جہاد فی سبیل اللہ کی طرف واپس نہیں آ جاؤ گے۔ (ابن کثیر بحوالہ ابوداؤد)

باتوں سے خوب آگاہ ہوں۔ اور جو کوئی تم میں ایسا کریگا (کافروں سے دوستی رکھے گا) وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔"

اور اہل السنۃ والجماعۃ دوستی ومحبت اور بغض وعداوت کے اعتبار سے تمام لوگوں کو تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں:

اولاً...... مطلق دوستی ومحبت کے حقدار لوگ: اور وہ تمام اہل ایمان ہوا کرتے ہیں کہ جو اللہ عزوجل (کی ذات اقدس، اُس کی صفات عالیہ واسمائے حسنٰی اور اس کی اُلوہیت) اور اس کے رسول (محمد النبی الکریم کہ جو خاتم الانبیاء والمرسلین ہیں ﷺ) پر پختہ ایمان لاتے ہیں اور اللہ عزوجل کے لیے دین حنیف کے شعائر کو مخلص و خالص کرتے ہوئے ان کا قیام عمل میں لاتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ ۝ وَمَن يَتَوَلَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ ۝﴾ (المائدۃ:٥٥ تا ٥٦)

"(مسلمانو یہود اور نصاریٰ تمہارے دوست نہیں ہو سکتے) تمہارے دوست اللہ تعالیٰ، اس کا رسول اور ایمان والے ہیں جو درستی سے نماز کو ادا کرتے اور زکوۃ دیتے ہیں۔ وہ جھکتے رہتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور ایمان والوں سے دوستی رکھے گا (وہ اللہ تعالیٰ کے گروہ میں ہے) اور اللہ ہی کا گروہ غالب رہے گا۔" ❶

---

❶ اوپر کی آیات میں کفار سے موالاۃ کو ممنوع قرار دیا۔ اب اس آیت میں اِنَّمَا کلمہ حصر کے ساتھ مومنین سے "موالاۃ" کا حکم فرمایا۔ یعنی یہود کو مددگار اور دوست نہ بناؤ بلکہ صرف مومنین کو اپنا دوست اور مددگار سمجھو (تفسیر کبیر۔ ابن کثیر) یہاں "وَهُمْ رَاكِعُونَ" کے معنی ہیں: فروتنی اور عاجزی کرنے والے۔ چنانچہ قرآن میں دوسرے مقام پر ہے: ﴿وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوا وَّقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ﴾ (المومنون:٦٠) کہ وہ لوگ ⇦⇦⇦

ثانیاً...... ایک جہت سے دوستی ومحبت اور دوسری جہت سے بیزاری کے مستحق لوگ: جیسے کہ خطا کار و گنہگار مسلمان آدمی کہ جو بعض فرائض کی ادائیگی میں سستی سے کام لے جاتا ہے اور ایسے محرمات کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے کہ جو دائرہ کفر میں داخل نہیں کرتے۔ تو ایسے مسلمان بھائیوں کو نصیحت کرتے رہنا واجب ہے اور ان کے برے کاموں کو برا جاننا بھی۔ ان کی خطاؤں، غلطیوں اور ان کے گناہوں پر خاموش

⇦⇦ جو صدقہ وخیرات اس حال میں کرتے ہیں کہ ان کے دل کانپ رہے ہوتے ہیں۔ بعض علماء نے وَهُمْ رَاكِعُوْنَ کو يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ کے فاعل سے حال قرار دے کر یہ ترجمہ کیا ہے کہ وہ رُوع کی حالت میں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ اور پھر بعض روایات سے ثابت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رکوع کر حالت میں انگوٹھی صدقہ کی تھی۔ اس پر ان کی تعریف میں یہ آیت نازل ہوئی مگر یہ روایات بہت ضعیف اور کمزور ہیں۔ حافظ ابن کثیر نے ان روایات پر سخت تنقید کی ہے اور ان کو بے اصل قرار دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ان روایات کی رو سے تو پھر یہ ماننا پڑے گا کہ رکوع کی حالت میں زکوٰۃ ادا کرنا زکوٰۃ دینے کی افضل ترین صورت ہے مگر آج تک کسی عالم نے یہ فتویٰ نہیں دیا۔

پس صحیح یہ ہے کہ یہ آیت عام مومنین کے حق میں نازل ہوئی ہے اور حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ بن صامت اور ان کے رفقا اس آیت کے اولین مصداق ہیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہود کی موالاۃ سے براءت کا اعلان کر دیا تھا۔ امام ابو جعفر محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ وَلِيُّكُمْ...... سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی من جملہ مومنین کے ہیں۔ یعنی یہ آیت سب مومنین کے حق میں ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ یہاں اقامة الصلوٰة...... الخ میں جو صفات مذکور ہیں ان سے کیا مقصد ہے؟ تو ہم کہتے ہیں کہ مذکورہ صفات سے منافقین پر طنز مقصود ہے جو ان صفات سے عاری تھے۔ (تفسیر کبیر)

شیعہ حضرات ان دو آیتوں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت بلافصل ثابت کرتے ہیں۔ ان کے استدلال کا مدار تو اس بات پر ہے کہ یہ آیت خاص کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ہے مگر ہم نے یہ ثابت کیا ہے کہ آیت عبادہ بن صامت اور ان کے رفقا رضی اللہ عنہم کے حق میں نازل ہوئی ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ فی الجملہ ان میں داخل ہیں۔ اس کے علاوہ جب اس آیت میں تمام صیغے جمع کے ہیں۔ تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کیسے مراد ہو سکتے ہیں اور پھر جب آیت کے نزول کے ساتھ ہی مومنین کی ولایت ثابت ہو گئی تو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تک اس کو ملتوی رکھنا بے معنی ہے۔ نیز ولی کے معنی دوست اور مددگار کے بھی آتے ہیں والی اور متصرف کے بھی۔ سیاق وسباق معنی اول کا مؤید ہے تو بلا قرینہ سیاق کے خلاف دوسرے معنی لینے کے لیے کونسی وجوہ جواز ہو سکتی ہے۔ امام رازی رحمہ اللہ نے آٹھ دلائل سے ثابت کیا ہے کہ آیت میں ولی کے پہلے معنی مراد ہیں اور دوسرے معنی دلائل کے خلاف ہیں۔ (تفسیر کبیر)

رہنا جائز نہیں ہے۔ بلکہ ان کا انکار ان لوگوں کے سامنے کرے۔ انہیں نیکی کا حکم دے اور انہیں خلاف شرع برے کاموں سے منع کرے اور (اگر اسلامی حکومت موجود ہو تو) ان پر حدود و تعزیرات قائم کی جائیں حتی کہ وہ اپنی نافرمانیوں اور جرائم سے باز آ جائیں۔ اور اپنے گناہوں سے توبہ کر لیں۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ حمار نامی ایک صحابی کے ساتھ معاملہ کیا تھا۔ وہ کبھی کبھی نبی مکرم ﷺ کو کسی خوش کرنے والی بات کے ذریعے ہنسا دیا کرتا تھا۔ ایک دن وہ شراب پی کر آ گیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس پر کوڑوں کی سزا کا حکم فرمایا۔ چنانچہ اسے کوڑوں کی سزا دے دی گئی۔ قوم میں سے ایک شخص نے کہا: اللہ اس پر لعنت کرے۔ کمبخت کتنی بار شراب کی علت میں آ چکا ہے۔ (بار بار پیے جاتا ہے، باز نہیں آتا۔) یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَلْعَنُوْهُ ، فَوَاللّٰهِ مَاعَلِمْتُ ، أَنَّهُ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ))

''اس پر لعنت نہ کرو۔ اللہ کی قسم! میں تو یہی جانتا ہوں کہ وہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔''[1]

مگر اس کے باوجود نبی مکرم ﷺ نے اس پر حد قائم فرمائی۔

ثالثاً...... مطلق طور پر بیزاری و نفرت کے حق دار لوگ: اور اس سلوک کے مستحق تمام مشرکین و کفار ہیں۔ چاہے وہ یہودی ہوں یا نصرانی یا مجوسی یا ملحد یا بت پرست ہوں۔ اور یہ حکم ان لوگوں پر بھی منطبق ہوگا جو اہل اسلام میں سے کفر کو لازم کرنے والے افعال کا ارتکاب کریں گے۔ جیسے کہ: اللہ عزوجل کے علاوہ کسی اور کو پکارنا۔ یا اللہ رب العالمین کے سوا کسی اور سے استغاثہ کرنا۔ یا اللہ رب کبریاء کے علاوہ کسی اور پر توکل کرنا۔ یا اللہ عزوجل، اُس کے رسول ﷺ یا اُس کے دین کو گالی دینا۔ یا دین حنیف، اسلام کو انسانی زندگی کے اکثر یا بعض شعبوں سے اس عقیدے کے ساتھ جدا کر دینا کہ یہ دین عصر حاضر سے میل نہیں کھاتا۔ و غیر ذلك من الامور۔

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الحدود، حديث: ٦٧٨٠.

مگر ان سے مطلق نفرت و برأت ان پر دعوت حق دینے والی حجت قائم کرنے کے بعد ہوگی۔ اس کے بعد (کہ جب وہ راہ حق پر نہ آئیں تو) مسلمانوں پر لازم ہو جاتا ہے کہ وہ ان سے جہاد کریں اور ان پر دائرہ حیات تنگ کر دیں۔ اُنھیں کھلا نہ چھوڑیں کہ وہ اللہ کی زمین میں فساد پھیلاتے پھریں۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشادگرامی ہے:

﴿ يَاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ ﴾ (التحریم:۹)

''اے پیغمبر ﷺ کافروں کے ساتھ (تلوار سے) اور منافقوں کے ساتھ (زبان سے) جہاد کرتا اور ان سے سختی سے پیش آ (گھرک جھڑک کر) اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ برا نہایت ٹھکانا ہے۔''

دوسرے ایک مقام پر فرمایا:

﴿ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْاِخْوَانَهُمْ اَوْعَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَ اَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَ يُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ ﴾

(المجادلہ:۲۲)

''(اے پیغمبر ﷺ) جو لوگ اللہ پر اور پچھلے دن (آخرت) پر یقین رکھتے ہیں ان کو تو (ایسا) نہ دیکھے گا کہ وہ ان لوگوں سے دوستی رکھیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمن ہیں۔ گو وہ ان کے باپ دادا ہوں یا بیٹے ہوں یا بھائی ہوں یا کنبے والے ہوں۔ ان لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان جما دیا ہے۔ اور اپنی (پاک) روح (روح القدس) سے ان کی مدد

کی ہے اور وہ ان کو (بہشت کے) ان باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں پڑی بہ رہی ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اللہ سے خوش ہیں۔ یہی لوگ اللہ کے لشکر والے ہیں۔ سن رکھو اللہ کے لشکر والے ہی (آخر کار) کامیاب ہونگے۔" [1]

اور اہل السنۃ والجماعۃ سلفی جماعت حقہ کے اہل ایمان اس بات کی رائے رکھتے ہیں کہ: اللہ عزوجل کے لیے ہی دوستی و محبت کے کچھ حقوق ہیں کہ جن کے لیے واجب ہے انہیں پایۂ ثبوت تک پہنچایا جائے۔ اور وہ درج ذیل ہیں:

پہلا حق: اللہ عزوجل ہی کے لیے محبت اور دوستی کا پہلا حق یہ ہے کہ کافروں کے ملک سے ہجرت کر کے مسلمانوں کے ملک کی طرف ہجرت کر لی جائے۔ البتہ اس میں کمزور لوگ مستثنیٰ ہیں اور ایسے مسلمان بھی کہ جو شرعی وجوہات کی بنا پر ہجرت کی استطاعت نہ رکھتے ہوں۔

دوسرا حق: مسلمانوں کی (سیاسی طور پر) بھرپور مدد کرنا اور ان کی افرادی

---

[1] یہ آیت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں نازل ہوئی۔ چنانچہ حدیث وسیرت کی کتابوں میں مذکور ہے کہ جنگ بدر میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد کو قتل کیا۔ جنگِ احد میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے عبدالرحمٰن کے مقابلے میں نکلے۔ حضرت معصب رضی اللہ عنہ بن عمیر نے اپنے بھائی عبید بن عمیر کو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ماموں عاص بن ہشام کو، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ، حمزہ رضی اللہ عنہ، اور عبیدہ رضی اللہ عنہ بن حارث نے عتبہ، شیبہ اور ولید بن عتبہ کو (جو ان کے قریبی رشتہ دار تھے) قتل کیا۔ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کے بیٹے عبداللہ نے جو مخلص مسلمان تھے نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ "اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیں تو میں اپنے باپ کا سر کاٹ کر آپ کی خدمت میں حاضر کر دوں۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرما دیا۔ الغرض ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ و رسول کے مقابلہ میں اپنے قریبی رشتہ داروں تک کی پرواہ نہ کی۔ یہ بات ان کے مناقب میں سنہری حروف میں لکھی جانے کی ہے۔ (ابن کثیر و قرطبی)

قوت، مال اور زبان سے معاونت کرنا، اسی طرح ان کی خوشیوں اور ان کی غمیوں میں شرکت کرنا۔

تیسرا حق: یہ کہ مومن، مسلمان آدمی اپنے مسلمان بھائیوں کے لیے بھی وہی کچھ پسند کرے جو وہ اپنی ذات کے لیے پسند کرتا ہو۔ یعنی خیر اور بھلائی کو حاصل کرنے اور ان سے شر کو دور کرنے کے ساتھ۔ اور ان سے ٹھٹھہ واستہزاء نہ کرے۔ (کسی کی غربت، فقیری، رنگ ونسل اور کم علمی کا مذاق نہ اڑائے) اور نیکی کی بنیاد پر ان سے محبت کی حرمت وطمع رکھے اور ان کی مجالس میں شریک ہو اور ان سے مشاورت بھی کرے۔

چوتھا حق: بیماروں کی تیمارداری کر کے، فوت شدگان کے جنازوں میں شریک ہو کر، ان کے ساتھ نرمی کر کے، ان کے لیے دعاء استغفار کر کے، ان میں سلام کو عام رواج دے کر، معاملات، لین دین میں دھوکہ دہی نہ کر کے اور باطل طریقے سے ان کے اموال نہ کھا کر ان کے حقوق کو ادا کرنا...... اللہ ہی کے لیے محبت اور دوستی کا یہ چوتھا حق ہے۔

پانچواں حق: اپنے اہل ایمان، مسلمان بھائیوں کے بارے میں تجسس سے کام نہ لینا، ان کی خبریں اور ان کے بھید ان کے دشمنوں تک نہ پہنچانا، ان سے تکلیف کو روک کر رکھنا اور ان کے درمیان اصلاح سے کام لینا...... اللہ ہی کے لیے دوستی اور محبت کا یہ پانچواں حق ہے۔

چھٹا حق: مسلمانوں کی جماعت (اسلامی حکومت وامارت) سے جڑے رہنا اور ان کے درمیان تفرقہ سے کام نہ لینا اور ان کے ساتھ نیکی، تقویٰ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جیسے امور میں تعاون کرنا بھی اس محبت اور دوستی کا ایک حق ہے۔

اہل السنۃ والجماعۃ سلفی جماعت حقہ کے اہل ایمان واسلام یہ رائے بھی رکھتے ہیں کہ: اسی طرح اللہ ہی کی خاطر بغض وعداوت رکھنے والا معاملہ بھی چند اُمور کا متقاضی ہے۔ چنانچہ ان میں سے:

اولاً...... شرک وکفر اور مشرکین وکفار سے عداوت رکھی جائے۔ اور ان کے ساتھ عداوت کو چھپا کر رکھا جائے۔

ثانیاً...... کافروں کو دوست نہ بنایا جائے اور نہ ان سے مودت پیدا کی جائے۔ بلکہ ان کے ساتھ ساجھاداری کو مکمل طور پر ختم کر دیا جائے حتی کہ سگے رشتہ دار بھی کیوں نہ ہوں۔

ثالثاً...... بلادِ کفر سے ہجرت کر جانا اور سوائے کسی خاص ضرورت کے ان کے ملکوں کی طرف سفر نہ کرنا۔ اگر ضرورت پڑے تو حسب استطاعت ومقدرت دین حنیف کے شعائر کا اظہار ہو۔ یہ بھی للہ عداوت کا ایک حصہ ہے۔

رابعًا...... دین اور دنیا دونوں اعتبار سے کفار کے جو خصائص ہیں جیسے کہ ان کے لباس، کھانا پینا، وضع قطع، تہذیب وتمدن، تجارت وسیاست کے اصول وقواعد اور طریقہ ہائے عبادات وغیرہ تو ان کے ساتھ مشابہت اختیار نہ کی جائے۔ دینی اعتبار سے مراد یہ ہے کہ: جیسے ان کے دینی شعائر ......یعنی طریقہ ہائے عبادات...... ہیں اور دنیاوی اعتبار سے وہی مراد ہے جو اوپر بیان ہوا۔ اس لیے کہ ایسی خصلتیں اور عادات واطوار اختیار کرنے سے باطنی طور پر ان کی مودت وموالاۃ دل میں کچھ نہ کچھ گھر کر جائے گی۔ (اور پھر اس گندی محبت کا ختم کرنا مشکل ہو جائے گا۔ جیسے کہ آج کل بہت سارے مسلم معاشرے یہود ونصاریٰ کی تہذیب وتمدن اور ان کی سیاست وعادات کو اپنائے ہوئے ہیں۔ ان سے ان عادات واطوار کا چھڑوانا نہایت مشکل ہو رہا ہے۔) اور اندر... محبت (چاہے

وہ شعوری ہو یا غیر شعوری) ظاہری افعال وحرکات میں مکمل مشابہت کو جنم دیتی ہے۔

خامسًا...... کفار کے ساتھ باہمی مدد کا معاملہ نہ کیا جائے اور نہ کوئی اُن کی تعریف ہی کرے اور نہ کوئی مسلمان (بحیثیت حاکم، ذمہ دار، آفیسر یا بحیثیت محکوم کے) مسلمانوں پر کفار کی مدد نہ کرے اور نہ ہی ان سے مدد کا طلب گار ہو۔ مگر انتہائی ضرورت کے تحت اور وہ بھی انہیں جیسے کفار ومشرکین کے خلاف.. نہ ہی کوئی مسلمان ان کے ہاں مقیم ہو بلکہ ان کی مصاحبت ومجالست چھوڑ دے۔ کفار کو اپنا ہمراز بھی نہ بنائے کہ وہ اس کے راز کی حفاظت کریں اور اس کے اہم اُمور کو وہ سرانجام دیں۔ (جیسے یو، این، او......U.N.O...... کی چھتری کے نیچے آج کل یہود ونصاریٰ اور کفار ومشرکین مسلمانوں کے ساتھ معاملہ کر رہے ہیں،۔ مسلمانوں کا کوئی راز ان سے پوشیدہ نہیں ہے۔)

سادسًا...... یہ کہ اہل ایمان واسلام اہل کفر وشرک کی عیدوں اور ان کی خوشیوں میں مشارکت نہ کریں اور نہ ہی ان کو ایسے مواقع پر تہنیت کے پیغام بھیجیں۔ اسی طرح ان کو اہل اسلام تعظیم نہ دیں اور نہ ہی ان سے جناب، آقا اور اس طرح کے دوسرے القابات کے ساتھ مخاطب ہوں۔

سابعًا...... اہل ایمان واسلام کافروں اور مشرکوں، ملحدوں اور بدعتیوں کے لیے نہ ہی تو اللہ سے بخشش طلب کریں اور نہ ہی ان پر رحم کھائیں۔ (چاہے وہ ان کے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔)

ثامنًا...... دینی اعتبار سے کفار ومشرکین اور ہنود ویہود اور ملحدین ونصاریٰ سے عدم مداہنت، قطع تعلقی اور عدم مدارات کا معاملہ کیا جائے۔

تاسعًا...... کفار ومشرکین اور یہود ونصاریٰ، ملحدین ومبتدعین کی طرف اپنے

فیصلے نہ لے جائے جائیں۔ اور نہ ہی ان کے فیصلوں پر رضا مندی ہو۔ ان کی خواہشات کی پیروی کو چھوڑ دیا جائے اور ان کے تمام معاملات میں سے کسی بھی معاملہ میں ان کی متابعت اختیار نہ کی جائے۔ اس لیے کہ ان کی متابعت و فرمانبرداری کا معنیٰ ہے: اللہ عزوجل اور اُس کے رسول ﷺ کے حکم کو چھوڑ دینا۔ (اور یہ اسلام میں حرام ہے۔)

عاشراً...... ان سے "السَّلَام عَلَيْكُمْ" والے طریقہ سلام کے ساتھ ابتداء نہ کریں۔



چھٹی اصل

کراماتِ اولیاء اللہ کی تصدیق

اہل السنۃ والجماعۃ اہل الحدیث کے سلف صالحین کے اُصول عقیدہ میں سے ایک اصل اولیاء اللہ کی کرامات کی تصدیق بھی ہے۔ اور کرامت کا معنیٰ ہوتا ہے کہ: اللہ خالق السموات والارض اپنے بعض صالح، موحد بندوں کے ہاتھوں پر خوارق عادت کوئی کام ان کے اکرام (اور اپنے دین کی نصرت) کے لیے جاری کر دے۔ [1] جیسا کہ اس موضوع پر کتاب وسنت نے کچھ باتوں کی خبر دی ہے۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ

---

[1] اسلامی عقائد میں کرامت اور معجزہ ایک ایسا موضوع ہے کہ جس کے بعض حساس پہلوؤں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ملت میں در آنے والے شاطرانہ ذہن کے مالک کچھ لوگوں نے آج امت اسلامیہ کی ایک بہت بڑی تعداد کو گمراہ کر رکھا ہے۔ سبائی نظریات کے حامل ان شاطر اور جاہل قسم کے جعلی مشائخ نے باقاعدہ ایک سازش کے تحت دین اسلام کو بنیادی طور پر دو حصوں میں تقسیم کر کے پوری ملت کو بھی دو حصوں میں بانٹ دیا ہے۔ انسانی اور جناتی شیطانوں کے آلہ کاران ملاؤں نے ''شریعت وطریقت'' کا نظریہ قائم کیا اور اپنے لیے ''طریقت'' کا راستہ اختیار کر کے ملت اسلامیہ کے کم علم اور بھولے بھالے لوگوں کی کثیر تعداد کو اپنے پیچھے لگا لیا۔ کذب وافتراء کے حامل اس نظریۂ طریقت کو رسالت حقہ کے مقابلہ میں سچ ثابت کرنے کے لیے ''جعلی کرامات'' کا ڈھونگ رچایا جاتا رہا اور اس ضمن میں مشرکانہ نظریات پر مشتمل ایسی ایسی داستانیں تراشی گئیں کہ سننے اور قبول کرنے والوں کے نزدیک قرآن وسنت والی علوم ومعارف سے بھرپور نہایت سچی اور سچی شریعت مطہرہ ...... کہ جس پر عمل پیرا ہو کر خیر القرون کے خیر الامم نہایت قلیل مدت میں اپنے دور کی سپر پاورز (روم، ایران، مصر وچین اور ہندوستان) کو تہہ و بالا کر کے تمام بنی نوع انسان کے لیے اللہ کریم کی طرف سے عطا کردہ نہایت اعلیٰ واکمل دستور حیات، دین حنیف، اسلام کو مکمل طور پر غالب کرنے میں اپنے رب کے ہاں سرخرو ہو گئے ...... کی کوئی حیثیت نہ رہ گئی۔ بلکہ کم وبیش ایک ⇦⇦⇦

فرماتے ہیں:

﴿اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

⇦⇦⇦ ہزار سالہ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ یہ ''طریقتی گروہ'' اور ان کے پیروکار اللہ کے دین، قرآن و سنت کے احکام اور شریعت مطہرہ کا کھلم کھلا ٹھٹھا اڑاتے رہے اور آج بھی وہ ایسا ہی کر رہے ہیں۔ ان کے تمام نظریات باطلہ اور شیطانی ہتھکنڈوں کا پول کھولنے کے لیے بے شمار کتب عربی، اردو، فارسی اور دیگر زبانوں میں موجود ہیں۔ تفصیل جاننے کے لیے ان کا مطالعہ کر لیا جائے۔ ہم زیر مطالعہ موضوع پر تعلیمات قرآن وسنت کی روشنی میں اسلام کی دو اصطلاحات: ''معجزہ اور کرامت'' کی حقیقت اور سچائی کو پیش کرنا چاہتے ہیں تاکہ ہمارے وہ بھائی کہ جو لاعلمی کی بنیاد پر اسلامی عقیدہ کی ایک بہت بڑی اصل کے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہو کر شریعت مطہرہ، دین حنیف اور قرآن وسنت سے ہمیشہ دور رہتے ہیں انہیں اپنی اصلاح کی فکر لگ جائے اور وہ تائب ہو کر اپنے رب کے ہاں سرخرو ہو سکیں۔ آیئے پہلے ''معجزہ'' کے بارے میں حقیقت سے آشنا ہوں۔

معجزہ کی حقیقت: لغت میں عاجز کر دینے اور تھکا دینے والی چیز کو معجزہ کہتے ہیں۔ اور اسلامی اصطلاح میں معجزہ ایسے عمل کا نام ہے جو سلسلۂ اسباب کے بغیر عالمِ وجود میں آ جائے۔ اللہ تعالیٰ کے قوانین قدرت یا نوامیسِ فطرت کی دو اقسام ہیں۔ نمبر۱: عادت عام (سنة الله) اور نمبر۲: عادت خاص (معجزہ) عادت عام سے قدرت کے وہ تمام قوانین اور اصول مراد ہیں جو اسباب ومسببات کے سلسلہ میں باہم جکڑے ہوئے ہیں۔ مثلاً آگ کا کام ہے جلانا اور پانی کا ٹھنڈک وتراوت پہنچانا۔ اسی طرح جاندار چیزیں اپنی جنس سے ہی تولیدی عمل مکمل کر کے پیدا ہوتی ہیں، متضاد جنسوں سے ہرگز نہیں۔ مگر جب کبھی ایسا ہو جائے کہ یدِ قدرت (اللہ تعالیٰ) نے کسی خاص مقصد کے لیے سبب اور مسبب کے درمیانی تعلق وعمل کو الگ کر دیا ہو یا بغیر اسباب کے کسی چیز کو وجود بخش دیا ہو تو یہ اس کی عادت خاص ہوئی۔ جیسے کہ اونٹنی کا چٹان سے پیدا ہو جانا اور اللہ کے خلیل سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کئی دنوں کے بعد آگ سے صحیح سلامت باہر آ جانا وغیرہ وغیرہ۔

اس طرح کے عمل چونکہ عام نگاہوں میں قانونِ قدرت سے ہٹ کر ہوتے ہیں اس لیے جب ایسا کوئی کام رونما ہوتا ہے یا اس کے وجود پذیر ہونے کی اطلاع دی جاتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ یہ قدرت کے قانون یا عادت اللہ کے خلاف ہے (یا خرقِ عادت کام ہے۔) حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ وہ قوانین فطرت کی پہلی قسم، یعنی عادت عام کے خلاف تو ہوتا ہے مگر ''عادت خاص'' کے خلاف نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ بھی قانونِ قدرت کی ایک کڑی ہوتی ہے۔ جو عام حالات سے الگ کسی خاص مقصد کو پورا کرنے کے لیے ظاہر کی جاتی ہے اور عرف عام میں اسے ''معجزہ'' کہا جاتا ہے۔

معجزہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے سچے رسول اور پیغمبر کی صداقت وحقانیت کی تصدیق کرتا اور جھٹلانے والوں کو یہ باور کراتا ہے کہ اگر یہ مدعی نبوت اپنے دعوے میں صادق نہ ہوتا تو اس کی تائید کبھی ⇦⇦⇦

⇐⇐⇐ اس کے ساتھ نہ ہوتی۔ پس عام قانون قدرت سے جدا کسی پیغمبر کا یہ عمل ظاہر کرتا ہے کہ درحقیقت یہ اس کا اپنا فعل نہیں تھا بلکہ یہ اللہ رب العالمین کا کام ہے جو عادتِ خاص کی صورت میں نبی کے ہاتھوں ظہور پذیر ہوا تاکہ اسکی صداقت کی دلیل بن سکے۔ اور اس میں شک نہیں کہ اگر کسی نبی اور پیغمبر کو معجزہ نہ بھی دیا جاتا تب بھی اس نبی کی پیغمبرانہ زندگی، صحیفہ و کتاب ہدایت کی موجودگی اور عقلی دلائل و براہین کی روشنی میں اس کی صداقت پر ایمان لانا از بس ضروری ہوتا اور اس کا انکار مذہب کی اصطلاح میں کفر والحاد مانا جاتا ہے۔ تاہم یہ بھی ایک حقیقت تامہ ہے کہ آفتاب صبح سے زیادہ روشن عقلی ونقلی دلائل کے باوجود عوام کی فطرت اکثر و بیشتر حق و صداقت کے قبول کے لیے بھی دلائل سے زیادہ ایسے امور سے جلد متاثر ہوتی ہے جو عقل کو حیران اور دماغ کو مرعوب کر کے ان پر یہ ظاہر کردے کہ دعویٰ نبوت کے ساتھ نبی کا یہ عمل بلاشبہ اللہ کی دی ہوئی ایسی طاقت رکھتا ہے جس کا مقابلہ انسانی طاقت سے بالاتر ہے اور اس کے مظاہرہ کے سامنے وہ عاجز و درماندہ ہے۔ اور وہ یقین کر لیتے ہیں کہ بے شک وشبہ اس ہستی کو اللہ کی تائید حاصل ہے۔ اس لیے وہ جو کچھ کہہ رہا ہے اللہ کی طرف سے ہے۔

پس اہل اسلام میں سے ہر خاص و عام کے لیے ضروری ہے کہ انبیاء و رسل سے جو معجزات ثبوت اور دلائل کے اعتبار سے قطعی اور یقینی ثابت ہو چکے ہیں ان پر ایمان لائیں ان کے وجود اور ان کی حقیقت کا اعتراف کریں۔ اس لیے کہ ان میں سے کسی ایک کا بھی انکار درحقیقت اسلام سے انکار ہے۔

یہ حقیقت بھی کبھی فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ کسی شخص سے صرف اس قسم کے خارق عادت عمل صادر ہونے کا نام معجزہ نہیں ہے۔ محض اس عمل کے بروئے کار لانے سے وہ نبی نہیں ہوسکتا۔ اس لیے کہ نبی اور رسول کے لیے سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ عقیدۂ توحید میں اعلیٰ ترین معیار پر پختگی کے ساتھ ساتھ اس کی تمام زندگی اس طرح آزمائش وامتحان کی کسوٹی پر رب العالمین کی طرف سے کسی جا چکی ہو کہ اس کا کوئی شعبۂ زندگی ناقص اور قابل اعتراض نہ ہو بلکہ اس کی تمام تر زندگی میں اخلاق کی بلندی، گناہوں سے نفرت وعصمت، صداقتِ گفتار اور کردار کا کمال پایا جاتا ہو۔ یہ سارے اصول وقواعد اور قوانین وضوابط سید الانبیاء والمرسلین محمد رسول اللہ ﷺ پر منتہی ہو گئے۔ ان کے بعد ان کا اطلاق تا قیامت کسی فرد پر نہیں ہوگا۔

ہم نے ابھی کہا کہ ''معجزہ'' درحقیقت نبی کا اپنا عمل نہیں ہوتا بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کا ایسا فعل ہوتا تھا جو نبی کے ہاتھوں ظاہر ہوتا اور معجزہ کہلاتا تھا۔ اس لیے کہ نبی اور رسول بھی ایک انسان اور بشر ہی ہوتا تھا۔ اور کسی انسان کی قدرت میں یہ نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے قوانین عام و خاص میں دخل اندازی یا دراندازی کر سکے۔ یہ تو اللہ ذوالجلال کی منشاء و رضاء پر موقوف ہے کہ وہ مناسب حال اور تقاضائے وقت کے مطابق چاہے تو اپنے کسی بھی صالح بندے کے ہاتھ پر ایسے فعل کا ظہور کرا دے جو اس کے قوانین فطرت کی عادتِ خاص کی ⇐⇐⇐

تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝﴾ (یونس:٦٢ تا ٦٤)

⇐⇐ قسم میں داخل ہو اور اگر نہ چاہے تو کسی نبی اور رسول کے لیے بھی اس کا اظہار ناممکن اور محال رکھے۔
چنانچہ اللہ رب العالمین نے اس ضمن میں ایک کلیہ قاعدہ وضع فرمادیا:
﴿وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ فَاِذَا جَاۗءَ اَمْرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝﴾ (سورة المؤمن (غافر) آیت: ٧٨) ''اور کسی پیغمبر کا مقدور نہ تھا کہ اللہ کے حکم کے بغیر کوئی نشانی (معجزہ) ظاہر کر سکے۔ پھر جب اللہ کا حکم آ پہنچا تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا گیا اور اہل باطل نے سراسر خسارہ اٹھایا۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:
﴿قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ ۙ اَنَّهَآ اِذَا جَاۗءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝﴾ (سورة الانعام:١٠٩)
''(اے محمد ﷺ) کہہ دیجئے! کہ نشانیاں تو اللہ ہی کے قبضے میں ہیں تو (اے مومنو!) کیا تمہیں معلوم ہے کہ ان کے پاس نشانیاں آ بھی جائیں تب بھی ایمان نہ لائیں۔'' (یہ کافر ایسے بد بخت لوگ ہیں۔) باستفادہ از قصص القرآن للشیخ / حفظ الرحمن سیوہاروی جلد اول ص ١٢٨ تا ١٣٣۔

کرامت کی حقیقت: اللہ تبارک وتعالیٰ کے قوانین قدرت اور نوامیس فطرت کی دو اقسام...... سنۃ اللّٰہ (عادت عامہ) اور معجزہ...... (یعنی عادت خاصہ) کے حوالے سے جو پیچھے بات ہوئی ہے، تو اب یہاں یہ بات بھی جان لیجیے کہ: اللہ تبارک وتعالیٰ کے قوانین قدرت کی دوسری قسم...... عادت خاصہ...... کا تعلق اگر اُس کے انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ ہو تو اُسے شرعی اصطلاح میں ''معجزہ'' کہا جاتا ہے اور اگر کسی مومن، مسلمان، صالح اُمتی کے ساتھ ہو تو اُسے ''کرامت'' کہا جاتا ہے۔ یہ کرامت نہ ہی تو دعویٰ نبوت کے ساتھ جڑی ہوتی ہے اور نہ ہی نبوت کا پیش خیمہ ہوا کرتی ہے (کہ جس مومن، صالح، متقی و موحد اُمتی کے ہاتھ پر کسی کرامت کا ظہور ہو جائے تو اس کے بارے میں یہ سمجھ لیا جائے (یا وہ خود یہ سمجھنے لگے) کہ اُسے آنے والے وقت میں نبی بنا دیا جائے گا، ہرگز نہیں۔) ''کرامت'' کو اللہ عزوجل احکام شریعت کا مکمل التزام کرنے والے اپنے بعض صالح، موحد اور متقی بندوں کے ہاتھوں پر ظاہر کرتا ہے۔ ایسا اللہ رب کبریاء اپنے ان بندوں کے اکرام میں کرتا ہے کہ جس سے اُن کو دین حنیف پر عمل میں پیش آنے والے مصائب پر صبر و استقامت میں مدد ملتی ہے اور وہ اپنے دلوں کو مضبوط کر کے شریعت مطہرہ کی اشاعت اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے ڈٹ جایا کرتے ہیں۔

اگر یہ کرامت ایمان صحیح، یقین محکم اور قرآن وسنت کے مطابق عمل صالح والے کسی مومن شخص کے ہاتھ سے نہیں بلکہ کسی شرک وخرافات میں ملوث، شریعت مطہرہ کے احکام میں سست اور دین حنیف کے اوامر ونواہی کے منکر ومخالف کسی آدمی کے ہاتھ سے ظاہر ہو تو پھر یہ کرامت نہیں بلکہ ''نری دھوکہ دہی اور شعبدہ بازی'' ہوگی۔ صحیح اور اصلی کرامت کا ظہور پہلی امتوں کے اہل ایمان کے ہاتھوں بھی ہوتا رہا ہے۔ جیسا کہ ⇐⇐⇐

''سن رکھو جو لوگ اللہ کے ولی (دوست) ہیں نہ ان کو ڈر ہوگا نہ غم۔ یہ وہ

⇐⇐⇐ سورۃ الکہف اور دیگر سورتوں میں مذکور ہے۔ اسی طرح ہماری اس ملت، اُمت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام کے زمانۂ خیر القرون، صحابہ کرام اور تابعین وتبع تابعین کے دور مبارک میں ایسا کئی اولیاء اللہ ﷭ کے ہاتھوں وقوع پذیر ہوتا رہا ہے۔ سنن صحیحہ اور آثار منقولہ کی کتب میں صحیح اسناد کے ساتھ منقول بہت ساری کرامتوں کا تذکرہ مندرج ہے کہ جن کے ساتھ اللہ رب العالمین نے اپنی کتاب قرآن حکیم اور سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل کرنے والے اپنے صالح، موحد ومجاہد بندوں کو عزت بخشی اور اس کے ساتھ اس نے اپنے دین کو قوت عطا فرمائی۔ یہ روایات ان کتب میں ہزار ہا علماء کرام اور ثقہ راویان عظام رحمہم اللہ جمیعًا سے منقول ہیں کہ جنہوں نے ان کرامات عظیمہ کا خود مشاہدہ کیا تھا۔ یہ کرامات پورے تسلسل کے ساتھ آج تک امت اسلامیہ محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام میں باقی ہیں۔ یعنی اللہ عزوجل جب چاہے اور اپنے جس موحد، صالح، متقی بندے کے ہاتھوں چاہے ان کا ظہور کرتا رہتا ہے اور جب تک اللہ چاہے گا کرامت اس امت میں باقی رہے گی اور ایسا ہوتا رہے گا۔

اولیاء اللہ کی کرامات کا وقوع پذیر ہونا دراصل انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات کے تابع ہے۔ اس لیے کہ کسی بھی شخص کو کرامت کا حصول نہیں ہوتا مگر یہ ہے کہ اس کی اپنے نبی کی مکمل اطاعت وفرمانبرداری کی برکت سے اور اس کے اپنے نبی کے دین والے سیدھے راستے اور اس نبی کی شریعت والی راہ پر چلنے کے سبب سے۔ عقلی طور پر کرامت کا تعلق جائز اُمور میں سے ہے۔

ہمارے سلف صالحین نے کرامت کی ایک تصریح وتعیین یوں بھی کی ہے: ''کتاب وسنت پر استقامت اختیار کرنا، دونوں کی اطاعت اختیار کرتے ہوئے ان کے اوامر ونواہی پر راضی رہنا اور علم وعمل میں توفیق کا مل جانا بھی کرامت ہے۔'' اور یہ کہ بعض اہل ایمان واسلام سلفی العقیدہ والعمل لوگوں کو کرامت کے عدم حصول کا معنی یہ نہیں ہے کہ ان کا ایمان کمزور تھا۔ (العیاذ باللہ) جیسا کہ اکثر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے ہاتھوں ایسی کسی بات کا ظہور نہیں ہوا حالانکہ وہ نہایت مضبوط ایمان وعقیدہ اور یقین محکم والے لوگ تھے۔ اس لیے کہ کرامت اور معجزہ کا اختیار انسان کے اپنے ہاتھ میں قطعاً نہیں ہے۔ بلکہ یہ معاملہ خالص اللہ عزوجل کے اپنے اختیار میں ہے۔ جیسا کہ پیچھے سورۃ الانعام کی آیت ۱۰۹ اور سورۂ غافر کی آیت ۷۸ کے حوالے سے گزرا۔

کرامت کا ظہور بعض وجوہات واسباب کی خاطر بھی ہوتا ہے جو کہ درج ذیل ہیں:

(۱)...... بندے کے ایمان کو مضبوط کرنے کے لیے ...... جیسے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایمان وعقیدہ اور ان کا یقین محکم تھا۔ (۲)...... دشمنان اسلام پر حجت قائم کرنے کے لیے۔ (۳)...... دین حق کی سچائی کے لیے ...... وغیرھا۔

کرامت کو عقل کے ساتھ مقید نہیں کیا جا سکتا کہ ہماری عقل نہیں مانتی اس لیے کرامت کوئی ⇐⇐⇐

لوگ ہیں جو ایمان لائے اور پرہیزگاری اختیار کیا کرتے تھے۔ ان کے

⇐⇐⇐ چیز نہیں۔) بلکہ کرامت شرعی اصول وضوابط کے ساتھ مقید ہے جو تا قیامت اٹل ہیں، ان میں تبدیلی ناممکن ہے۔ اسی طرح کرامت کے لیے کچھ شروط ہیں، جو درج ذیل ہیں۔

(ا)...... یہ کرامت کسی بھی شرعی حکم اور دینی قاعدہ کو حرام و منع قرار نہ دے۔ (ب)...... زندہ مومن، صالح مسلمان سے واقع ہو۔ (ج)...... پیچھے بیان کردہ وجوہات واسباب میں سے کسی سبب کے لیے ہو۔ (یونہی خواہ مخواہ کرامت وقوع پذیر نہیں ہوا کرتی۔) اگر ان شروط میں سے کوئی بھی شرط ساقط ہو جائے تو وہ کرامت نہیں ہوگی۔ بلکہ یا تو یہ نرا خیال ہوگا یا پھر صرف وہم ہوگا اور یا پھر شیطان کی طرف سے القاء۔ اور یہ بات بھی یاد رکھیے کہ: کرامت کے ذریعے شرعی احکام میں سے کوئی نیا حکم ثابت نہیں ہوا کرتا۔ اور نہ ہی اس کے ساتھ کسی ثابت شدہ شرعی حکم کی نفی ہوا کرتی ہے۔ اس لیے کہ شرعی احکام کے مصادر قرآن وسنت کی تکمیل نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں ہو چکی تھی اور آپ ﷺ کی زندگی میں ہی دین اسلام مکمل ہو گیا تھا۔ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۃ المائدہ کی آیت نمبر:۳ میں ارشاد فرمادیا ہے۔ اس تکمیل پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اجماع بھی ہو گیا تھا۔

اولیاء اللہ کے اوصافِ حمیدہ :...... اگر اللہ عزوجل اپنے کسی مومن، مسلمان بندے کے ہاتھوں پر کسی کرامت کو ظاہر کر دے تو (ا)...... اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس انعام واکرام پر اس کا شکر ادا کرے۔ (ب)...... اللہ کریم سے دین حق پر ثابت قدم رہنے کا سوال کرے اور اگر ابتلاء وآزمائش کا دور ہو تو فتنہ میں مبتلا نہ ہونے کی بھی دعا کرے۔ اور یہ کہ: (ج)...... اپنے اس کرامت والے معاملہ کو چھپا کر رکھے اور لوگوں کے سامنے اس کو فخر کرنے کا ذریعہ نہ بنائے۔ اس لیے کہ یوں اس کو یہ معاملہ ہلاکت وتباہی کی جگہوں میں لا پھینکے گا۔ دنیا میں کتنے ایسے لوگ ہیں کہ جب شیطان نے اس راستے سے ان کو دھوکے میں ڈالا تو انہوں نے اپنی دنیا بھی تباہ کر لی اور اپنی آخرت بھی۔ چنانچہ ان کے اعمال ان کے لیے وبال بن گئے۔

جان لیجیے کہ: اللہ الرحمٰن کے ولیوں (دوستوں) کی کچھ صفات ہوا کرتی ہیں (جن سے وہ پہچانے جاتے ہیں۔) اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب قرآن کریم میں بہت ساری آیات میں ان کو بیان فرمایا ہے۔ ایک مقام پر تو ان کو یوں جمع کر دیا گیا ہے۔ فرمایا: ﴿وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا ۝ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ۝ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۝ اِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ۝ وَالَّذِيْنَ اِذَا اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ۝ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا ⇐⇐

لیے دنیا کی زندگی میں بھی خوشی ہے اور آخرت میں بھی اللہ کی باتیں بدل

﴿ يَزْنُونَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۝ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ۝ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَّكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ۝ وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ۝ وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ۝ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ۝ اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ۝ ﴾ (الفرقان:٦٣تا ٧٦) ''اللہ کے نیک بندے (اولیاء اللہ) وہ ہیں جو عاجزی کے ساتھ (یا آہستگی اور وقار کے ساتھ) زمین پر چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے بھڑ جاتے ہیں تو کہتے ہیں (اچھا صاحب) سلام۔ اور جو راتوں کو اپنے مالک کے آگے سجدے اور قیام میں رہتے ہیں (یعنی شب بیدار تہجد گزار) اور جو یوں دعا مانگتے ہیں: اے رب ہمارے دوزخ کا عذاب ہم پر سے ٹال دے۔ کیوں کہ دوزخ کا عذاب (کافروں اور گنہگاروں کے لیے) اٹل ہے وہ (ہر طرح) بری ہے وہاں تھوڑی دیر رہنا ہو یا ہمیشہ رہنا ہو۔ اور جو خرچ کرتے وقت بیکار (بے جا) پیسہ نہیں اڑاتے اور نہ تنگی کرتے ہیں (کہ ضرورت میں بھی نہ اٹھائیں) اور بیچ بیچ میں ان کا خرچ رہتا ہے۔ اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے (اسی کی عبادت کرتے ہیں اور جس جان کا مارنا اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اس کو نہیں مارتے مگر حق پر۔ (جیسے خون کے بدلے خون) اور زنا نہیں کرتے۔ اور جو کوئی یہ کام کرے گا تو وہ (اپنے کیے کا) بدلہ پائے گا اور اس کو قیامت کے دن دونا عذاب ہوگا اور وہ اس میں ذلیل ہو کر ہمیشہ رہے گا۔ مگر جو شخص (دنیا ہی میں ان گناہوں سے) توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک کام کرے تو ایسے لوگوں کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دے گا۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور جو کوئی گناہ سے توبہ کرے اور نیک کام کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف پورا پھر آتا ہے۔ اور جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے (یا جھوٹ یا فریب نہیں کرتے) اور جب بیہودہ کام پر آنکلیں (اتفاق سے اس پر گذر ہو) تو عزت بچا کر چلد یتے ہیں۔ اور جن کو ان کے مالک کی آیتیں سنائی جاتی ہیں تو وہ اندھے بہرے ہو کر ان پر نہیں گرتے۔ (بلکہ انہیں وہ نہایت غور وفکر سے سنتے اور ان سے متاثر ہوتے ہیں۔) اور جو یہ دعا کرتے ہیں اے ہمارے رب کریم! ہم کو ایسی بی بیاں اور اولاد عطا فرما جن کی طرف سے (ہماری) آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور ہم کو پرہیز گاروں کا سردار بنا۔ اور ان لوگوں کو بہشت کے بالا خانے ان کے صبر کے بدلے میں ملیں گے اور ان کا دعا و سلام سے استقبال کیا جائے گا۔ وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ وہ اچھا ٹھکانا اور بہترین رہنے کا مقام ہے۔

نہیں سکتیں یہی بڑی کامیابی ہے۔'' ❶

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى قَالَ: مَنْ عَادٰى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ))

⇦⇦⇦ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اولیاء الرحمٰن کی صفات کا تذکرہ اپنی بہت ساری احادیث مبارکہ میں فرمایا ہے۔ برسبیل مثال (احادیث مبارکہ میں مذکور) ان صفات میں سے: (۱)...... ان اولیاء اللہ کا ایمان ویقین محکم اپنے اللہ رب العزت پر، اس کے فرشتوں، اس کے رسولوں، اس کی کتابوں، یوم آخرت اور قضاء وقدر کے اچھا اور برا ہونے پر بہت مضبوط ہوا کرتا ہے۔

(۲)......ان کے دلوں میں اللہ کا تقویٰ...... یعنی اللہ خوف بہت زیادہ ہوا کرتا ہے۔ (۳)......اپنے نبی کی سنت پر مضبوطی سے عمل کیا کرتے ہیں۔ (۴)......اولیاء اللہ اپنے رب سے ملاقات کے دن کی تیاری نہایت دلجمعی سے کیا کرتے ہیں۔ (۵)......لوگوں سے ان کی محبت بھی اللہ کے لیے اور بغض وعداوت بھی اللہ ہی کے لیے ہوا کرتی ہے۔ (۶)......ان اولیاء الرحمٰن کو دیکھ کر اللہ کی یاد تازہ ہو جایا کرتی ہے۔ (۷)...... یہ اولیاء اللہ رب کائنات کی زمین پر نہایت عاجزی والی باوقار چال سے چلا کرتے ہیں۔ (۸)......اور جب جاہل لوگ ان سے مخاطب ہوں تو ان کو سلام کر کے گزر جایا کرتے ہیں۔ (۹)......اور یہ اللہ کے دوست اپنی راتیں اپنے رب کے سامنے سجدہ اور قیام (نماز واذکار) کی حالت میں گزارا کرتے ہیں۔ اور دعا مانگتے ہوئے کہا کرتے ہیں: اے ہمارے رب کریم! جہنم کے عذاب کو ہم سے پھیر دے۔ (۱۰)......اور جب وہ خرچ کرتے ہیں تو نہ ہی اسراف وتبذیر سے کام لیتے ہیں اور نہ ہی بخیلی سے کام لیا کرتے ہیں۔ (۱۱)......اور نہ ہی یہ اہل ایمان اولیاء اللہ اپنے رب کریم اللہ ذوالجلال والاکرام کے ساتھ کسی اور کو بطور اللہ پکارا کرتے ہیں۔ (۱۲)......اور نہ ہی یہ اللہ کے دوست کسی جان کو ناحق قتل کیا کرتے ہیں کہ جس کا قتل کرنا اللہ نے حرام کر رکھا ہو۔ (۱۳)...... نہ ہی یہ زنا کرتے ہیں، نہ ہی جھوٹی گواہی دیتے ہیں۔ (۱۴)......اور جب کبھی یہ کسی بیہودہ وفحش کام کی طرف آنکلیں (اتفاق سے ان کا گزر وہاں سے ہو جائے) تو باعزت طور پر وہاں سے گزر جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں کتاب وسنت میں اولیاء الرحمٰن کی دیگر بہت ساری صفات بھی مذکور ہیں جن کا احاطہ یہاں طوالت مضمون کے خدشہ سے ممکن نہیں۔

❶ یعنی انہوں نے قرآن وسنت کے مطابق اپنے اعتقاد کو درست کیا۔ پرہیزگاری اختیار کرنے کا مطلب ہے کہ وہ نیک اعمال کرتے اور گناہوں سے بچتے رہے۔ اوپر کی آیت میں اولیاء اللہ (اللہ کے دوستوں) کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ انہیں نہ کوئی ڈر ہوگا اور نہ غم۔ اس آیت میں اولیاء اللہ کی خود تشریح فرما ⇦⇦⇦

''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جو شخص میرے کسی ولی (دوست) سے دشمنی رکھے گا، میں اسے یہ خبر کیے دیتا ہوں کہ میں اُس سے (خود) لڑوں گا۔'' [1]

(یعنی اس کو تباہ کر دوں گا۔) لیکن اہل السنۃ والجماعۃ سلفی جماعت کے ہاں کرامتوں کی تصدیق میں کچھ شرعی اصول وضوابط ہیں۔ اور خارقِ عادت ہر کام کرامت نہیں ہوا کرتا۔ بلکہ بعض ایسے کام دھوکہ بھی ہوا کرتے ہیں۔ یا بعض افعال کہ جو بظاہر خوارقِ عادت معلوم ہوں، شعبدہ بازی، جادو کے کاموں، شیطانی عمل دخل اور دجالوں کے کارناموں سے بھی تعلق رکھتے ہیں۔ کرامت اور اس طرح کی شعبدہ بازیوں کے درمیان نہایت واضح فرق ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ کرامت اللہ عزوجل کی طرف سے ہوتی ہے اور اس کا سبب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور یہ استقامت وتقویٰ والے اللہ کے موحد بندوں، اہل ایمان کے ساتھ مختص ہوا کرتی ہے۔ جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی ہے:

⇐ ⇐ ⇐ دی اور وہ یہ کہ ان سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا عقیدہ قرآن وسنت کے مطابق درست ہوتا ہے اور جن میں تقویٰ پایا جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ ہر انسان جو اپنے اندر عقیدہ وعمل کی صحت پیدا کر لے گا وہ اللہ کا ولی ہو سکتا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ عقیدہ وعمل میں اخلاص کے اعتبار سے لوگوں کے مراتب ہوں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ سے ارشاد نبوی منقول ہے کہ ''اولیاء اللہ'' وہ ہیں جنہیں دیکھ کر اللہ یاد آئے۔ (درمنثور) عام لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ جس سے کوئی امر خرق عادت صادر ہو وہ اللہ کا ولی ہوتا ہے جو سراسر غلط ہے۔ خرق عادت امور تو شیطان سے بھی صادر ہو جاتے ہیں۔

اولیاء اللہ کے لیے آخرت میں بشارت یعنی جنت ہے اور دنیا میں ان کے لیے کئی طرح کی بشارتیں ہیں۔ ایک بشارت تو قرآن کی متعدد آیات میں یہ دی گئی ہیں کہ ان پر کوئی خوف وغم نہ ہوگا اور انہیں سچے خواب دکھائے جاتے ہیں۔ جیسا کہ احادیث میں ہے: ((اَلرُّوْيَا الصَّادِقَةُ بُشْرَى الْمُوْمِنِ)) کہ سچا خواب مومن کے لیے بشارت ہے۔ ان کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ لوگوں میں قبولیت حاصل ہوتی ہے اور لوگ مدح وستائش سے ان کا ذکر کرتے ہیں جیسا کہ صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ یہ مدح مومن کے لیے دنیا میں بشارت ہے۔ (روح المعانی۔ شوکانی)

[1] رواه البخاری / کتاب الرقاق / حدیث: ٦٥٠٢.

﴿إِنْ أَوْلِيَاؤُهُ إِلَّا الْمُتَّقُونَ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴾

(الانفال:٣٤)

''مسجد حرام کے متولی تو وہی ہو سکتے ہیں جو پرہیزگار ہوں (شرک سے بچتے ہوں) لیکن ان میں اکثر (لوگ) یہ نہیں جانتے۔''

جبکہ شعبدے بازی، ہاتھ کی صفائی اور کرتب سازی و جادوگری شیطان کی طرف سے ہوتی ہے۔ اور اس کا سبب کافرانہ اعمال اور اللہ کی نافرمانیاں ہوتے ہیں۔ یہ گمراہ لوگوں کے ساتھ مختص ہوتی ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

﴿وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ ۗ وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ ۖ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ ﴾

(الانعام:١٢١)

''اور جس جانور پر (ذبح کرتے وقت) اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا جائے اس کو مت کھاؤ اور اس میں سے کھانا گناہ ہے۔ اور شیطان تو اپنے دوستوں کے دل میں (وسوسے اور غلط خیالات) ڈالتے ہیں۔ تاکہ وہ تم سے (ناحق) کا جھگڑا کریں۔ اور اگر تم ان کا کہا مان لو تو تم بھی مشرک ہو چکے، ضرور ہو چکے۔''

اہل السنۃ والجماعۃ سلفی جماعت حقہ کے اہل ایمان اس بات کی بھی تصدیق کرتے ہیں کہ دنیا میں جادو کا بھی وجود ہے اور جادوگر بھی پائے جاتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں کئی ایک مقامات پر مذکور ہے:

۱...... ﴿قَالُوا يَا مُوسَىٰ إِمَّا أَن تُلْقِيَ وَإِمَّا أَن نَّكُونَ نَحْنُ الْمُلْقِينَ ﴾ قَالَ أَلْقُوا ۖ فَلَمَّا أَلْقَوْا سَحَرُوا أَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوهُمْ وَجَاءُوا بِسِحْرٍ

عَظِيْمٍ ﴿١١٦﴾ ﴾ (الاعراف:١١٥ تا ١١٦)

''جادوگروں نے موسیٰ سے کہا موسیٰ علیہ السلام یا تو تم (پہلے اپنی لکڑی) پھینکو اور یا ہم (پہلے) ڈالیں۔ موسیٰ نے کہا (اگر تم ڈالتے ہی ہو تو پہلے) تم ہی ڈالو۔ جب جادوگروں نے (اپنی رسیوں اور لاٹھیوں کو) پھینکا تو لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا (نظر بندی کی) اور ان کو ڈرایا اور (لوگوں کے خیال میں) وہ بڑا جادو لے کر آئے تھے۔''

ب...... ﴿ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُونِي بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿٧٩﴾ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿٨٠﴾ فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ ۙ السِّحْرُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿٨١﴾ ﴾ (یونس:٧٩ تا ٨١)

''اور فرعون نے کہا (اپنے لوگوں کو حکم دیا) جو پکا اپنے فن کا کامل جادوگر ہو اس کو میرے پاس لے آؤ۔ جب جادوگر آن موجود ہوئے تو موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا کہ جو تم کو ڈالنا ہے وہ پھینک دو۔ جب انہوں نے اپنی لاٹھیاں اور رسیاں پھینکیں تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا یہ جو تم لے کر آئے وہ تو جادو ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ اس کو بھی ختم کر ڈالے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ شریر لوگوں کا کام بننے نہیں دیتا۔''

ج.... ﴿ وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۤ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ۭ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۭ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ

بَيْنَ الْمَرْءِ وَ زَوْجِهٖ ؕ وَ مَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ يَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَ لَا يَنْفَعُهُمْ ؕ وَ لَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ؕ۫ وَ لَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖۤ اَنْفُسَهُمْ ؕ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝﴾ (البقرہ:۱۰۲)

''اور سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت میں شیطان جو پڑھا کرتے تھے اہلِ کتاب اس کی پیروی کرنے لگے۔ حالانکہ سلیمان کافر نہ تھے البتہ یہ شیطان کافر تھے جو لوگوں کو جادو سکھلاتے تھے۔ اور وہ باتیں جو شہر بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر اتاری گئی تھیں اور وہ دونوں (یعنی ہاروت اور ماروت) کسی کو (جادو) نہیں سکھلاتے تھے مگر جب تک انہیں یہ نہ کہہ لیتے (ہم اللہ کی) آزمائش ہیں پس تو کافر نہ ہو۔ اس پر بھی (جو لوگ اپنا ایمان جانا پسند کرتے ہیں) وہ ان سے باتیں سیکھتے کہ جن کی وجہ سے وہ میاں بیوی میں جدائی کرا دیں حالانکہ بغیر حکم اللہ کے یہ جادو سے کسی کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔ اور ایسی باتیں سیکھتے ہیں جن میں فائدہ کچھ نہیں نقصان ہی نقصان ہے۔ اور البتہ یہودیوں کو یہ معلوم ہے کہ جو کوئی (ایمان دے کر) جادو خریدے وہ آخرت میں بے نصیب ہوگا، بیشک اگر وہ سمجھتے ہوتے۔ تو بُرا بدلہ ہے جس کے عوض انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا۔''

اور جو شخص اس بات کا عقیدہ رکھے کہ جادو بذات خود تکلیف اور نقصان پہنچا سکتا ہے یا اللہ کے حکم کے بغیر کسی کو نفع پہنچا سکتا ہے تو اُس نے کفر کیا۔ اور جو آدمی جادو کے مباح ہونے کا اعتقاد رکھے اس کا قتل واجب ہے۔ اس لیے کہ تمام اہل اسلام کے سب علماء و آئمہ کرام اس بات پر اجماع رکھتے ہیں کہ جادو کرنا حرام ہے۔ اور جادوگر سے توبہ

کرنے کے لیے کہا جائے گا۔ اگر توبہ کرلے تو بہتر ورنہ اس کی گردن کو اُڑا دیا جائے گا۔''

سچے خواب:

اور عقیدۂ اہل السنۃ والجماعۃ کے اُصول میں (صحیح اہل ایمان، موحدین ومتقین کے) سچے خوابوں کی تصدیق بھی شامل ہے ۔ نبیوں کے سچے خواب نبوت کا ایک (چھیالیسواں) جزء ہوا کرتے تھے ۔ اور یہ کہ اللہ کے صالح ، مومن بندوں کی سچی فراست (ظاہر سے باطن کو جان لینے کی مہارت اور دانائی) حق ہے۔ اللہ عزوجل اپنے دو نہایت صالح بندوں، ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کے بارے میں فرماتے ہیں:

﴿ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ۝ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ۭ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۡ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ ﴾ (الصافات:۱۰۱تا۱۰۲)

''تو ہم نے ایک بردبار اور تحمل والے لڑکے (کے پیدا ہونے) کی اس کو خوشخبری دی۔ جب وہ لڑکا اس لائق ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ دوڑ سکے تو ابراہیم علیہ السلام نے کہا: بیٹا میں خواب میں یہ دیکھتا ہوں کہ جیسے تجھ کو ذبح کر رہا ہوں۔ تو بھی سوچ کر دیکھ تیری رائے کیا ہے؟ لڑکے نے کہا: باوا جو جان! (اللہ کا) حکم تجھ کو ہوا ہے اس کو فوراً بجالاؤ۔ تو دیکھے گا اللہ نے چاہا تو میں ضرور صبر کروں گا۔''

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خود سماعت کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے:

((لَمْ يَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ)) قالوا: وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ ؟ قال ((الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ))

''نبوت (کے حصوں) میں سے (میری وفات کے بعد) کچھ باقی نہ رہے گا سوائے

خوشخبریوں کے۔ (خوشخبریاں باقی رہ جائیں گی۔) لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! یہ خوشخبریاں کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اچھے خواب۔''[1]

اور اہل السنۃ والجماعۃ سلفی اہل الحدیث اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ:

بلا شک اللہ تبارک وتعالیٰ نے بنی نوع جن میں سے شیطانوں کو پیدا فرمایا ہے جو بنی آدم (انسانوں) کے دلوں میں وسوسے پیدا کرتے ہوئے ان کی گھات میں لگے رہتے ہیں کہ انھیں کیسے گمراہ کریں۔ اور انھیں کیسے دیوانہ وخبطی بنا دیں۔ جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی ہے:

﴿وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ ۗ وَإِنَّ الشَّيٰطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ ۖ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ ﴿١٢١﴾﴾

(الانعام:۱۲۱)

''اور جس جانور پر (ذبح کرتے وقت) اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا جائے اس کو مت کھاؤ اور اس میں سے کھانا گناہ ہے۔ اور شیطان تو اپنے دوستوں کے دل میں (وسوسے اور غلط خیالات) ڈالتے ہیں تاکہ وہ تم سے (ناحق) کا جھگڑا کریں۔ اور اگر تم ان کا کہا مان لو تو تم بھی مشرک ہو چکے، ضرور ہو چکے۔''

اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی حکیمانہ فیصلہ کے تحت اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے ان کو مسلط کر دیتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَإِنَّ جَهَنَّمَ جَزَاؤُكُمْ جَزَاءً مَوْفُورًا ﴿٦٣﴾ وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَأَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَ

[1] رواہ البخاری، کتاب التعبیر، حدیث: ۶۹۹۰.

رَجِلِكَ وَ شَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ وَ عِدْهُمْ ؕ وَ مَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۶۴﴾ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ؕ وَ كَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا ﴿۶۵﴾ ﴾ (بنی اسرائیل:٦٣تا٦٥)

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (اے شیطان لعین!) چل دور ہو۔ جو شخص ان میں سے تیری پیروی کرے گا (تو اے شیطان تیری اور ان کی) تم سب کی سزا جہنم ہے، پوری سزا۔ اور ان میں سے جس کو تو اپنی آواز سے پھسلا سکے پھسلا (یا جس کو تو اپنی آواز سے گھبرا سکے گھبرا دے) اور ان پر اپنے (لشکر کے) سوار اور پیادے چڑھا لا (ہر طرح سے ان کو بہکا) اور مال اور اولاد میں ان کا ساجھی (شریک) بن جا۔ اور ان سے جھوٹے وعدے کر۔ اور شیطان ان سے جو وعدہ کرتا ہے اس میں دغا ہی دغا ہے۔ بلاشبہ جو میرے (خاص) بندے ہیں ان پر تیرا کچھ زور نہ چلے گا اور (اے پیغمبر ﷺ) تیرا رب کافی ہے کام بنانے والا۔'' [1]

مگر اللہ کریم اپنے بندوں میں سے جن کو چاہتے ہیں شیطانوں کی چالوں اور ان کی سازشوں سے محفوظ رکھتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا:

﴿اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۹۹﴾

---

[1] آواز کے ساتھ شیطان کا لوگوں کو نافرمانی کی طرف دعوت دینے کے متعلق بعض علمائے سلف نے اس سے مراد گانا بجانا بھی لیا ہے۔ مال میں شیطان کی شرکت یہ ہے کہ حرام کاموں میں صرف کیا جائے، اور بتوں یا پیروں، بزرگوں کی نیاز دی جائے۔ اور اولاد میں شرکت یہ ہے کہ اسے گمراہی اور بداخلاقی کی تعلیم دی جائے یا سمجھا جائے کہ فلاں نے بخشا ہے۔ مشرکین عرب اپنی اولاد کے نام عبدالعزیٰ وعبدالشمس وغیرہ رکھتے تھے۔ اور ہمارے زمانہ میں رسول بخش، حسین بخش، پیر بخش، غلام جیلانی، وغیرہ مشرکانہ نام رکھے جاتے ہیں۔
یعنی میرے بندوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ گمراہ صرف وہی ہوں گے جن کا ایمان کچا اور کمزور ہوگا۔

إِنَّمَا سُلْطَنُهُ عَلَى الَّذِينَ يَتَوَلَّوْنَهُ وَ الَّذِينَ هُمْ بِهِ مُشْرِكُونَ ﴿١٠٠﴾

(النحل:۹۹تا ۱۰۰)

''بلاشبہ جو لوگ ایمان رکھتے اور اپنے مالک پر بھروسہ رکھتے ہیں ان پر شیطان کا کچھ زور نہیں چلتا (اعوذ باللہ پڑھتے ہی شیطان بھاگ جاتا ہے) شیطان کا زور بس انہیں پر چلتا ہے جو اس سے دوستی رکھتے ہیں (اس کا دم بھرتے اور اس کا کہا مانتے ہیں) اور اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔''



ساتویں اصل

علم کے حصول اور مسائل کیلئے استدلال (دلیل حاصل کرنے) میں اہل السنۃ والجماعۃ اہل الحدیث کا منہج

اہل السنۃ والجماعۃ اہل الحدیث کے اصول عقیدہ سلف صالحین میں سے: علم حاصل کرنے اور مسائل میں استدلال کے لیے اختیار کیے جانے والے منہج میں بطور اصل...... صرف اُسی منہج وطریق کی اتباع ہے جو اللہ عز وجل کی کتاب (قرآن حکیم) میں آیا ہے اور جو خاتم الانبیاء والمرسلین اشرف الخلائق والنبیین محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت سے صحیح اسناد کے ساتھ ثابت ہو۔ ظاہری طور پر بھی اور باطنی طور پر بھی۔ اور صرف اسی منہج کو قبول کیا جاتا ہے۔ (باقی تمام کا تمام تفقہ فی الدین انہی دونوں مصادر شریعت وعلم...... قرآن وسنت...... کے تابع ہوتا ہے۔) چنانچہ اللہ عز وجل کا ارشاد ہے:

﴿ وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ١ؕ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ﴿۳۶﴾ ﴾ (الاحزاب:۳۶)

''اور کسی مسلمان مرد یا مسلمان عورت کے لیے یہ جائز نہیں ہوسکتا کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول کسی بات کا حکم کر دیں تو پھر ان کو اس بات میں کوئی اختیار رہے۔ اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا فرمان نہ مانے (اور دوسروں کی رائے پر چلے) تو وہ کھلا گمراہ ہو چکا۔''

سیدنا عبداللہ بن عباس اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

نے فرمایا:

((تَـرَكْتُ فِيكُم أَمْرَيْنِ ، لَنْ تَضِلُّوا ما تَمَسَّكْتُمْ بِهِما كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ رَسُولِه))

''میں تمہارے اندر دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ جب تک ان کو (عملاً مضبوطی سے) تھامے رکھو گے تم ہرگز گمراہ نہیں ہو گے۔ ایک اللہ کی کتاب اور دوسری......اللہ کے رسول کی سنت۔'' ❶

اہل السنۃ والجماعۃ سلفی جماعت حقہ کے اہل الحدیث حضرات یوں نہیں کہتے: اللہ کی کتاب اور پھر رسول اللہ ﷺ کی سنت۔ بلکہ وہ کہتے ہیں: اللہ کی کتاب اور اللہ کے رسول ﷺ کی سنت ایک ساتھ۔ اس لیے کہ نبی مکرم ﷺ کی سنت اللہ عزوجل کی کتاب کے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔ اور اس لیے بھی کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی اطاعت کو فرض اور واجب قرار دیا ہے۔ نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت قرآن کے اُس معنی کو کھول کر بیان کرنے والی ہے کہ جس کا ارادہ اللہ عزوجل نے (اپنی کتاب میں) فرمایا ہو۔

پھر اس کے بعد اہل السنۃ والجماعۃ اس منہج کی اتباع کرتے ہیں کہ جس پر بالعموم تمام مہاجرین وانصار کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین گامزن تھے اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم بالخصوص جس تفقہ اور منہج پر تھے۔ نبی مکرم ﷺ نے بالخصوص خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی اتباع کی وصیت فرمائی تھی۔ ہم اہل السنۃ والجماعۃ سلفی جماعت حقہ اہل الحدیث صحابہ کرام کے بعد تابعین عظام رحمہم اللہ جمیعًا کی اتباع کرتے ہیں کہ جو اپنے سے پہلے والے انتہائی فضیلت والے دور کے لوگوں سے ملے ہوئے تھے۔

سیّدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: ایک دن نبی مکرم ﷺ نماز

❶ صحیح: راوہ الحاکم فی: ((المستدرك)) وصحّحه الالبانی فی: ((المشكاة)) حدیث: ۱۸٦ وهو فی الموطا ایضاً.

پڑھانے کے بعد ہماری طرف متوجہ ہوئے اور انتہائی فصیح و بلیغ وعظ فرمایا کہ جس سے آنکھوں میں آنسو جاری ہو گئے اور اس وعظ سے دلوں میں رقت طاری ہوگئی۔ ایک صحابی نے عرض کیا: اللہ کے رسول! یہ تو گویا الوداعی خطاب و وعظ تھا۔ آپ ہمیں کیا نصیحت فرمانا چاہتے ہیں؟ فرمایا:

((أُوْصِيكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَإِنْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ ، فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسَيَرَى اِخْتِلَافًا كَثِيرًا ، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي ، وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِيِّينَ الرَّشِدِيْنَ: تَمَسَّكُوا بِهَا ، وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتُ الْأُمُورِ ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ ، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ))

''میں تمہیں اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں (ہمیشہ اللہ سے ڈرتے رہنا) اور (اللہ، اُس کے رسول اور اپنے اُمراء کی بات) سننے اور ان کی فرمانبرداری کی وصیت کرتا ہوں۔ اگر تمہارا امیر کوئی حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ میرے بعد تم میں سے جو زندہ رہیں گے وہ امت میں بہت زیادہ اختلاف دیکھیں گے۔ تب تم پر لازم ہے کہ میری سنت کو مضبوطی سے تھامے رہنا اور (میری سنت کے ساتھ ساتھ) میرے ہدایت یافتہ، تمہاری رہنمائی کرنے والے خلفاء کے منہج کو بالالتزام تھامے رہنا اور انھیں عملاً مضبوطی سے پکڑے رکھنا۔ خبردار! دین میں نئی باتیں (اور نئے طریقے) ایجاد کرنے سے بچ کر رہنا۔ اس لیے کہ بلاشبہ دین میں ایجاد کردہ ہر نیا طریقہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔'' (گمراہی کا انجام جہنم کے سوا کیا ہوسکتا ہے؟) [1]

اس بنا پر بلا شک و شبہ اہل السنۃ والجماعۃ کے ہاں تنازع کے موقع پر ان کے مراجع (۱) اللہ کی کتاب (قرآن مجید) اور (۲) اللہ کے رسول ﷺ کی سنت ہوا کرتے ہیں۔ اور یہ اللہ کے حکم کے عین مطابق ہے۔ فرمایا:

[1] صحيح سنن ابی داؤد: للالبانی ۔ کتاب السنه، حدیث: ٤٦٠٧.

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿٥٩﴾ ﴾

(النساء:٥٩)

''مسلمانو اللہ تعالیٰ کا حکم مانو اور اس کے رسول کا حکم مانو اور اپنے مسلمان، مومن حاکموں (اور کبار علماء) کا جو تم میں سے ہوں۔ (ان کی بھی اطاعت کرو۔ بشرطیکہ ان کا حکم قرآن وسنت کے تابع ہو) پھر اگر تم (اور حاکمِ وقت) کسی بات میں جھگڑ پڑو تو اس کو اللہ تعالیٰ اور رسول کی طرف رجوع کرو اگر تم کو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان ہے۔ یہ (تمہارے حق میں) بہتر ہے اور اس کا انجام بہت اچھا ہے۔'' [1]

اور کتاب وسنت کے فہم میں اہل السنۃ والجماعۃ کے ہاں رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نمونہ ہوا کرتے ہیں۔ اور یہ کہ اہل السنۃ والجماعۃ کے ہاں کتاب وسنت کے ساتھ قیاس، ذوق، (موقف)، کشف اور کسی شیخ یا امام کے قول میں سے کسی بھی چیز کا معارضہ قابل قبول ہو سکتا۔ (فہم قرآن وسنت کے لیے پانچویں، چھٹے درجہ پر ان کی کوئی حیثیت ہو سو ہو ورنہ اُصول دین میں ان کی کوئی حیثیت نہیں۔) اس لیے کہ اللہ کا دین (اپنے اصول کی بنیاد پر) رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں ہی مکمل ہو چکا تھا۔ جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشادِ گرامی قدر ہے:

---

[1] اس آیت میں ایک نہایت اہم حکم دیا گیا ہے یعنی باہمی نزاع کی صورت میں اللہ ورسول اللہ ﷺ کی طرف رجوع ہونا شرط ایمان ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت تو قرآن کی اتباع ہے اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت، آپ ﷺ کی زندگی کے بعد، آپ ﷺ کی سنت کی اطاعت ہے۔ اور یہ اطاعتیں مستقل ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کی طرح رسول اللہ ﷺ کی حدیث بھی اسلامی قانون کا مستقل ماخذ ہے۔
حضرت نواب صاحب لکھتے ہیں: ''اس آیت سے مقلدین دلیل لیتے ہیں، تقلید کے واجب ہونے پر لیکن یہ دلیل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اولی الامر سے بادشاہ اور حکام مراد ہیں۔ لیکن اگر سلف رحمہ اللہ سے یہ منقول ہے کہ یہاں علمائے دین مراد ہیں تو اس میں اول تو کسی عالم کی تخصیص نہیں ہے۔ دوسرے بہ فرض تسلیم عالم کی تقلید کا حکم اسی وقت تک ہے کہ اس کا حکم قرآن وحدیث کے موافق ہو۔ پھر خود ائمہ نے اپنی تقلید سے منع فرمایا ہے اور قرآن نے حکم دیا ہے کہ ائمہ رحمہم اللہ کی اتباع میں جھگڑا ہو تو اللہ و رسول اللہ ﷺ کی طرف رجوع ہونا چاہیے۔ (تفسیر ترجمان القرآن بلطائف الرحمٰن)

﴿اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ؕ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ③﴾ (المائدہ:۳)

''آج کافر تمہارے دین کی طرف سے ناامید ہو گئے ہیں (کہ اب وہ اسلام کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گے) تو ان سے مت ڈرو مجھ سے ہی ڈرو۔ آج میں نے تمہارا دین پورا کر دیا اور تم پر اپنا احسان تمام کیا اور دین اسلام کو تمہارے لیے پسند کیا ہے۔ پھر جو بھوک سے بے قرار ہو جائے اور گناہ کرنا نہ چاہیے تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔'' ❶

اسی طرح اہل السنۃ والجماعۃ سلفی جماعت حقہ کے لوگ اللہ عزوجل اور اُس کے رسول ﷺ کے کلام پر کسی بھی دوسرے کے کلام کو مقدم نہیں کرتے۔ جیسا کہ اللہ عزوجل کا حکم ہے۔ فرمایا:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ①﴾ (الحجرات:۱)

''مسلمانو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے سامنے بڑھ کر بات نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ بیشک اللہ (سب کچھ) سنتا جانتا ہے۔''

---

❶ دین کو مکمل کر دینے سے مراد یہ ہے کہ اس کے تمام ارکان، فرائض و سنن، حدود اور احکام بیان کر دیئے گئے ہیں۔ اور کفر و شرک کا خاتمہ کر کے اس نعمت کو مکمل کر دیا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد ۸۱ دن زندہ رہے۔ بعد میں وفات پا گئے۔ علماء نے لکھا ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آیت ربا (سود کی حرمت) اور آیت کلالہ نازل ہوئی ہیں۔ پس دین کے مکمل ہونے کا مطلب یہ ہی کہ دین کا بڑا حصہ مکمل کر دیا گیا ہے۔ (ابن کثیر۔ قرطبی)

یعنی ایسا مجبور اور لاچار آدمی اگر مذکورہ بالا حرام چیزوں میں سے کچھ کھا لے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر کچھ مواخذہ نہ ہوگا۔ بشرطیکہ خواہ مخواہ حرام کھانے کا شوق نہ ہو اور جان بچانے کی حد سے زیادہ نہ کھائے (دیکھئے سورہ بقرہ آیت ۱۷۳)

یہ اہل السنۃ والجماعۃ سلفی لوگ اس بات کا خوب علم رکھتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرامین سے پیش قدمی کرنا، اللہ عزوجل پر بغیر علم کے کسی بات کو ٹھونسنے کے مترادف ہے کہ جو شیطان کی طرف سے نری ملمع سازی ہوتی ہے۔ [1] اور عقل صریح ان اہل السنۃ والجماعۃ کے ہاں نقل صحیح (قرآن وحدیث اور سنت) کے موافق و مطابق ہوا کرتی ہے۔ اور اشکال کے وقت یہ حضرات نقل (قرآن وحدیث) کو مقدم رکھتے ہیں نہ کہ اشکال کو۔ اس لیے کہ نقل (قرآن وسنت سے ماخوذ نص صریح) اس چیز کو پیش نہیں کرتی کہ جس کا قبول کرنا عقل کے لیے محال و ناممکن ہو۔ بلکہ بلاشبہ قرآن و سنت کی نص (نقل) اس چیز کو پیش کرتی ہے کہ جس میں عقلیں (نص صریح کو سمجھ لینے کے بعد) حیران وششدرہ رہ جائیں۔ (کہ ہیں! اتنی بڑی حقیقت؟) اور یہ کہ عقل اس نقل کی ہر اس بات میں علم و معرفت اور حقیقت کی بنیاد پر تصدیق کرتی ہے کہ جس کی خبر اس نے دی ہو، نہ کہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔

اہل السنۃ والجماعۃ سلفی جماعت حقہ کے یہ اہل ایمان واسلام عقل کی شان اور اس کے مرتبہ کو کم نہیں کرتے۔ ان کے ہاں عقل ...... مسلمانوں پر عائد ذمہ داریوں کی علت ہے۔ (یعنی ان پر اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے عائد احکام اور اوامر و نواھی

---

[1] ﴿ اَلَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۭ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ؀ ﴾ (المومن:۳۵) ''وہ لوگ جو اللہ کی آیات میں جھگڑتے ہیں بغیر کسی دلیل کے جو ان کے پاس آگئی ہو۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور ایمان والوں کے نزدیک ان کے یہ جھگڑے بہت برے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر متکبر کے دل پر اسی طرح مہر لگا دیتا ہے۔''

یعنی اللہ تعالیٰ گمراہی میں انہی لوگوں کو مبتلا کرتا ہے جن میں تین بری خصلتیں پائی جاتی ہیں۔ ایک ''مسرف''، یعنی جو اپنی بداعمالی یا کسی شخص کی عقیدت میں حد سے بڑھنے والے ہوں۔ دوسرے ''مرتاب'' یعنی اللہ کی آیات اور اس کے رسولوں کی کہی ہوئی باتوں میں شک کرنے والے ہوں اور تیسرے ''جدال بالباطل'' یعنی قرآن وحدیث پر سنجیدگی کے ساتھ غور کرنے کی بجائے ان میں کج بحثیاں کرتے ہوں اور تکبر سے کام لیتے ہوں۔

یعنی جب کوئی شخص تکبر و غرور میں حد سے گزر جاتا ہے اور کوئی صحیح بات ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتا تو اس کے دل پر مہر لگا دی جاتی ہے۔ پھر اسراف وارتیاب کے کام اس سے صادر ہوتے رہتے ہیں اور کوئی صحیح بات اور نصیحت اس پر اثر نہیں کرتی۔

اس لیے ہیں کہ ان کے پاس عقل کی دولت ہے۔ اس لیے عمل کی ذمہ داری ان کے سپرد کر دی گئی ہے۔) مگر جماعت حقہ کے یہ لوگ کہتے ہیں کہ: عقل کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی شریعت مطہرہ پر (کہ جو نہایت ہی مکمل دستور حیات ہے) مقدم نہیں کیا جا سکتا۔ ورنہ لوگ رسولوں کی شریعتوں اور ان کی تعلیمات سے مستغنی ہو جائیں گے۔ ہاں البتہ! عقل اپنے دائرہ اختیار میں رہ کر عمل کرے۔ اسی لیے سلفی جماعت حقہ کے اہل ایمان و توحید کو...... ان کے مطلق طور پر نبی مکرم ﷺ کی ہدایت و رہنمائی اور سنت مطہرہ کو علمی و عملی طور پر مضبوطی سے تھامے رکھنے، اس کی مکمل اتباع کرنے اور اسی کو قبول کرنے کی وجہ سے اہل السنۃ کہا جاتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ فَإِن لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ ۚ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴾ (القصص:٥٠)

''پھر اگر وہ ایسا نہ کر سکیں تو سمجھ لے کہ (وہ حق کی پیروی نہیں چاہتے بلکہ) اپنی خواہش پر چلنا چاہتے ہیں۔ اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کے بن بتلائے اپنی خواہش پر چلے اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہوگا۔ بے شک اللہ تعالیٰ ایسے بے انصاف (ہیکڑی) لوگوں کو سیدھی راہ پر نہیں لگاتا۔''

اہل السنۃ والجماعہ سلفی جماعت حقہ کے اہل ایمان و اسلام کتاب اللہ العزیز اور سنت رسول اللہ الکریم ﷺ کے بعد ہر اس مسئلہ کو قبول کر لیتے ہیں کہ جس پر اُمت کے علماء عظام و آئمہ کرام کا اجماع ہو چکا ہو اور اس پر وہ پورا اعتماد کرتے ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ لَا يَجْمَعُ أُمَّتِيْ عَلَى ضَلَالَةٍ وَيَدُ اللّٰهِ مَعَ الْجَمَاعَةِ، وَمَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ))

''بلاشبہ اللہ عزوجل میری اُمت کو (یا فرمایا کہ امت محمد علی صاحبہا التحیۃ والسلام

> کو) گمراہی پر جمع نہیں کرے گا اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا ہاتھ جماعت (حق پر قائم جماعت) کے ساتھ ہوتا ہے۔ جس مسلمان نے جماعت (اہل السنۃ والجماعۃ کی سلفی جماعت حقہ) سے الگ ہو کر جماعت کی مخالفت کی اُسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔"[1]

چنانچہ اس اُمت کو باطل پر مجتمع ہونے سے محفوظ و معصوم کر لیا گیا ہے۔ حق کو ترک کرنے پر یہ اُمت جمع ہو جائے؟ ایسا ناممکن ہے۔ اسی طرح یہ اہل السنۃ والجماعۃ سلفی جماعت حقہ کے لوگ رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی کے لیے بھی معصوم عن الخطاء کا عقیدہ و اعتقاد نہیں رکھتے۔ بلکہ بقدر ضرورت مخفی معاملات میں اجتہاد کی رائے رکھتے ہیں۔ مگر اس کے باوجود یہ لوگ کسی بھی عالم کی رائے کے بارے میں تعصب نہیں رکھتے حتی کہ اس کا کلام، گفتگو اور تحریر کتاب وسنت کے موافق ہو جائے۔ یہ حضرات اس بات کا بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ مجتہد غلطی بھی کر سکتا ہے اور درست فیصلہ بھی کر سکتا ہے۔ چنانچہ اگر وہ درست فیصلہ کرے تو اس کو دو گنا اجر ملتا ہے۔ ایک اجتہاد کرنے کا اجر اور ایک درست فیصلہ کرنے کا اجر۔ اور اگر وہ غلطی کر بیٹھے تو اُسے صرف اجتہاد کرنے کا ہی اجر و انعام ملے گا۔ اور ان اہل السنۃ والجماعۃ سلفی جماعت حق کے ہاں اجتہادی مسائل میں اختلاف نہ ہی تو باہمی عداوت کو واجب کرتا ہے اور نہ ہی ایک دوسرے سے دوری اختیار کرنے کو۔ بلکہ وہ ہمیشہ ایک دوسرے سے محبت کیا کرتے اور ایک دوسرے سے دوستی نبھایا کرتے ہیں۔ بعض فروعی مسائل میں ان کے باہمی اختلاف کے باوجود وہ ایک دوسرے کے پیچھے نمازیں بھی پڑھا کرتے ہیں۔

یہ اہل السنۃ والجماعۃ کسی بھی معین فقیہ و امام کے مذہب و مسلک کی تقلید وتقید کے لیے کسی بھی مسلمان کو لازم نہیں کرتے۔[2] (اس لیے کہ اتباع کا لزوم صرف اور صرف

---

[1] صحیح سنن الترمذی : للالبانی، کتاب الولاء والہبۃ عن رسول اللہ ﷺ حدیث: ۲۱۶۷.

[2] تقلید...... کا مطلب ہوتا ہے: کسی بھی شرعی حکم میں کسی بھی مکلف بالعمل شخص کو کسی ایسے شخص کی اتباع کا پابند کر دینا کہ فی ذاتہ جس کا قول و فرمان قطعاً حجت نہ ہو۔ (اسلام میں حجت صرف قرآن وسنت ⇦⇦⇦

کتاب وسنت کا ہے۔)

مسلمان آدمی پر لازم ہے کہ قرآن وسنت اور اجماع صحابہ والی مضبوط دلیل کی بنیاد پر وہ ایک موقف ومسلک سے دوسرے موقف ومسلک کی طرف منتقل ہو جائے۔

⇐⇐⇐ اور حدیث مرفوع کی ہے۔) یا اس کا معنی ہے کہ کہنے والے کی بات کی دلیل کو بالکل جانے بغیر قبول کر لینا تقلید ہے۔ یا اس کا مفہوم یہ بھی ہے کہ: کسی قول کی طرف خواہ مخواہ رجوع کر لینا کہ جس پر کہنے والے کے پاس کوئی دلیل نہ ہو۔

اور **مقلد:** وہ شخص ہوتا ہے جو کسی معین شخص کی تقلید کرے۔ اور اُس کے تمام اقوال وافعال میں اُس کی اتباع کرے۔ اور یہ دیکھے ہی نہیں کہ عین ممکن ہے حق اس کے برعکس ہو۔ اور اس کہنے والے کی بات کی دلیل کو جانے بغیر ہی اس کی اتباع کرنے لگ جائے اور اس کے اقوال سے باہر نکلے ہی نہیں۔ اگر چہ اس کے خلاف قرآن وسنت سے ثابت ہی کیوں نہ ہو جائے۔ اور اہل علم کے ہاں اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ: ''تقلید علم نہیں ہے۔ اور یہ کہ مقلد پر عالم کے نام کا اطلاق نہیں ہوتا۔''

اور اللہ عزوجل نے بہت ساری آیات کریمہ میں تقلید سے منع فرماتے ہوئے اس کی مذمت فرمائی ہے۔ چنانچہ فرمایا: ﴿وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴾ (المائدہ: ۱۰۴) ''اور جب ان سے (یعنی ان کافروں سے) کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو اتارا (یعنی قرآن شریف) اس کی اور پیغمبر ﷺ کی طرف آ جاؤ (یعنی قرآن وحدیث پر عمل کرو) تو کہتے ہیں ہم کو تو وہی طریق بس کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا۔ بھلا اگر ان کے باپ دادے نرے بے علم اور گمراہ ہوں (تب بھی یہ انہیں کی پیروی کریں گے۔)''

اس آیت میں روئے سخن کو مشرکین اہل عرب کی طرف ہے مگر آیت اپنے عموم کے اعتبار سے تمام ان لوگوں کی مذمت کر رہی ہے جو نظر واستدلال اور حق سے اعراض کر کے اپنے باپ دادا کے رسم و رواج یا مذہبی پیشواؤں کی اندھا دھند تقلید کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بہت ہی آیات میں ایسے لوگوں کی مذمت کی ہے۔

آج کل کے اہل بدعت کا بھی یہی حال ہے کہ کتاب وسنت کی بجائے آباؤ اجداد کی رسوم کو سند سمجھتے ہیں۔ بقول ابنِ عباس رضی اللہ عنہما یہ آیت گو یہود کے حق میں نازل ہوئی ہے مگر اس میں ان تمام لوگوں کی سخت مذمت کی گئی ہے جو اپنے مذہبی پیشواؤں کے اقوال پر کسی نظر واستدلال کے بغیر چلے جا رہے ہیں۔ چونکہ تقلید کی تعریف بھی یہی ہے کہ کسی دوسرے کی بات کو اس کی دلیل معلوم کئے بغیر قبول کر لیا جائے۔ اس لئے جو لوگ ائمہ کے مسائل قیاسیہ کو ان کی دلیل معلوم کئے بغیر واجب العمل سمجھتے ہیں انہیں سوچنا چاہئے کہ آیا وہ بھی اس مذمت کے تحت تو کہیں نہیں آ رہے۔

علماء سلف صالحین اور تمام کے تمام آئمہ مجتہدین نے تقلید سے منع فرمایا ہے۔ اس لیے کہ تقلید اہل اسلام کے درمیان جھگڑا کھڑا کرنے اور کمزوری پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔ جبکہ خیر اور بھلائی تو یک جہتی، اتحاد، قرآن و سنت کی اتباع اور اختلاف کے وقت اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی طرف رجوع کرنے ⇐⇐⇐

اور طالب علم کے پاس جب اس بات کی اہلیت و استطاعت ہو کہ وہ آئمہ کرام کے دلائل کو جان سکے (کہ وہ قرآن وسنت کے مطابق ہیں) تو وہ ان پر عمل کرے۔ اور کسی بھی مسئلہ میں وہ ایک امام کے مسلک سے نکل کر دوسرے امام کے مسلک میں منتقل ہو جائے۔ مگر یہ ہے کہ دوسرے امام کا مسلک دلیل کے طور پر زیادہ مضبوط ہو اور تفقہ فی الدین کے طور پر کسی دوسرے مسئلہ میں زیادہ راجح ہو۔ بغیر دلیل کو جانے کسی کے لیے بھی جائز نہیں ہے کہ وہ کسی بھی عالم یا امام کے قول کو لے لے۔ اس لیے کہ اس طرح تو وہ مقلد بن کر رہ جائے گا۔ اور ہر مسلمان پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ اختلاف میں جس طرح نظر وفکر کرنے کی استطاعت رکھتا ہو اسی قدر وہ اپنی صلاحیت کو صرف کرے حتی کہ اس کے ہاں کوئی ایک بات راجح ہو جائے۔ اور اگر اُس کے لیے کسی بات اور کسی

⇦⇦⇦ میں ہی ہے۔ اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین دین حنیف کے تمام مسائل میں کسی بھی مسئلہ کے اندر کسی خاص شخص کی تقلید نہیں کرتے تھے۔ بلکہ وہ صرف محمد رسول اللہ ﷺ کی اتباع کیا کرتے تھے۔ اسی طرح آئمہ اربعہ...... امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت، امام احمد بن حنبل، امام مالک بن انس اور امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہم اللہ جمیعاً۔ کی حالت تھی۔ وہ بھی اپنی آراء وقیاس پر تعصب سے کام نہیں لیتے تھے۔ بلکہ وہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث مبارک کا علم آ جانے کے بعد اپنی رائے، اجتہاد وقیاس کو چھوڑ دیا کرتے تھے۔ اور دوسرے لوگوں کو ان کے اقوال پر دلائل کو جانے بغیر کہ اس قول کی دلیل کیا قرآن وسنت سے بھی ملتی ہے؟ اپنی تقلید سے منع کیا کرتے تھے۔ چنانچہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: إِذَا صَحَّ الْحَدِيْثُ فَهُوَ مَذْهَبِيْ "جب کوئی صحیح حدیث معلوم ہو جائے تو یہی میرا مذہب ہے۔" اور آپ نے یہ بھی فرمایا: کسی شخص کے لیے بھی جائز نہیں ہے کہ وہ ہماری بات کو لے لے جب تک کہ وہ یہ نہ جان لے کہ: ہم نے یہ بات، قول، رائے کہاں سے لی ہے؟ (یعنی قرآن سے یا حدیث سے۔) اور امام مالک بن انس رحمہ اللہ نے فرمایا: "میں ایک بشر ہوں، میں غلطی بھی کرتا ہوں اور درست فیصلہ بھی کر لیتا ہوں۔ پس میری رائے کے بارے میں دیکھ لیا کرو۔ قرآن وسنت کے مطابق ہے تو قبول کر لو، ورنہ چھوڑ دو۔" امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ: "ہر وہ مسئلہ کہ جس کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے صحیح خبر (مرفوع حدیث) اہل حدیث ومحدثین کے ہاں اُس کے خلاف مل جائے جو میں نے کہا ہو تو اپنی زندگی میں اس سے میں رجوع کروں گا اور میری وفات کے بعد بھی اس سے میرا رجوع ہی سمجھا جائے۔" امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (ایک پوچھنے والے سے فرمایا): نہ میری تقلید کرو، نہ امام مالک کی تقلید کرو۔ نہ امام شافعی کی، نہ امام اوزاعی کی اور نہ ہی امام ثوری رحمہم اللہ کی۔ بلکہ تم بھی مسئلہ کو وہیں سے لو (یعنی قرآن وسنت سے) کہ جہاں سے انہوں نے لیا ہے۔" ⇦⇦⇦

مسئلہ کو راجح قرار دینا ممکن نہ ہو تو اُس پر ایک عام مسلمان کا اطلاق ہوگا اور اس صورت میں وہ اہل علم سے دریافت کرے۔

اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ایک عام مسلمان کہ جو کسی دلیل میں کسی طرح کی فکر ونظر نہ رکھتا ہوں اس کا مطلوب مسئلہ میں کوئی مذہب نہیں ہوگا۔ بلکہ اُس کا اس مسئلہ میں مذہب ومسلک اور موقف اسے فتوی دینے والے مفتی صاحب کا مذہب و مسلک شمار ہوگا۔ لہٰذا اس پر واجب ہے کہ وہ قرآن وسنت کا خوب علم رکھنے والوں سے دریافت کرے۔ جیسا کہ اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

﴿وَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ بِالْبَيِّنٰتِ وَ الزُّبُرِ ؕ وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝﴾

(النحل:۴۳۔۴۴)

''(اے ہمارے محبوب نبی!) ہم نے تجھ سے پہلے (بھی) مردوں کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا۔ ان کو وحی بھیجتے رہے کہ (لوگو) اگر تم نہیں جانتے تو کتاب والوں (یہود و نصاریٰ) کے عالموں سے پوچھ لو (اور ان پیغمبروں کو) معجزے اور کتابیں اور دیگر بھیجا اور (اے پیغمبر) اسی طرح ہم نے تجھ پر قرآن اتارا اس لیے کہ تو لوگوں کو سمجھا دے (کھول کر بتا دے) جو ان کی طرف اترا تاکہ وہ خود بھی غور کریں۔'' ❶

آئمہ کرام رحمہم اللہ جمیعًا کے اقوال اس باب میں بہت زیادہ ہیں۔ اس لیے کہ وہ اللہ عزوجل کے درج ذیل فرمان کا معنی خوب سمجھتے تھے: ﴿اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ لَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ﴾ (الاعراف:۳) ''(لوگو) جو تمہارے مالک کی طرف سے تم پر اترا (یعنی قرآن و حدیث) اُس کی پیروی کرو اور اس کے (یعنی اللہ کے یا قرآن و حدیث کے) سوا دوسرے چہیتے اولیاء (اماموں) کی پیروی مت کرو۔ تم بہت کم نصیحت لیتے ہو۔''

❶ یعنی وہ تمہیں بتائیں گے کہ دنیا میں جتنے پیغمبر آئے سب کے سب بشر تھے فرشتے یا کسی دوسری مخلوق سے نہ تھے۔ بعض مقلد حضرات اس آیت سے تقلید کے جائز ہونے پر استدلال کرتے ہیں حالانکہ آیت کے سیاق و سباق سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس کے مخاطب مشرکین ہیں۔ اور ''اہل الذکر'' سے مراد اہل کتاب ہے ⇐⇐

اہل السنۃ والجماعۃ سلفی جماعت حقہ کے لوگ کہتے ہیں کہ: بلاشبہ دین حنیف میں تفقہ (غور وفکر اور تدبر ونظر، مسائل کے استنباط میں کوشش) قرآن وسنت کے علم اور ان پر عمل کے بغیر نہ پورا ہوسکتا ہے اور نہ ہی مستقیم ہوسکتا ہے۔ چنانچہ جس شخص کو بہت زیادہ علم تو حاصل ہو مگر اُس پر عمل نہ کرتا ہو یا نبی مکرم ﷺ کی رہنمائی کے مطابق وہ ہدایت یافتہ نہ ہو (یعنی اس منہج وطریق پر نہ چلے کہ جو رسول اللہ ﷺ نے بتلایا اور سکھایا ہے۔) اور نہ ہی وہ سنت رسول اللہ ﷺ کا عامل ہو تو وہ قطعاً فقیہ نہیں ہے۔



⇐⇐ ہیں اور آیت میں ایک خاص اعتراض کے حل میں ان کی طرف رجوع کا حکم دیا جا رہا ہے۔ اگر آیت کو عام بھی سمجھ لیا جائے تو بھی عام مسلمانوں کو حکم دیا جا رہا ہے۔ کہ اپنے علما سے کتاب وسنت کا حکم معلوم کریں نہ کہ کسی خاص امام کے مسئلے دریافت کریں۔

اس آیت میں " الـذکـر " یعنی قران کے نازل کرنے کا مقصد یہ بیان فرمایا ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے قول و عمل سے اس کی توضیح وتشریح فرمائیں کیونکہ آنحضرت ﷺ کی توضیحات کو سامنے رکھے بغیر قران کے مجملات کو سمجھنا ممکن ہی نہیں ہے۔ مثلاً نماز، زکوٰۃ اور دیگر احکام۔ اسی بنا پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اَلَا اِنِّیْ اُوْتِیْتُ الْقُرْاٰنَ وَ مِثْلَهٗ مَعَهٗ...... کہ خبردار! مجھے قرآن اور اس جیسی ایک اور چیز یعنی سنت دی گئی ہے۔ پس قران سے ہدایت حاصل کرنے کے لیے سنت سے بے نیازی اس آیت کی صریح خلاف ورزی ہے۔

آٹھویں اصل

نیکی (والے اُمور دین و دنیا) میں اہل اسلام کے اولیاء الامور کی اطاعت کا وجوب

اہل السنۃ والجماعۃ سلفی جماعت حقہ اہل الحدیث کے اصول عقیدہ میں سے ایک اصل یہ بھی ہے کہ وہ مسلمانوں کے اولیاء الامور (حکام وعلماء) کی اطاعت کے وجوب کی رائے رکھتے ہیں بشرطیکہ وہ (اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی) نافرمانی کا حکم نہ دیں۔ اگر وہ نافرمانی اور گناہ کا حکم دیں تو اس نافرمانی میں اُن کی اطاعت جائز نہیں ہے۔ اس نافرمانی والے امر کے علاوہ نیکی، خیر اور بھلائی والے معاملہ میں ان کی اطاعت باقی رہے گی۔ اور یہ اللہ عزوجل کے درج ذیل فرمان پر عمل کی بنا پر ہوگا، فرمایا:

"مسلمانو اللہ تعالیٰ کا حکم مانو اور اس کے رسول کا حکم مانو اور اپنے مسلمان، مومن حاکموں (اور کبار علماء) کا جو تم میں سے ہوں (ان کی بھی اطاعت کرو بشرطیکہ ان کا حکم قرآن وسنت کے تابع ہو۔) پھر اگر تم (اور حاکم وقت) کسی بات میں جھگڑ پڑو تو اس کو اللہ تعالیٰ اور رسول کی طرف رجوع کرو، اگر تم کو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان ہے۔ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اور اس کا انجام بہت اچھا ہے۔" (النساء: ۵۹۔ آیت پیچھے گزر چکی ہے۔)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے خود سماعت کیا: رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے:

((مَنْ أَطَاعَنِی فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصَانِی فَقَدْ عَصَی اللّٰهَ، وَمَنْ يُطِعِ الْأَمِيْرَ فَقَدْ أَطَاعَنِی ، وَمَنْ يَعْصِ الْأَمِيْرَ فَقَدْ عَصَانِي وَإِنَّمَا الْإِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَرَائِهِ وَيُتَّقٰى بِهِ فَإِنْ أَمَرَ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَعَدَلَ فَإِنَّ لَهُ بِذَالِكَ أَجْرًا ، وَإِنْ قَالَ بِغَيْرِهِ فَإِنَّ عَلَيْهِ مِنْهُ))

''جس نے میری اطاعت وفرمانبرداری کی بالتحقیق اُس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔ اور جس نے میری نافرمانی ومعصیت کی اُس نے بالتحقیق اللہ تبارک وتعالیٰ کی نافرمانی کی۔ اور جس نے (مسلمان،مومن) امیر کی اطاعت کی وفرمانبرداری کی اُس نے بالتحقیق میری اطاعت وفرمانبرداری کی۔ اور جس نے مسلمان امیر کی نافرمانی کی بالتحقیق اُس نے میری نافرمانی کی۔ اور بلاشک وشبہ امام (مسلمان حاکم یا خلیفۃ المسلمین اور امیر المومنین دین ودنیا کے تمام اُمور میں اہل ایمان واسلام کی طرف سے) ڈھال ہوتا ہے۔ اس کی آڑ میں (یعنی اس کے ساتھ ہوکر) لڑنا چاہیے اور اس کے ذریعے بچنا چاہیے۔ (یعنی امام وامیر کی ذات لوگوں کا بچاؤ ہوتی ہے۔کوئی کسی پر ظلم نہیں کرنے پاتا اور دشمن کے حملہ سے حفاظت اسی کی وجہ سے ہوتی ہے۔) چنانچہ اگر وہ اللہ کے تقویٰ کا حکم دے اور عدل وانصاف سے کام لے تو اس کے بدلے اُسے اجر وانعام ملے گا۔ اور اگر وہ اس کے علاوہ (یعنی اللہ کی معصیت اور ظلم وستم) کا حکم دے تو (پھر اس کی اطاعت نہیں ہوگی اور) اس کا وبال بھی اسی پر پڑے گا۔'' [1]

[1] متفق علیه ، صحیح مسلم ، کتاب الامارہ حدیث: ٤٧٤٧ . صحیح البخاری ، کتاب الاحکام حدیث: ٧١٣٧ ، کتاب الجهاد والسیر ، حدیث: ٢٩٥٧.

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِسْمَعُوْا وَأَطِيْعُوْا وَإِنِ اسْتُعْمِلَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ كَأَنَّ رَأْسَهُ زَبِيبَةٌ))

''(اپنے اُمراء اور مسلم حکام کی) بات کو سنو اور اطاعت کرو۔ اگر چہ تمہارے اوپر ایک حبشی غلام کو ہی عامل کیوں نہ بنا دیا جائے اور اس کا سر گویا کہ منقی کا دانہ ہو۔ (مگر پھر بھی اُس کی اطاعت کرو۔)'' [1]

اسی طرح سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ؛ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((تَسْمَعُ وَتُطِيْعُ لِلْاَمِيْرِ، وَإِنْ ضُرِبَ ظَهْرُكَ وَأُخِذَ مَالُكَ: فَاسْمَعْ وَأَطِعْ . وقوله: مَنْ كَرِهَ مِنْ أَمِيرِهِ شَيْئًا فَلْيَصْبِرْ عَلَيْهِ، فَإِنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ خَرَجَ مِنَ السُّلْطَانِ شِبْرًا ، فَمَاتَ عَلَيْهِ إِلَّا مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً))

''حکم اور بات کو (اپنے امیر کی) سنو اور امیر کی اطاعت کرو۔ اگر چہ تمہاری پیٹھ پر کوڑے ہی کیوں نہ مارے جائیں اور تمہارا مال ہی کیوں نہ چھین لیا جائے۔ پس حکم اور بات (امیر کی) سنو اور اطاعت کرو۔'' (اگلی ایک حدیث میں کہ جو سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے) اور فرمایا: ''جو آدمی اپنے امیر سے کسی چیز کو ناپسند کرے تو اس پر وہ صبر کرے۔ اس لیے کہ بلاشک لوگوں میں سے کوئی ایسا شخص نہیں جو مسلمانوں کے حاکم، امیر یا سلطان کی اطاعت سے بالشت بھر باہر ہو گیا اور اسی حالت میں اُس پر

[1] رواه البخاری، کتاب الاحکام، باب السمع والطاعة للامام ...... حدیث نمبر: ۷۱۴۲.

موت واقعی ہوگئی مگر یہ ہے کہ وہ جاہلیت کی موت مرا۔'' ❶

چنانچہ اہل السنۃ والجماعۃ سلفی جماعت حقہ اہل الحدیث کہتے ہیں کہ: اُصول عقیدہ میں سے ایک اصل عظیم نیکی (خیر، بھلائی) کے کام میں ولی امر المسلمین، امیر المومنین کی اطاعت بھی لازم ہے۔ اس اہم اصل کو آئمہ سلف صالحین نے تمام عقائد کے ضمن میں درج فرمایا ہے۔ اور عقائد کی کتابوں میں سے کوئی ہی کتاب ایسی ہوگی جو اس موضوع سے خالی ہو مگر یہ ہے کہ کم وبیش ہر کتاب نے اس موضوع کی مکمل رپورٹ، اس کی شرح اور اس کے بیان کو اپنے اندر ضرور سمویا ہے۔ اور مسلمانوں کے اولیاء الامور کی اطاعت والی اصل ہر مسلمان کے لیے ایک شرعی فریضہ ہے۔ اس لیے کہ اسلامی حکومت وسلطنت میں درستگی کے وجود کے لیے (یعنی حکومت کے معاملات نہایت مرتب اور منضبط ہونے کے اعتبار سے) یہ اصل عظیم ایک بنیادی معاملہ ہے۔

اور اہل السنۃ والجماعۃ سلفی جماعت حقہ کے لوگ اس بات کی رائے رکھتے ہیں کہ:

تمام نمازیں، خطبات ونماز جمعہ اور عیدین مسلمانوں کے امراء وحکام اور اولیاء الامور کے پیچھے ہی ہونے چاہئیں (اور جہاں وہ ان کا اہتمام نہ کر سکتے ہوں وہاں وہ اپنے نمائندے امام مقرر کریں۔) اسی طرح امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور جہاد فی سبیل اللہ اور حج کی ادائیگی بھی انہیں کے ساتھ ہو، چاہے وہ نیک، صالح ہوں یا فاجر وفاسق اور گنہگار۔ اور ان کے لیے اصلاح واستقامت کی دعا کی جائے۔ ❷ اسی طرح اگر اُن کا ظاہر

---

❶ رواہ مسلم، کتاب الامارہ، باب وجوب ملازمۃ جماعۃ المسلمین ...... حدیث: ٤٧٨٥ وحدیث نمبر ٤٧٩١.

❷ مسلمانوں کے اولیاء الامور، صالح حکام وامراء کے لیے۔ اصلاح واستقامت اور ہدایت کی دعا کرنا...... سلف صالحین کا طریقہ رہا ہے۔ امام فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر میرے لیے کسی دعا کی قبولیت اللہ عزوجل کی طرف سے منظور ہو چکی ہوتی تو میں اسے صرف صالح سلطان کے لیے ہی مانگتا۔ ہمیں حکم ⇐⇐⇐

صحیح ہو تو اُن کو نصیحت کرتے رہنا چاہیے۔ [1] یہ اہل السنۃ والجماعۃ سلفی جماعت حقہ کے اہل ایمان و اسلام اپنے اولیاء الامور پر کہ جب وہ کفر والے سے کسی دینی مخالفت کا ارتکاب کر بیٹھیں تو ان پر ہتھیاروں کے ذریعے خروج کو حرام قرار دیتے ہیں۔ بلکہ نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کے علاوہ ان کی اطاعت کے ذریعے اس معاملے میں اس وقت تک صبر کیا جائے جب تک ان سے کفر بوّاح (ظاہر و باہر کفر) صادر نہ ہو جائے۔ اور یہ کہ کسی فتنہ والے دور میں (کہ جب قوم پر اللہ کی طرف سے کوئی آزمائش آجائے) ان سے مقابلہ نہ کیا جائے۔ اور اُمت اسلامیہ کی وحدت کے بعد ملت اسلامیہ کے معاملہ میں جو تفرقہ و تفریق کا ارادہ رکھے اُس سے قتال (از طرف حکومت اسلامیہ) کے بھی ہم قائل ہیں۔

سیدنا عوف بن مالک الاشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

⇦⇦⇦ دیا گیا ہے کہ ہم ان کے لیے اصلاح کی دعا کریں، ہمیں ان پر بددعا کرنے کا حکم نہیں دیا گیا، اگرچہ وہ ظلم و زیادتی ہی کیوں نہ کریں۔ اس لیے کہ ان کے ظلم و استبداد کا وبال انہیں پر پڑے گا جبکہ ان کی اصلاح ان کے اپنے لیے بھی ہوگی اور تمام مسلمانوں کے لیے بھی۔ امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ آپ کو معاف فرمائے! اس بات کو جان لو کہ: بادشاہوں کا ظلم اللہ کی سزاؤں میں سے ایک بدلہ ہوتا ہے اور اللہ کی سزاؤں کا سامنا تلواروں سے نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ ان سے دعا، توبہ، اللہ کی طرف رجوع اور گناہوں سے دور ہو جانے کے ذریعے بچا جا سکتا ہے۔ بلاشبہ اللہ کی سزا کا مقابلہ جب تم تلوار سے کرو گے تو یہ سزا مزید کاٹ دار اور نقصان دہ ہو جائے گی۔ (دیکھیے: ابن الجوزی کی: آداب الحسن البصری، ص: ۱۱۹)۔

[1] امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اور جہاں تک اہل اسلام کے امراء و حکام کو نصیحت کرنے کا تعلق ہے؛ تو یہ ان کی حق پر معاونت ہے۔ حق میں ان کی اطاعت اور اسی کے ساتھ ان کا معاملہ ہے۔ اور ان کو تنبیہ و تذکیر نہایت نرمی کے ساتھ کرنی چاہیے۔ اور جن معاملات سے وہ غافل ہوں ان کے متعلق ان کو خبردار کرنا چاہیے۔ (دیکھیے: شرح صحیح مسلم، جلد ۲، ص ۲۴۱)۔

((خِيَارُ أَئِمَّتِكُمُ الَّذِينَ تُحِبُّونَهُمْ وَيُحِبُّونَكُمْ، وَيُصَلُّونَ عَلَيْكُمْ وَتُصَلُّونَ عَلَيْهِمْ وَشِرَارُ أَئِمَّتِكُمُ الَّذِيْنَ تُبْغِضُونَهُمْ وَيُبْغِضُوكُم وَتَلْعَنُونَهُمْ وَيَلْعَنُونَكُمْ)) قيل: يا رَسُولَ اللّٰهِ أَفَلا نُنابِذُهُم بِالسَّيفِ؟ فَقَالَ: لَا، مَا أَقَامُوا فِيكُمُ الصَّلَاةَ، وَإِذَا رَأَيْتُمْ مِنْ وُلَاتِكُمْ شَيْئًا تَكْرَهُونَه فَاكْرَهُوْا عَمَلَهُ، وَلَا تَنْزَعُوْا يَدًا مِنْ طَاعَتِهِ. وَقَالَ: ((إِنَّهُ يُسْتَعْمَلُ عَلَيْكُمْ أُمَرَاءُ فَتَعْرِفُونَ وَتُنْكِرُونَ، فَمَنْ كَرِهَ فَقَدْ بَرِئَ، وَمَنْ أَنْكَرَ فَقَدْ سَلِمَ، وَلٰكِنْ مَنْ رَضِيَ وَتَابَعَ۔ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَلَا نُقَاتِلُهُم؟ قَالَ: لَا، مَاصَلَّوْا))

''تمہارے امراء وحکام اور آئمہ میں سے بہتر وہ لوگ ہوتے ہیں کہ جن سے تم محبت کرو اور وہ تم سے محبت کریں۔ وہ تمہارے لیے دعا کریں۔ (یا وہ تمہارے جنازے پڑھیں) اور تم ان کے لیے دعا کرو۔ (یا تم ان کے جنازے پڑھو۔) اور تمہارے امراء وحکام اور تمہارے آئمہ میں سے برے وہ لوگ ہوتے ہیں کہ تم ان سے بغض وحسد اور نفرت رکھو اور وہ تم سے بغض وحسد اور نفرت رکھیں۔ تم ان پر لعنت بھیجو اور وہ تم پر لعنت بھیجیں۔''

پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ہم ان کے خلاف ہتھیاروں سے لڑنے کا اعلان نہ کردیں؟ فرمایا: نہیں۔ جب تک وہ تمہارے اندر نماز کو قائم کیے رکھیں اور جب تم اپنے اولیاء الامور میں کوئی ایسی چیز دیکھو کہ جس کو تم ناپسند کرتے ہو تو اس وقت تم اس کے عمل سے نفرت کرو مگر اس کی اطاعت سے اپنا ہاتھ نہ کھینچو۔''

(اور ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!)

تمہارے اوپر کچھ ایسے امراء مقرر کیے جائیں گے جن کے تم اچھے کام بھی دیکھو گے اور برے کام بھی ۔ چنانچہ جو کوئی برے کام کو برا جانے (برائی سے نفرت کرے) وہ گناہ سے بری ہو گیا ۔ اور جس نے برائی کا انکار کیا تو وہ محفوظ ہو گیا ۔ لیکن جو آدمی برائی پر راضی ہو گیا اور اس کی اس نے پیروی کی (تو وہ تباہ و برباد ہو گیا ۔) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ! کیا ہم ان سے مقاتلہ نہ کریں ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں ۔ جب تک وہ نماز پڑھتے رہیں ۔'' ❶

---

❶ (راوہ مسلم ، کتاب الامارة، باب خیار الآئمة وشرارهم/ حدیث : ٤٨٠٤، ٤٨٠١.) امام ابو یعلی رحمہ اللہ کی کتاب ''الاحکام السلطانیہ'' (ص۲۳) میں اس موضوع پر نہایت شاندار تحریر موجود ہے ۔ بالخصوص امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی گفتگو ۔ اسی طرح حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری جلد ۱۳ ص ۹ پر غلبہ حاصل کرنے والے سلطان کی اطاعت کے جواب پر فقہاء کا اجماع نقل کیا ہے اور یہ کہ اس کے ساتھ مل کر جہاد کیا جائے ۔ اور اس کی اطاعت اس کے خلاف خروج سے بہتر ہے ۔ اسی طرح منہاج السنہ میں (جلد ۲۲، ص ۲۴۱ پر) امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی اس موضوع پر نہایت شاندار بات کی ہے ۔ البتہ وہ حکام المسلمین کہ جو اللہ کی شریعت کو معطل کر دیں، اس کے مطابق فیصلے نہ کریں بلکہ شریعت مطہرہ، اسلام کے علاوہ کسی اور قانون کے مطابق فیصلے کریں تو یہ لوگ مسلمانوں کی اطاعت سے خارج ہوں گے ۔ ان کی اطاعت مسلمانوں پر واجب نہیں ہوگی ۔ اس لیے کہ انہوں نے امامت و امارت کے مقاصد کو ہی ضائع کر دیا کہ جن کی خاطر ان کو امیر بنایا گیا ہو اور وہ عدم خروج اور سمع و اطاعت کے مستحق ہوئے ہوں ۔ اور یہ کہ وہ دین حنیف کی محافظت اور اس کے نشر و اشاعت، احکام اسلام کی تنفیذ اور ملت میں رخنہ اندازی سے محافظت اور ان لوگوں سے جہاد کرنا کہ جو دعوت حق ملنے کے باوجود اسلام اور مسلمانوں سے دشمنی رکھیں جیسے اسلام اور مسلمانوں کے امور کے قیام کے وہ مستحق بنے ہوں ۔ چنانچہ اگر وہ دین حنیف، اسلام کی محافظت نہیں کرتے یا مسلمانوں کے اُمور کے قیام میں اپنا فرض ادا نہیں کرتے تو ایسے شخص سے امامت و امارت المسلمین کا حق زائل ہو جاتا ہے اور امت کے ⇦⇦⇦

اور جہاں تک اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی معصیت و نافرمانی میں اُن کی اطاعت کا تعلق ہے تو یہ قطعاً جائز نہیں ۔ ایسا اُس حکم کی بنا پر ہے جو اس ضمن میں بصورت نہی رسول اللہ ﷺ سے مرفوعاً مروی ہے ۔ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

((اَلسَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِيمَا أَحَبَّ وَكَرِهِ مَالَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ، فَإِذَا أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ . وقال: لَا طَاعَةَ فِي مَعْصِيَةِ اللّٰهِ إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوْفِ))

''مسلمان آدمی پر (اپنے امیر کی) بات سننا اور اطاعت کرنا ہر اُس کام میں ہے کہ جسے وہ پسند کرے یا جس کو ناپسند بھی کرے ۔ اِلّا یہ کہ جب تک اُسے نافرمانی و معصیت کا حکم نہیں دیا جاتا ۔ جب اُسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے کسی حکم کی نافرمانی کا حکم دیا جائے تو پھر نہ ہی اس کی بات کو سننا ہے اور نہ ہی اُس کی اطاعت ہے ۔'' [1]

⇦⇦⇦ اہل حق دعقد پر واجب ہو جاتا ہے کہ وہ ایسے شخص کو حکومت و امارت کے حق سے دستر بردار کر کے ایسے کسی شخص کو امیر اور حاکم مقرر کریں جو امت کے مقاصد کی تحقیق کا قیام کرے ۔

پس اہل السنۃ والجماعۃ صرف ظلم واستبداد کی بنیاد پر اپنے آئمۃ المسلمین، حکام پر خروج کو جائز قرار نہیں دیتے بلکہ وہ ایسے امام المسلمین کا قصد رکھتے ہیں جو اللہ کی شریعت کے مطابق فیصلے کرے ۔ اس لیے کہ امارت والمۃ المسلمین وہی ہوتی ہے کہ جو اقامت دین کا فریضہ سرانجام دے ۔ منہاج السنۃ میں (جلد ۱، ص ۱۴۶ پر) امیر المومنین سید علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کا ایک قول نہایت شاندار درج ہے ۔ وہاں سے استفادہ کیا جاسکتا ہے ۔

[1] رواہ البخاری ، کتاب الاحکام ، باب السمع والطاعة للامام مالم تكن معصية حدیث : ۷۱۴۴.

سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی معصیت میں اطاعت نہیں ہے بلکہ بلاشک وشبہ اطاعت معروف کاموں (نیکی، خیر اور بھلائی کے کاموں) میں ہے۔'' ❶

امام المسلمین، امیر المومنین اور مسلمانوں کے حاکم پر واجب ہے کہ وہ اپنی رعیت کے بارے میں اللہ سے ڈرے اور اس بات کو جان لے کہ بلاشک وشبہ وہ تو ایک عارضی ملازم وخادم ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ایک اُمت پر اُن کی دیکھ بھال اور خدمت کے لیے ملازم رکھا ہے۔ اسی طرح اپنے دین کی خدمت اور اپنی شریعت کی محافظت کے لیے اور ہر عام وخاص پر اپنی حدود کی تنفیذ کے لیے اُسے بطور خادم منتخب فرمایا ہے۔ اور امام وحاکم المسلمین پر یہ بھی واجب ہے کہ وہ نہایت مضبوط ہو، اسے اللہ عزوجل کے بارے میں کسی بھی ملامت کرنے والے کی ملامت روک نہ لے۔ وہ اُمت پر بھی امین مقرر کیا گیا ہے اور ان کے دین پر، ان کے خون پر، ان کے اموال پر، ان کی عزتوں اور ان کی مصلحتوں پر، ان کے امن، ان کے ہر ہر معاملے پر اور ان سے حسن سلوک پر بھی وہ امین ہے۔ اور یہ کہ وہ اپنی ذات کے لیے کسی سے انتقام نہ لے بلکہ اُس کا غصہ بھی اللہ ہی کے لیے ہونا چاہیے۔

سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيهِ اللّٰهُ رَعِيَّةً يَمُوْتُ يَوْمَ يَمُوتُ وَهُوَ غَاشٌّ لِرَعِيَّتِهِ اِلَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ))

''کوئی ایسا بندہ نہیں کہ جسے اللہ تعالیٰ نے کسی رعیت کا راعی ونگہبان مقرر

---

❶ متفق علیہ، صحیح البخاری، کتاب اخبار الآحاد: ۷۲۵۷ ۔ صحیح مسلم، کتاب الامارہ، حدیث: ٤٧٦٥.

کر دیا ہو اور جس دن وہ مرے تو اسے اس حال میں اسے موت آئے کہ وہ اپنی رعیت سے دھوکہ کرنے والا ہو مگر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس پر جنت کو حرام کر دیں گے۔'' [1]



[1] رواہ مسلم، کتاب الایمان، حدیث : ٣٦٣.

نویں اصل

صحابہ کرام اور آل بیت رضی اللہ عنہم اجمعین اور خلافت کے بارے میں اہل السنۃ والجماعۃ سلفی جماعت حقہ کا عقیدہ

اہل السنۃ والجماعۃ سلفی جماعت حقہ کے اہل ایمان و اسلام کے اُصول عقیدہ میں سے ایک اصل ......رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے پوری پوری دلی محبت ہے۔ اس ضمن میں ان اہل ایمان و اسلام کے دل اور ان کی زبانیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں غلط اور بیہودہ گفتگو سے پاک ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ نبی معظم محمد رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین دنیا کے تمام لوگوں (انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ باقی سب امتیوں) سے ایمان کے اعتبار سے اور نیکی کے اعلیٰ ترین درجات کے لحاظ سے مکمل ترین اصحاب تھے۔ اصحاب رسول اللہ ﷺ (انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ) دنیا جہان کے تمام لوگوں سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت اور جہاد فی سبیل اللہ میں سب سے عظیم تھے۔ اللہ عزوجل نے ان کو (اپنے دین کی محافظت اور علاء کلمۃ اللہ کے لیے) منتخب فرما لیا تھا اور انہیں اپنے حبیب و خلیل نبی محمد رسول اللہ ﷺ کی مصاحبت کے لیے چن لیا تھا۔ اور جس چیز کے ساتھ وہ ممتاز ہو گئے تھے، ان کے بعد آنے والوں میں سے کوئی بھی شخص اس بات کی استطاعت نہیں رکھتا تھا (اور نہ ہی اب رکھتا ہے) کہ وہ اس امتیاز کو حاصل کر سکے، چاہے وہ جس بھی بلندی و رفعت تک پہنچ جائے۔ اور آگاہ رہو کہ یہ امتیاز نبی مکرم ﷺ کے دیدار اور ان کا آپ ﷺ کے ساتھ مل کر ایمان

والی زندگی گزارنے کا شرف تھا۔ (یعنی یہ حضرات اس لیے ساری امت سے ممتاز ہیں کہ انہیں رسول اللہ ﷺ کے چہرہ انور کو بار بار دیکھنے کا شرف بھی حاصل ہوتا اور یہ کہ آپ ﷺ کی خوشیوں، غموں، دکھوں اور جہاد فی سبیل اللہ میں شرکت کا پورا موقع بھی ملتا تھا۔ اور وہ حضرات دین حنیف، قرآن وسنت کو براہِ راست آپ ﷺ سے سیکھتے تھے۔)

اشرف الخلائق محمد رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین، اللہ عزوجل اور اس کے محبوب پیغمبر ﷺ کے طرف سے عادل قرار دینے کی بنا پر سب کے سب عادل تھے۔ یہ تمام حضرات اللہ تبارک وتعالیٰ کے ولی (دوست) اور اس کے اصفیاء (منتخب شدہ لوگ) تھے۔ سب کے سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اللہ رب العالمین کی سب مخلوقات میں انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد سب سے بہتر تھے اور وہ اس اُمت کے اپنے نبی محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد افضل ترین لوگ تھے۔ ان کے بارے میں اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی ہے:

﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝﴾

(التوبہ: ۱۰۰)

''اور مہاجرین وانصار میں سے جن لوگوں نے اول ہجرت کی اور پہلے اسلام لائے اور جنھوں نے نیکی کے ساتھ ان کی پیروی کی، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے (اللہ ان سے خوش اور وہ اللہ سے خوش) اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جنتیں تیار کر رکھی ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔'' [1]

---

[1] بعض اعراب (گنواروں) کا اخلاص اور ان کو رحمت کی خوش خبری سنانے کے بعد ان سے اعلیٰ مراتبہ کے لوگوں کی طرف اشارہ فرمایا۔ یعنی جہاجرین اور انصار جنہوں نے ہجرت ونصرت دین میں پہل کی۔ ⇦⇦⇦

رسول اللہ ﷺ کے صحابہ عظام رضی اللہ عنہم کے لیے پختہ و مکمل ایمان اور فضل و شرف کی گواہی دینا دین حنیف کی ضرورت و حاجت کے ساتھ معلوم اصل قطعی ہے۔ اور ان کی محبت دین اور ایمان ہے جبکہ ان سے بغض وعناد کفر اور نفاق ہے۔

اہل السنۃ والجماعۃ سلفی جماعت حقہ کے اہل ایمان و اسلام رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو صرف اور صرف خیر، بھلائی کے ساتھ ہی یاد کرتے ہیں۔ اس لیے کہ نبی مکرم ﷺ نے خود ان سے محبت فرمائی اور ان سے محبت کرنے کی وصیت

⇦⇦⇦ ان کی تعیین میں مفسرین سے مختلف اقوال منقول ہیں۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اول سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی اور بعض نے بیعتِ رضوان (صلح حدیبیہ) میں شامل ہونے والے اور بعض نے بدری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین مراد لیے ہیں۔ اور انصار سے مراد وہ لوگ ہیں جو بیعت عقبہ (اول وثانیہ) میں شریک ہوئے اور پھر وہ لوگ جو مدینہ منورہ میں جناب مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی آمد پر مسلمان ہوگئے تھے۔ مگر ہجرت و نصرت کے اعتبار سے درجہ بدرجہ بھی صحابہ مراد لیے جا سکتے ہیں۔ پھر صحابہ میں سب سے افضل خلیفۃ رسول اللہ ﷺ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا درجہ ہے، جو اسلام میں بھی اوّل ہیں اور ہجرت میں بھی نبی کریم ﷺ کے ساتھی ہیں۔ پھر بالترتیب دوسرے خلفاء کے درجے ہیں۔ ان کے بعد باقی عشرہ مبشرہ کہ جن میں طلحہ، زبیر رضی اللہ عنہ، سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید، عبدالرحمٰن بن عوف اور ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔ پھر بدری عقبی صحابہ کا درجہ ہے اور ان کے بعد وہ جو بیعتِ رضوان میں شریک ہوئے۔ صحابہ کی فضیلت کی اس ترتیب میں اہلِ السنۃ والجماعۃ تقریباً متفق ہیں۔ گو بعض علماء حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے بھی قائل ہوئے ہیں۔ یاد رہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد ہجرت کی تھی۔

(ابن کثیر و رازی)

نیکی کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والوں سے مراد وہ صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں جو بعد میں ایمان لائے اور ہجرت بھی کی۔ جیسا کہ سورہ انفال کی آیت ۷۵ میں مہاجرین اور انصار کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا: وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا کہ جو ان کے بعد ایمان لائے اور پھر ہجرت بھی کی۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ سے قیامت تک کے وہ تمام مسلمان مراد ہوں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر ہیں اور ان کے قول و عمل میں احسان پایا جاتا ہے۔ بہرحال ان سے اصطلاحی تابعین ہی مراد نہیں ہیں۔

بھی فرمائی ہے۔

سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِيْ أَصْحَابِيْ لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا بَعْدِيْ ، فَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّي أَحَبَّهُم ، وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِي أَبْغَضَهُمْ ، وَمَنْ آذَاهُمْ فَقَدْ آذَانِي ، وَمَنْ آذَانِي فَقَدْ آذَى اللّٰهَ ، وَمَنْ آذَى اللّٰهَ يُوشِكُ أَنْ يَأْخُذَهُ))

''اللہ سے ڈرو! میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو! میرے بعد ان کو ہدف ملامت نہ ٹھہرانا۔ جس نے ان سے محبت کی اُس نے ان کے ساتھ میری محبت کی وجہ سے محبت رکھی۔ اور جس نے ان سے عداوت کی اُس نے ان کے ساتھ میری ہی عداوت کی نظر سے عداوت کی۔ (یعنی ان کے ساتھ جس نے عداوت رکھی وہ جان لے کہ میری اس سے عداوت ہوگی۔) اور جس نے ان کو ایذا پہنچائی اس نے گویا مجھے ایذا دی۔ اور جس نے مجھے ایذا پہنچائی اس نے اللہ کو ایذا پہنچائی۔ اور (جان رکھو کہ) کہ جس نے اللہ تبارک وتعالیٰ کو ایذا پہنچائی اس کو اللہ تعالیٰ ضرور عذاب میں پکڑ لے گا۔'' [1]

چونکہ رضائے الٰہی کے حصول اور جنت میں داخل ہونیکی خوشخبری جس علت پر مترتب ہو رہی ہے وہ دائمی ہے۔ یعنی ہجرت ونصرت میں پہل، اس لیے یہ بشارت بھی دائمی ہے۔ لہٰذا ان صحابہ میں سے العیاذ باللہ کسی ایک کے متعلق بھی ارتداد کا تصور تک نہیں ہوسکتا۔ پھر کتنے بد بخت اور لعنتی ہیں وہ لوگ جو ان حضرات کے خلاف عموماً اور ان میں سے افضل ترین، ہستیوں اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے خلاف خصوصاً زبان درازی، سبّ وشتم اور تبرابازی کا مظاہرہ کرتے رہتے ہیں اور ان کو برے القاب سے یاد کرتے ہیں۔

[1] صحیح سنن الترمذی : للالبانی، کتاب المناقب، باب فیمن سبّ اصحاب النبی ﷺ حدیث : ۳۸۶۲.

اور ہر وہ مومن، موحد مسلمان کہ جس نے حالت ایمان میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اور وہ آپ پر پختہ ایمان لایا اور اسی حالت ایمان میں اس کی وفات (یا شہادت واقع) ہوئی تو وہ صحابہ کرام میں شمار ہوا۔ اگر چہ اس کی مصاحبت ایک سال، ایک ماہ، یا ایک دن، یا پہر اور ایک گھڑی تک ہی رہی ہو۔ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کہ جنہوں نے صلح حدیبیہ کے موقع پر درخت کے نیچے رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر موت کی بیعت کی تھی ان میں سے کوئی بھی صحابی جہنم میں داخل نہیں ہوگا۔ بلکہ اللہ عزوجل ان سے راضی ہوگیا اور وہ اُس سے راضی ہو گئے۔ اور ان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تعداد چودہ سو سے زیادہ تھی۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے؛ سیّدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَدْخُلُ النَّارَ أَحَدٌ بَايَعَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ))

''ان اصحاب میں سے کوئی بھی جہنم میں نہیں جائے گا کہ جس نے حدیبیہ کے مقام پر درخت کے نیچے (رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر) بیعت کی تھی۔'' ❶

---

❶ جامع الترمذی، کتاب المناقب، باب فی فضل من بایع تحت الشجرة، حدیث: ۳۸٦۰ وصححه الترمذی والالبانی رحمهما الله. ومسند الامام أحمد: ۳/ ۳۵۰. سیدنا زید بن حارثہ کی زوجہ ام مبشر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ ام المومنین سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے اور آپ ﷺ نے فرمایا: ((لَا يَدْخُلُ النَّارَ أَحَدٌ شَهِدَ بَدْرًا وَالْحُدَيْبِيَةَ)) ''میرے صحابہ میں سے کوئی بھی جہنم میں داخل نہیں ہوگا جو بھی ان میں سے غزوۂ بدر اور صلح حدیبیہ میں شریک ہوا۔'' سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کرنے کے لیے سوال کیا: اللہ عزوجل نے کیا قرآن میں یوں نہیں فرمایا: ﴿وَإِنْ مِّنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا﴾ (مریم: ۷۱) ''اور تم میں سے کوئی ایسا نہیں جو دوزخ میں نہ جائے (یا دوزخ پر سے نہ گزرے) یہ تو تیرے رب پر لازم ہے اس نے فیصلہ کرلیا ہے۔'' تو رسول اللہ ﷺ نے ⇐⇐⇐

اہل السنۃ والجماعۃ کے اہل ایمان ......صحابہ کرام کے درمیان واقع ہونے والے کسی بھی جھگڑے اور نزاع کے بارے میں اپنی زبانوں کو روک کر رکھتے ہیں اور ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کیا کرتے ہیں۔ ❶

تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے جو درست فیصلے کرنے والے تھے ان کے لیے اللہ کے ہاں دوہرا اجر تھا اور ان میں سے جو غلطی کرنے والے تھے ان کے لیے ایک اجر بہر حال ضرور تھا۔ (کیونکہ ان کی خطا بھی اجتہادی ہوتی تھی۔) اور ان کی خطا اللہ عزوجل کے ہاں قابل معافی تھی ان شاء اللہ۔

اہل السنۃ والجماعۃ ج سلفی جماعت حقہ کے اہل ایمان و اسلام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی کو بھی برا نہیں کہتے (اور نہ ان کے بارے میں تبرا بولتے ہیں) بلکہ ان کو وہ اسی اعلیٰ تعریف کے ساتھ یاد کرتے ہیں کہ جس کے وہ مستحق ہیں۔ جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي، لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَباً مَا أَدْرَكَ مُدَّ أَحَدِهِمْ، وَلَا نَصِيفَهُ))

⇦⇦⇦ فرمایا: رکیے ذرا۔ (اور اللہ کے اگلے فرمان کو بھی پڑھ لیجیے، فرمایا:) ﴿ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا﴾ (مریم:۷۲) ''پھر جو پرہیزگار ہیں (شرک اور کفر سے بچے رہے) ان کو تو ہم دوزخ سے نکال لیں گے اور کافروں کو اسی میں گھٹنوں کے بل پڑا رہنے دیں گے۔'' (دیکھیے: مسند الامام احمد: ۳۶۲/۶ وھو صحیح)

❷ جمہور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین فتنہ میں پڑے ہی نہیں تھے۔ اور جب فتنہ و فساد نے ہجوم کر دیا تو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی تعداد ایک لاکھ سے بھی زیادہ تھی اور اس فتنہ میں ایک سو آدمی بھی شریک ⇦⇦⇦

''میرے اصحاب کو مت برا کہو، میرے صحابہ کو برا مت کہو۔ اس ذات اقدس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم میں سے کوئی غیر صحابی احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کر دے (اللہ کی راہ میں) تو وہ ان (اصحاب النبی ﷺ) کے ایک مد (سیر بھر کے برابر بھی نہیں ہوسکتا) اور نہ ہی آدھے مد (آدھے سیر) کے برابر ہوسکتا ہے۔'' [1]

اور اہل السنۃ والجماعۃ سلفی جماعت حقہ کے اہل ایمان واسلام اس بات کا عقیدہ بھی رکھتے ہیں کہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین من حیث الجماعۃ خطا سے معصوم تھے۔ (یعنی ان کا اجتماعی فیصلہ غلط نہیں ہوتا تھا۔) اور جہاں تک ان کی افرادی حیثیت ہے تو اس اعتبار سے وہ غیر معصوم تھے۔ (انفراداً ان سے غلطیاں ہو جاتی تھیں۔) اور اہل السنۃ والجماعۃ کے ہاں اللہ عزوجل کی طرف سے کسی کو خطا سے معصوم کر دینا (کہ اس سے غلطی سرزد نہ ہو۔) صرف ان لوگوں کے لیے ہوتا تھا کہ جنہیں رب کریم اپنے دین کو دنیا تک پہنچانے کے لیے بطور پیغمبر منتخب فرما لیتے تھے۔ اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے من حیث المجموع امت اسلامیہ کو خطا سے محفوظ رکھا ہے، انفرادی طور پر نہیں۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

⇐⇐⇐ نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ ان کی تعداد تیس تک بھی نہیں پہنچتی۔ جیسا کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے صحیح سند کے ساتھ اپنی مسند میں محمد بن سیرین رحمہم اللہ سے نقل فرمایا ہے۔ اور امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے اپنی ''المصنف'' میں درج کیا ہے اور حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ کی کتاب ''البدایہ والنہایہ'' میں لکھا ہے۔

[1] رواہ مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب تحریم سبّ الصحابۃ، حدیث: ٦٤٨٧.

امام لالکائی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''شرح اُصولِ اعتقاد اہل السنۃ'' میں لکھا ہے کہ: امیر المؤمنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں ان کے بیٹے عبید اللہ اور صحابی رسول جناب مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کے درمیان کسی بات پر ذرا سخت قسم کی گفتگو ہوگئی۔ دوران گفتگو عبید اللہ سیدنا مقداد رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنے لگے: جب عمر بن ⇐⇐⇐

((إِنَّ اللّٰهَ لَا يَجْمَعُ أُمَّتِي عَلَى ضَلَالَةٍ وَيَدُ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ))

''بلاشبہ اللہ عزوجل میری امت کو گمراہی پر جمع نہیں کرے گا اور اللہ عزوجل کا ہاتھ جماعت پر ہوتا ہے۔'' [1]

اور اہل السنۃ والجماعۃ اس بات پر بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ: نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد اس امت کے سب سے افضل چار صحابہ کرام ہیں۔ یعنی ساداتنا ابوبکر ابن ابو قحافہ (عبداللہ بن عثمان)، عمر بن الخطاب، عثمان بن عفان اور علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہم اور اسی ترتیب کے ساتھ وہ ہدایت یافتہ خلفائے راشدین تھے۔ اور ان سب کو جنت کی خوشخبری دنیا میں ہی دے دی گئی تھی۔ اور انہیں چاروں میں بمع خلافت سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہم خلافت علی منہاج النبوۃ تیس سال رہی تھی۔ جیسا کہ جناب سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((الخلافةُ في أُمَّتِي ثَلاثُوْنَ سَنَةً : ثُمَّ مُلْكٌ بَعْدَ ذٰلِكَ))

''میری امت میں خلافت تیس سال تک رہے گی۔ پھر اس کے بعد بادشاہی ہوگی۔'' [2] (اس موضوع پر اور بھی بہت ساری احادیث کتب میں موجود ہیں۔)

اسی طرح اہل السنۃ والجماعۃ سلفی جماعت حقہ کے اہل ایمان و اسلام عشرہ مبشرہ بالجنہ کو بھی باقی تمام صحابہ کرام پر افضل جانتے ہیں اور وہ ہیں ساداتنا: ابوبکر بن ابوقحافہ،

⇐⇐⇐ خطاب رضی اللہ عنہ کو علم ہوا تو فرمایا: قینچی لاؤ میں عبیداللہ کی زبان کاٹ دوں، تاکہ اس کے بعد کسی کو جرأت نہ ہو کہ وہ اصحاب رسول اللہ ﷺ میں سے کسی کے بارے میں برا بھلا کہہ سکے۔''

[1] صحيح سنن الترمذي: للالباني ، كتاب الفتن، باب ماجاء في لزوم الجماعة ، حديث : ٢١٦٧ .

[2] رواه البخاري و مسلم ، و مسند احمد : ٥/ ٢٢١.

عمر بن الخطاب، عثمان بن عفان، علی بن ابو طالب، طلحہ بن عبید اللہ، زبیر بن العوام، سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید، عبدالرحمٰن بن عوف اور امین ہذہ الامہ ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہم اجمعین۔ اور پھر تمام اہل بدر کی فضیلت ہے۔ اور پھر ان کے بعد حدیبیہ کے مقام پر ایک درخت کے نیچے رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت رضوان کرنے والے صحابہ کرام اور پھر باقی تمام کے تمام صحابہ عظام رضی اللہ عنہم اجمعین۔ تو جو مومن آدمی ان سے محبت کرے، ان کے لیے خیر و برکت کی دعا کرے، ان کے صحیح حق کی رعایت کرے اور ان کی فضیلت کو جان لے تو وہ مسلمان آدمی کامیاب لوگوں میں شمار ہوگا۔ اور جو نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کے صحابہ سے بغض رکھے اور ان کو برا کہے (اور ان پر طعن و تشنیع کرے) تو وہ ہلاک شدہ لوگوں میں شمار ہوگا۔ (کہ جس کی آخرت تباہ ہوگئی۔)

اور اہل السنۃ والجماعۃ سلفی جماعت حقہ کے اہل ایمان واسلام نبی مکرم ﷺ کے درج ذیل فرمان پر عمل کرتے ہوئے آپ ﷺ کے اہل بیت رضی اللہ عنہم اجمعین سے بھی بے پناہ محبت کرتے ہیں۔ سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((وَاَهْـلُ بَيْتِـيْ ، أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِي اَهْلِ بَيْتِيْ ، أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِـي أَهْـلِ بَيْتِي ، أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِيْ اَهْلِ بَيْتِيْ " وقوله : ((اِنَّ اللّٰـهَ عَـزَّوَجَـلَّ اصْـطَـفٰـى كِنَانَةً مِنْ وَلَدِ اِسْمَاعِيلَ عَلَيْهِ الصَّـلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَاصْطَفٰى قُرَيْشاً مِنْ كِنَانَةَ ، وَاصْطَفٰى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِي هَاشِمٍ وَاصْطَفَانِيْ مِنْ بَنِي هَاشِمٍ))

”اور میرے اہل بیت۔ میں تمہیں اللہ کو یاد دلاتا ہوں اپنے اہل بیت کے

متعلق۔ میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ کو یاد دلاتا ہوں۔ میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ کو یاد دلاتا ہوں۔'' اور (سیدنا واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:) نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ اللہ عزوجل نے سیدنا اسماعیل بن ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے بنو کنانہ کو منتخب فرمالیا اور پھر بنو کنانہ سے قریش کو چن لیا اور قریش سے بنو ہاشم کا انتخاب کرلیا اور پھر مجھے بنو ہاشم سے چن لیا۔'' [1]

اور جیسا کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا ہے، قرآن کی نص کے مطابق رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات، امہات المومنین رضی اللہ عنہن بھی اہل بیت میں سے ہیں۔ فرمایا:

﴿يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ وَ قَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَ اَطِعْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۝﴾ (الاحزاب:۳۲تا۳۳)

''اے ہمارے محبوب نبی محمد ﷺ کی بی بیو! تم دیگر عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اگر تم (اللہ سے) ڈرتی ہو تو (غیر مردوں سے) دبی زبان (باریک آواز) سے بھی بات نہ کرو۔ (ایسا کرو گی) تو جس کے دل میں کھوٹ ہے (بدکاری، فسق و فجور، بدنظری) اس کو لالچ پیدا ہوگی۔ اور کھری کھری صاف بات کیا کرو۔ اور اپنے گھروں میں جمی رہو اور اگلی جاہلیت کے زمانہ کی طرح بناؤ

[1] رواہ مسلم، کتاب فضائل الصحابة/ حدیث: ۵۹۳۸،۶۲۲۵.

سنگار (مردوں کو) دکھاتی نہ پھرنا۔ اور نماز کو درستی کے ساتھ ادا کرتی رہو۔ زکوٰۃ دیتی رہو اور اللہ اور اس کے رسول کا فرمان مانتی رہو۔ (پیغمبر ﷺ کے) گھر والو! اللہ تعالیٰ اور کچھ نہیں صرف یہ چاہتا ہے کہ تم سے (ہر طرح کی) پلیدی دور کر کے تم کو خوب ستھرا (پاک صاف) بنا دے۔'' [1]

اور نبی معظم ﷺ کی ازواج مطہرات، امہات المومنین میں: سیدات خدیجہ بنت خویلد، عائشہ بنت ابو بکر صدیق، حفصہ بنت عمر بن الخطاب، ام حبیبہ رملہ بنت ابو سفیان، ام سلمہ ہند بنت ابو امیہ بن مغیرہ، سودہ بنت زمعہ بن قیس، زینب بنت جحش، میمونہ بنت حارث، جویریہ بنت حارث بن ابو ضرار اور صفیہ بنت حیی بن اخطب رضی اللہ عنہن جمیعاً سب شامل ہیں۔ اہل السنۃ والجماعۃ اہل الحدیث اس بات کا بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ کی تمام ازواج مطہرات، امہات المومنین نہایت

---

[1] آیت کا سیاق وسباق صاف بتا رہا ہے کہ یہاں اہلِ بیت سے مراد نبی مکرم ﷺ کی ازاواج مطہرات ہیں۔ رضی اللہ عنہن جیسا کہ ''یَا نِسَاءَ النَّبِيِّ'' اور اگلے خطاب سے معلوم ہوتا ہے اور قرآن میں ''اہلِ بیت'' کا لفظ صرف بیوی کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔ دیکھیے سورہ ہود:۷۳) بعض روایات میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو بلایا اور ان پر اپنا کمبل ڈال کر دعا فرمائی: ''اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلُ بَيْتِي فَاَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيْرًا'' اے اللہ! یہ میرے اہلِ بیت ہیں ان سے ناپاکی دور فرما اور انہیں صاف ستھرا بنا دے'' اس حدیث کے یہ معنی نہیں ہے کہ ازواج مطہرات اہل البیت میں سے نہیں ہیں۔ بلکہ اصل میں آیت تو ''ازواج مطہرات'' ہی کے متعلق نازل ہوئی ہے اور ان کو تطہیر کی خوشخبری دی گئی ہے۔ پھر آنحضرت ﷺ کی دعا سے حضرت فاطمہ، علی بن ابو طالب، اور حسن وحسین رضی اللہ عنہم بھی اس میں شامل ہو گئے۔ اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے ان پر کمبل ڈالا اور دعا کی تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بھی اپنا سر اس کپڑے کے اندر کر لیا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں بھی تو آپ ﷺ کے ساتھ ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اِنَّكِ اِلَى خَيْرٍ مَرَّتَيْنِ'' تم تو (اس) خیر ہی دوہری شامل ہو۔'' یعنی اس آیت کے اعتبار سے بھی اور میری اس دعا کے تحت بھی۔ (قرطبی)

پاکباز اور ہر برائی سے مبرا تھیں اور وہ سب کی سب دنیا میں بھی اللہ کے حبیب و خلیل نبی محمد رسول اللہ ﷺ کی ازواج تھیں اور آخرت میں بھی آپ کی ہی ازواج ہوں گی۔ رضی اللہ عنہن اجمعین۔

اہل السنۃ والجماعۃ سلفی جماعت حقہ کے اہل ایمان و اسلام اس بات کی رائے رکھتے ہیں کہ: ان سب امہات المومنین میں سیدہ خدیجہ بنت خویلد اور سیّدہ عائشہ بنت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہم سب سے زیادہ افضل ہیں ۔ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نبی مکرم ﷺ کی وہ زوجہ مطہرہ اور صدیقہ بنت الصدیق ہیں کہ جن کی برأت اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے کتاب عزیز میں نازل فرمائی ہے۔ پس جو کوئی ان پر تہمت دھرے کہ جن کی برأت اللہ رب العالمین نے قرآن میں نازل فرمادی ہے تو وہ بالتحقیق کافر ہے۔ سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((فَضْلُ عائِشَةَ عَلَى النَّساءِ كَفَضْلِ الثَّرِيدِ عَلَىٰ سائِرِ الطَّعامِ))

''تمام عورتوں پر (ام المومنین سیّدہ) عائشہ بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا کی فضیلت اس طرح سے ہے، جیسے تمام کھانوں پر ثرید کی فضیلت ہوتی ہے۔''[1]



[1] رواه البخاری، باب فضل عائشه رضی اللہ عنہا حدیث نمبر : ۳۷۷۰.

دسویں اصل

بدعتیوں اور نفسانی خواہشات کے پیروکاروں کے بارے میں اہل السنۃ والجماعۃ کا موقف

اور اہل السنۃ والجماعۃ سلفی جماعت حقہ اہل الحدیث کے اصول عقیدہ میں سے ایک اصل یہ بھی ہے کہ: بلاشبہ وہ دین حنیف کے معاملے میں نفسانی خواہشات کی پیروی کرنے والوں اور اہل بدعات سے بغض وعداوت رکھتے ہیں۔ وہ لوگ کہ جنھوں نے دین اسلام میں ایسی ایسی نئی چیزوں کا اضافہ کر رکھا ہو کہ جو اس میں سے ہیں ہی نہیں۔ چنانچہ یہ اہل السنۃ والجماعۃ نہ ہی تو ان سے محبت کرتے ہیں اور نہ ہی ان کی صحبت اختیار کرتے ہیں۔ نہ ان کی بات سنتے ہیں، نہ ان سے اُٹھنا بیٹھنا رکھتے ہیں۔ نہ ان سے دین حنیف کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں۔ (اس لیے کہ یہ جاہل لوگ ہوتے ہیں۔) اور نہ ہی ان سے مناظرہ کرتے ہیں بلکہ ان کی باطل پر مبنی خرافاتی باتیں سننے سے اپنے کانوں کو بچا کر رکھنے کی رائے رکھتے ہیں۔ اس طرح اہل السنۃ والجماعۃ ان بدعتیوں کی حالت اور ان کے شر کو بیان کرنے سے بھی بچنے کی رائے رکھتے ہیں۔ بلکہ امت کو ان سے بچے رہنے کی تلقین کرتے اور لوگوں کو ان سے نفرت دلاتے ہیں۔

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَا مِنْ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللّٰهُ فِي أُمَّةٍ قَبْلِي إِلَّا كَانَ لَهُ مِنْ أُمَّتِهِ حَوَارِيُّوْنَ وَأَصْحَابٌ يَأْخُذُونَ بِسُنَّتِهِ وَيَقْتَدُونَ بِأَمْرِهِ، ثُمَّ

إِنَّهَا تَخْلُفُ مِن بَعدِهِمْ خُلُوفٌ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ وَيَفْعَلُونَ مَا لَا يُؤْمَرُونَ، فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَيْسَ وَرَاءَ ذَلِكَ مِنَ الْإِيمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ. وقال: ((سَيَكُونُ فِي آخِرِ أُمَّتِي أُنَاسٌ يُحَدِّثُونَكُمْ مَا لَمْ تَسْمَعُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُم : فَإِيَّاكُم وَإِيَّاهُمْ))

''مجھ سے پہلے اللہ عزوجل نے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا کہ جس امت میں سے اس کے حواری نہ ہوں۔ اور ایسے اصحاب نہ ہوں کہ جو اس کے طریقے پر نہ چلتے ہوں۔ وہ اس نبی کے حکم (دین) کی پیروی کرتے تھے۔ پھر ان لوگوں کے بعد ایسے نالائق لوگ پیدا ہوتے جو زبان سے (اپنے دین کے بارے میں) کہتے تو ضرور ہیں مگر ویسا کرتے نہیں۔ اور ان کاموں کو کرتے ہیں جن کا حکم نہیں ہوتا۔ تو جو کوئی ان نالائقوں سے ہاتھ کے ساتھ لڑے وہ مومن ہے اور جو کوئی ان سے زبانی لڑے (ان کو برا کہے اور ان کی باتوں کا رد کرے) تو وہ بھی مومن ہے۔ اور جو کوئی ان سے دل کے ساتھ لڑے تو وہ بھی مومن ہے (یعنی دل میں ان کو نہایت برا جانے) اور اس کے بعد تو رائی کے دانے برابر بھی ایمان نہیں ہے۔'' (یعنی اگر کوئی ان بدعتیوں اور خرافاتیوں کو دل سے بھی برا نہ جانے تو اس میں جانیے کہ ذرہ بھر بھی ایمان نہیں۔)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے آخر میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو تم سے حدیثیں بیان کریں

---

[1] رواه مسلم، كتاب الايمان، باب بيان كون النهي عن المنكر ...... حديث نمبر ١٧٩ ومسند الامام احمد: ١/ ٤٥٨ ومقدمة صحيح مسلم، حديث نمبر ١٥.

گے جن کو نہ تم نے سنا، نہ تمہارے باپ دادا نے سنا ہوگا، پس تم ان سے بچے رہنا۔''

اور اہل السنۃ والجماعۃ سلفی جماعت حقہ کے اہل ایمان وتوحید بدعت کی تعریف یوں کرتے ہیں: نفسانی خواہشات کی پیروی کرنے والوں کی طرف سے نبی مکرم ﷺ کے بعد دین حنیف میں جو کوئی نیا کام جاری کیا جائے اور دین اسلام کے (اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے) مکمل ہو جانے کے بعد اس میں نئی چیزیں (بطور اصول و فروع) شامل کر دی جائیں وہ بدعت ہوتی ہے۔ اور بدعت کا لفظ ومعنی ہر اس معاملہ پر منطبق ہوتا ہے کہ جس کے فعل پر کتاب وسنت سے کوئی شرعی دلیل نہ ہو۔ بدعت ایک قول وفعل اور نظریہ بھی ہوتا ہے کہ جو اللہ عزوجل کی بہت زیادہ عبادت کرنے اور اُس کے ہاں قرب حاصل کرنے کے ارادے سے دین اسلام میں شریعت مطہرہ کی مکمل مشابہت اختیار کرنے والے طریقہ پر ایجاد کر لی جائے۔ اسی لیے بدعت ہمیشہ سنت کے مقابلہ میں آتی ہے۔ حالانکہ سنت (نبی مکرم ﷺ کا طریقہ) ہدایت ہوتی ہے اور بدعت مکمل گمراہی۔

اقسام بدعت: اہل السنۃ والجماعۃ کے اہل علم کے ہاں بدعت کی دو اقسام ہیں۔ ایک قسم شرک وکفر والی ہوتی ہے اور دوسری قسم: توحید کے کمال کی منافی نافرمانی ہوتی ہے۔ اور بدعت شرک کے ذرائع میں سے ایک ذریعہ بھی ہوتی ہے۔ اور وہ یہ کہ: اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت کا ارادہ اُس طریق سے ہٹ کر کرنا کہ جسے (قرآن وسنت میں) مشروع قرار دیا گیا ہے۔ اور اس کے وسائل وذرائع مقاصد کا حکم رکھتے ہیں۔ اللہ عزوجل کی عبادت میں شرک کی طرف لے جانے والا ہر ذریعے اور دین میں ایجاد کی جانے والی تمام بدعات کو روکنا واجب ہے۔ اس لیے کہ اللہ عزوجل کا دین نبی معظم محمد رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں ہی مکمل ہو چکا تھا۔ جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ؕ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ﴾ (المائدہ:۳)

''آج کافر تمہارے دین کی طرف سے ناامید ہو گئے ہیں۔ (کہ اب وہ اسلام کو نقصان نہیں پہنچا سکیں گے) تو ان سے (کافروں سے) مت ڈرو مجھ سے ہی ڈرو۔ آج میں نے تمہارا دین پورا کر دیا اور تم پر اپنا احسان تمام کیا اور دین اسلام کو تمہارے لیے پسند کر لیا ہے۔''

ام المومنین سیدہ عائشہ بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتی ہیں کہ؛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ وقَال : ((مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنا فَهُوَ رَدٌّ))

''جس کسی نے ہمارے اس دین میں کسی نئے کام کی ایجاد کی کہ جس کا تعلق اس دین سے نہیں ہے تو وہ عمل اللہ کے ہاں مردود ہوگا۔''

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ: ''جس شخص نے ایسا کوئی عمل کیا کہ جس پر ہمارا حکم نہیں ہے تو وہ بھی اللہ کے ہاں رد کر دیا جائے گا۔'' [1]

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((وَقَالَ : اَمَّا بَعْدُ :فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كتابُ اللّٰهِ، وَخَيْرَ الهَدىِ هَدىُ مُحمَّدٍ، وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثاتُها ، وكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلالَةٌ))

''اور اس (اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنائے جمیل) کے بعد سنیے! بلاشک وشبہ سب سے

[1] صحيح البخاری/ حديث: ۲۶۹۷ ـ صحيح مسلم/ كتاب الأقضية/ باب نقض الأحكام...... حديث ۴۴۹۲، ۴۴۹۳

بہترین بات اللہ تبارک وتعالیٰ کی کتاب ہے اور سب سے بہترین ہدایت نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کی ہدایت ہے۔ اور (دین میں) سب سے برے معاملات نئی ایجاد کردہ بدعات ہیں۔ اور ہر بدعت گمراہی ہے۔'' [1]

اہل السنۃ والجماعۃ اس بات کی رائے نہیں رکھتے کہ: بدعت ایک ہی مرتبہ ومقام کی ہوتی ہے۔ بلکہ یہ ایک دوسری سے فرق رکھنے والی ہوتی ہیں کہ جن میں سے بعض تو آدمی کو دین اسلام سے ہی خارج کر دیتی ہیں۔ اور بعض کبیرہ گناہوں کی قائم مقام ہوتی ہیں جبکہ ان میں سے بعض صغیرہ گناہوں میں شمار ہوتی ہیں۔ لیکن یہ ہے کہ بدعت

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الجمعہ/ حدیث: ٤٠٠٥

نبی مکرم ﷺ کی وفات کے فوراً بعد دین اسلام میں سب سے پہلی بدعت جو ظاہر ہوئی وہ نماز اور زکوٰۃ کے درمیان فرق کرنے والی تھی۔ اور اس کے پیچھے (شیطانی) دعویٰ یہ تھا کہ: زکوٰۃ صرف رسول اللہ ﷺ کو ہی دی جاسکتی ہے۔ چنانچہ خلیفہ رسول اللہ ﷺ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان لوگوں کے درپے ہو گئے، ان سے مقاتلہ کیا اور قبل اس کے کہ ان کا معاملہ سنگین صورتحال اختیار کر جاتا ان پر فیصلہ فرمادیا۔ (کہ ایسے فتنہ پرستوں کو ختم کر دیا جائے۔) اگر اول خلیفہ بلا فصل سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کو یونہی چھوڑ دیتے تو ان کا دعویٰ ہمارے زمانے تک دین بن کر رہ جاتا۔ اسی طرح اول امیر المومنین خلیفہ راشد الثانی سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں بعض چھوٹی بدعات ظاہر ہوئیں کہ جنہیں آپ رضی اللہ عنہ نے (بزور شمشیر وقوت بازو) ختم کر دیا۔ اور پھر خلیفہ راشد الثالث امیر المومنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے عہد میں بڑے فتنوں کی شروعات کا آغاز ہوا، اور یہ تھا امیر المسلمین پر تلوار کے ذریعے خروج۔ (جرم بغاوت) اور ان خارجیوں کی بدعت کا اختتام امیر المومنین سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کی شہادت پر ہوا۔ خوارج کے فتنے کا ہونے والا یہ آغاز اس وقت ہوا، اور آج تک جاری ہے اور پھر اس فتنے نے کئی بدعات کو جنم دیا۔ چنانچہ اس عرصہ میں قدریہ، مرجئہ، رافضہ، زنادقہ، باطنیہ، جہمیہ اور اللہ عزوجل کے اسماء وصفات کا انکار کرنے والے جیسے بہت سارے بدعتی فرقوں نے جنم لیا۔ (کہ جن کی تعلیمات کسی نہ کسی صورت میں آج بھی گمراہ فرقوں میں جاری ہیں۔)

جب کبھی بھی اس عرصۂ چودہ صدیوں میں بدعات کا ظہور ہوا اہل السنۃ والجماعۃ سلفی جماعت حقہ کے لوگ ان کے لیے بہت بڑی رکاوٹ ثابت ہوئے اور اب تلک اہل حق اور اہل باطل کے درمیان یہ کشتی جاری ہے اور حق و باطل کے درمیان یہ معرکہ قیامت تک جاری رہے گا۔ اہل السنۃ والجماعۃ، اہل الحدیث ہر زمانے میں ان بدعات وخرافات کو بے نقاب کرتے آئے ہیں۔ اور ہر اُس قول وفعل کے مقابل کہ جو قرآن وسنت کا مخالف ہو ہمیشہ قرآن وسنت اور اجماع امت کو پیش کرتے آئے ہیں۔

کی تمام اقسام گمراہی کی تعریف میں مشترک ہیں ۔ (یعنی ہر بدعت فی الدین گمراہی ہوتی ہے ۔) پس اہل السنۃ والجماعۃ سلفی جماعت حقہ کے ہاں کلی بدعت ، جزئی بدعت کی طرح نہیں ہوتی ۔ اسی طرح بدعتِ مرکبہ (جس میں کئی خرافات جمع ہوتی ہیں ۔) بدعتِ بسیطہ کی طرح نہیں ہوتی ۔ بعینہٖ حقیقی بدعت بھی اضافی بدعت کی طرح نہیں ہوتی ۔ نہ اپنی ذات میں اور نہ ہی اپنے حکم میں ۔ جیسا کہ یہ بھی معلوم ہے کہ؛ بدعات اپنے حکم میں ایک دوسری سے مختلف ہوتی ہیں ، چنانچہ ان میں سے بعض کفر کی حد تک پہنچ جاتی ہیں اور بعض فسق و فجور تک ۔ لہٰذا یہ اپنے احکام میں ایک دوسری سے مختلف ہوتی ہیں ۔ اسی طرح ان کے کرنے والے کا حکم بھی دوسرے سے مختلف ہوتا ہے ۔ بایں صورت اہل السنۃ والجماعۃ تمام بدعتیوں پر ایک جیسے حکم کا اطلاق نہیں کرتے ۔ بلکہ ہر شخص کا حکم دوسرے سے اُس کی بدعت کے مطابق مختلف ہوگا ۔ چنانچہ جاہل اور تاویل کرنے والے کا حکم بدعت کے عالم جیسا نہیں ہوگا کہ جو بدعت کی دعوت بھی دیتا ہو ۔ اور عالم و مجتہد ، بدعت کی دعوت دینے والے عالم اور نفسانی خواہش کی پیروی کرنے والوں کی طرح نہیں ہو سکتے ۔ اس لیے اہل السنۃ والجماعۃ بدعت کو چھپانے والے کے ساتھ کیے جانے والے معاملہ کی طرح کا معاملہ اس شخص کی طرح نہیں کرتے کہ جیسا معاملہ وہ بدعت کو ظاہر کرنے والے کے ساتھ کرتے ہیں ۔ یا بدعت کی طرف دعوت دینے والے کے ساتھ جیسا کرتے ہیں ۔ اس لیے کہ بدعت کی طرف دعوت دینے والا اپنی اس تکلیف دہ اور عذاب میں مبتلا کرنے والی بدعت کو دوسرے کی طرف منتقل کرتا ہے اور اس خباثت کو متعدی بنا دیتا ہے لہٰذا اس کا روکنا واجب ہے ۔ اور اس کا اعلانیہ انکار ورد بھی واجب ہے ۔ اس کی غیر موجودگی میں اس کے اس جرم کو بیان کرنا غیبت نہیں ہوگی اور اس کو ایسی سزا دینی چاہیے کہ جس کے ساتھ وہ اس سے باز آ جائے ۔ اور یہ سزا اس کی جاری رہنی چاہیے حتی کہ وہ اپنی بدعت سے باز آ جائے ۔ اس لیے کہ اس

نے خلاف شریعت جرائم کا ارتکاب کیا ہے پس وہ سزا کا اسی بنا پر مستحق ٹھہرا ہے۔

اسی لیے اہل السنۃ والجماعۃ اہل الحدیث سلفی جماعت حقہ کے لوگ ہر ہر نوع کے لیے الگ الگ موقف رکھتے ہیں۔ اور عام اہل بدعت اور ان کے مقلدین کے ساتھ رحم کرنے کا معاملہ کرتے ہیں اور ان کو سیدھی راہ کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ ان کے لیے وہ سنت کی اتباع اور ہدایت کی اُمید رکھتے ہیں۔ اور ان عام اہل بدعت کو حق بات کھول کر بیان کرتے ہیں تا کہ وہ تائب ہو جائیں۔ اہل السنۃ والجماعۃ ان پر ظاہر کے مطابق حکم لگاتے ہیں اور ان کے بھید اللہ عزوجل کے سپرد کر دیتے ہیں۔ بشرطیکہ ان کی بدعت آدمی کو کافر بنانے والی نہ ہو۔ (اور یہ کہ وہ کسی دشمن کے لیے مخبری والا جرم کرتے ہوں تو پھر ان کو دوہری سزا ملے گی۔)

نفس پرستوں اور بدعتیوں کی نشانیاں:

بدعتیوں اور نفس پرستوں کی کچھ علامات ہیں کہ جو ان پر غالب آ کر ظاہر ہوتی ہیں اور وہ ان کے ساتھ صاف پہچانے جاتے ہیں۔ ان کے متعلق اللہ عزوجل نے اپنی کتاب (قرآن مجید) میں اور نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی سنت واحادیث مبارکہ میں خبردار فرما دیا ہے۔ اور یہ اُمت کو ان سے خبردار کرنے کی بنا پر بھی ہے اور ان کے راستے پر چلنے سے اُمت کو روکنے کی وجہ سے بھی۔

چنانچہ ان کی نشانیوں میں سے:

۱۔ شریعت مطہرہ کے مقاصد سے لاعلمی و جہالت۔

۲۔ جماعۃ المسلمین المومنین سے علیحدگی اختیار کرنا اور فرقہ وتفرقہ کو ہوا دینا۔

۳۔ خواہ مخواہ جھگڑا کھڑا کر کے خصومت کی فضا پیدا کرنا۔

۴۔ نفسانی خواہش کی پیروی کرنا۔

۵۔ عقل کو قرآن وسنت پر مقدم کر کے بڑا جاننا۔

۶۔ حدیث وسنت سے لاعلمی۔

۷۔ متشابہات میں غور وفکر کرنا۔

۸۔ سنت کا قرآن کے ساتھ معارضہ پیش کرنا۔

۹۔ شخصیات کی تعظیم میں مبالغہ سے کام لینا۔

۱۰۔ عبادت میں غلو سے کام لینا۔

۱۱۔ کافروں سے مشابہت اختیار کرنا۔

۱۲۔ اہل السنۃ والجماعۃ کے برے برے القاب رکھنا۔

۱۳۔ اہل الحدیث سلفی جماعت حقہ سے بغض وعداوت رکھنا۔

۱۴۔ نبی مکرم ﷺ کی احادیث مبارکہ کی محافظت کرنے والوں سے دشمنی کرنا اور ان کا ٹھٹھہ اُڑانا۔

۱۵۔ بغیر کسی دلیل کے اپنے مخالفین کی تکفیر کرنا۔

۱۶۔ اور اہل حق پر ظلم وزیادتی کے لیے حاکموں سے مدد طلب کرنا (چاہے وہ کافر اور مشرک وملحد ہی کیوں نہ ہوں۔)

اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک اہل بدعت کے اصل بڑے فرقے چار ہیں: ''روافض، خوارج، قدریہ اور مرجئہ۔'' پھر ان میں سے ہر فرقہ سے کئی کئی فرقے بنے، حتی کہ وہ بہتر (۷۲) فرقے بن گئے۔ جیسا کہ نبی معظم ﷺ نے اس بارے میں خبر دی تھی۔

اہل السنۃ والجماعۃ سلفی جماعت حقہ کی نفسانی خواہشات کے پیروکاروں اور بدعتیوں کے خلاف، ان کے رد میں نہایت ہی قابل تعریف کوششیں (تاریخ میں درج) ہیں اور وہ ہمیشہ ان کی تاک میں رہتے ہیں۔ مبتدعین کے بارے میں اہل السنۃ والجماعۃ کے اقوال بھی بہت زیادہ ہیں جن میں سے بعض کو ہم یہاں درج کر رہے

ہیں۔

ا......امام احمد بن سنان القطان رحمہ اللہ کہتے ہیں:

((لَيْسَ فِي الدُّنيا مُبْتَدِعٌ ، اِلَّا وَهُوَ يُبْغِضُ أَهلَ الحدِيْث ، فَإِذَا ابْتَدَعَ الرَّجُلُ نُزِعَتْ حَلاوَةُ الحَديثِ مِن قَلْبِهِ))

''دنیا میں کوئی ایسا بدعتی نہیں کہ جو اہل الحدیث، سلفی جماعت حقہ سے بغض و عداوت نہ رکھتا ہو۔ آدمی جب کوئی بدعت کا کام کرتا ہے تو اس کے دل سے حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حلاوت چھین لی جاتی ہے۔'' ❶

ب......امام ابوحاتم حنظلی الرازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((عَلامَةُ أَهلِ البِدَعِ الوَقيعةُ فى أَهلِ الأثَر ، وعَلامَةُ الزَنادِقَة ، تَسْمِيَتُهُمْ أَهلَ الأثرِ حَشوية ، يريْدُونَ اِبطَالَ الآثارِ ، وَعَلامَةُ الْجَهْمِيَّة: تَسْمِيَهُمْ أَهْلِ السُّنَّةِ مُشبِّهَة ، وَعَلامَةُ القَدَرِيَّة تَسْمِيتهُمْ اَهلَ السنَّة مُجَبِّرَة ، وَعَلامَةُ الْمُرْجِئَةُ تَسْمِيَتُهم أَهلَ السُنَّةِ مُخالفة وَنُقصانِية ، وَعَلامَةُ الرَّافِضَةِ ، تَسْمِيَتُهُمْ أَهلَ السُنَّةِ ناصِبَة ، وَلا يَلْحقُ أَهْلَ السّنَةِ اِلَّا اسْمٌ وَاحِدٌ ، وَيَسْتَحِيْلُ أَنْ تَجْمَعَهُمْ هٰذِهِ الْأَسْماء))

''اہل الحدیث سلفی جماعت حقہ کے بارے میں اہل بدعت وخرافات کی علامت؛ ان کی غیبت و مذمت ہے۔ اور زنادقہ (زندیقوں، ملحدوں) کی نشانی یہ ہے کہ وہ اہل الحدیث سلفی اہل السنۃ والجماعۃ کا نام حشوی رکھتے ہیں۔ (یعنی فضول باتیں کرنے والے) اس سے ان کا مقصد احادیث

❶ ''التذکرۃ'' للامام النووی.

و آثار مبارکہ کا ابطال ہوتا ہے۔ اور جہمیوں کی علامت یہ ہے کہ وہ اہل السنۃ والجماعۃ اہل الحدیث سلفی اہل ایمان و اسلام کا نام ''مشبّھہ'' رکھتے ہیں۔ قدریہ کی پہچان یہ ہے کہ وہ اہل السنۃ کا نام ''مجبّرہ'' رکھتے ہیں۔ اور مرجئہ کی علامت یہ ہے کہ وہ اہل السنۃ والجماعۃ کا نام ''مخالفہ و نقصانیہ'' رکھتے ہیں۔ جبکہ رافضہ کی علامت یہ ہے کہ وہ اہل السنۃ والجماعۃ سلفی جماعت کا نام ''ناصبہ'' رکھتے ہیں۔ حالانکہ اہل السنۃ والجماعۃ سلفی جماعت حقہ کا صرف ایک ہی نام ہے کہ جس کا بار بار ذکر ہو رہا ہے۔ یعنی "اھل السنۃ والجماعۃ" اور نہایت محال ہے کہ مذکور بالا سارے نام اس نام کے ساتھ جمع ہو جائیں۔'' [1]

ج...... امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے بیان کیا گیا ہے کہ؛ (ایک گمراہ شخص) ابن قتیلہ سے لوگوں نے مکہ میں اصحاب الحدیث کا تذکرہ کیا۔ تو وہ کہنے لگا: یہ اصحاب الحدیث (اہل الحدیث سلفی جماعت حقہ کے لوگ) نہایت بری قوم ہے۔ یہ سن کر امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کپڑے جھٹکتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور فرماتے جا رہے تھے: ''یہ شخص ابن قتیلہ زندیق ہے۔ زندیق ہے، زندیق ہے۔'' حتی کہ یہ کہتے ہوئے گھر میں داخل ہو گئے۔''

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اہل الحدیث، اہل السنۃ سلفی جماعت کے اہل ایمان و اسلام کو ان تمام معایب سے کہ جو ان کی طرف منسوب کیے گئے ہمیشہ محفوظ رکھا ہے۔ اور وہ صرف اہل السنۃ والجماعۃ سلفی، اہل الحدیث ہیں کہ جن کا رتبہ اللہ کے ہاں بہت بلند ہے اور ان کی سیرتیں اللہ کے ہاں نہایت پسندیدہ اور مقبول ہیں۔ اور ان کا راستہ (قرآن وسنت والا صراط مستقیم) نہایت درست اور سیدھا ہے۔ اور اپنے اعلیٰ مقاصد

[1] کتاب اصل السنۃ واعتقاد الدین للرازی۔

کو پہنچی ہوئی دلیل (قرآن وسنت والی) بہت مضبوط ہے۔ انہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز کی اتباع اور معزز ومکرم نبی محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت کی اقتداء کی توفیق عطا کر رکھی ہے۔ ان کے دلوں کو اپنے نبی اور ان کی سنتوں سے محبت کے لیے کھول رکھا ہے۔ اسی طرح ان کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے آئمہ دین کی محبت کے لیے بھی کھول رکھا ہے اور امت کے ان تمام علماء عظام وکرام کی محبت کے لیے بھی کہ جو خالصتاً قرآن وسنت پر عمل کرنے والے ہوں۔ اصول یہ ہے کہ؛ جو شخص جس قوم کے ساتھ محبت کرے گا تو وہ بھی انہیں کے ساتھ شمار ہوگا۔'' جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ)) ''آدمی انہیں کے ساتھ شمار ہوتا ہے کہ جن سے وہ محبت کرے۔'' [1]

صاحب سنت کی پہچان:

تو جو شخص سیّد الجنّة والبشر، خاتم الانبیاء والرسل، اشرف الخلائق بعد اللہ الخالق محمد رسول اللہ ﷺ سے، آپ کے تمام ساتھیوں، بلاتفریق سب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تابعین عظام، اتباع تابعین کرام، آئمۃ الہدیٰ و علماء الشریعۃ، سب زمانوں سے افضل قرون ثلاثۃ الاولیٰ کے اہل الحدیث والاثر اور ان کی اِتباع کرنے والے آج تک کے تمام آئمہ کرام وعلماء عظام رحمہم اللہ جمیعًا سے محبت کرے اور انہیں کے طریق ومنہج کو اختیار کرے...... جان لیجیے کہ: وہی صاحب سنت، اہل السنۃ والجماعۃ کا فرد ہے۔ (اور جو ایسا نہیں تو وہ ''سنی'' نہیں بلکہ ان بہتر فرقوں میں سے کسی ایک کے ساتھ تعلق رکھنے والا ہوگا جن کے بارے میں صحیح احادیث کے اندر وعید آئی ہے۔) [2]

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الادب، باب علامة الحب فی اللہ، حدیث: ٦١٦٩.

[2] **بدعتی امام کے پیچھے نماز کا حکم:** جان لیجیے کہ: اس مسئلہ میں اہل السنۃ والجماعۃ کے اقوال کا خلاصہ درج ذیل ہے: (ا)...... اصلی کافر و مرتد کے پیچھے نماز قطعاً جائز نہیں ہے۔ (ب)...... مستور الحال شخص کے پیچھے اور وہ شخص کہ جس کے عقیدہ وعمل کے متعلق علم نہ ہو...... نماز کا ترک کرنا بدعت ہے۔ ایسے افراد کے پیچھے نماز کا چھوڑنا علماء سلف صالحین میں سے کسی سے بھی منقول نہیں ہے۔ (ج)...... بدعتی امام کے پیچھے نماز سے روکنے والی اصل...... اس کی بدعت کو بہت قبیح فعل شمار کرنے اور اس سے نفرت کرنے، کروانے ⇦⇦⇦

اہل بدعات کے بارے میں خبردار کرنے کے لیے آئمہ سلف صالحین کی نصیحتیں:

ا...... امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((یَاتِی أُنَاسٌ یُجَادِلُوْنَکُمْ بِشُبُهَاتِ الْقُرآنِ؟ خُذُوْهُمْ بِالسُّنَنِ، فَإِنَّ أَصْحَابَ السُّنَنِ أَعْلَمُ بِکِتَابِ اللّٰهِ))

''آنے والے وقت میں تمہارے پاس ایسے لوگ آئیں گے جو تم سے قرآن حکیم پر شبہات کا بہانہ بنا کر جھگڑا کریں گے۔ ان کا مواخذہ سنن کے ساتھ کرنا۔ اس لیے کہ بلاشک و شبہ اصحاب السنن، اہل الحدیث کتاب اللہ کو سب سے زیادہ جاننے والے ہوتے ہیں۔'' ❶

ب...... سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ؛ جب ان سے تقدیر کے منکرین کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:

⇦⇦⇦ کی بناء پر ہے۔

اہل بدعت پر نماز جنازہ کا حکم: یہاں ایک اور مسئلہ سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اور وہ یہ کہ: بلاشبہ جو شخص اصلاً کافر ہو کر مرے یا مرتد ہو کر مرے یا کسی کی بدعت کے ذریعے کسی دوسرے شخص کو کافر بنا دیا جائے اور اُس پر دلیل و حجت قائم ہو جائے تو بلاشک و شبہ نہ ہی اُس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور نہ ہی اس پر رحم کھایا جائے گا۔ (کہ اس کے لیے اللہ سے مغفرت و بخشش کی دعا کی جائے۔) یہ علماء امت کا متفق علیہ، بالاجماع فیصلہ ہے۔ اور جو آدمی اس حال میں فوت ہوا کہ وہ کبیرہ گناہ کے ذریعے گنہگار تھا یا کسی ایسی بدعت کا مرتکب رہا تھا کہ جو دین اسلام سے خارج نہ کرے تو مسلمان، مومن حاکم وقت اور اس عالم کے لیے بھی کہ جس کی اقتداء کی جائے...... لوگوں کو ڈانٹ پلانے اور ان کو مرنے والے کے کبیرہ گناہ اور اس کی بدعت سے خبردار کرنے کے لیے...... بلاشبہ اس کے لیے مشروع ہے کہ وہ ایسے آدمی کا جنازہ نہ پڑھے۔ مگر باقی سب لوگوں کے لیے یہ حرمت جائز نہیں ہے۔ بلکہ وہ اس کا جنازہ بھی پڑھیں اور اس کے لیے فرض کفایہ کے طور پر دعا بھی کریں۔ بشرطیکہ وہ کافر ہو کر نہ مرے اور نہ ہی ان لوگوں میں اس کا شمار ہوتا ہو کہ جن پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہنے کا فیصلہ اللہ کی طرف سے ہوا ہے۔

❶ اخرجه الإمام اللالكائي في: ((شرح اصول اعتقاد اهل السنة والجماعة)) وابن بطة في: ((الإبانة))

((اِذَا لَقِيْتَ أُولَئِكَ :فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ مِنْهُمْ بَرِیْءٌ ، وهُمْ مِنْهُ بُرَآءُ ، ثَلَاثَ مَرّاتٍ))

''جب تمہاری ان سے ملاقات ہو تو ان کو بتلا دینا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان سے یکسر بری ہے اور وہ اس سے بری ہیں۔'' [1] یہ بات آپ رضی اللہ عنہ نے تین بار فرمائی۔

ج ...... سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((لَا تُجَالِسْ أَهْلَ الْأَهْوَاءِ ، فَإِنَّ مُجَالَسَتَهُمْ مُمْرِضَةٌ لِلْقَلْب))

''نفسانی خواہشات کے پیروکاروں کے ساتھ مت اُٹھو بیٹھو۔ (کہ جو قرآن وسنت کو چھوڑ کر اپنی من مانی کرتے ہیں۔) اس لیے کہ ان کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا دل کو بیمار کر دیتا ہے۔'' [2]

د ...... ایک زاہد وعبادت گزار عالم دین جناب فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((صَاحِبُ بِدْعَةٍ لَا تَأْمَنْهُ عَلٰى دِينِكَ ، وَلَا تُشَاوِرْهُ فِي أَمْرِكَ ، وَلَا تَجْلِس إِلَيهِ ، وَمَنْ جَلَسَ إِلٰى صَاحِبِ بِدعَةٍ أَوْرَثَهُ اللّٰهُ الْعَمَىٰ ، يَعنِي فِي قَلبِهِ))

''بدعتی آدمی کو اپنے دین پر امانت دار نہ بنا۔ اور نہ ہی اس سے اپنے کسی معاملے میں مشاورت کر اور نہ اس کے ساتھ میل ملاپ رکھ (اُس کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا چھوڑ دے۔) جو آدمی کسی بدعتی آدمی کے ساتھ اٹھے بیٹھے گا، اللہ تعالیٰ اُسے اس کے دل کا اندھا پن دے دے گا۔'' [3] (اور پھر اس کو حق بات نظر نہیں آئے گی۔)

ھ ...... امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((أَبَى اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالىٰ أَنْ يأذَنَ لِصَاحِبِ هَوىٰ بتَوبَةٍ))

---

[1] اخرجه الإمام اللالكائي في : ((شرح اصول اعتقاد اهل السنة و الجماعة)) وابن بطة في : ((الإبانة))
[2] ایضاً۔ [3] ایضاً۔

''اللہ تبارک وتعالیٰ نفس کے پجاری، بدعتی آدمی کوتوبہ کی اجازت دینے سے ہی انکار فرمادیتے ہیں۔''❶

و...... امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ اللہ عزوجل سے دعا کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((اَللّٰھُمَّ لا تَجْعَلْ لِصَاحِبِ بِدْعَةٍ عِنْدِی یَداً، فَیُحِبَّهُ قَلْبِی))

''اے اللہ بدعتی آدمی کے لیے میرے پاس ہاتھ نہ رکھ۔ (کہ جو اس کی بھلائی کے لیے دعا کی خاطر اُٹھ سکے) کہ اُس سے میرا دل بھی محبت کرے۔''❷

ز...... امام سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((مَنْ أَصْغٰی سَمْعَهُ اِلَیٰ صَاحِبِ بِدْعَةٍ وَھُوَ یَعْلَمُ أَنَّهُ صَاحِبُ بِدْعَةٍ، نُزِعَتْ مِنْهُ العِصْمَةُ ، وَوُكِّلَ اِلَی نَفْسِه))

''جس مسلمان، مومن شخص نے کسی بدعتی آدمی کی بات سننے کے لیے اپنے کان دھرے اور وہ جانتا بھی ہو کہ یہ بدعتی ہے تو اس سے وہ عصمت چھین لی جاتی ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اُسے حاصل ہوتی ہے۔ اور اُسے اُس کے نفس کے سپرد کردیا جاتا ہے۔''❸

ح...... امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((لَا تُمَكِّنُوا صَاحِبَ بِدْعَةٍ مِنْ جَدَلٍ، فَیُورِثَ قُلوبَكُم مِنْ فِتْنَتِهِ ارْتِیابًا))

''بدعتی آدمی کو جھگڑے اور مخاصمت کا موقع ہی فراہم نہ کرو۔ اس طرح وہ تمہارے دلوں کو اپنے فتنہ سے شک میں پڑنے والا عندیہ مہیا

---

❶ أخرجه الإمام اللالكائي في : ((شرح أصول اعتقاد اهل السنة والجماعة)).

❷ ایضاً۔

❸ رواه ابن وضاح في: ((البدع والنهي عنها)).

کر سکے گا۔'' ❶

ط...... امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ بدعات سے خبردار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((مَاأَحْدَثَ رَجُلٌ بِدْعَةً فَرَاجَعَ سُنَّةً))

''کوئی ایسا آدمی نہیں ہے کہ جس نے کسی بدعت کو رواج دیا ہو اور وہ سنت کی طرف پلٹ آئے۔'' ❷ (یعنی اس سے سنت پر عمل کی توفیق چھین لی جاتی ہے۔)

ی...... امام مالک بن انس رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((لَا يُنَكَّحُ أَهْلُ الْبِدَعِ وَلَا يُنْكَحُ إِلَيْهِمْ وَلَا يُسَلَّمُ عَلَيْهِمْ))

''اہل بدعات کو نہ ہی نکاح کے لیے رشتے دیے جائیں اور نہ ہی ان سے نکاح کے لیے رشتے لیے جائیں۔اور نہ ہی ان کو (پہلے) سلام کیا جائے۔'' ❸ (اور نہ ہی سلام کا جواب دیا جائے۔)

س...... امام شافعی رحمہ اللہ کے متعلق مروی ہے کہ انہوں نے ایک جماعت کو دیکھا جو دین حنیف کے بارے میں خواہ مخواہ کی گفتگو کر رہے تھے۔ آپ رحمہ اللہ نے چیخ کر فرمایا: ''یا تو تم لوگ ہمارے قریب خیر والی گفتگو کے ساتھ بیٹھو یا پھر یہاں سے اُٹھ کر چلے جاؤ۔'' ❹

ع...... امام اہل السنہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((إِنَّ أَهْلَ الْبِدَعِ وَالْأَهْوَاءِ لَا يَنْبَغِي أَنْ يُسْتَعَانَ بِهِمْ فِي شَيْءٍ مِنْ أُمُورِ الْمُسْلِمِينَ فَإِنَّ فِي ذَالِكَ أَعْظَمُ الضَرَرِ عَلَى

❶ رواه ابن وضاح في: ((البدع والنهي عنها)).

❷ مقدمة الإمام مسلم، في صحيحه.

❸ المدونة الكبرى للإمام مالك رحمہ اللہ.

❹ دیکھیے: مختصر كتاب الحجة على تارك المحجة، نصر بن ابراهيم المقدسي.

الدِّيْنِ وَقَالَ: (اِحْذَرِ الْبِدَعَ كُلَّها، وَلَا تُشَاوِرْ أَحداً مِنْ أَهلِ البِدَعِ فِيْ دِيْنِكَ))

''کوئی ضروری نہیں ہے کہ بدعتیوں اور خواہشات کے پجاریوں سے مسلمانوں کے اجتماعی اُمور میں مدد لی جائے۔ اس لیے کہ بلاشبہ اس میں اللہ کے دین کے لیے بہت بڑا نقصان ہے۔'' اور آپ رحمہ اللہ نے یہ بھی فرمایا کہ: تمام کی تمام بدعتوں سے بچ کر رہو۔ اور اپنے دین کے بارے میں کسی بھی بدعتی سے مشورہ نہ کر۔'' ❶

ف...... امام عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((اِنَّهُ لَيْسَ فِي أَصْحَابِ الأَهْواءِ شَرٌّ مِنْ أَصْحابِ جَهمٍ يُرِيدُون عَلَىٰ أَنْ يَقُولُوا: لَيْسَ فِي السَّماءِ شَيءٌ: أَرَىٰ وَاللّٰهِ أَلَّا يُنَاكَحُوا، وَلَا يُوَارَثُوا))

''نفسانی خواہشات کے پجاریوں میں سے جہمیہ سے بڑھ کر کوئی زیادہ شر والا نہیں۔ وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ: آسمان میں کچھ بھی نہیں ہے۔'' اللہ کی قسم! میری رائے یہ ہے کہ: ان سے نکاح تک نہ کیا جائے اور نہ ہی ان کو وراثت میں شریک کیا جائے۔'' ❷

ص...... اور امام ابوقلابہ البصری رحمہ اللہ کہتے ہیں:

((لَا تُجَالِسُوا أَهْلَ الْأَهْوَاءِ فَإِنَّكم اِنْ لَمْ تَدْخُلُوا فِيْمَا دَخلُوا فِيه لَبَّسُوا عَلَيْكُمْ مَا تَعْرِفُون))

''اپنے نفسوں کے پجاریوں کے ساتھ مت اُٹھو بیٹھو۔ اس لیے کہ اگر تم

❶ دیکھیے: ابن جوزی رحمہ اللہ کی مناقب الامام احمد۔

❷ دیکھیے: عبداللہ بن الامام احمد رحمہما اللہ کی، کتاب السنۃ۔

اُس چیز (بدعات وخرافات) میں داخل نہ بھی ہوئے کہ جس میں وہ داخل ہو چکے ہیں تو قرآن وسنت کا جو علم تم رکھتے ہو اس کے بارے میں وہ تمہیں مشتبہ کر دیں گے۔'' ❶ (یہ روایت امام ابن بطہ رحمہ اللہ کی: ''الإبانہ'' میں ہے۔)

ك...... جناب ایوب سختیانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''بلاشک اپنے نفسوں کے پجاری گمراہ لوگ ہیں۔ میں تو ان کے بارے میں آخری ٹھکانے کی جہنم کے سوا کوئی رائے نہیں رکھتا۔'' ❷

ل...... قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((لَا أُصَلِّيْ خَلْفَ جَهْمِيٍّ وَلَا رَافِضِيٍّ وَلَا قَدَرِيٍّ))

''میں نہ ہی تو کسی جہمی کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں، نہ ہی کسی رافضی کے پیچھے اور نہ ہی کسی قدری کے پیچھے۔'' ❸

م...... شیخ الاسلام امام ابوعثمان اسماعیل الصابونی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((وَعَلَامَاتُ أَهْلِ الْبِدَعِ عَلَى أَهْلِهَا بَادِيَةٌ ظَاهِرَةٌ، وأَظهرُ آيَاتِهِمْ وَعَلَامَاتِهِمْ شِدَّةُ مُعَادَاتِهِمْ لِحَمَلَةِ أَخْبَارِ النَّبِيِّ ﷺ۔ وَاحْتِقَارُهُمْ لَهُمْ، وَتَسْمِيَتُهُمْ حَشْوِيَّة، وجَهلة، وَظَاهِرِيَة وَمُشَبِّهَة، اِعتقادًا منهُم فِيْ أَخْبَارِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّها بِمَعزَل عَنِ الْعِلْمِ، وَأَنَّ الْعِلْمَ مَا يُلْقِيْهِ الشَّيْطَانُ اِلَيْهِمْ مِنْ نَتَائِجِ عُقُولِهِمُ الْفَاسِدَةِ، وَوَسَاوِسِ صُدُوْرِهِمُ

❶ رواه ابن بطة في: ((الابانة)).

❷ ایضاً۔

❸ دیکھیے: امام لالکائی کی: شرح أصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ۔

الْمُظْلِمَةِ))

''بدعتی لوگوں کی علامات اور نشانیاں بالکل واضح اور ظاہر باہر ہوتی ہیں۔ ان کی علامتوں اور نشانیوں میں سب سے زیادہ واضح ؛ ان کا نبی مکرم ﷺ کی احادیث وسنن کو یاد کرنے کروانے اور ان کی محافظت کرنے والوں کے ساتھ دشمنی اور ان کو حقیر جاننا ہوتا ہے۔ یہ بدعتی لوگ ان اہل الحدیث سلفی جماعت حقہ کے لوگوں کا نام حشوی، جھلہ، ظاہریہ اور مشبہہ رکھتے ہیں۔ اور یہ ان کی طرف سے نبی معظم ﷺ کی احادیث مبارکہ کے بارے میں اس اعتقاد کے طور پر ہے کہ: یہ علم سے خالی ہیں۔ اور علم وہ ہے کہ جسے شیطان اُن کی طرف ان کی فاسد و فاسق عقلوں کے نتیجے میں القاء کرے۔ یا پھر علم وہ ہے جو ان کے اندھیرے دلوں میں پیدا شدہ وسوسوں کا نتیجہ ہو۔''

ش...... امام شافعی رحمہ اللہ بدعتیوں اور اپنے نفسوں کے پجاریوں کے بارے میں حکم کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((حُكْمِيْ فِي أَصْحَابِ الْكَلَامِ أَنْ يُضرَبُوا بِالْجَرِيْدِ، وَيُحْمَلُوا عَلَى الْإِبلِ، وَيُطَافُ بِهِمْ فِي الْعَشَائِرِ وَالْقَبَائِلِ، وَيُقَالَ هٰذَا جَزَاءُ مَنْ تَرَكَ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ، وَأَخَذَ فِي الْكَلَامِ .)) [1]

''اہل کلام (بدعتیوں اور خرافاتیوں) کے بارے میں میرا فیصلہ یہ ہے کہ انہیں کھجور کی چھڑی سے پیٹا جائے۔ اور انہیں سواریوں پر بٹھا کر قبیلوں اور آبادیوں میں پھرایا جائے اور بتایا جائے کہ: یہ ہے اس شخص کی سزا جو

[1] شرح السنة للامام البغوي

کتاب وسنت کو چھوڑ کر کسی اور کے کلام کو لے لے۔''

خ...... جناب ابو محمد حسین بن مسعود ابن الفراء البغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((قَـدْ مَضَىٰ الصَّحابَةُ وَالتَّابِعُونَ وَأَتْبَاعُهُم وَعُلَماءُ السُّنَّةِ عَلَىٰ معُاداةِ أَهْلِ البِدَعِ ومُهاجَرَتِهِمْ .)) ❶

''صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین و تبع تابعین کرام اور تمام علماءِ حدیث وسنت رحمہم اللہ جمیعاً بدعتیوں اور خرافاتیوں سے دشمنی اور اُن سے مقاطعت پر اپنی زندگیاں گزار کر گئے ہیں۔''

ذ...... امام اسماعیل الصابونی رحمہ اللہ نے اپنی ایک قیمتی، گراں بہا کتاب ''عقیدة السلف اصحاب الحدیث'' میں اہل السنۃ والجماعۃ کا بدعتیوں کو مغلوب رکھنے اور ان کو ذلیل ورسوا جاننے کے وجوب پر اجماع نقل فرمایا ہے۔ چنانچہ صابونی رحمہ اللہ نے ان علماء عظام کے اقوال نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

((وهَـذه الـجُـمـل التى اثبتها فى هذا الجزء كانَت مُعْتَقَدُ جَـمِيْـعهـم لـم يُـخالف فيها بَعضُهُم بَعضًا ، بل أَجْمَعوا عَـلَيها كُـلِّهـا ، واتَّـفـقُوا مَع ذَلكَ عَلَى الْقَولِ بِقَهرِ أَهلِ الْبِـدَعِ ، وَإِذْلالِهِم ، وَإِخزَائِهِمْ ، وَإِبْعَادِهِمْ ، وَإِقْصَائِهِمْ ، وَالتَّبـاعُـدِ ، عَـنهُـمْ ، وَمِـن مُـصـاحَبتِهِم ، ومُعاشرتِهِم وَالتَّقرُّبِ إِلَى اللهِ عَزَّوجلَّ بِمُجانَبَتِهِم وَمُهاجَرتِهِمْ .)) ❷

اور یہ عبارتیں کہ جنہیں میں نے اس حصے میں درج کیا ہے، یہ ان تمام سلف صالحین (صحابہ کرام وتابعین وتبع تابعین عظام رضی اللہ عنہم) کا عقیدہ تھا۔

---

❶ شرح السنة للامام البغوي

❷ ایضاً

ان میں سے کسی بھی بزرگ نے کسی دوسرے کے ساتھ اس ضمن میں مخالفت نہیں کی۔ بلکہ اس عقیدہ پر سب کا اجماع ہے اور وہ اس بات پر متفق ہیں کہ: بدعتیوں، خرافاتیوں کو مغلوب رکھا جائے۔ اور ان کو ذلیل و حقیر جاننے، ان سے دُوری اختیار کرنے، اپنے سے ان کو دُور رکھنے، ان سے بُعد اختیار کرنے، ان کی صحبت سے بچنے، ان سے لین دین، میل ملاپ نہ کرنے پر بھی سب متفق ہیں۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ان سے اجتناب برتتے ہوئے ان سے الگ رہنے اور ان کو بالکل ہی چھوڑ دینے پر بھی سب کا اجماع ہے۔''



گیارہویں اصل

طرزِ عمل اور اخلاق میں اہل السنۃ الجماعۃ کا منہج

اہل السنۃ والجماعۃ سلفی جماعت حقہ کے اُصولِ عقیدہ میں سے ایک اصل یہ بھی ہے کہ؛ بالتحقیق وہ نیکی کا حکم دیا کرتے اور بُرائی سے منع کیا کرتے ہیں۔ [1] اور اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ: اُمت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام کی بھلائی اسی شعار کے ساتھ باقی ہے۔ اور بلاشبہ یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا عمل اسلام کے سب سے بڑے شعائر میں سے ہے اور اس اُمت کی جمعیت کی حفاظت کا بھی ذریعہ ہے۔ بلاشبہ امر بالمعروف کا کام حسب استطاعت وقوت واجب ہے اور اس عمل میں مصلحت کا لحاظ رکھا جائے گا۔ اللہ عزوجل کا ارشادِ گرامی قدر ہے:

﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ١ؕ وَ لَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ١ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ اَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ۝۱۱۰ ﴾ (آل عمران:۱۱۰)

''لوگوں کے (فائدے اور صلاح) کے لیے جتنی امتیں پیدا ہوئیں سب میں تم

---

[1] برائی کو نیکی میں تبدیل کرنے اور برائی سے یکسر منع کرنے کے لیے کچھ شرائط ہیں جن کا پایا جانا ضروری ہے: (۱)...... برائی سے منع کرنے والا اس بات کا بخوبی علم رکھتا ہو کہ جس سے وہ منع کر رہا ہے۔ اس برائی کے مفاسد کیا ہیں اور شریعت نے اس سے منع کیوں کیا ہے؟ (۲)...... برائی سے منع کرنے والا اس بات کی تاکید وتحقیق کر لے کہ نیکی کو ترک کیا جا چکا ہے اور بلاشبہ برائی کا ارتکاب ہو رہا ہے۔ (۳)...... برائی کو برائی سے منع نہ کرے۔ (۴)...... اور یہ کہ اس برائی کی تبدیلی کہیں اس سے بڑی برائی کو جنم نہ دے ڈالے۔

بہتر امت ہو۔ تم اچھا کام کرنے کا حکم دیتے ہو اور برے کام سے منع کرتے ہو۔ اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔ اگر (تمہاری طرح) اہلِ کتاب (یہود اور انصاری) بھی ایمان لاتے تو ان کے حق میں بہتر ہوتا (اس دنیا کی حکومت اور دولت کے اعتبار سے) ان میں تھوڑے تو ایمان دار ہیں اور اکثر نافرمان و فاسق، فاجر۔'' [1]

سیّدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے جو شخص کسی برائی (خلافِ شرع کام) کو دیکھے اُسے چاہیے کہ وہ اس کو اپنے ہاتھ سے بدل دے۔ اگر وہ اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو اپنی زبان سے منع کرے۔ اور اگر وہ اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو اپنے دل سے اس کو بُرا جانے۔ یہ سب سے کمزور ایمان ہے۔'' [2]

اہل السنۃ والجماعۃ سلفی جماعت حقہ کے اہل ایمان و اسلام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر والے عمل میں نرمی کی رائے رکھتے ہیں۔ اور اسی طرح اس بات کی بھی رائے رکھتے ہیں کہ دعوت الی اللہ کا کام نہایت حکمت و دانائی اور اچھے، بااخلاق وعظ کے ذریعے کیا جائے جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشادِ گرامی قدر ہے:

---

[1] یعنی نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ سب انبیاء سے افضل ہیں اس لیے اُمت محمدی علی صاحبھا التحیۃ و السلام تمام اُمتوں سے افضل اور بہتر ہے۔ جیسا کہ حدیث تفضیل علی الانبیاء میں ہے: وَجُعِلَتْ أُمَّتِي خَيْرَ الْأُمَمِ ''کہ میری اُمت تمام اُمتوں سے بہتر بنائی گئی ہے۔'' (نیز دیکھیے: البقرہ: ۱۴۳) اور اُمت کی یہ فضیلت آیت میں مذکور صفات کی وجہ سے ہے۔ ایک امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور جہاد فی سبیل اللہ، دوسری ایمان باللہ یعنی خالص توحید کا عقیدہ۔ ایمان باللہ میں اللہ تعالیٰ کے تمام رسولوں اور کتابوں پر ایمان لانا بھی داخل ہے۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''جو شخص افضل اُمت میں داخل ہونا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ اس مذکورہ شرط کو پورا کرے۔'' سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اس ''خیر اُمت'' سے صرف مہاجرین مراد لیتے ہیں۔ مگر آیت عام ہے اور قیامت تک ہر قرن کے مسلمان اپنے زمانہ کے اعتبار سے دوسروں سے افضل ہیں۔ (شوکانی۔ ابن کثیر)

[2] صحیح مسلم کتاب الایمان۔ حدیث: ۱۷۷

''(اے پیغمبر) لوگوں کو حکمت (اور تدبیر) اور اچھی نصیحت سے (جس میں سختی نہ ہو ملائمت سے سمجھا کر) اپنے مالک کی راہ کی طرف بلا اور ان سے بحث کر تو اس طور سے جو پسندیدہ ہو۔ بیشک تیرا رب خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ سے بھٹک گیا ہے۔ اور جن لوگوں نے راہ پائی ان کو بھی وہ خوب جانتا ہے۔'' (النحل: ۱۲۵۔ آیت کریمہ کا متن آگے آ رہا ہے۔)

اسی طرح اہل السنۃ والجماعۃ اہل الحدیث سلفی جماعت حقہ کے اہل ایمان والام اس بات کی بھی پختہ رائے رکھتے ہیں کہ: امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے عمل میں مخلوق کی طرف سے پہنچنے والی سزا پر اللہ تبارک وتعالیٰ کے درج ذیل حکم پر عمل کرتے ہوئے بالوجوب صبر سے کام لیں:

﴿ يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَ اْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ اصْبِرْ عَلٰى مَاۤ اَصَابَكَ١ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِۚ۝۱۷ ﴾ (لقمان:۱۷)

''بیٹا نماز کو درستی سے ادا کرتا رہ اور اچھی بات کرنے کا حکم کرتا رہ۔ اور بری بات سے منع کرتا رہ اور جو آفت تجھ پر آن پڑے اس پر صبر کر۔ بے شک یہ کام بڑے عزم وہمت کا کام ہے۔''

اور اہل السنۃ والجماعۃ سلفی جماعت حقہ کے لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا عمل جب قیام میں لاتے ہیں تو اس کا التزام جماعت المسلمین والمومنین کی حفاظت، دلوں کی تالیف، کلمۂ حق پر اُمت کو اکٹھا رکھنے اور تفرقہ واختلاف سے مسلمانوں کو بچانے کے لیے اسی وقت کر لیتے ہیں۔ اور اس جماعت حقہ کے لوگ ہر مسلمان کو نصیحت کرتے رہنے اور تقویٰ ونیکی پر باہمی تعاون کی پختہ رائے رکھتے ہیں۔ سیّدنا تمیم بن اوس الداری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَةُ)) قُلنا: لِمَنْ ؟ قَالَ : ((لِلّٰهِ ، وَلِكِتَابِهِ ، وَلِرَسُوْلِهِ ، وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ ، وَعَامَّتِهِمْ .)) [1]

''دین حنیف خیر خواہی کا نام ہے۔'' ہم نے عرض کیا: کس کی؟ (یا اس کا حق کس کو ہے؟) فرمایا: اللہ کی، اس کی کتاب قرآنِ مجید کی، اس کے رسول کی، مسلمانوں کے بڑوں (حکام وعلماء) کی اور مسلمانوں کے عام لوگوں کی۔'' (یا اس کا مطلب ہے کہ: اس خیر خواہی کا حق اللہ عزوجل کو، اللہ کی کتاب کو، اس کے رسول کو، مسلمانوں کے علماء وحکام کو اور عام مسلمانوں کو ہے۔)

اور اہل السنة والجماعة سلفی اہل الحدیث شعائر اسلام کے قیام پر محافظت کیا کرتے ہیں۔ جیسے کہ نمازِ جمعہ، جماعت، حج، جہاد فی سبیل اللہ اور بدعتیوں کے برعکس اُمراءِ ملت کے ساتھ عیدوں کا قائم کرنا، چاہے وہ نیک ہوں یا گنہگار فاجر وفاسق۔ اور یہ سلفی جماعت حقہ والے اہل السنة والجماعة فرض نمازوں کی ادائیگی میں جلدی کیا کرتے ہیں۔ یعنی وقت ہوتے ہی باجماعت اوّل وقت میں پڑھ لیتے ہیں۔ اور فرض نمازوں کا اوّل وقت اس کے آخر وقت سے افضل ہے، سوائے نمازِ عشاء کے۔ اُسے البتہ سنت پر عمل کرتے ہوئے دیر سے پڑھتے ہیں۔ اور یہ حضرات نماز میں خشوع وخضوع اور طمانیت کا حکم دیتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝﴾

(المؤمنون: ۱ تا ۲)

''ایمان والے مراد کو پہنچ گئے وہ جو اپنی نماز میں دل لگاتے ہوئے بڑے خشوع سے پڑھتے ہیں۔''

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الإیمان، حدیث: ۱۹۶

یہ سلفی جماعت حقہ کے اہل السنۃ والجماعۃ ایک دوسرے کو قیام اللیل (یعنی نماز تہجد) کی نصیحت و وصیت کرتے رہتے ہیں۔ اس لیے کہ اولاً یہ نبی مکرم ﷺ کا عمل محترم تھا اور اس لیے بھی کہ اللہ عزوجل نے اپنے حبیب و خلیل نبی محمد رسول اللہ ﷺ کو قیام اللیل کا حکم فرما رکھا تھا۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری میں مکمل جدوجہد کرنے کا بھی۔

((وعن عائشة رضي الله عنها أَنَّ نبيَّ اللّٰه ﷺ كان يقومُ مِن اللَّيْلِ؟ حَتّٰى تَتفطَّرَ قَدماهُ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ: لِمَ تَصنعُ هٰذَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ، وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ؟ قال: ((أَفَلَا أُحِبُّ أَنْ أَكُوْنَ عَبْدًا شَكُورًا.)) [1]

''اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ نبی مکرم ﷺ رات کے وقت قیام فرماتے تھے حتی کہ آپ کے دونوں قدموں میں ورم آجاتا۔ چنانچہ آپ پوچھتیں: اے اللہ کے پیارے رسول! آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ حالانکہ اللہ عزوجل نے تو آپ کی اگلی پچھلی تمام سہوات معاف فرما رکھی ہیں۔ فرمایا: کیا میں اس بات کو پسند نہ کروں کہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر گزار بندہ بن جاؤں۔''

اور اہل السنۃ والجماعۃ سلفی جماعت حقہ کے اہل ایمان امتحان کے اوقات میں ثابت قدمی اختیار کیا کرتے ہیں اور یہ آزمائش کے وقت صبر کے ساتھ ہوتا ہے اور آسانی کے وقت اللہ کے شکر کے ساتھ، اور کڑوی قضاء پر رضا مندی کے ذریعے۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں:

---

[1] رواه البخاري/ كتاب التفسير/ حديث: ٤٨٣٧.

''کہہ دے میرے ایمان دار بندو! اپنے مالک سے ڈرتے رہو جو لوگ اس دنیا میں اچھا کام کرینگے ان کے لیے (آخرت میں) اچھا (بدلہ) ہے اور اللہ کی زمین کشادہ ہے جو لوگ صبر کرتے ہیں ان کو (آخرت میں) انکا ثواب بے حساب دیا جائے گا۔'' (الزمر: ۱۰۔ آیت کریمہ کا متن پیچھے گزر چکا ہے۔)

سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ عِظَمَ الْجَزاءِ مَعَ عِظَمِ الْبَلَاءِ ، وَإِنَّ اللّٰهَ إِذَا أَحَبَّ قَوْمًا ابْتَلَاهُمْ ؛ فَمَنْ رَضِيَ فَلَهُ الرِّضٰى ، وَمَنْ سَخِطَ فَلَهُ السَّخَطُ .)) ❶

''بالتحقیق اللہ عزوجل کی طرف سے بہت بڑا انعام بہت بڑی آزمائش کے ساتھ ملا کرتا ہے۔ اور بلاشبہ اللہ تبارک وتعالیٰ جب کسی قوم سے محبت کرتے ہیں تو اُسے آزمائش میں ڈال دیتے ہیں۔ چنانچہ جو اس آزمائش پر راضی ہو گیا اُس کے لیے اللہ کی رضا ہے اور جو ناراض ہو گیا اس کے لیے اللہ کی ناراضگی ہے۔''

سلفی جماعت حقہ کے اہل ایمان واسلام اہل السنۃ والجماعۃ نہ ہی اللہ ذوالجلال والاکرام سے آزمائش کی تمنا کرتے ہیں اور نہ ہی آزمائش طلب کیا کرتے ہیں۔ اس لیے کہ وہ نہیں جانتے ہیں؛ آزمائس کے بعد وہ ثابت قدم بھی رہ سکیں گے یا نہیں؟ مگر یہ ہے کہ جب اُن کو آزمائش میں مبتلا کر دیا جائے تب وہ صبر سے کام لیا کرتے ہیں۔

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ؛ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

❶ صحیح سنن الترمذی للألبانی / باب ما جاء فی الصبر علی البلاء / حدیث: ۲۳۹۶.

((لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ ، وَاسْأَلُوا اللّٰهَ الْعَافِيَةَ ، فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاصْبِرُوا ، وَاعْلَمُوا أَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوفِ .)) [1]

''مسلمانو! دشمن کا آمنا سامنا کرنے کی کبھی خواہش نہ کرو۔ بلکہ اللہ عزوجل سے عافیت کا سوال کیا کرو۔ چنانچہ جب تمہاری (میدانِ قتال میں) اُن سے ملاقات ہو تو پھر صبر واستقامت سے کام لو۔ اور اس بات کو جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔''

اہل السنۃ والجماعۃ سلفی جماعت حقہ کے اہل ایمان واسلام مشکلات اور آزمائشوں کے وقت اللہ کی رحمت سے مایوس اور نا اُمید نہیں ہوا کرتے۔ اس لیے کہ اللہ عزوجل نے اس کو حرام ٹھہرایا ہے۔ بلکہ وہ آزمائش کے دنوں میں بہت جلد ملنے والی کشائش، مصیبت کے بعد راحت اور یقینی مدد کی اُمید پر وقت گزارا کرتے ہیں، اس لیے کہ وہ اللہ کے **وعدہ** پر پورا بھروسہ کیا کرتے ہیں۔ اور وہ جانتے ہیں کہ تنگی کے بعد آسانی آیا کرتی ہے۔ اور وہ اپنی ذوات میں ان مشکلات ومصائب کے اسباب تلاش کیا کرتے ہیں اور اس بات پر خوب غور وفکر کیا کرتے ہیں کہ یہ آزمائشیں اور مصیبتیں کہیں اُن کی اپنی غلطیوں کی ہی وجہ سے تو اُن کو نہیں پہنچیں اور وہ اس بات کا علم بھی رکھتے ہیں کہ اللہ کی مدد اُن کے معاصی، گناہوں میں واقع ہونے یا اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی اتباع میں تقصیر کی وجہ سے متاخر ہو رہی ہے۔ جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشادِ گرامی قدر ہے:

﴿وَ مَآ اَصَابَکُمۡ مِّنۡ مُّصِیۡبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتۡ اَیۡدِیۡکُمۡ وَ یَعۡفُوۡا عَنۡ

---

[1] متفق علیہ: صحیح البخاری/ کتاب الجهاد والسیر/ حدیث: ٣٠٢٦ وصحیح مسلم/ کتاب الجهاد/ حدیث: ٤٥٤٢ واللفظ له.

كَثِيرٍ ۝٣٠﴾ (الشوریٰ: ۳۰)

''اور (لوگو) تم پر جو مصیبت آتی ہے تو تمہارے ہاتھوں نے جو کیا اس کی سزا میں۔ اور وہ بہت (سے قصور) معاف کر دیتا ہے۔'' ❶

یہ اہل السنۃ والجماعت آزمائشوں اور مصیبتوں میں اور اللہ کے دین کی نصرت میں زمینی اسباب اور دنیاوی امدادوں اور کوئی ضابطوں پر بھروسہ نہیں کیا کرتے۔ لیکن یہ ہے کہ وہ ان سے غافل بھی نہیں رہتے۔ اور ان سب سے پہلے وہ اس بات کو دیکھتے ہیں کہ؛ بلاشبہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا تقویٰ (خوف اور ڈر)، گناہوں پر استغفار، اللہ پر مکمل توکل اور کشائش کے وقت اللہ کا شکر اُن اہم ترین اسباب میں سے ہیں کہ جن کے ذریعے اللہ رب العالمین وارحم الراحمین سختی کے بعد آسانی وفراوانی جلد عطا فرما دیتے ہیں۔

سلفی جماعت حقہ کے اہل السنۃ والجماعۃ نعمت کی ناشکری پر سزا اور جان بوجھ کر اُس کے انکار پر سزا سے ڈرتے ہیں۔ اس لیے آپ ان کو تمام لوگوں سے زیادہ اللہ کے شکر اور اُس کی حمد وثناء پر حریص پائیں گے۔ اور ان کو ہر ہر نعمت پر اس شکر وحمد پر ہمیشگی کرتے ہوئے دیکھیں گے، چاہے وہ نعمت چھوٹی ہو یا بڑی۔ جیسا کہ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أُنْظُرُوا اِلَىٰ مَنْ هُوَ أَسْفَلَ مِنْكُمْ، وَلَا تَنْظُرُوا اِلَىٰ مَنْ هُوَ

---

❶ یہ اس کی رحیمی اور کریمی ہے۔ اگر وہ ہر قصور پر گفت کرتا تو زمین پر کوئی جاندار باقی نہ رہتا۔ شاہ صاحب لکھتے ہیں: یہ خطاب عاقل بالغ لوگوں کو ہے گنہگار رہوں یا نیک، مگر نبی (اس میں) داخل نہیں ان کے واسطے اور کچھ ہوگا اور سختی دنیا کی بھی آگئی، قبر کی اور آخرت کی بھی۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بندے کو کوئی چھوٹی یا بڑی مصیبت نہیں پہنچتی مگر وہ اس کے گناہ کی بدولت ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے جو درگزر فرماتا ہے وہ اس سے زیادہ ہوتا ہے۔'' اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ (شوکانی بحوالہ جامع ترمذی)

فَوقَكُمْ فَإِنَّهُ أَجْدَرُ أَنْ لا تَزْدَرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ .))❶

''ہمیشہ اس کی طرف دیکھو جو (اللہ کی نعمتوں کے اعتبار سے) تم سے نیچے ہو۔ اُس کی طرف نہ دیکھو جو (اللہ کی نعمتوں اور دولت کے لحاظ سے) تم سے زیادہ ہو۔ کیونکہ اس میں اُمید ہے کہ تم اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو حقیر نہیں جانو گے۔''

اور اہل السنۃ والجماعۃ سلفی جماعت حقہ کے اہل ایمان واسلام ہمیشہ مکارم اخلاق اور محاسن اعمال کے زیور سے آراستہ رہتے ہیں۔ سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ إِيْمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا .)) ❷

''اہل ایمان واسلام میں ایمان کے اعتبار سے زیادہ کامل وہ شخص ہوتا ہے کہ جو اخلاق کے لحاظ سے اُن سب سے اچھا ہو۔''

سیّدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِنَّ مِنْ أَحَبِّكُمْ اِلَيَّ وَأَقْرَبِكُمْ مِنِّيْ مَجْلِساً يَوْمَ الْقِيَامَةِ: أَحاسِنِكُمْ أَخْلاقاً .

وَقَالَ: ((مَا مِنْ شَيْ يُوضَعُ فِي الْمِيْزَانِ أَثْقَلُ مِنْ حُسْنِ الْخُلُقِ، وَإِنَّ صَاحِبَ حُسْنِ الْخُلُقِ لَيَبْلُغُ بِهِ: دَرجَةَ صَاحِبِ الصَّوْمِ وَالصَّلَاةِ .))❸

''بلاشبہ تم میں سے میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ شخص اور قیامت والے

---

❶ صحيح سنن الترمذی للألبانی / كتاب صفة القيامة / باب: ٥٨ حديث: ٢٥١٣.

❷ جامع ترمذی / حديث: ١١٦٢ ❸ صحيح سنن الترمذی: للالبانی / كتاب الرضاع / باب ماجاء فی حق المراة / حديث: ١١٦٢. و كتاب البر والصلة / باب ماجاء فی حسن الخلق حديث: ٢٠٠٣، و كتاب البر والصلة / باب ما جاء فی معالی الاخلاق / حديث: ٢٠١٨.

دن تم سب سے زیادہ میرے قریب بیٹھنے کے اعتبار سے وہ آدمی ہوگا جو تم سب سے زیادہ اخلاق میں اچھا ہوگا۔''

اسی طرح سیّدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

''قیامت والے دن میزان میں رکھی جانے والی چیزوں میں سب سے وزنی چیز حسن اخلاق ہوگی۔ اور بلاشبہ حسن خلق والا آدمی ضرور اس کے ذریعے روزے دار اور نمازی والے درجہ کے اعلیٰ درجات کو پہنچ جائے گا۔''

سلفی جماعت حقہ اہل السنۃ والجماعۃ کے اخلاقی اوصاف:

۱...... اللہ عزوجل کے درج ذیل فرمان کے موجب ان اللہ کے بندوں کا علم و عمل میں مکمل اخلاص اور ریاکاری سے ڈر پہلا وصف ہوا کرتا ہے۔ اللہ فرماتے ہیں: ﴿أَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ﴾ (الزمر:۳) ''سن رکھو! خالص اللہ ہی کی بندگی کرنی چاہیے۔''

۲......ان اہل ایمان واسلام کا دوسرا وصف اللہ عزوجل کی حرمات کو عظمت دینا ہوتا ہے۔ اور جب رب کریم کی حرمتیں پامال کی جارہی ہوں تو وہ غیرت کھایا کرتے ہیں۔ اور یہ کہ اللہ کے دین و شریعت مطہرہ کی مدد و نصرت بھی ان کی ایک صفت ہوا کرتی ہے۔ اور یہ مسلمانوں کی حرمتوں کی بہت زیادہ تعظیم اور اہل اسلام کے لیے خیر اور بھلائی کو پسند کرتے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان گرامی قدر ہے: ﴿ذٰلِكَ وَ مَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴿۳۲﴾﴾ (الحج: ۳۲) ''اور جو اللہ تعالیٰ کے نام کی چیزوں (اللہ کے شعائر) کی بڑائی کرے تو یہ بڑائی کرنا دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔''

۳......ان اہل ایمان سلفی لوگوں کا ایک وصف......نفاق کو چھوڑنے پر جدو جہد کرنا ہوتا ہے، اس حیثیت سے کہ نیکی اور بھلائی میں ان کا باطن، چھپی ہوئی باتیں اور ان

کا ظاہر، کھلی باتیں برابر ہو جائیں۔ اور یہ کہ اعمالِ صالحہ کی کمائی میں پوری محنت کے باوجود ان کی نظروں میں ان کی حیثیت بہت کم ہوا کرتی ہے۔ (وہ اپنی نیکیوں پر اترایا نہیں کرتے۔)

۴......ان کے دلوں کی رقت (نرمی) اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے حق میں اُن کی کمی، کوتاہی پر کثرت سے رونا تا کہ اللہ رب کریم شاید ان پر رحم فرمائے، ان سلفی اہل السنۃ والجماعۃ کا ایک اور وصف بھی ہوتا ہے۔ اور یہ لوگ جب کسی مسلمان کا جنازہ دیکھ لیتے ہیں تو بہت زیادہ عبرت و نصیحت حاصل کرنے، رونے اور موت کے معاملے میں اعمالِ صالحہ کے اہتمام کے ساتھ اپنی اصلاح کرتے ہیں۔ یا پھر وہ موت، سکرات الموت اور بُرے انجام کو یاد کیا کرتے ہیں حتی کہ ان کے دل ہل کر رہ جاتے ہیں۔

۵......ان میں سے جب کوئی شخص اللہ تبارک و تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے والے درجات میں ترقی کر لیتا ہے تو اس کی تواضع اور زیادہ بڑھ جاتی ہے۔

۶......ان سلفی جماعت حقہ کے اہل السنۃ والجماعۃ کا چھٹا وصف ...... بہت زیادہ توبہ کرنا اور ان کا اس بات کے مشاہدہ پر کہ وہ گناہوں سے بچ نہیں سکتے حتی کہ اپنی اطاعت و فرمانبرداری میں بھی، ان کا رات، دن اللہ سے استغفار کرتے رہنا ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ اپنی اطاعت میں نقص پر اور اس میں اللہ تعالیٰ کی نگرانی پر اللہ تبارک و تعالیٰ سے استغفار کیا کرتے ہیں۔ اور یہ کہ اپنے اعمال میں سے کسی بھی عمل پر خوش نہ ہونا (کہ میں نے نیکی کر کے اتنا بڑا کوئی معرکہ سر کر لیا ہے۔) اور شہرت سے ان کا کراہت کرنا بھی اُن کا وصف ہوا کرتا ہے۔ بلکہ وہ اپنی اطاعت و فرمانبرداری میں نقص اور قصور کو اپنی خطاؤں میں سے مزید برآں دیکھا کرتے ہیں۔

۷...... اللہ کے تقویٰ میں اچھی طرح جائزہ لینے میں سختی اختیار کرنا اور اُن میں سے کسی کا بھی یہ دعویٰ نہ کرنا کہ وہ متقی ہے اور اُن سب کا اللہ عزوجل کا بکثرت خوف رکھنا بھی اُن کا ایک وصف ہے۔

۸...... بُرے خاتمہ کے بارے میں ان کا شدت سے خوف کھانا اور اللہ عزوجل کے ذکر سے اُن کا غفلت اختیار نہ کرنا۔ دنیا کا اُن کے نزدیک انتہائی حقیر ہونا اور دنیا کو شدت سے ٹھکرانا اور بڑے بڑے گھر بنانے میں بے اعتنائی سے کام لینا الا یہ کہ اس ضمن میں صرف اُنہی پر انحصار کرنا کہ جو زیب و زینت اختیار کیے بغیر صرف ضرورت کو پورا کریں...... بھی ان کا ایک وصف ہوتا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ((وَاللّٰهِ! مَا الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ اِلَّا مِثْلُ مَا يَجْعَلُ أَحَدُكُمْ اِصبعَه هَذِهِ فِي الْيَمِّ ، فَلْيَنْظُرْ بِمَ تَرْجِعُ .)) [1]

''اللہ کی قسم! آخرت کے مقابلے میں دنیا کی حیثیت صرف اتنی ہے کہ جتنی تم میں سے کوئی شخص اپنی انگلی سمندر میں داخل کر کے باہر نکال لے۔ پس وہ دیکھ لے کہ یہ انگلی (سمندر سے) کتنا پانی نکال کر باہر لاتی ہے۔''

۹...... یہ سلفی جماعت حقہ کے اہل السنۃ والجماعۃ کسی بھی اُس خطا پر راضی نہیں ہوتے کہ جس کا تھوڑا سا بھی تعلق دین حنیف اور اہل دین سے ہو بلکہ وہ اس کا ردّ کیا کرتے ہیں اور اس شخص سے عذر و معذرت طلب کیا کرتے ہیں کہ جس نے ایسا کہا ہو۔ بشرطیکہ اس کا تعلق ایسے لوگوں سے ہو کہ جن کے لیے معذرت کی جا سکتی ہو۔ اور یہ اہل السنۃ والجماعۃ اپنے مسلمان بھائیوں کی ستر پوشی بھی کیا کرتے ہیں۔ اور وہ اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ کسی کا ستر ظاہر ہو۔ اور وہ

---

[1] رواه مسلم / كتاب الجنة و نعيمها / باب فناء الدنيا / حديث : ۷۱۹۷ عن المستورد بن شداد رضي الله عنه.

دوسروں کے عیبوں پر پردہ ڈالنے کی کوشش کیا کرتے اور بھیدوں کو چھپاتے ہیں۔ اور اس ضمن میں جو وہ سنتے ہیں اس کے بارے میں کسی کو خبر نہیں پہنچاتے۔ وہ لوگوں سے خواہ مخواہ دشمنی پیدا کرنے کو ترک کیے رکھتے ہیں اور کثرت سے اُن کی خاطر کیا کرتے ہیں۔ کسی بھی مسلمان کا سامنا بُرائی سے نہیں کرتے، اس لیے وہ کسی بھی اہل ایمان سے دشمنی نہیں کرتے۔

سیّدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ (وَفِي رِوَايَةِ مُسْلِم: ((نَمَّامٌ.)) ❶

''چغل خور آدمی جنت میں داخل نہیں ہوگا۔'' صحیح مسلم کی روایت میں: قَتَّاتٌ کی بجائے نَمَّامٌ کا لفظ ہے۔ دونوں کا معنی غیبت کرنے والا چغل خور ہوتا ہے۔''

۱۰...... یہ اہل السنۃ والجماعۃ سلفی جماعت حقہ کے لوگ اپنی مجلسوں میں غیبت، چغلی کو روکا کرتے ہیں۔ اور اس سے اپنی زبانوں کو محفوظ رکھا کرتے ہیں تاکہ ان کی کوئی مجلس گناہ کی مجلس نہ بن جائے۔ اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ ﴿١٢﴾﴾

(الحجرات: ۱۲)

''مسلمانو! (اپنے بھائی مسلمان کے ساتھ) بہت بُرے گمان کرنے سے بچے رہو کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ اور کھوج نہ کیا کرو (ٹوہ نہ لگایا کرو) اور

---

❶ رواه البخاري؛ كتاب الادب / حديث: ٦٠٥٦

کوئی تم میں سے دوسرے کی غیبت نہ کرے۔ بھلا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔ تم (ضرور) اس سے گھن کرو گے۔ اور اللہ سے ڈر جاؤ بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا نہایت رحیم ہے۔''

۱۱...... ان سلفی جماعت حقہ کے اہل السنۃ والجماعۃ کا ایک اور اعلیٰ وصف...... بہت زیادہ حیاء کرنا، دوسرے کا ادب کرنا، باہم محبت کرنا، سکینت و وقار کی گفتگو اور چال ڈھال اختیار کرنا، گفتگو کم کرنا، کم ہنسنا، اکثر خاموش رہنا، آسان مطلب والی گفتگو کے ذریعے دانائی کی باتیں کرنا۔ اور دنیا کی کسی چیز پر خوش نہ ہونا...... بھی ہوتا ہے اور یہ سب باتیں اُن کی عقلوں کا کمال کو پہنچا ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمَ الآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْراً، أَوْ لِيَصْمُتْ . وقال: ((مَنْ صَمَتَ نَجَا.)) [1]

''جو آدمی اللہ عزوجل اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو اُسے چاہیے کہ خیر، بھلائی کی بات کرے یا پھر خاموش رہے۔'' اور (سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ) فرمایا: جس نے خاموشی اختیار کی وہ نجات پا گیا۔''

۱۲...... جو بھی شخص ان کو مار کر تکلیف پہنچائے یا ان کا مال چھین لے یا اُن کی عزت کو داغدار کرنے کی کوشش کرے یا اس طرح کا کوئی اور معاملہ کرے تو اس سے وہ بہت زیادہ عفو و درگزر سے کام لیا کرتے ہیں۔ اللہ عزوجل اپنے بندوں کے

---

[1] متفق علیه : صحيح البخاری / کتاب الادب / حدیث ۶۰۱۸، صحیح مسلم / کتاب الایمان / حدیث : ۱۷۳ ۔ صحیح سنن الترمذی للالبانی / حدیث : ۲۵۰۱ کتاب صفة القيامة / باب : ۵۰۔

اوصاف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَ الْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۭ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝﴾ (آل عمران:١٣٤)

''جو فراغت اور تنگی (دونوں حالتوں) میں خرچ کیے جاتے ہیں اور غصہ پی جاتے ہیں۔ (کسی کو تکلیف نہیں دیتے باوجود قدرت کے) اور لوگوں سے درگزر کرتے ہیں (ان کا قصور معاف کر دیتے ہیں) اور اللہ نیکی کے اعلیٰ درجہ کو پہنچے ہوئے لوگوں کو پسند کرتا ہے۔''

۱۳...... یہ حضرات ابلیس سے جنگ کرنے میں غفلت سے کام نہیں لیا کرتے۔ بلکہ اس کی سازشوں اور اس کی گھاتوں کو جاننے میں وہ جدو جہد سے کام لیا کرتے ہیں۔ وہ نماز، وضو اور دیگر عبادات میں وسوسوں کا شکار نہیں ہوتے، اس لیے کہ یہ سب کچھ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔

۱۴......ان سلفی جماعت حقہ کے اہل ایمان و اسلام کا ایک اور وصف...... ہر اُس چیز (مال، کھانا، خوراک، پھل وغیرہ اور دیگر اشیاء) کے ذریعے دن رات، چھپا کر بھی اور ظاہری طور پر بھی کثرت سے صدقہ کرنا کہ جو ان کی ضرورت سے زائد ہو۔ اور ان کا اپنے ساتھیوں کے ذاتی و معاشی حالات کے بارے میں بہت زیادہ پوچھتے پوچھاتے رہنا تاکہ کھانے، خوراک، کپڑے اور روپیہ پیسہ میں سے جس کے وہ محتاج ہوں وہ ان کو مہیا کر دیں۔ اور جب ان کو مال مل جائے تو اُس میں اسراف نہ کرنا......بھی ہوا کرتا ہے۔

۱۵......بخل، کنجوسی کی مذمت کرنا، کثرت سے سخاوت کرنا، مال کا (حلال کاموں اور حلال چیزوں پر) خرچ کرنا اور اپنے بھائیوں کا حالت سفر و اقامت میں مدد کرنا بھی ان کا وصف ہوتا ہے۔ اس لیے کہ بلاشبہ اس سے دین اللہ کی نصرت میں کہ جو اُن

کی ایک بڑی مقصود العین ہوا کرتی ہے ایک دوسرے کو تقویت پہنچتی ہے۔ اور اپنے مسلمان، مومن بھائیوں تک نیکی کے ذریعے بھلائی کرنے کے لیے اُن کی شدت سے محبت کرنا۔ اور ان کا ایک دوسرے کو خوشیوں میں شامل کرنا اور اس ضمن میں ان کا اپنے بھائیوں کو اپنے آپ پر مقدم کرنا، بھی اُن کا ایک اعلیٰ اخلاقی وصف ہوتا ہے۔

۱۶......مہمان کی اکرام وتکریم کرنا اور اگر کوئی شرعی عذر نہ ہو تو خود بنفس نفیس اُس کی خدمت کرنا بھی اُن کا وصف ہوتا ہے۔ پھر وہ ایسی رائے نہیں رکھتے کہ انہوں نے اپنے ہاں قیام کے دوران مہمان کی خدمت کر کے اور اُس کو کھانا کھلا کر خدمت کا حق ادا کر دیا ہے اور اُس نے اُن کے بارے میں اچھا گمان کر لیا ہے۔ اور اسی ضمن میں دوسری خوبی اُن کی اپنے بھائیوں کی دعوت کو قبول کرنا بھی ہوتی ہے، الاّ یہ کہ جس کا کھانا صراحتاً حرام کا ہو۔ (اس کی دعوت قبول نہیں کرتے۔) یا جب دعوت میں غریبوں کو چھوڑ کر صرف امیر لوگوں کو ہی مدعو کیا جائے یا یہ کہ ولیمہ والی جگہ کوئی معاصی (گانے، بجائے، تصویر کشی، موومی وغیرہ) میں سے کچھ ہو تو پھر وہ دعوت قبول نہیں کرتے۔

۱۷......ان سلفی جماعت حقہ اہل السنۃ والجماعۃ کا ایک اور وصف بڑوں کے ساتھ ساتھ چھوٹوں سے بھی حسن ادب سے پیش آنا اور قریب والے کے ساتھ ساتھ دُور والے اور عالم کے ساتھ ساتھ ناخواندہ کے ساتھ بھی حسن ادب سے پیش آنا ہے۔

۱۸......ان کا ایک اور اخلاقی وصف...... باہم ایک دوسرے کی اصلاح ہے۔ اس لیے کہ یہ عمل خیر اور بھلائی کے دروازوں میں سب سے زیادہ اچھا باب ہے اور نیکی کی بلندی۔ اور اس لیے بھی کہ دو مسلمان بھائیوں کے درمیان صلح کروانا شیطانی منصوبوں اور اس کی اپنی مقصود العین سازشوں...... کہ جن میں سے اہل ایمان و

اسلام کے درمیان عداوت پیدا کرنا ہوتا ہے......کوتا کام بنانا اور خراب کرنا ہوتا ہے۔ اور شیطان کا مطمع نظر مسلمانوں کے درمیان بغض وحسد پیدا کرنا اور ان کے درمیان فساد برپا کرنا ہوتا ہے۔

۱۹......حسد سے روکنا بھی ان اہل ایمان واسلام کا ایک وصف ہوتا ہے۔ اس لیے کہ حسد ایمان کی کمزوری، عداوت، بغض اور دنیا کی محبت کو جنم دیتا ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے اس کی محبت کو بھی بغیر کسی شرعی قصد وارادہ کے۔

۲۰......اللہ تبارک وتعالیٰ کے درج ذیل فرمان کے موجب والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنا اور ان کے ساتھ نیکی کا حکم دینا بھی ان اہل السنۃ والجماعۃ اہل الحدیث کا وصف ہوتا ہے۔ اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ۖ وَإِن جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۚ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٨﴾﴾ (العنکبوت:۸)

''اور ہم نے آدمی کو یہ حکم دیا ہے کہ اپنے ماں باپ سے اچھا برتاؤ کرے اور (یہ بھی کہہ دیا) اگر وہ زبردستی یہ چاہیں کہ تو میرا شریک بنائے اس کو جس کو تو نہیں جانتا تو ان کا کہنا مت مان تم (سب کو) میرے پاس (ایک دن) لوٹ کر آنا ہے پھر جو کچھ تم (دنیا میں) کرتے رہے میں تم کو جتلا دوں گا۔''

۲۱......سلفی جماعت حقہ اہل السنۃ والجماعۃ کا ایک اور وصف یہ ہے کہ وہ ہمسائیگی کے حسن آداب والے معاملہ، بندوں کے ساتھ نرمی، صلہ رحمی، سلام کو عام کرنے، فقراء ومساکین، یتیموں اور مسافروں کے ساتھ رحم وشفقت کرنے میں بھی پورا پورا خیال رکھتے ہیں۔

۲۲......تکبر اور فخر، خود پسندی، غرور، سرکشی اور مخلوق پر ناحق زیادتی اور دست درازی کرنے سے منع کرنا بھی ان کا ایک وصف ہوا کرتا ہے۔ اور یہ لوگ ہر چیز میں عدل وانصاف کو لازم کر لینے کا حکم دیا کرتے ہیں۔

۲۳......جن فضیلت والے کاموں کو عملاً کرنے کے بارے میں شریعت مطہرہ نے ہمیں ترغیب دلائی ہے ان کے بارے میں کسی طرح کی لاپرواہی نہ کرنا بھی ان اللہ کے بندوں کا ایک وصف ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوفِ شَيْئاً ، وَلَوْ أَنْ تَلْقَىٰ أَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلْقٍ .)) [1]

''نیکی میں سے کسی بھی چیز کو حقیر نہ جانو۔ (حتی کہ چھوٹی سے چھوٹی نیکی کو بھی۔) اگرچہ تم اپنے (مسلمان) بھائی سے خندہ پیشانی سے پیش آؤ۔''

۲۴......بدگمانی، تجسس، مسلمانوں کے رازوں اور پوشیدہ بھیدوں کی ٹوہ لگانے سے منع کرنا بھی ان سلفی العقیدہ اہل السنۃ والجماعۃ اہل الحدیث کا اخلاقی وصف ہوتا ہے۔ اس لیے کہ یہ عیب اجتماعی تعلقات کو خراب کر دیتے ہیں اور بھائیوں کے درمیان تفریق ڈال دیتے ہیں۔ اس طرح کے عیوب فساد کو کاشت کرتے ہیں۔ اور نہ ہی یہ سلفی العقیدہ اہل السنۃ والجماعۃ اپنے لیے غصہ ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ وہ غضب وغصہ کا معنی ومفہوم سمجھتے ہیں۔ چنانچہ اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

''جو فراغت اور تنگی (دونوں حالتوں) میں خرچ کیے جاتے ہیں اور غصہ پی

---

[1] رواه مسلم/ كتاب البر والصلاة باب استحباب طلاقة بوجه/ حديث : ٦٦٩٠عن ابي ذر رضي الله عنه.

جاتے ہیں۔ (کسی کو تکلیف نہیں دیتے باوجود قدرت کے) اور لوگوں سے درگزر کرتے ہیں (ان کا قصور معاف کر دیتے ہیں) اور اللہ نیکی کے اعلیٰ درجہ کو پہنچے ہوئے لوگوں کو پسند کرتا ہے۔"❶ (آل عمران:۱۳۴۔ آیت پیچھے گزر چکی ہے۔)

علاوہ ازیں اخلاقِ نبوت میں سے اور بھی بہت سارے اوصاف کے یہ لوگ حامل ہوا کرتے ہیں۔ نبی مکرم ﷺ کا فرمان ہے: ((إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ.)) "بلاشبہ مجھے اسی لیے مبعوث کیا گیا ہے کہ میں مکارمِ اخلاق کو پورا کروں۔"❷

اگر دونوں جہانوں میں نجات چاہتے ہوں تو ہمیں اپنے سلف صالحین رضی اللہ عنہم کے اخلاقِ حسنہ کو اپنانا چاہیے۔



❶ ان کی دوسری صفت یہ ہے کہ وہ غصہ سے مغلوب ہونے کی بجائے اس پر قابو پا لیتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے "پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے۔" (بخاری و مسلم) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ گھونٹ غصہ کا گھونٹ ہے جسے بندہ پی لیتا ہے۔ جو شخص اپنا غصہ پی لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے پیٹ کو ایمان سے بھر دیتا ہے۔" (مسند احمد) یہ دراصل غصہ پی جانے کا لازمی تقاضا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے قسم کھا کر فرمایا: "جو کوئی عفو و درگزر سے کام لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی عزت افزائی فرماتے ہیں۔" اس باب میں متعدد احادیث وارد ہیں۔ (ملاحظہ ہو: ابن کثیر)

❷ مسند الامام احمد : ۲/ ۳۸۱ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ و صححہ الحاکم: ۲/ ۶۱۳.

قرآن وسنت کی اتباع اور بدعات وخرافات سے منع کرنے پر آئمہ اہل السنۃ والجماعۃ کے اقوال ووصایا

۱......سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((أَيُّهَا النَّاسُ عَلَيْكُمْ بِالعِلْمِ قَبْلَ أَنْ يُرْفَعَ ، أَلَا وَإِنَّ رَفْعَهُ ذِهَابُ أَهْلِهِ ، وَإِيَّاكُمْ وَالبِدَعَ وَالتَّبَدُّعَ وَالتَّنَطُّعَ ، وَعَلَيْكُمْ بِأَمْرِكُمُ العَتِيقِ .)) ❶

''لوگو! قرآن وسنت کے علم کو اس سے قبل کہ اسے اُٹھالیا جائے لازم پکڑ لو۔ آگاہ رہو کہ بلاشبہ اس علم کے اُٹھائے جانے سے مراد، اہل علم کا دنیا سے چلے جانا ہے۔ اور بدعات وخرافت، بدعات پیدا کرنے والے (بدعتی بن جانے) اور بتکلف غلو سے کام لینے سے بچو۔ تم پر لازم ہے کہ اپنے پرانے معاملے (منہج صحابہ کے مطابق قرآن وسنت کے فہم) کو مضبوطی سے تھامے رکھو۔''

۲......سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((كُلُّ عِبَادَةٍ لَمْ يَتَعَبَّدْ بِهَا أَصْحَابُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَلَا تَتَعَبَّدُوا بِهَا! فَإِنَّ الْأَوَّلَ لَمْ يَدَعْ لِلآخِرِ مَقَالًا ، فَاتَّقُوا اللّٰهَ يَا مَعْشَرَ الْقُرَّاءِ ، خُذُوا طَرِيقَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ .)) ❷

---

❶ البدع والنهي عنها ، لابن وضاح .

❷ رواه ابن بطة في الابانة.

''ہر وہ عبادت کا طریقہ کہ جس کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے عبادت نہیں کی، اس طریقے سے کبھی عبادت نہ کرو۔ اس لیے بلا شک وشبہ پہلے (صحابہ کرامؓ) نے دوسرے (بعد میں آنے والے لوگوں) کے لیے اس ضمن میں بات کرنے کی گنجائش ہی نہیں چھوڑی۔ ارے حفاظ وقراء کی جماعت! اللہ سے ڈر جاؤ۔ اپنے سے پہلے (اصحاب رسول اللہ ﷺ) کا راستہ اپناؤ۔''

۳...... سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((مَنْ كَانَ مُسْتَناً فَلْيَسْتَنَّ بِمَنْ قَدْ مَاتَ أُولٰئِكَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ كَانُوا خَيرَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ، وَأَبَرَّهَا قُلُوباً، وَأَعْمَقَهَا عِلْمًا، وَأَقَلَّهَا تَكَلُّفاً، قَوْمٌ اخْتَارَهُمُ اللّٰهُ لِصُحْبَةِ نَبِيِّه ﷺ وَنَقْلِ دِيْنِه فَتَشَبَّهُوا بِأَخْلَاقِهِمْ وَطَرَائِقِهِم، فَهُمْ كَانُوا عَلَى الْهُدٰي الْمُسْتَقِيْمِ.)) ❶

''جو کوئی اتباع کرنا چاہتا ہو تو اُسے چاہیے کہ ان کا طریق ومنہج اختیار کرے جو فوت ہو چکے اور وہ اصحاب محمد ﷺ تھے۔ (رضی اللہ عنہم اجمعین) وہ اس اُمت کے سب سے بہتر لوگ تھے۔ اپنے دلوں کے لحاظ سے بھی سب سے نیک، صالح اور علم میں بہت گہرائی والے اور بہت کم تکلف کرنے والے تھے۔ وہ ایک ایسی قوم تھے کہ جنہیں اللہ عزوجل نے اپنے حبیب وخلیل نبی محمد رسول اللہ ﷺ کی مصاحبت اور آپؐ کے دین کو آگے پہنچانے کے لیے منتخب فرما لیا تھا۔ چنانچہ وہ اپنے اخلاق حسنہ اور اپنے مستحسن طریقوں کے ذریعے نبی معظم ﷺ کے ہم وصف ہو گئے تھے اور وہ سب کے سب

❶ اخرجه البغوی فی (شرح السنة)

ہدایت مستقیم پر تھے۔''

اور آپ رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ: ''قرآن و سنت کی اتباع کرو، بدعات و خرافات کو اختیار نہ کرو۔ اسی سے تم (دینی اُمور میں) با کفایت ہو جاؤ گے۔ قرآن و سنت والے پرانے منہج وطریق کو لازم پکڑلو۔'' ❶

۴......سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

لَا یَزَالُ النَّاسُ عَلَی الطَّرِیقِ ، مَا اتَّبَعُوا الأَثَرَ .
وقال : کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ ، وإِنْ رَآهَا النَّاسُ حَسَنَةً .)) ❷

''لوگ جب تک حدیث پر عمل پیرا رہیں گے ہمیشہ سیدھی راہ پر رہیں گے۔ اور آپ رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا: ہر بدعت گمراہی ہے اگرچہ لوگ اس کو بصورتِ نیکی کیوں نہ دیکھیں۔''

۵......ایک اور جلیل القدر صحابی سیّدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ((لَنْ تَضِلَّ مَا أَخَذْتَ بِالْأَثَرِ......)) ''جب تک حدیث وسنت کو علماً وعملاً تھامے رہو گے ہرگز گمراہ نہیں ہو گے۔'' ❸

۶......امیر المؤمنین سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَوْ کَانَ الدِّیْنُ بِالرَّأْيِ! لَکَانَ بَاطِنُ الْخُفَّیْنِ أَحَقَّ بِالْمَسْحِ مِنْ ظَاهِرِهِمَا وَلٰکِنْ رَأَیْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ یَمْسَحُ عَلٰی ظَاهِرِهِمَا .)) ❹

---

❶ اخرجه الدارمي في : ((سننه))

❷ رواه اللالکائي في شرح اصول اعتقاد اهل السنة والجماعة.

❸ رواه ابن بطه في الابانة.

❹ أخرجه ابن أبي شيبة في المصنف.

''اگر دین حنیف، اسلام کا تعلق قیاس اور رائے سے ہوتا تو پھر موزوں کا نچلے والا حصہ (جو زمین پر لگتا ہے) ان کے اوپر والے حصے سے مسح کرنے میں زیادہ حق دار ہوتا۔ لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ کو خود دیکھا ہے کہ آپ ﷺ ان کے اوپر والے حصے پر مسح فرماتے تھے۔''

۷......سیّدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((مَا ابْتُدِعَتْ بِدْعَةٌ: اِلَّا ازْدَادَتْ مَضِيًا ، وَلَا نُزِعَت سُنَّةٌ ، اِلَّا ازْدَادَت هَربًا .)) [1]

''کوئی بھی بدعت ایجاد نہیں ہوتی مگر یہ ہے کہ وہ مزید کسی بدعت کو آگے بڑھانے کا سبب بنتی ہے۔ اور کوئی بھی سنت نہیں ہے کہ جسے چھین لیا جائے مگر یہ ہے کہ دین حنیف سے فرار میں اضافہ کا ہی سبب بنتا ہے۔''

۸......جناب عابس بن ربیعہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ میں نے امیر المؤمنین سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ حجرِ اسود کا بوسہ لیتے ہوئے فرما رہے تھے:

((أَمَا وَاللّٰهِ اِنِّی لَأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضرُّ وَلَا تَنفَعُ ، وَلَوْلَا أَنِّیْ رَأَیْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ یُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ .)) [2]

''اللہ کی قسم! بلاشبہ میں ضرور جانتا ہوں کہ بالتحقیق تو ایک پتھر ہے۔ نہ تو نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ ہی تو نفع دے سکتا ہے۔ اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تیرا بوسہ کبھی نہ لیتا۔''

---

[1] رواہ ابن بطه فی الانابة.

[2] راوہ البخاری کتاب الحج باب : ٥٠ حدیث نمبر ١٥٩٧ و مسلم ، کتاب الحج باب : ٤١ حدیث : ٣٠٦٩

۹...... ایک اور خلیفۂ عادل وراشد جناب عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((قِفْ حَيْثُ وَقَفَ الْقَوْمَ ، فَإِنَّهُمْ عَنْ عِلْمٍ وَقَفُوْا ، وَبِبَصَرٍ نَافِذٍ كَفُّوْا ، وَهُمْ عَلٰى كَشْفِهَا كَانُوْا أَقْوٰى ، وَبِالْفَضْلِ لَوْ كَانَ فِيْهَا أَحْرٰى ، فَلَئِنْ قُلْتُمْ : حَدِثَ بَعْدَهُمْ ، فَمَا أَحْدَثَهُ إِلَّا مَنْ خَالَفَ هَدْيَهُمْ وَرَغِبَ عَنْ سُنَّتِهِمْ ، وَلَقَدْ وَصَفُوْا مِنْهُ مَا يَشْفِيْ ، وَتَكَلَّمُوْا مِنْهُ بِمَا يَكْفِيْ ، فَمَا فَوْقَهُمْ مَحَسِّرٌ وَمَا دُوْنَهُمْ مُقَصِّرٌ ، لَقَدْ قَصَّرَ عَنْهُمْ قَوْمٌ فَجَفَوْا ، وَتَجَاوَزَهُمْ آخَرُوْنَ فَغَلَوْا ، وَ إِنَّهُمْ فِيْمَا بَيْنَ ذَالِكَ لَعَلٰى هُدًى مُسْتَقِيْمٍ .)) [1]

''دین حنیف کے معاملے میں تم بھی وہیں کھڑے ہو جاؤ جہاں (صحابہ کرام و تابعین عظام رحمہم اللہ جمیعاً) قوم کھڑی ہوئی تھی۔ بلاشبہ وہ علم قرآن و سنت کی بنیاد پر کھڑے تھے اور ایک مہارت والی نظر کے ساتھ بدعات کو انہوں نے روکا تھا۔ اور وہ بدعات وخرافات کے کھول دینے (راز فاش کر دینے) پر زیادہ قوی تھے، اور اگر اس عمل میں کوئی فضیلت والی بات ہے (اور لامحالہ ہے۔) تو وہ اس کے زیادہ لائق تھے۔ اگر تم یہ کہو کہ: دین میں نئی باتیں تو اُن کے بعد شامل ہوئی ہیں۔ تو ہم کہیں گے: جس کسی نے بھی اُن کی راہنمائی والے راستے کی مخالفت کی اُسی نے ہی دین میں نئی نئی باتیں شامل کر لیں اور وہ اُن کے راستے سے ہٹ گیا۔ یہ سلف صالحین (صحابہ کرام و تابعین عظام رضی اللہ عنہم) دین حنیف (کے بیان کردہ اوصاف) کے ساتھ ایسے متصف ہوئے تھے کہ جو (بدعات وخرافات اور شرک وکفر کی)

[1] أورده ابن قدامة في لمعة الاعتقاد الهادي إلى سبيل الرشاد .

بیماریوں سے شفا دے اور انہوں نے دین اسلام کے بارے میں ایسی گفتگو کی ہے کہ جو اس ضمن میں کفایت کرے۔ تو جو اُن سے اوپر ہو گا (یعنی کوئی آدمی کوشش کرے کہ اُن سے بڑھ جائے تو) وہ نری تھکاوٹ حاصل کرنے والا ہی ہو گا۔ اور جو ان سے بہت ہی پیچھے رہے گا وہ بہت ہی کوتاہی کرنے والا ہو گا۔ ایک قوم (جهمیه و مرجئه) نے ان کے منہج کو اختیار کرنے میں عاجزی کا اظہار کیا تو انہوں نے جفا سے کام لیا اور دوسری نے اُن سے تجاوز اختیار کیا (روافض وصوفیہ نے) تو وہ غلو کا شکار ہو گئے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ؛ وہ لوگ جو ان دونوں گروہوں کے بین بین تھے، (قرآن وسنت والی اعتدال کی راہ پر) بالتاکید وہی ہدایت مستقیم پر تھے۔''

۱۰......امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((عَلَيْكَ بِآثَارِ مَنْ سَلَفَ وإِنْ رَفَضَكَ النَّاسُ ، وَإِيَّاكَ وَآرَاءَ الرِّجَالِ وَإِن زَخْرَ فُوْهَا لَكَ بِالْقَوْلِ: فَإِنَّ الْاَمْرَ يَنْجَلِيْ وَأَنْتَ عَلٰى طَرِيْقٍ مُسْتَقِيْمٍ .)) [1]

''سلف صالحین کے آثار وروایات کو لازم پکڑ لو اگرچہ لوگ تمہیں ٹھکرا ہی کیوں نہ دیں۔ لوگوں کی آرائسے بچو، اگرچہ وہ تمہارے لیے بات کو نہایت ہی مزین کر کے پیش کیوں نہ کریں۔ اس لیے کہ بلاشبہ اُس وقت پھر دین حنیف تمہارے لیے نہایت واضح، روشن رہے گا اور تم طریق مستقیم پر رہو گے۔''

[1] أخرجه الخطيب في شرف أصحاب الحديث .

۱۱......ایک عظیم محدث جناب ایوب سختیانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((مَا ازْدَادَ صَاحِبُ بِدْعَةٍ اجْتِهَادًا اِلَّا ازْدَادَ مِنَ اللّٰهِ بُعْدًا .)) ❶

''ایک بدعتی آدمی جس قدر قیاس واجتہاد سے زیادہ کام لیتا ہے، وہ اللہ عزوجل سے اور زیادہ دور ہوتا چلا جاتا ہے۔''

۱۲......ایک بہت بڑے فقیہ ومحدث جناب حسان بن عطیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((مَا ابْتَدَعَ قَومٌ بِدْعَةً فِیْ دِیْنِهِمْ اِلَّا نُزِعَ مِنْ سُنَّتِهِمْ ، مِثْلُهَا .)) ❷

''کسی بھی قوم، جماعت نے اپنے دین میں جب بھی کسی نئی بدعت کا اضافہ کیا تو یہ ہے کہ اُن سے اس بدعت کے مدمقابل ایک سنت اُٹھالی گئی۔''

۱۳......امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((كَانُوْا يَقُوْلُوْنَ: مَادَامَ عَلَى الْأَثَرِ : فَهُوَ عَلَى الطَّرِيقِ .)) ❸

''سلف صالحین فرمایا کرتے تھے: جب تک کوئی شخص حدیث پر (عمل پیرا) رہے گا وہ سیدھی راہ پر ہوگا۔''

۱۴......امام سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((اَلْبِدْعَةُ أَحَبُّ اِلٰى اِبْلِيسَ مِنَ الْمَعْصِيَةِ ، اَلْمَعْصِيَةُ يُتَابُ

---

❶ البدع والنهى عنها، لا بن وضاح .

❷ رواه اللالكائى فى شرح اصول اعتقاد اهل السنة والجماعة.

❸ رواه اللالكائى فى (شرح اصول اعتقاد اهل السنة والجماعة .

مِنْهَا ، والبِدْعَةُ لَا يُتَابُ مِنْهَا .)) ❶

''شیطان کے نزدیک عام معصیت کی نسبت بدعت زیادہ محبوب ہوتی ہے۔ اس لیے کہ عام معصیت و نافرمانی سے توبہ کی جا سکتی ہے مگر بدعت سے توبہ نہیں کی جاتی۔'' (کیونکہ بدعتی یہ عمل اجر وثواب سمجھ کر کرتا ہے۔)

۱۵......محدث ومجاہد امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((لِيَكُنِ الَّذِيْ تَعْتَمِدُ عَلَيْهِ الْأَثَرَ ، وَخُذْ مِنَ الرَّأْيِ مَا يُفَسِّرُ لَكَ الْحَدِيْثَ .)) ❷

''جس مسئلہ میں تم حدیث (یا کسی صحابی کے اثر) پر اعتماد کرتے ہو وہی تمہارے ہاں قابل اعتبار ہونا چاہیے اور قیاس، رائے میں سے اس کو اختیار کرو جس کی تفسیر تمہارے لیے حدیث کرے۔''

۱۶......امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((كُلُّ مَسأَلَةٍ تَكَلَّمْتُ فيها بِخِلَافِ السُّنَّةِ ، فَأَنَا رَاجِعٌ عَنْهَا: فِي حَيَاتِي وَبَعْدَ مَمَاتِي .)) ❸

''ہر وہ مسئلہ کہ جس میں خلاف سنت میں نے کلام کی ہو، اُس سے میں نے رجوع کر لیا، اپنی زندگی میں بھی اور میرے مرنے کے بعد بھی۔'' (یعنی میرے فوت ہونے کے بعد بھی اگر میرے بتلائے ہوئے مسئلہ کے خلاف کوئی حدیث مل جائے تو میری بات کا اعتبار نہ کیا جائے۔)

---

❶ أخرجه البغوي في شرح السنة

❷ أخرجه البيهقي في سنن الكبرى

❸ أخرجه الخطيب في الفقيه والمتفقه.

اور جناب ربیع بن سلیمان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ: ایک دن امام شافعی رحمہ اللہ نے کوئی حدیث روایت کی۔ ایک شخص نے آپ سے کہا: ابوعبداللہ! کیا آپ اس کے ذریعے (اپنے موقف ومسلک کی) پابندی کرنا چاہتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا:

((مَتٰى مَا رَوَيْتُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حَدِيْثًا صَحِيْحًا، فَلَمْ آخُذْ بِهِ، فَأُشْهِدُكُمْ أَنَّ عَقْلِي قَدْ ذَهَبَ.)) ❶

''جب میں رسول اللہ ﷺ سے کوئی صحیح حدیث روایت کرلوں تو پھر میں اپنے مسلک وموقف کی پابندی نہیں کرتا۔ (اور اگر ایسا کروں تو) میں تمہیں اس بات کا گواہ بناتا ہوں کہ جان لیجیے تب میری عقل چلی گئی۔''

۱۷...... جناب نوح الجامع بیان کرتے ہیں کہ: میں نے امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ سے پوچھا: اُس شخص کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں کہ جو لوگوں سے اَعراض واجسام کے بارے میں گفتگو کرے؟ تو انہوں نے فرمایا:

((مَقَالَاتُ الْفَلَاسِفَةِ، عَلَيْكَ بِالْأَثَرِ وَطَرِيْقَةِ السَّلَفِ، وَإِيَّاكَ وَكُلَّ مُحْدَثَةٍ: فَإِنَّهَا بِدْعَةٌ.)) ❷

''یہ فلسفی قسم کے لوگوں کی باتیں ہیں۔ تم حدیث واثر اور سلف صالحین کے طریقے کو لازماً تھامے رکھو۔ دین میں ایجاد کی جانے والی ہر نئی چیز سے بچو۔ اس لیے کہ بلاشبہ یہ بدعت ہے۔''

۱۸...... امام مالک بن انس رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((السُّنَّةُ سَفِيْنَةُ نُوحٍ مَن رَكِبَهَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنهَا غَرِقَ،

---

❶ رواه ابن بطة فی الابانة.

❷ أخرجه الخطيب فی الفقيه والمتفقه.

وَقَالَ : لَوْ كَانَ الْكَلامُ عِلْمًا لَتَكَلَّمَ فِيْهِ الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُونَ كَمَا تَكَلَّمُوا فِي الْأَحْكَامِ: وَلٰكِنَّهُ بَاطِلٌ يَدُلُّ عَلَى بَاطِلٍ)) ❶

''سنت کی مثال تو نوح علیہ السلام کی کشتی کی طرح ہے، جو اس میں سوار ہو گیا اُس نے نجات پالی اور جو اس سے پیچھے رہ گیا (اور اس میں سوار نہ ہو سکا۔) وہ غرق ہو گیا (بدعت وخرافات کے گہرے سمندر میں) اور پھر آپ رحمہ اللہ نے یہ بھی فرمایا کہ: اگر کلام کرنا کوئی علم ہوتا تو اس میں صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم ضرور گفتگو کرتے۔ (یعنی اپنی آراء کا اظہار دین کے بارے میں بہت کرتے۔) جیسے کہ انہوں نے احکام میں گفتگو کی ہے۔ لیکن علم کلام باطل ہے، جو باطل پر دلالت کرتا ہے۔''

ابن الماجشون رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ میں نے امام مالک رحمہ اللہ کو سنا، فرماتے تھے:

((مَنِ ابْتَدَعَ فِي الْاسَلامِ بِدْعَةً يَراهَا حَسَنَةً ، فَقَدْ زَعَمَ أَنَّ مُحَمَّداً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَانَ الرِّسَالَةَ ، لأَنَّ اللّٰهَ يقولُ ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ﴾ فما لَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ دِيْنًا فَلا يَكُونُ الْيَوْمَ دِيْناً .)) ❷

''جو شخص اسلام میں کسی بدعت کو ایجاد کرے اور اسے وہ نیکی سمجھ رہا ہو تو گویا وہ یہ گمان رکھتا ہے کہ (نعوذ باللہ) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت ورسالت میں خیانت کی تھی۔ اس لیے کہ اللہ عزوجل قرآن میں فرماتے ہیں: ﴿ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي

❶ البغوی فی شرح السنة و "مفتاح الجنة فی الاعتصام بالسنة" للسیوطی

❷ الاعتصام للامام الشاطبی.

وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ (المائدہ:۳) ''آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور تم لوگوں پر اپنا احسان و انعام پورا کر دیا ہے اور میں نے تمہارے لیے دین اسلام کو پسند کرلیا ہے۔''...... چنانچہ اس وقت (یعنی نبی مکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں) جو چیز دین نہیں تھی وہ آج بھی دین نہیں ہے۔''

۱۹...... امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((أُصُولُ السُّنَّةِ عِنْدَنَا : التَّمَسُّكُ بِمَا كَانَ عَلَيْهِ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَالْاِقْتِدَاءُ بِهِمْ ، وَتَرْكُ الْبِدَعِ ، وَكُلُّ بِدْعَةٍ فَهِيَ ضَلَالَةٌ .)) ❶

''ہمارے نزدیک اُصول سنت یہ ہیں: (۱)...... جس مسلک و منہج اور صراطِ مستقیم پر رسول اللہ ﷺ کے صحابہ تھے اُسے مضبوطی سے تھامے رکھنا اور اُنہی حضرات کی اقتداء کرنا۔ (۲)...... اور بدعات وخرافات کو ترک کر دینا۔ اور یہ بات جان لیجیے کہ ہر بدعت ہی گمراہ ہے۔''

۲۰...... جناب حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر (تابعین میں سے) کسی شخص نے سلف صالحین (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین) کو پایا ہوتا (اور اُن سے اکتساب علم ودین کیا ہوتا) اور پھر آج (بوقت وفات امام حسن بصری ۱۱۰ھ کہ جو تبع تابعین کا دور تھا۔) اسے قبر سے اُٹھا لیا جاتا تو وہ اسلام کی کسی چیز کو پہچان نہ سکتا۔''

ان کا یہ اثر روایت کرنے والا راوی کہتا ہے کہ: پھر آپؒ نے اپنا ہاتھ اپنے گال پر رکھا اور فرمایا: سوائے اس نماز کے۔'' اور پھر فرمایا: البتہ اللہ کی قسم! جس شخص نے

---

❶ رواه اللالكائي في شرح اصول أهل السنة .

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دور کو نہ پایا ہو اور وہ زمانے کی سختی والے اس دَور میں اس طرح زندگی گزار رہا ہو کہ وہ کسی بدعت کو دیکھے جو اپنی بدعت کی دعوت دے رہا ہو اور کسی دنیا دار کو دیکھے کہ وہ اپنی دنیا کی طرف اُسے دعوت دے مگر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے اس فتنے سے بچا لے اور اس کے دل کو اس طرح کر دے کہ وہ سلف صالحین کا ہی مشتاق رہے اور وہ انہیں کے طریق و منہج کے بارے میں دریافت کرتا رہے اور اُنہیں کے آثار کو بیان کرتا رہے اور اُنہیں کی راہ پر چلتا رہے تو اس آدمی کو بہت بڑا اجر و انعام (اللہ رب العالمین کی طرف سے) عطا ہوگا۔ پس لوگو! اللہ چاہے تو اس طرح کے بن جاؤ۔'' ❶

۲۱......ایک باعمل بڑے عالم جناب فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کی بات کس قدر شاندار ہے۔ فرماتے ہیں: ''ہدایت مستقیم کی راہوں پر چلو۔ اس راہ پر چلنے والوں کی قلت تعداد تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گی۔ البتہ گمراہی کے راستوں سے بچو۔ اور ہلاک و برباد ہونے والوں کی کثرت دیکھ کر کہیں اُن پر فریفتہ نہ ہو جاؤ۔'' ❷

۲۲......سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اُس شخص سے کہ جس نے آپؓ سے مسئلہ دریافت کیا اور آپؓ کے جواب میں اُس نے کہا تھا: تمہارے ابو جان (امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ) نے تو اس سے منع فرمایا ہے...... فرمایا تھا:

((أَأَمْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَحَقُّ أَنْ يُتَّبَعَ ، أَوْ أَمْرُ أَبِيْ؟ .)) ❸

''کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم زیادہ حق رکھتا ہے کہ اس کی اتباع کی جائے یا میرے باپ کا حکم؟''

---

❶ دیکھیے: ابن وضاح رحمہ اللہ کی ''البدع والنهي عنها''
❷ دیکھیے: امام شاطبی رحمہ اللہ کی ''الاعتصام''
❸ زاد المعاد لابن قیم

دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمیعاً کی نسبت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بدعات کا انکار ورد کرنے اور سنت مطہرہ کی اتباع کرنے میں زیادہ سخت تھے۔ ایک بار آپؓ نے ایک شخص کو سنا کہ اس نے چھینک آنے کے بعد کہا: ((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ)) تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: ((مَا هٰكَذَا عَلَّمَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بَلْ قَالَ: ((اِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَلْيَحْمَدِ اللّٰهَ)) وَلَمْ يَقُلْ: وَلْيُصَلِّ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ)) [1] ''(میں بھی ایسا کہہ سکتا ہوں جیسا تم کہہ رہے ہو، مگر بات یہ ہے کہ) رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس طرح نہیں سکھایا، بلکہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی چھینک مارے تو وہ (صرف) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہے۔ اور آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ: وہ رسول اللہ ﷺ پر درود بھی بھیجے۔''

۲۳......سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس شخص سے کہ: جس نے سنت کا معارضہ سادات ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے قول سے کیا تھا...... فرمایا تھا:

((يُوْشَكُ أَنْ تَنْزِلَ عَلَيْكُمْ حِجارَةٌ مِنَ السَّمَاءِ، أَقولُ لَكُمْ: قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَتقُولُونَ: قَالَ أَبُوبَكْرٍ وَّعُمَر)) [2]

''اس بات کا ڈر لگ رہا ہے کہ تمہارے اُوپر آسمان سے کہیں پتھر نہ برس پڑیں۔ میں تم لوگوں سے کہتا ہوں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے اور تم کہتے ہو: ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما یوں کہتے ہیں۔''

اپنی ایک دوسری گفتگو میں سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اہل السنۃ والجماعۃ اہل الحدیث کا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: اہل السنۃ والجماعۃ اہل الحدیث کے کسی شخص کو دیکھ لینے سے سنت کی طرف دعوت ملتی ہے اور اس کا کردار بدعت سے خود بخود منع کرتا ہے۔

---

[1] أخرجه الترمذي في سننه بسند حسن. كتاب الأدب/ باب ما يقول العاطس/ حديث: ۲۷۳۸

[2] رواه عبدالرزاق في "المصنف" بسند صحيح.

۲۴......امام سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب تمہیں دُور مشرق میں کسی اہل الحدیث شخص کے بارے میں خبر پہنچے کہ ایسا اللہ کا صالح بندہ مشرق بعید میں کہیں رہتا ہے تو اس کی طرف سلام بھیجو۔ دنیا میں اہل السنۃ اہل الحدیث بہت تھوڑے رہ گئے ہیں۔

۲۵...... جناب محدّث ایوب سختیانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مجھے جب کسی اہل الحدیث شخص کی موت کے بارے میں خبر ملتی ہے تو یوں لگتا ہے گویا میرے جسم کا کوئی حصہ مفقود ہو گیا ہے۔

۲۶......جعفر بن محمد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام قتیبہ رحمہ اللہ کو سنا فرماتے تھے:

''جب تم دیکھو کہ آدمی اہل الحدیث سے محبت کرتا ہے جیسے کہ جناب یحییٰ بن سعید، عبدالرحمٰن بن مہدی، احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ اور دیگر کبار محدثین وآئمہ کرام ہیں، رحمہم اللہ جمیعاً، تو جان لیجیے کہ وہ (اس علامت کی بنا پر) حدیث وسنت پر ہے۔ اور جو آدمی ان احباب کی مخالفت کرے تو جان لیجیے کہ وہ ''بدعتی'' ہے۔''

۲۷......امام ابراہیم النخعي رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((لَوْ أَنَّ أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ مَسَحُوْا عَلَى ظُفرٍ لِمَا غَسَلْتُه: اِلْتَمَاسَ الْفَضْلِ فِي اِتِّبَاعِهِمْ .))❷

''اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم اپنے کسی ناخن پر مسح کرتے رہے ہوں (اور مجھے اس کا علم ہو جائے) تو میں اُسے کبھی نہ دھوؤں اور یہ ان حضرات گرامی قدر کی اتباع میں فضل وشرف کی تلاش میں کروں۔''

۲۸...... جناب عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ''میرے بھائی! اس بات کو جان لیجیے کہ: ہر اس مسلمان کے لیے کہ جس کی

---

❶ رواه اللالكائي في: شرح اصول اعتقاد اهل السنة ❷ رواه أبوداود في السنة.

موت آج اس حالت میں واقع ہو کہ وہ سنّت پر عمل کرتے ہوئے اللہ کریم سے جا ملے، اس کے لیے یہ موت نہایت عزت والی ہے۔ ہم سب اللہ کی ملکیت ہیں اور بلا شبہ ہم نے اُسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔ ہم اپنی وحشت، اپنے سلفی بھائیوں کے دنیا سے چلے جانے، اعوان و مددگاروں کی قلت اور بدعات کے چھا جانے کی شکایت ایک اللہ سے ہی کر سکتے ہیں۔ اس طرح ہم علمائے حق اور اہل السنۃ والجماعۃ اہل الحدیث کے دنیا سے اُٹھ جانے اور بدعات کے بکثرت ظہور کی وجہ سے اس اُمت میں جو بہت بڑا فتنہ پیدا ہو گیا ہے اس کا شکوہ بھی ایک اللہ ذوالجلال سے ہی کر سکتے ہیں۔

۲۹......علامہ فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''بلا شبہ اللہ عزوجل کے کچھ ایسے بندے ہیں کہ رب کریم ان کے ذریعے ملکوں، شہروں کو زندہ رکھتا ہے (یعنی قرآن وسنت والا دین حنیف وہاں عملی صورت میں زندہ نظر آتا ہے۔) اور وہ ہیں اہل السنۃ والجماعۃ اہل الحدیث۔'' [1]

۳۰......سلفی جماعت حقہ اہل الحدیث، اہل السنۃ والجماعۃ کے بارے میں امام شافعی رحمہ اللہ نے کس قدر سچی بات بیان فرمائی ہے:

((إِذَا رَأَيْتُ رَجُلاً مِنْ أَصْحَابِ الْحَدِيْثِ فَكَأَنِّي رَأَيْتُ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ.)) [2]

''جب میں اصحاب الحدیث میں سے کسی شخص کو دیکھتا ہوں تو یوں لگتا ہے کہ گویا میں رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے کسی آدمی کو دیکھ رہا ہوں۔''

۳۱......امام مالک رحمہ اللہ نے ایک ایسا عظیم قاعدہ وضع کیا ہے کہ آئمہ کرام رحمہم اللہ کے

---

[1] رواه اللالكائي في شرح أصول اعتقاد اهل السنة

[2] أخرجه الخطيب في "شرف أصحاب الحديث."

جو اقوال ہم نے اوپر ذکر کیے ہیں، گویا وہ ان سب کا خلاصہ بیان کر رہا ہے۔

امام صاحب فرماتے ہیں:

((لَنْ يَصْلُحَ آخِرُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ إِلَّا بِمَا صَلُحَ بِهِ أَوَّلُهَا: فَمَا لَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ دِيْنًا لَا يَكُوْنُ الْيَوْمَ دِيْنًا .)) ❶

''اس اُمت کے آخر والے لوگوں کی ہرگز اصلاح نہ ہو سکے گی مگر صرف اسی چیز (علم وعمل) کے ساتھ کہ جس سے اس اُمت کے پہلے لوگوں کی اصلاح ہوئی تھی۔ چنانچہ جو علم اور قول وعمل اس وقت (نبی مکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے دور میں) دین نہیں تھا وہ آج بھی دین نہیں ہو سکتا۔''

یہ تھے سلف صالحین اہل السنۃ والجماعۃ کے آئمہ کرام میں سے بعض کے اقوال۔ اور وہ تمام مخلوق میں سے زیادہ نصیحت والے تھے۔ ور وہ اپنی اُمت میں سب سے زیادہ نیک اور جس چیز میں اُن کی اصلاح اور ان کی اہنمائی ہوتی اس کا وہ سب سے زیادہ علم رکھنے والے تھے۔ وہ لوگ اللہ رب العالمین کی کتاب (قرآنِ مجید) اور اللہ عزوجل کے رسول ﷺ کی سنت کو علمی، عملی اور منہجی طور پر مضبوطی سے تھامے رکھنے کی وصیت کیا کرتے تھے۔ اسی طرح وہ دین میں پیدا کیے جانے والے نئے نئے اُمور اور بدعات وخرافات سے خبردار کرتے ہوئے اُمت کو اسی طرح خبر دیا کرتے (اور نبی مکرم ﷺ کی احادیث مبارکہ پہنچایا کرتے) تھے کہ جیسا اُنہیں خود خاتم الانبیاء والرسل ﷺ نے سکھایا تھا۔ اور وہ یہ کہ خلاصی اور نجات کا راستہ صرف نبی معظم ﷺ کی سنت اور آپ کی راہنمائی کو عملاً مضبوطی سے تھامنے میں ہے۔

❶ انظر: الشفاء للقاضی عیاض، ج ۲، ص ۸۸۔

سلف صالحین اہل السنۃ والجماعۃ کے عقیدۂ خالص کی طرف دعوت دینے کے اُصول وضوابط اور شروط

محترم بھائی! عقیدۂ سلف صالحین کی طرف دعوت کی تین شروط ہیں:

ا......عقیدہ کا خطاؤں سے پاک ہونا۔ اور وہ یہ ہے کہ: توحید ربوبیت، توحید الوہیت (بمع توحیدِ حاکمیّت)، توحید الاسماء والصفات، عقیدہ کے تمام مسائل اور ایمان کے سب ابواب میں ہم بھی بالکل اسی طرح کا عقیدہ رکھیں جس طرح کا ان تمام اُمور میں عقیدہ تھا۔

ب...... دوسری شرط منہج ومسلک کا خطاؤں سے پاک ہونا ہے۔ یعنی کتاب وسنت کے فہم میں جس روشنی پر اُنہوں نے اُصول وقواعد کو وضع کیا تھا ہم بھی اُنہیں اُصول وضوابط اور قواعد کی پابندی کریں۔

ج......عمل بھی غلطیوں سے صحیح سالم ہو۔ یعنی ہم دین اسلام کے اُصول وفروغ پر عمل کرتے ہوئے کہیں بدعات کا ارتکاب نہ کر بیٹھیں۔ بلکہ ہر ہر عمل خالصتاً اللہ عزوجل کی خاطر اور اس کی شریعتِ مطہرہ کے عین مطابق ہو۔ چاہے یہ عمل اعتقادی ہو، چاہے فعلی ہو اور چاہے قولی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ عزوجل کی طرف دعوت تمام اعمال سے زیادہ معزز ومشرف عمل ہے اور تمام عبادات سے زیادہ بلند درجے والی عبادت۔ اور یہ عمل اللہ کے تمام رسولوں صلوٰت اللہ وسلامہ علیہم اجمعین کے خصائص میں سب سے بڑی خصوصیت والا عمل تھا۔ اسی طرح دعوت الی اللہ کا عمل اللہ کے اولیاء کرام اور اُس کے منتخب شدہ

صالح بندوں کی سب مہمات سے زیادہ واضح اور بڑی مہم ہوا کرتی تھی۔ چنانچہ اللہ رب العالمین کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿ وَ مَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَاۤ اِلَى اللّٰهِ وَ عَمِلَ صَالِحًا وَّ قَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۳۳﴾ وَ لَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَ لَا السَّیِّئَةُ ؕ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَ بَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ﴿۳۴﴾ ﴾

(حٰم السجده: ۳۳، ۳٤)

''اور اُس سے زیادہ اچھی بات کس کی ہو سکتی ہے جو اللہ کی (تابع داری) کی طرف (لوگوں) کو بلائے اور (خود بھی) اچھے کام کرے اور (زبان سے) کہے میں بھی (اللہ کا) تابعدار ہوں۔ بھلائی اور برائی برابر نہیں ہو سکتی، برائی کا بدلہ اچھے سے اچھا کر، (ایسا کرے تو دیکھ لے گا) جو تیرا دشمن تھا وہ ایک دَم سے ایسا ہو جائے گا جیسے (تیرا) دل سوز دوست۔''

اور ہمیں رسول اللہ ﷺ نے سکھا دیا ہے کہ ہم لوگوں کے پاس اللہ کی دعوت کس طرح لے کر جائیں۔ اور انہیں اللہ کی توحید اور اُس کا دین کیسے پہنچائیں۔ چنانچہ جو اللہ کا صالح بندہ یہ عظیم فریضہ سرانجام دینا چاہتا ہو اس کے لیے رسول اللہ ﷺ کی سیرت مطہرہ میں بہت زیادہ دروس و اسباق موجود ہیں۔

عقیدۂ سلف صالحین کی طرف دعوت دینے والوں پر واجب ہے کہ وہ دعوت الی اللہ میں نبی معظم ﷺ کی مکمل اتباع کریں۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے منہج پر دعوت الی اللہ کے اُسلوب میں بیان صحیح ہوتا ہے کہ جو دعاۃ کو ان تمام مناہج سے مستغنی کر دے گا جو لوگوں نے خود وضع کر رکھے ہیں۔ (اور ان کا شمار بھی بدعات میں ہوتا ہے۔) اور یہ اسالیب نبی مکرم ﷺ کے منہج اور آپ ؐ کی سیرت کے مخالف ہیں۔ چنانچہ یہاں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ زمان و مکان (اور زبانوں) کے

فرق کے باوجود داعیانِ کرام پر واجب ہے کہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف اُسی طرح دعوت دیں جس طرح ہمارے سلف صالحین دعوت دیا کرتے تھے۔ اس فہم صحیح کی بنیاد پر میں نے داعیانِ الی اللہ کے لیے بعض اُصول وضوابط اور منطلقات کو درج کرنا ضروری جانا ہے تاکہ اس سے ہمارے ان محترم بھائیوں کو لوگوں کی اصلاح کرنے میں پورا پورا فائدہ پہنچ سکے۔

داعیان الی اللہ کے بنیادی اُصول وضوابط:

ا...... اس بات کو اولاً جان لیجیے کہ اللہ رب العالمین کی (ذات وصفات عالیہ، اُس کی الوہیت وربوبیت اور حاکمیت کی توحید خالص کی) طرف دعوت دینا دنیا وآخرت میں نجات کے راستوں میں سے ایک عظیم راستہ ہے۔ اور اگر اللہ عزوجل آپ کے ذریعے کسی ایک شخص کو بھی ہدایت دے دے تو یہ تمہارے لیے بہت سارے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ اور یہ کہ اس عمل میں مجرد دعوت کا فریضہ سرانجام دیتے ہی اجر وانعام کھاتے میں لکھ دیا جاتا ہے اور اس کے لیے دعوت کو قبول کر لیے جانے کی شرط بھی نہیں ہے۔ اسی طرح دعوت دینے والے سے اسلام کی مدد کا متحقق ہونے والا مطالبہ بھی نہیں ہوگا۔ (کہ اس کی دعوت سے دین اسلام کی نصرت ومدد ہوئی یا نہیں۔) یہ اللہ عزوجل کا معاملہ ہے اور یہ اُسی کے ہاتھ میں ہے۔ لیکن یہ ہے کہ اللہ عزوجل کی طرف دعوت دینے والا اس راہ میں اپنی کوشش وہمت اور صلاحیت صرف کرنے کا مکلّف ومطالب البتہ ضرور ہے۔

داعی الی اللہ کے لیے دعوت کی تیاری شرط ہے جب کہ اللہ عزوجل کی طرف سے مدد کا وعدہ پکا ہے۔ دعوت الی اللہ بھی جہاد فی سبیل اللہ کی صورتوں میں سے ایک صورت ہے جو کہ غلبۂ دینِ حق کے مقصد اور اعلاء کلمۃ اللہ کے نتیجہ کے لیے قتال فی سبیل اللہ کے ساتھ مشترک ہوتی ہے۔

۲......اس اُمت خیر الامم کے منہج سلف صالحین کی نہایت گہرائی کے ساتھ تحقیق وتاکید اس عملِ عظیم کا دوسرا قاعدہ ہے۔ وہ اسلوب وطریق جو منہج اہل السنۃ والجماعۃ اہل الحدیث کا پورا پورا نمونہ ہو۔ اور یہ منہج افراط وتفریط سے دُوری اختیار کرتے ہوئے اعتدال ووسطیت کی راہ پر ہو اور دین حنیف کے تمام حصوں پر مشتمل ہو۔ (یہ نہ ہو کہ اسلام کے بعض حصوں کو بیان تو کیا جائے مگر دوسرے احکام ومسائل اور فضائل کو چھوڑ دیا جائے۔) کتاب اللہ وسنت صحیحہ کے پابند شرعی علم کے دائرۂ کار میں رہتے ہوئے کام میں تسلسل، اللہ کے فضل سے تنزل وتباہی اور زوال سے بچا کر رکھتا ہے۔ اور یہ تسلسل انبیاء کرام علیہم السلام والی راہ پر چلنے میں اس شخص کے لیے نور ثابت ہوتا ہے کہ جو بالعزم یہ دعوت الی اللہ کا کام کرنا چاہے۔

۳......مسلمانوں کی جماعت وجمیعت کو ان کی پہلی حالت پر واپس لانے کے لیے کوشش کی پوری پوری طمع ہو اور درج ذیل سنہری کلمات کے ادا کرنے کے منہج کو مضبوطی سے تھامتے ہوئے اہل اسلام کو حق پر لانے کے لیے ان کے کلمہ کی وحدت پر بھی پوری حرص وطمع ہو۔ فرمایا: ''مسلمانوں کی وحدت کلمہ کی اساس دراصل کلمۂ توحید ہے بس۔'' یہ کام اُس گروہ بندی والے مذموم عمل سے دُور رہتے ہوئے کیا جائے کہ جس نے آج تمام اسلامی جمیعات اور جماعتوں کو علیحدہ علیحدہ کر کے رکھ دیا ہے اور مسلمانوں کے درمیان فرقہ ڈال رکھا ہے اور یہ کہ ان کے دلوں کو ایک دوسرے سے دُور کر رکھا ہے۔ اور (آج) ان سب لوگوں کے لیے کہ جو دعوت الی اللہ میں اکٹھے ہو گئے ہوں (جس جماعت کو دوبارہ منظم کرنے کی بات ہو رہی ہے تو) اس ضمن میں صحیح فہم ''تمام مسلمانوں میں سے (راہِ حق پر قائم) ایک جماعت'' ہے نہ کہ ''جماعۃ المسلمین۔''

۴......واجب ہے کہ ''محبت، دوستی، وفاداری اور اطاعت دین حنیف کے لیے ہو نہ

کہ افراد و اشخاص کے لیے۔'' اس لیے کہ حق باقی رہنے والا ہے جب کہ اشخاص وافراد مٹ جانے والے ہوتے ہیں۔ آپ حق کی پہچان کروائیں اس سے آپ اہل حق کی پہچان (مثالیں دے کر) خود بخود کروالیں گے۔

۵......اہل ایمان واسلام کے مابین باہمی تعاون کی طرف اور جو بھی ذریعہ و وسیلہ اس تعاون کی طرف لے جانے والا ہو اس کی طرف دعوت دینا بھی ایک ضابطہ دعوت الی اللہ ہے۔ اسی طرح اختلافی مقامات و مسائل سے دُوری اور ہر وہ ذریعہ کہ جو اختلاف بین المسلمین کا سبب بننے والا ہو اس سے دُور رہنا بھی اس ضابطہ کا حصہ ہے۔ ہمیں ایک دوسرے کی مدد کرنی چاہیے اور ایک دوسرے کو ان معاملات سے متعلق کہ جن میں ہم اختلاف کا شکار ہوں، نصیحت بھی کرتے رہنا چاہیے اور ایک دوسرے سے بغض رکھنے والے قبیح عمل سے دُور رہنا چاہیے۔ تمام اسلامی جمیعات اور جماعتوں کے مابین اصل چیز ایک دوسرے سے تعامل اور وحدت ہے۔ اور اگر ایسا ممکن نہ ہو تو تعاون ضروری ہے۔ اور اگر تعاون بھی ناممکن ہو تو پھر'' خود جیو اور دوسروں کو جینے دو'' والے ضابطہ پر عمل ہو۔ بصورتِ دیگر تباہی کے سوا کچھ نہیں۔

٦......جب تک شریعت مطہرہ کے موافق اور افراط و تفریط سے دُور ہو، غلبہ دین حنیف کے لیے ہر وہ قابل تعریف کوشش کہ جو دوسرے لوگ کر رہے ہوں اس کا خیر مقدم کرنا چاہیے۔ اور جس جماعت کی طرف آدمی منسوب ہو اس پر عدم تعصب بھی دعوت دلی اللہ کا ایک ضابطہ ہے۔

ے......شریعت مطہرہ کے فروعی مسائل میں اختلاف...... ایک دوسرے کو نصیحت اور باہم گفتگو کرنے کو واجب کرتا ہے نہ کہ ایک دوسرے سے جھگڑا کرنا اور قتل و غارت کرنا۔

۸......دعوت الی اللہ کا ایک قاعدہ ذاتی محاسبہ، قرآن و حدیث اور دیگر مصادر کی طرف ہمیشہ مراجعت اور ہمیشہ جاری رہنے والی اصلاح اور سدھار ہے۔

۹......اختلاف کے شرعی آداب کا سیکھنا، باہمی گفتگو کے اُصول کا گہری نظر سے مطالعہ کرنا اور ان دونوں کی اہمیت کا اقرار اور علمی دلائل کا مالک ہونے کی ضرورت بھی دعوت الی اللہ کا ایک ضابطہ ہے۔

۱۰......فیصلہ کو عام کرتے ہوئے اُسے پھیلا دینے سے بچنا اور اس کی مصیبتوں سے متنبہ رہنا، اور افراد کے خلاف فیصلہ میں انصاف نہ کرنے سے بچنا بھی ایک اُصولِ دعوت الی اللہ ہے۔ مخالفت سے ہٹ کر ظاہری حالت پر فیصلہ کرنا بھی انصاف میں سے ہے۔

۱۱......غرض و غایت اور ذریعہ کے درمیان تمیز کرنا بھی دعوت کا ایک اُصول ہے۔ مثلاً دعوت الی اللہ ایک مقصد ہے۔ لیکن اس کے لیے جدو جہد کرنا جماعت اور مرکز سے منسلک رہنا وغیرہ، یہ سب وسائل و ذرائع ہیں۔

۱۲......مقاصد و اہداف میں ثابت قدم رہنا بھی اس موضوع کی ایک اصل ہے، جب کہ شریعت مطہرہ کی دی ہوئی اجازت کے مطابق وسائل و ذرائع میں رعایت کرنا بھی جائز ہے۔

۱۳......سب سے اوّل و مقدّم چیزوں کے معاملہ میں رعایت کرنا (مثلاً کہاں، کونسے لہجہ و اسلوب میں گفتگو کرنا زیادہ اہمیت کا حامل ہے وغیرہ وغیرہ) اور اہمیت کے اعتبار سے اُمور کا مرتب کرنا بھی دعوت الی اللہ کے قاعدوں میں سے ایک قاعدہ ہے۔ اور جب کوئی فرعی یا جزئی قضیہ نبٹانا نہایت ضروری ہو تو پھر ضروری ہے کہ آپ اُس کی جگہ یا وقت اور اس کی مناسب حالت میں پہنچیں۔

۱۴......داعیانِ الی اللہ کے درمیان حالات اور خبروں کا تبادلہ نہایت اہم معاملہ ہے۔

(یعنی دعوت کی رپورٹ اور نتیجہ پیش کرنا اور اس پر تبادلہ خیال کرنا۔) اور اس ضمن میں سابقہ تجربات پر اعتماد و بنا کرنا بھی دعوت الی اللہ کا ایک اُصول ہے۔ داعی الی اللہ کو کبھی فارغ نہیں رہنا چاہیے اور نہ ہی فراغت کا اسے آغاز کرنا چاہیے۔ وہ کوئی پہلا شخص نہیں ہے کہ جو اس دین (اسلام) کی خدمت میں نہایت توجہ سے لگا ہے اور نہ ہی وہ ہرگز ان لوگوں میں سے آخری شخص ہے کہ جو خدمت دین میں نہایت توجہ سے کام میں لگے ہوئے تھے۔ (کہ اس کی فراغت سے دعوت و اصلاح اور تبلیغ کا کام رُک جائے گا۔ اس سے دوسروں کے ساتھ ساتھ بھلا اس کا اپنا بھی ہو رہا ہے۔) اور اس لیے بھی کہ بلاشبہ نہ ہی اس سے پہلے ایسا کوئی شخص پایا گیا اور نہ ہی ہرگز آئندہ پایا جائے گا کہ جو نصیحت اور راہنمائی کا محتاج نہ ہو۔ (اس لیے داعی الی اللہ کو بھی اگر کوئی نصیحت کرے یا اس کی کوئی راہنمائی کرے تو اُسے کھلے دل کے ساتھ اس کو قبول کر لینا چاہیے۔) اور ایسا بھی کوئی شخص نہیں گزرا کہ جو تمام کے تمام درست اوصاف اور صحیح باتوں کو ہی اپنی ذات میں جمع کیے ہوئے ہو۔ (یعنی انبیاء کرام کے علاوہ کمی، کوتاہی ہر شخص میں ہوتی ہے۔ اس لیے اس میدان میں ایسی باتیں سوچ کر کبھی دل چھوٹا نہیں کرنا چاہیے۔)

۱۵...... عقیدہ توحید خالص کے بہت اچھا ہونے والی صفت سے متصف اور تـمسّك بـالسـنّة النّبوية على صاحبها التحية والسلام سے متصف اُمت اسلامیہ کے معروف علماء کرام کا احترام کرنا، ان سے علم کا اکتساب کرنا (براہِ راست یا اُن کی کتابوں سے) ان کی توقیر کرنا اور ان پر ظلم و زیادتی نہ کرنا، ان کی ہتک عزت سے زبان اور ہاتھ کو روک کر رکھنا۔ اور ان کی نیتوں میں شک کا شکار نہ ہونا، (مسلکی و مذہبی الزامات سے ہٹ کر) ان کی طرف تہمتوں کو منسوب نہ کرنا۔ بھی دعوت الی اللہ کے ضابطوں میں سے ایک اُصول اور قاعدہ ہے۔ جب کہ ہر عالم

سے غلطی بھی سرزد ہو سکتی ہے اور اس سے درست فیصلے بھی ہوتے ہیں۔ اور یہ بات یاد رکھیے کہ غلطی، غلطی کرنے والے پر پیش کی جائے گی مگر اس کے ساتھ ساتھ اس کی فضیلت اور قدر و منزلت تب تک قائم رہے گی جب تک وہ مجتہد رہے گا۔

۱۶......اہل اسلام کے بارے میں حسن ظن رکھنا اور ان کی گفتگو کو اس کے اچھے مقامات پر سمجھنا (بدگمانی نہ کرنا) اور ان کے عیبوں کو چھپانا کہ جس کے عیب ہوں اس سے عدم غفلت کی وجہ سے بیان کر بیٹھنے سے بچنا بھی دعوت الی اللہ کا ایک اُصول ہے۔ (یعنی طعن و تشنیع کے لیے لوگوں کے عیب ان کو نہ بتلائے جائیں۔ بلکہ اصلاح کی غرض سے اگر ہوں تو پھر درست ہے۔ مگر اسلوب قابل قبول ہو۔)

۱۷......اگر کسی شخص کی خوبیاں غالب ہوں تو سوائے کسی مصلحت کے اس کی برائیوں کا تذکرہ نہ کیا جائے۔ اور اگر کسی آدمی کی برائیاں غالب ہوں تو پھر اس کی اچھائیوں کا تذکرہ نہ کیا جائے، اس ڈر سے کہ عامۃ الناس پر معاملہ کہیں دھوکہ دینے والا نہ بن جائے۔

۱۸......شرعی الفاظ کا استعمال نہایت باریک بینی اور صحت و درستگی کے ساتھ ہو۔ اور غیر شرعی و غیر عربی اور پیچیدہ الفاظ کے استعمال سے بچنا بھی دعوت الی اللہ کے لیے مفید ہے۔ مثلاً: شوریٰ کی بجائے اسمبلی وغیرہ کے الفاظ۔

۱۹......فقہی مذاہب و مسالک کے بارے میں صحیح موقف اختیار کرنا بھی دعوت اِلی اللہ کا ایک ضابطہ ہے۔ یہ ہمارے اوپر ایک بہت بڑی فقہی ذمہ داری ہے کہ ہم اس کا دراسہ کریں اور ان فقہی مذاہب سے مستفید ہوں نہ کہ ان کے بارے میں تعصب اختیار کریں۔ اجمالاً ان کا ردّ نہ کریں البتہ ان میں سے ضعیف آراء سے اجتناب کریں اور کتاب و سنت کی روشنی میں ان میں سے صحیح، درست اور

حق کو سلف صالحین کے فہم کے مطابق لے لیں۔

۲۰......مغرب کے صحیح موقف کو محدود کر کے ہم اُن کے تجرباتی علوم سے اپنے دین عظیم کے اُصول وضوابط کے مطابق فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔

۲۱......دعوت الی اللہ میں مشورہ کی اہمیت کا اقرار اور داعی الی اللہ کے لیے مشورہ و استشارہ سے متعلق تفقہ فی الدین کا سیکھنا بھی نہایت ضروری ہے۔ (اس سے دعوت میں نکھار آتا ہے۔)

۲۲......اپنی ذات میں اعلیٰ سیرۃ کا نمونہ (تاکہ مخاطبین دینی تعلیمات کا عملی نمونہ دیکھ کر اپنا عقیدہ و عمل مضبوط کر سکیں۔) داعی الی اللہ اپنی دعوت کا آئینہ اور نمونہ ہوتا ہے کہ جس سے نصیحت حاصل کی جائے۔

۲۳......حکمت ودانائی اور موعظہ حسنہ کو اختیار کرنا اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے درج ذیل فرمان کو دعوت الی اللہ اور اس دعوتی راہ پر چلنے کے لیے ایک پیمانہ بنانا بھی اُصول دعوت میں سے ایک اصل عظیم ہے۔ فرمایا:

﴿ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝ ﴾ (النحل:۱۲۵)

''(اے پیغمبر) لوگوں کو حکمت (اور تدبیر) اور اچھی نصیحت سے (جس میں سختی نہ ہو ملائمت سے سمجھا کر) اپنے رب کی راہ کی طرف بلا۔ اور ان سے بحث کرو تو اس طور سے جو پسندیدہ ہو، بیشک تیرا رب خوب جانتا ہے۔ کون اس کی راہ سے بھٹک گیا ہے؟ اور جن لوگوں نے راہ پائی ان کو بھی وہ خوب جانتا ہے۔'' [1]

---

[1] یعنی دعوت میں صرف ان چیزوں کا خیال رکھا جائے۔ ایک حکمت اور دوسرے اچھی نصیحت۔ حکمت کا مطلب یہ ہے کہ نہایت سنجیدہ طریقہ سے مخاطب کی ذہنیت کا لحاظ کرتے ہوئے بات پیش کی ⇦⇦⇦

۲۴......صبر و تحمل کے زیور سے آراستہ ہونا بھی اُصول دعوت میں سے ایک ضابطہ ہے۔ اس لیے کہ صبر و تحمل اور استقامت انبیاء کرام علیہم السلام کی صفت ہے اور ان کی دعوت کی کامیابی کا مدار ومحور بھی۔

۲۵......دعوت الی اللہ میں تشدد اختیار نہ کیا جائے بلکہ تشدد کی مشکلات و مصائب اور منفی نتائج سے خبردار رہنا چاہیے اور نرمی و آسانی پر عمل کیا جائے، ان حدود کے اندر رہتے ہوئے کہ جن کی اجازت شریعت مطہرہ نے دی ہے۔ (نرم الفاظ اور میٹھی زبان کے ساتھ لوگوں کو ان کی غلطیوں سے خبردار کیا جائے۔)

۲۶......مسلمان آدمی ہمیشہ حق کا طالب رہتا ہے اور دعوت الی اللہ میں شجاعت و بہادری سے حق بیان کرنا نہایت ضروری مطلوب و مقصود ہے۔ اور اگر آپ قولِ حق بیان کرنے سے عاجز ہوں تو باطل و ناحق بھی بیان نہ کریں۔

۲۷۔ فتنہ وفتور اور ان کے منفی نتائج سے بچ کر رہنا اور ان کے اسباب کے دراسہ سے غفلت کا شکار نہ ہونا اور ان کے علاج کے راستوں کا ادراک بھی دعوت الی اللہ کا ایک اہم ضابطہ و قاعدہ ہے (جس گفتگو اور بیان سے معاشرے میں فتنہ و فساد پھیلنے کا خطرہ ہو وہ ہرگز نہ کریں۔)

۲۸......افواہوں اور افواہ کی ترویج سے بچ کر رہنا اور اسلامی ماحول میں ان کے آثار سے جو نتائج مرتب ہوتے ہیں ان سے خبردار رہنا بھی دعوت الی اللہ کا ایک اُصول ہے۔ (افواہ سے دین نہیں جھوٹ پھیلا کرتا ہے۔)

۲۹......فضل و کمال میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا پیمانہ اسلام میں تقویٰ اور

⇦⇦⇦ جائے۔ اور اچھی نصیحت کا مطلب یہ ہے کہ نہایت نرمی اور دلسوزی سے نصیحت کی جائے تا کہ مخاطب سن کر متاثر ہو اور سمجھے کہ میرے ہی فائدہ کی خاطر یہ بات کہی جا رہی ہے۔ یعنی نہایت نرمی اور محبت سے اخلاق و تہذیب کے دائرہ کے اندر رہتے ہوئے، نہ کہ جھڑک کر اور دل آزار باتیں بنا کر۔ یعنی دعوت و تبلیغ میں اصل چیز اپنے دین کے اصولوں اور اس کی تعلیمات پر کاربند رہنا ہے نہ کہ سچ یا جھوٹ، یا جس طرح بھی ممکن ہو اپنی بات کا قائل کر لینا۔ لہٰذا یہ فکر نہیں کرنی چاہیے کہ کون ہماری بات مانتا ہے اور کون نہیں مانتا۔ نتیجہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

عمل صالح ہے۔ اسی طرح علاقائی، ملکی، خاندانی، قومی، جماعتی و جمعیتی تعصبات میں سے ہر ایک جاہلی عصبیت سے کنارہ کش ہو کر رہنا بھی اُصولِ دعوت میں سے ہے۔ (سوائے عقیدہ توحید خالص ومنہج قرآن وسنت والی غیرت وحمیت کے کسی طرح کا بھی تعصب دعوت الی اللہ میں نہایت مضر ثابت ہوتا ہے۔)

۳۰...... دعوت الی اللہ میں سب سے افضل منہج دین اسلام کے حقائق وابتداءً اُس کے مناہج کو پیش کرنا ہے، شبہات کو پیش کر کے ان کا ردّ پیش کرنا نہیں۔ اور پھر لوگوں کو حق کا میزان دینا اور اُنہیں اُصولِ دین کی طرف دعوت دینی چاہیے۔ لوگوں سے ان کی عقلوں اور علمی معیار کے مطابق مخاطب ہونا چاہیے۔ اور لوگوں کی شخصیات کا تعارف اور ان کو سیدھی راہ پر لانے کے لیے بہترین ذریعہ ثابت ہوتا ہے۔

۳۱...... مذکورہ بالا تمام اُصول وضوابط کا خلاصہ اس اصل میں ہے کہ: داعیان الی اللہ اور اسلامی تحریکوں کا اللہ عزوجل (اور اس کی کتاب اور سنت رسول اللہ ﷺ) کے ساتھ ہمیشہ منسلک رہنے والا تمسک اور اپنی سی بشری کوشش اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے مدد طلب کرنا اور اس بات کا یقین کامل رکھنا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہی وہ ذات ہے کہ جو قیادت فرماتی اور دعوت کی تحریک کی راہنمائی کرتی ہے۔

وہ ایک اللہ ہی اپنی طرف دعوت دینے والے اپنے بندوں کا دفاع کرتا ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں دین حنیف کا معاملہ اور سب کا سب حکم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے پاس ہے۔

بہت سارے علماء کرام اور داعیان الی اللہ رحمہم اللہ کے تجربات پر مبنی یہ ہیں وہ دعوت الی اللہ کے اُصول وضوابط اور فوائد۔ ہم یقینی علم رکھتے ہیں کہ بلاشبہ داعیانِ الی اللہ حفظہم اللہ جمیعاً نے اگر ان اُصول وضوابط کو سمجھ لیا اور ان پر عمل کرلیا تو دعوت الی اللہ

کے عمل عظیم وتحریک دعوت میں بہت زیادہ بھلائی ضرور حاصل ہوگی۔ ان شاء اللہ

تمام دعاۃ کرام حفظہم اللہ کو جان لینا چاہیے کہ: نہ ہی تو ان کی دعوت کامیاب ہو سکتی ہے اور نہ ہی ان کا کوئی کام درست ہو سکتا ہے مگر صرف اللہ عزوجل کے ساتھ ہمیشہ منسلک رہنے کے ساتھ اور ہر معاملے میں اسی پر بھروسہ کرنے کے ساتھ۔ اسی سے سوال کی توفیق، اخلاص نیت، نفسانی خواہش سے الگ رہنے اور تمام دینی امور کو اللہ کے لیے ہی خالص کرنے کے ساتھ فلاح وکامرانی حاصل ہوتی۔ وَاللّٰهُ الْموفّق وَهُوَ وَلِیُّ التَّوْفِيْق.



سلف صالحین کے عقیدہ پر بعض تصنیفات

اہل السنۃ والجماعۃ سلفی جماعت حقہ کے نابغۂ روزگار علماء کرام رحمہم اللہ نے سلف صالحین کے عقائد پر بہت ساری تصنیفات مدون کی ہیں۔ انہوں نے ان کتابوں میں عقیدۂ توحید خالص کے اُصول وضوابط بھی وضع کیے ہیں اور ان کے لیے کتاب وسنت سے دلائل بھی پیش کیے ہیں۔ پھر انہوں نے ان تصنیفات میں اہل بدعات وخرافات کا ردّ پیش کرتے ہوئے ان کے باطلانہ مقاصد والے رازوں سے پردہ بھی اُٹھایا ہے۔ اسی طرح انہوں نے ان کتب میں باطل کا حق کے ساتھ، جہالت کا علم کے ساتھ اور بدعت کا سنت کے ساتھ سامنا بھی کروایا ہے۔ ٹھوس دلائل کے ساتھ انہوں نے اہل بدعات کے تمام ہتھیار پھینکوا دیے ہیں۔ یوں انہوں نے حق کو غالب اور باطل کو مغلوب کر کے دکھایا ہے۔ اور یہ سب کچھ انہوں نے خالص دین حنیف کی حفاظت کے پیش نظر کیا ہے۔

قارئین کرام! یہ بات آپ حضرات کے لیے بھی نہایت مفید رہے گی کہ میں ان مؤلفات وتصنیفات کا یہاں تذکرہ کر دوں کہ جو کتاب ھذا ''الوجیز ......عقیدہ کا نہایت جامع بیان'' کی تیاری میں میرے مراجع ومصادر کے طور پر زیر مطالعہ رہیں اور ان سے بھرپور استفادہ کیا گیا ہے۔ تاکہ میرا ہر مسلمان بھائی اپنے عقیدہ کے بارے میں پورے علم وبصیرت پر ہو۔ اور آپ یہ جان لیں کہ یہی عقیدہ، سلف صالحین کا اصل عقیدہ تھا۔ اور اس بات کا بھی آپ کو علم ہو سکے کہ: بعد والی صدیوں میں عقیدہ کی تحریفات کے لیے جو کچھ پیش آیا وہ سب عقیدہ توحید خالص پر دخل انداز ہونے والی

خرافات تھیں کہ جس عقیدۂ خالص کو سلف صالحین میں سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے براہِ راست صاحب شریعت مطہرہ اور اس دین حنیف کے رسول خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست سیکھا تھا۔ اور پھر اُن سے تابعین و تبع تابعین و من تبعهم باحسان الی یومنا هذا ایک دوسرے سے سیکھتے سکھاتے رہے۔ عقیدۂ سلف صالحین پر علماءِ اُمت کی طرف سے لکھی جانے والی ڈھیروں تصنیفات میں سے بعض کا تذکرہ علی سبیل المثال فائدہ کے لیے کیا جاتا ہے۔ تاکہ کوئی بھائی اگر براہِ راست ان کتب سے مستفید ہونا چاہے تو فائدہ اُٹھالے۔

۱۔ ((كتاب السُّنَّة)) : الامام أحمد بن حنبل رحمه الله ـ ۲٤۱ھ

۲۔ ((كتاب السُّنَّة)) : عبدالله بن الامام أحمد ـ ۲۹۰ھ

۳۔ ((كتاب السُّنَّة)) : أبوبكر أحمد بن يزيد الخلال ـ ۳۱۱ھ

٤۔ ((كتاب السُّنَّة)) : الحافظ ابوبكر بن ابى عاصم ـ ۲۸۷ھ

٥۔ ((كتاب السُّنَّة)) : محمد بن نصر المروزى ـ ۲۹٤ھ

٦۔ ((شرح السُّنَّة)) : الإمام حسن بن على البربهارى ـ ۳۲۹ھ

۷۔ ((شرح السُّنَّة)) : الامام الحسين بن مسعود البغوى ٤۳٦ھ

۸۔ ((الشريعة)) : الامام ابوبكر محمد بن الحسين الآجرى ـ ۳٦۰ھ

۹۔ ((كتاب أصل السُّنَّة واعتقاد الدين)) : الامام ابو حاتم الرازى ـ ۳۲۷ھ

۱۰۔ ((صريح السُّنَّة)) : الامام ابوجعفر محمد بن جرير الطبرى ـ ۳۱۰ھ

۱۱۔ ((شرح مذاهب أهل السُّنَّة و معرفة شرائع الدين والتمسك بالسنن)) ابو حفص عمر بن احمد بن عثمان بن شاهين ـ ۲۷۹ھ

۱۲۔ ((أُصولُ السُّنَّة)): الامام ابن ابی زَمنین الأندلسی۔ ۳۹۹ھ

۱۳۔ ((کتاب النزول)) ((کتاب الصفات))

۱۴۔ ((کتاب الرؤیة)): الامام الحافظ علی بن عمر الدارقطنی۔ ۳۸۵ھ

۱۵۔ ((کتاب التوحید واثبات صفات الرب عزَّوجل)): الامام ابوبکر محمد بن اسحاق بن خزیمة۔۳۱۱ھ

۱۶۔ ((مقدمة ابن ابی زید القیروانی فی العقیدة)): عبدالله بن أبی زید القیروانی۔۳۸٦ھ

۱۷۔ ((الابانة عن شریعة الفرقة الناجیة و مجانبة الفرق المذمومة)): الامام ابو عبدالله بن بطة العکبری الحنبلی۔ ۳۸۷ھ

۱۸۔ ((اعتقاد أَئمَّة الحدیث)): الامام ابوبکر الاسماعیلی۔ ۳۷۱ھ

۱۹۔ ((الإبانة عن أُصول الدیانة))۔ ((رسالة الیٰ أَهل الثغر))

۲۰۔ ((مقالات الاسلامین)) جمیعها للإمام أَبی الحسن الاشعری۔ ۳۲۰ھ

۲۱۔ ((عقیدة السلف اصحاب الحدیث)) الامام ابوعثمان اسماعیل بن عبدالرحمن الصابونی۔٤٤۹ھ

۲۲۔ ((المختار فی اصول السنة)) الإمام ابو علی الحسن بن أحمد ابن البنّا الحنبلی البغدادی۔ ٤۷۱ھ

۲۳۔ ((شرح أُصول اعتقاد أَهل السنُّة والجماعة)): الامام ابوالقاسم هبة الله بن الحسن بن منصور الطبری اللالکائی۔٤۱۸ھ

۲٤۔ ((کتاب الأَربعین فی دلائل التوحید)): أَبو إِسماعیل الهروی

۔۴۸۱ھ

۲۵۔ ((کتاب العظمة)) : أبوا الشیخ الأصفهانی۔ ۳۶۹ھ

۲۶۔ ((الاعتقاد والهداية)) ابوبکر احمد بن الحسين البيهقى ۔۴۵۸ ھ

۲۷۔ ((الحجّة فی بيان المحجّة و شرح عقيدة أهل السُّنَّةِ)) أبو القاسم اسماعيل بن محمد التميمى الاصفهانى / ۵۳۵ھ

۲۸۔ ((العقيدة الطحاوية)) : الامام احمد بن محمد بن سلامة ابو جعفر الطحاوى الازدى الحنفى ۔ ۳۲۱ھ

۲۹۔ ((لمعة الاعتقاد الهادى الٰى سبيل الرشاد)): الامام موفق الدين أبو محمد عبدالله بن قدامة المقدسى ۔ ۶۲۰ھ

۳۰۔ ((النصيحة فی صفات الرب جلَّ وعلا)) : الامام أبو محمد عبدالله بن يوسف الجوينى ۔ ۴۳۸ھ

۳۱۔ ((کتاب التوحيد)) الامام أبو عبدالله محمد بن اسماعيل البخارى : ۲۵۶ھ

۳۲۔ ((کتاب التوحيد ومعرفة أسماء الله وصفاته)) الامام محمد بن اسحاق بن منده ۔ ۳۹۵ھ

۳۳۔ ((کتاب الايمان)) : الامام ابو عبيد القاسم بن سلام۔ ۲۲۴ھ

۳۴۔ ((کتاب الإيمان)) : الحافظ محمد بن يحيىٰ بن عمر العدنى ۔۲۴۳ھ

۳۵۔ ((کتاب الايمان)) الحافظ ابوبکر بن محمد بن ابى شيبة۔۲۳۵ھ

۳۶۔ ((کتاب الإيمان)) : الحافظ محمد بن اسحاق بن منده ۔۳۹۵ھ

۳۷۔ ((شُعب الإيمان)): الحافظ ابو عبدالله الحليمى البخارى:۴۰۳ھ

۳۸۔ ((مسائل الإيمان)) : القاضى ابو يعلى۔ ۴۵۸ھ

۳۹۔ ((الرد علىَ الجهمية)) : الامام الحافظ ابن منده ۔ ۳۵۹ھ

۴۰۔ ((الرد علىٰ الجهمية)): الامام عثمان بن سعيد الدارمى۔۲۸۰ھ

۴۱۔ ((الرد علىَ الجهمية والزنادقة)) الامام احمد بن حنبل ۔ ۲۴۱ ھ

۴۲۔ ((الرد علىَ من اَنكر الحرف والصوت))

الامام الحافظ ابونصر عبيد الله بن سعد السجزى۔۴۴۴ھ

۴۳۔ ((الاختلاف فى اللفظ والرد على الجهمية والمشبهة)): الإمام ابو محمد عبدالله بن مسلم بن قتيبة الدينورى / ۲۷۶ھ

۴۴۔ ((خلق افعال العباد والرد على الجهمية واصحاب التعطيل)) الامام البخارى۔۲۵۶ھ

۴۵۔ ((مسألة العلو والنزول فى الحديث)) الحافظ ابوالفضل محمد بن طاهر المقدسى المعروف ب((ابن القيسرانى))۵۰۷ھ

۴۶۔ ((العلو للعلى العظيم وإيضاح صحيح الأخبار من سقيمها))

۴۷۔ ((الأَربعين فى صفات رب العالمين)) للإمام الذهبى۔۷۴۸ھ

۴۸۔ ((كتاب العرش وماروى فيه)): الحافظ محمد بن عثمان بن ابى شيبة العبسى۔۲۹۷ھ

۴۹۔ ((إثبات صفة العلو)) : الإمام موفق الدين ابن قدامة المقدسى ۔ ۶۲۰ھ

۵۰۔ ((أقاويل الثقات فى تأويل الأسماء والصفات)) الامام زين

الدین مرعی بن یوسف الکرمی المقدسی الحنبلی ۔۱۰۳۳ھ

۵۱۔ ((کتاب الاسماء والصفات))

۵۲۔ ((البعث والنشور))

۵۳۔ ((اثبات عذاب القبر)) : الامام البیہقی ۔۴۵۸ھ

۵۴۔ ((التصدیق بالنظر اِلیَ اللہ تعالیٰ فی الآخرۃ)) : الامام ابوبکرَ الآجری۔ ۳۶۰ھ

۵۵۔ ((الاعتقاد الخالص من الشك والإنتقاد)): الإمام علاء الدین ابن العطار ۔ ۷۲۴ھ

۵۶۔ ((العیون والأثر فی عقائد أَھل الأَثر)) الإمام عبدالباقی المواھلی الحنبلی۔ ۱۰۷۱ھ

۵۷۔ ((قطف الثمر فی بیان عقیدہ أَھل الأثر))

۵۸۔ ((الدِّینُ الخالِصُ)) : محمد صدیق خان القنوجی ۱۳۰۷ھ

۵۹۔ ((لوامع الانوار البھیة وسواطع الاسرار الأثرِیة))

۶۰۔ ((لوائح الأَنوار السّنَّة ولواقح الأفکار السُّنُّية شرح قصیدۃ ابن ابی داود الحائیّة)) :العلامة محمد بن أَحمد السفارینی ۔ ۱۱۸۸ھ

۶۱۔ ((تجرید التوحید المفید)) : الامام أَحمد علی المقریزی ۔۸۴۵ ھ

علم عقیدہ میں تصنیف وتالیف کے شہسوار کہ جن کی تصنیفات کے بارے میں اہل السنۃ والجماعۃ کے دو علماء نے بھی کبھی اختلاف نہیں کیا ...... شیخ الاسلام امام احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہ رحمہ اللہ (ف/۷۲۸ھ) نے اس علم کو مرتب کیا اور اس کے اُصول وقواعد اور مناہج وضع کیے۔ اس موضوع پر ان کی بہت ساری تصنیفات ہیں جن میں سے درج

ذیل بہت معروف ہیں:

١۔ مِنهاجُ السُّنَّةِ النّبويَّةِ

٢۔ درء تعارض العقل والنقل

٣۔ بغية المرتاد في الرد على المتفلسفة وأَهل الإلحاد

٤۔ اقتضاء الصرط المستقيم لمخالفة أَصحاب الجحيم

٥۔ الصارم المسلول علىَ شاتم الرسول

٦۔ كتابُ الإيمان

٧۔ الرسالة التدمرية

٨۔ قاعدة جليلة في التوسل والوسيلة

٩۔ الرد علىَ المنطقيين

١٠۔ العقيدة الواسطية

١١۔ العقيدة الحموية

١٢۔ الرسالة التسعينية

١٣۔ بيان تلبيس الجهمية

١٤۔ النبوات

١٥۔ شرح العقيدة الاصفهانية

١٦۔ شرح حديث النزول

ان تمام تصنیفات پر زائد اُن کا ''مجموع الفتاویٰ'' ہے کہ جس میں آپ رحمہ اللہ نے اپنی بہت ساری مؤلفات کو جمع کر دیا ہے۔ اس فتاویٰ کی کل سینتیس (۳۷) جلدیں ہیں۔

تصنیف و تالیف میں دوسرے شاہسوار شیخ الاسلام رحمہ اللہ کے تلمیذ رشید عالم ربانی امام ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ (ف ۷۵۲ھ) جن کی گمراہ فرقوں کے ردّ میں نہایت ہی قابل

تعریف و شکریہ جہود طیبہ تھیں۔ ان کی اس موضوع پر درج ذیل تصنیفات بہت معروف ہیں:

ا ...... الصواعق المرسلة علی الجهمية والمعطلة

ب...... اجمتاع الجيُوشِ الاسلامية على غزو المعطلة والجهمية

ج...... القصيدة النونية

د...... شفاء العليل فی مسائل القضاء والقدر والحكمة والتعليل

ہ......طريق الهجرتين و باب السعادتين

ان کے علاوہ بھی اُن کی نہایت ہی مضبوط و قیم کتب ہیں۔ ہم نے اوپر جتنی کتابوں کا ذکر کیا ہے یہ سب کی سب طبع شدہ ہیں۔ بہت ساری کتب ایسی ہیں کہ جن کا تذکرہ ہم یہاں اختصار کے پیش نظر نہیں کر سکے۔ ان میں سے بعض طبع ہو چکی ہیں اور بعض مخطوطات کی صورت میں موجود ہیں۔



مسك الختام

یہ تھا اس امت خیر الامم کی ابتداء والی چھوٹی سی جماعت حقہ کا عقیدہ۔ اور یہی وہ عقیدہ ہے جو خرافات و بدعات سے صحیح سالم اور صاف ہے۔ اور کتاب وسنت کے نہج پر اور اس اُمت کے اسلاف صالحین و آئمہ مجتہدین رحمہم اللہ اجمعین کے اقوال پر مشتمل ایک صحیح اور مستقیم طریقہ۔ یہی وہ منہج وطریق ہے کہ جس نے اس اُمت کے شروع والے لوگوں کے دلوں کو زندگی عطا کی تھی۔ پس یہی سلف صالحین، فرقہ ناجیہ جماعت حقہ وطائفہ منصور اہل الحدیث کا عقیدہ ہے۔ اور یہی اہل السنۃ والجماعۃ، آئمہ اربعہ کہ جو اتباع شدہ چاروں مسالک کے امام شمار ہوتے ہیں، کا عقیدہ تھا۔ اور یہی جمہور فقہاء کرام، محدثین عظام، علماء عاملین اور جو بھی اُن کے نہج پر ہمارے آج کے دن تک چلتا رہا...... کا عقیدہ ومنہج ہے۔ (رحمہم اللہ جمیعاً) اور معاملہ دین حنیف کا اسی طرح تا قیامت باقی رہے گا۔ ان شاء اللہ (جو چاہے بصیرت کی آنکھیں وا کرے اور حق کو پہچان لے۔)

ہم پر لازم ہے کہ ہم اسی عقیدۂ سلیمہ وتوحید خالص کے ساتھ اپنے منبع اور چشمہ صافی کی طرف پلٹ آئیں کہ جس سے ہمارے اسلاف صالحین کے خیر الامم نے اپنی پیاس بجھائی تھی۔ (اور دنیا کو اسی مشرب قرآن وسنت سے خوب پلایا تھا۔) اور ہم بھی اسی چیز کو تھام لیں جس کو انہوں نے تھاما تھا۔ اور جس بات پر انہوں نے خاموشی اختیار کی تھی ہم بھی اس سے خاموش رہیں۔ ہم بھی اسی طرح عبادت کریں جس طرح انہوں نے عبادت کی تھی اور ہم بھی قرآن وسنت اور اس اُمت کے سلف صالحین اور آئمہ مجتہدین رحمہم اللہ کے اجماع کا التزام کریں۔ اور اُنہیں اسلاف کے فہم کی روشنی میں نئے نئے اُمور پر صحیح ترین قیاس اور رائے واجتہاد سے کام لیں۔ (بے ہودہ قسم کی من گھڑت فقہ ایجاد نہ کرتے پھریں۔)

امیر المؤمنین سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:

((قَدْ عَلِمْتُ مَتیٰ صَلاحُ النَّاسِ وَمَتیٰ فَسادهم! اذا جاءَ الفقهُ مِن قِبَلِ الصّغِيرِ استعصى عليه الْكَبِيْرُ، واذا جاءَ الفِقهُ مِن قِبَلِ الْكَبِيْرِ تَابَعهُ الصّغِيرُ، فاهتَدَيا .)) ❶

''میں اس بات کو جان چکا ہوں کہ کب لوگوں کی اصلاح ہوتی ہے اور کب ان میں فساد واقع ہوتا ہے۔ جب کسی چھوٹے عالم (جس کا علم ناقص، کچا اور قرآن وسنت سے ہٹ کر ہو) کی طرف سے کوئی فقہ آئے گی تو اس پر کوئی بڑا بھی نافرمانی ومعصیت کا شکار ہو جائے گا۔ اور جب (قرآن وسنت کے ثقہ علم پر دسترس رکھنے والے) کسی بڑے عالم کی طرف سے فقہ آئے گی تو اس کی اتباع چھوٹا بھی کرلے گا۔ اور پھر دونوں ہدایت پر ہوں گے۔''

امیر المؤمنین سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: ((أُنْظُرُوْا عَمَّنْ تَأْخُذُوْنَ هٰذَا الْعِلْمَ ؛ فَإِنَّمَا هُوَ الدِّيْنُ)) ''خوب غور وفکر کی نظر سے دیکھو کہ کس سے تم یہ علم لے رہے ہو؟ بلا شک یہی دین ہے۔'' ❷ (یعنی دین حنیف کی اصل و اساس کے بارے میں تحقیق کرنا۔)

جلیل القدر صحابی سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:

((لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا أَخَذُوا الْعِلْمَ عَنْ أَكَابِرِهِمْ ، فَإِذَا أَخَذُوهُ مِنْ أَصَاغِرِهِمْ وَشِرَارِهِمْ هَلَكُوْا .)) ❸

''تب تک لوگ ہمیشہ خیر وفلاح میں رہیں گے جب تک وہ (قرآن وسنت کا علم اپنے اکابر (صحابہ کرام وتابعین عظام رحمہم اللہ جمیعاً جیسے سلف صالحین) سے لیتے رہیں گے اور جب وہ اپنے چھوٹے لوگوں (قیل وقال والے مولویوں) اور اپنے بُرے لوگوں سے علم سیکھنا شروع کر دیں گے تو وہ ہلاک ہو جائیں گے۔''

---

❶ رواه ابن عبدالبر، في جامع بيان العلم، ص : ٢٤٧

❷ رواه الخطيب في الكفاية في علوم الرواية، ص: ١٩٦.

❸ راوه ابن عبدالبر، في جامع بيان العلم، ص : ٢٤٨.

میرے مسلم محترم بھائی! اس بات کو جان لیجیے، اللہ عزوجل ہمیں اور آپ کو بھی حق کی ہدایت عطا فرمائے کہ جس کسی آدمی نے بھی کتاب وسنت اور فہم سلف صالحین سے ہٹ کر ہدایت کو طلب کرنے کی کوشش کی یا وہ کسی ایسے معاملے (فیصلہ وحکم اور فضیلت) کو لایا کہ جو اس سے زائد (بڑھا ہوا) ہو کہ جو اللہ عزوجل نے شریعت ٹھہرایا ہے تو بلاشک وشبہ وہ نہایت واضح، صریح گمراہی میں غوطے کھا رہا ہے اور صراطِ مستقیم سے بہت دُور ہے۔ وہ اہل ایمان واسلام کی راہ کے علاوہ اور لوگوں کی راہ کا متبع ہے۔

پس ہم اس بات کا یقین محکم رکھتے ہیں کہ ہم تمام کی تمام سنن رسول اللہ ﷺ پر اُن کی مکمل ہیئت وصورت میں پورا پورا عمل کرنے سے پہلے ہی فوت ہو جائیں گے۔ (اور اپنی زندگی میں تمام سنتوں پر پورا پورا عمل نہ کر سکیں گے۔) تو پھر دین حنیف میں بدعت کس لیے؟ امام مالک بن انس رحمہ اللہ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

وخَيْرُ أُمُورِ الدِّيْنِ مَا كَانَ سُنَّةً
وَ شَرُّ الْأُمُوْرِ الْمُحدَثَاتُ الْبَدَائِعُ

''دین اسلام کے اُمور میں سب سے بہتر اور خیر کا کام وہ ہے جو سنت ہو۔ جب کہ تمام اُمور میں سب سے بُرے دین حنیف میں نئے نئے ایجاد کردہ کام اور بدعات وخرافات ہیں۔'' [1]

اور اس بات پر بھی ساری اُمت کا اتفاق ہے کہ دنیا جہان کے تمام عبادت گزاروں میں سب سے افضل عبادت گزار محمد رسول اللہ ﷺ تھے۔ چنانچہ ہر وہ عبادت کہ جو آپ ﷺ کی عبادت کے اُلٹ ہو وہ بدعت ہوا کرتی ہے، اس عبادت کے ذریعے کوئی بھی بدعتی عبادت گزار اللہ عزوجل کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ بلکہ یہ عبادت اُسے اللہ کریم سے مزید دُور کر دے گی۔ جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشادِ گرامی قدر ہے:

﴿ ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰی شَرِیْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ

[1] الاعتصام للإمام الشاطبی رحمہ اللہ.

الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٨﴾ (الجاثیه:١٨)

''ہم نے تجھ کو دین کے ایک راستے (شریعت پر) لگا دیا تو اسی پر چلتا رہ اور نادانوں کی خواہشوں پر مت چل کہ جو علم ہی نہیں رکھتے۔''

اور دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۗ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ﴿١٢٥﴾﴾ (النساء:١٢٥)

''اور کس کا دین اس شخص سے اچھا ہو سکتا ہے جس نے اپنا چہرہ اللہ کے سامنے جھکا دیا اور نیکی میں لگ گیا۔ اور ابراہیم علیہ السلام کے راستہ پر چلا جو خاص اللہ کی طرف تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو اپنا سچا دوست لیا تھا۔''

اس بات میں بھی کوئی شک نہیں کہ بلا شبہ تمام اہل اسلام کی وحدت کا راستہ صرف اور صرف عقیدۂ توحید خالص کی وحدت ہے کہ جس (میں قرآن وسنت والے) عقیدہ صافی پر اس اُمت خیر الامم کی سب سے پہلی سلف صالحین کی چھوٹی سی جماعت اعتقاد رکھتی تھی۔ اور اسی عقیدہ صافی اور قرآن وسنت پر مکمل عمل کے ساتھ وہ دنیا پر غالب آ گئے اور دین حنیف کی عدل وانصاف والی حکومت قائم کر دی۔ (جو صدیوں تک قائم رہی۔)

خلاصۂ کلام

ساری گفتگو کا خلاصہ اگر چند سطروں میں بیان کرنا چاہیں تو ہم کہیں گے کہ: بلا شبہ نہ ہی تو ہماری اصلاح ہو سکتی ہے اور نہ ہی ہماری دعوت کامیاب ہو سکتی ہے مگر صرف اور صرف اُس وقت کہ جب ہم کسی بھی مہم سے پہلے اہم ترین چیز کے ساتھ آغاز نہ کریں گے۔ اور یہ اہم ترین معاملہ یہ ہے کہ: ہم اپنی دعوت میں گفتگو ہی عقیدۂ توحید خالص پر کریں۔ اسی پر ہم اپنی سیاست کی بنیاد رکھیں اور اسی پر ہمارے احکام، ہمارے اخلاق، ہمارے آداب اور ہمارے تمام معاملات کی بنا ہو۔ اور ان تمام اُمور میں ہم خالصتاً کتاب وسنت کی زبان میں

سلف صالحین کے فہم کے موجب بات کریں۔ یہی تمہاری سیدھی راہ ہے اور یہی منہج قویم کہ جس کا حکم ہمارے رب اللہ الرحمٰن الرحیم نے دیا۔ فرمایا:

﴿وَأَنَّ هٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ ۖ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ۚ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿١٥٣﴾﴾

(الانعام:۱۵۳)

''اور (اللہ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ) یہ میری سیدھی راہ ہے اس پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو۔ وہ تم کو اللہ کی راہ سے ہٹا دیں گی۔ یہ وہ باتیں ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے تم کو حکم دیا ہے تا کہ تم (ان کا خلاف کرنے سے) بچے رہو۔''

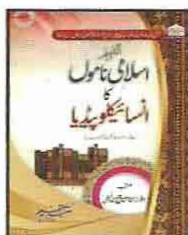
عقیدۂ سلف صالحین ہی وہ واحد راستہ ہے کہ جس کے ذریعے اُس اُمت کے حال کی اصلاح ہوسکتی ہے۔ ہم اللہ رب العالمین سے اس انعام کی دعا کرتے ہیں کہ جس طرح اُس نے ہماری راہنمائی منہج سلف صالحین (صحابہ کرام و تابعین و تبع تابعین و من تبعهم باحسان الى يوم الدين رحمهم الله اجمعين) کی طرف فرمائی ہے، اسی طرح وہ عملاً بھی ہمیں اُنہیں میں سے کردے۔ اور قیامت والے دن وہ ہمیں سیّد الجِنّة وَالبشر إمام الانبياء والرسل ، أشرف الخلائق بعد الله الكريم الشّافع والمشفَّع النّبيّ الكريم محمد رسول الله ﷺ کے جھنڈے تلے انہی سلف صالحین کے ساتھ جمع فرما دے۔ اور یہ کہ وہ ہمارے دلوں کو راہِ حق سے ٹیڑھا نہ کردے کہ جب اس نے ہمیں اس کی ہدایت عطا فرما رکھی ہے۔ اور ہم اپنے رب کریم سے اس بات کا بھی سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنے صالح موحد بندوں میں سے کردے کہ جو صرف اسی کی راہ پر عمل پیرا ہوں۔ بلا شک وشبہ وہ اس پر قادر ہے اور وہ دعاؤں کو نہایت قریب سے سننے والا اور قبول کرنے والا ہے۔

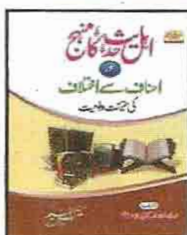
وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِيْنَ

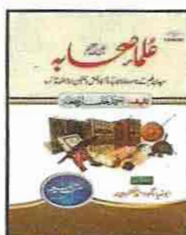
وآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

منہج سلف صالحین کے فروغ کے لئے کوشاں

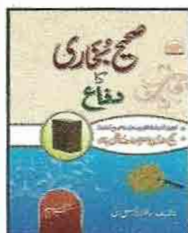
ہماری بعض اہم خوبصورت اور معیاری مطبوعات

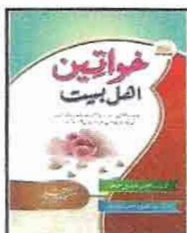






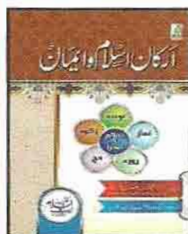






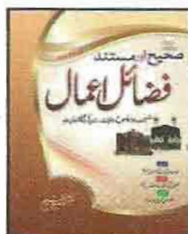


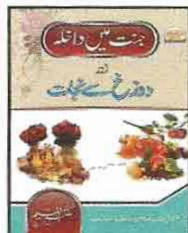




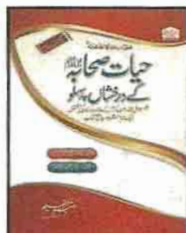


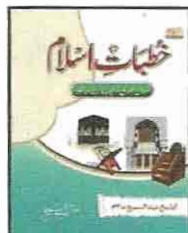














MAKTABA AL-FAHEEM

Raihan Market, 1st Floor, Dhobia Imli Road
Sadar Chowk, Maunath Bhanjan - (U.P.) 275101
Ph.: (O) 0547-2222013, Mob. 9236761926, 9889123129, 9336010224
Email :faheembooks@gmail.com
Facebook: Maktabaalfaheem

₹ 290/-

PRINT ART Delhi- Ph. 23634222